باسمہٖ تعالیٰ

کتابِ مخصوص

حامل اسرار کتاب میزان و شمشیر اور شرحِ استخلاف فی الارض

— اور —

تمام عالم پر منکشف بالنور ملتِ اسلامیہ کی دلیلِ افضلیت

سیرتِ نبوی پر ایک محققانہ نظر

دستورِ حیات

جلد اوّل

دار التصنیف والنشر (خلیفہ) محمد سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ من تابعہ من تابعہ من تابعہ
باحسانٍ الیٰ ھٰذا الیوم والیٰ یوم القیمۃ کلھم اجمعین ۔

حاملِ اسرارِ کتاب و میزان و شمشیر اور شرحِ استخلاف فی الارض

اور

تمام عالم پر منکشف بالنور ملتِ اسلامیہ کی دلیلِ افضلیت

کتابِ مخصوص

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک محققانہ نظر

دستورِ حیات

جلد اول

جامع صدیقیہ
آلو مہار شریف ۔ ضلع سیالکوٹ
(پاکستان)

از تصنیف
(خلیفہ) محمد سعید
دار التصنیف والنشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

فاتحۃ العدل
(سیرت نبوی ﷺ پر ایک محققانہ نظر کا مقدمہ)

جزء (ا)
مکارم اخلاق و محاسن افعال ۱۲۱
(حکمت و عدالت۔ شجاعت و عفت)

دیباچہ

جلدِ اوّل

پائندہ و بالندہ بادائے ملّتِ اسلامیہ

اے حافظِ فطرت[1] (دینِ قیّم) بزرگ ملّتِ اسلامیہ! یہ کتاب مخصوص بدلیل شرحِ عدل[2] حامل اسرارِ حفظِ فطرتِ انسانی ہے۔ کیونکہ نفسِ ناطقۂ انسانی اساسِ عدل یعنی جوانبِ میزانیۂ نفس (کثافت و لطافت) پر استوار ہے۔ اور یہ شارحِ ایفائے تقاضہائے اساسِ عدل ہے۔ جو ثقلِ موازینِ نفس ہے۔ اور نفسِ انسانی میں اساسِ عدل پر تغیر قصرِ عدل ہے یعنی وہ حفظِ فطرت ہے۔ اور اسی دلیل شرحِ حفظِ فطرت سے اس کتابِ مخصوص کو عزّ خصوصیت حاصل ہے۔ (کیونکہ ایفائے تقاضائے احسنیت[3] خلقی کی تکمیل ایفا سے حفظِ فطرت تمام کائناتِ انسانی پر شرف خصوصیت رکھتی ہے۔ جو اختصاص[4] رحمتِ الٰہی ہے۔ اور خلفاء[5] الارض نوعِ انسانی کی استعدادِ استخلاف[6] فی الارض کی تکمیل ہے)۔

---

[1] فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ (روم ۳۰) پس تو باطل سے ہٹتے ہوئے اپنے رُخ کو دین پر مستقیم کر دے وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدائش میں تغیر نہیں۔ یہی دینِ مستقیم ہے۔ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۚ (ق ۳۲) (یہ ہے وہ جو کچھ جس سے تم وعدہ دئے گئے ہو۔ ہر جھکنے والے حفیظ کے لئے)

[2] عدل کے معنی یہ ہیں کہ بوجھ (ثقلِ وزن) کو ایسے دو مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے کہ ان ہر دو میں سے کسی میں مطلق کمی بیشی نہ ہو۔ اور یہ تعدیل صحیح مستلزم وجود میزان ہے اور وہ جوانب میزانیۂ نفس سے متحقق ہے۔

[3] لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (تین ۴) تحقیق ہم نے انسان کو بہترین نگاشت سے خلق فرمایا۔

[4] وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (بقرہ ۱۰۵) اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہے۔

[5] وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ ..... (انعام ۱۶۵) اسی نے تمہیں زمین پر خلفاء بنایا ہے۔

[6] وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ..... (نور ۵۵) اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو تم میں سے ایمان لائے اور ان کا عمل صالح ہے ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔

اس کتاب مخصوص میں اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر (جو حفظ فطرت نفس اور اس کے تواتر کا حامل ہے۔ اور الفاظ کتاب مجید کی شرح متشکل ہے اور اس کی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور اسی دلیل سے آیات کتاب کی شرح کیا گیا جو اس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی شرح ہے) محققانہ نظر سے نفس ناطقۂ انسانی کی تشخیص اور تجزیہ کرتے ہوئے فطرت نفس کے فیصلہ کے ساتھ تمام عالم پر بزرگ ملّت اسلامیہ کی افضلیت کو محقق کر دیا گیا ہے۔

اس کے مطالعہ سے پہلے یہ حقیقت ذہن مبارک میں جاگزین کر لینی چاہیئے۔ کہ جب علم طبعیات اور فلسفۂ ظاہر وغیرہ کا فہم کامل فکری توجّہ کو لازم قرار دیتا ہے۔ بحالیکہ اسے حکمت کے ساتھ محض تشتّیہ[2] حاصل ہے۔ تو بلاشبہ نفس ناطقہ (جو جامع حقائق علوی و سفلی ہے) کے تجزیہ اور تشخیص اور معرفت سے جو شوکت حکمت اور اس کی حقیقت ہے۔ فطرت انسانی کے فیصلہ کی علمی تشریح کا فہم ضرور کامل توجّہ فکری و عملی اور معرفت نفس کی کوشش کا تقاضا کرتا ہے۔ پس سرسری مطالعہ اور سطحی نگاہ حقیقت مضمون کو کماحقہٗ نہیں پا سکتی۔

اور فطرت نفس کے فیصلہ کے ساتھ ملّت وسط کی افضلیت کا اعلان عام (جو بدلیل اکمال دین اور اتمام نعمت یعنی تکمیل فطرت نفس فرد و منزل و مدن جو حجّت اختتام نبوتؐ اور ہر غیر فطری نظام کی تنسیخ کے لئے فیصل ناطق ہے) تمام مفکرین عالم کی دانش کو دعوت تاحت فکر ہے۔ اس لئے اس مدّعا کی ایفاء کے ساتھ کہ تکمیل فطرت اور فضل عدل اور تصغیر فرط فرض فطری کی ایفا ہے۔ اس دلیل افضلیت وسط و عدل (سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر) کی بزرگ ملّت اسلامیہ کے نفس مبارک میں تمکین منکشف بالنور استدلال فکری اور متجلی نور شہادت عملی کے ساتھ قدیم و جدید دانش ناقص کے عجز پر فیصل ناطق ہوگی۔ انشاء اللہ! کیونکہ صرف حافظ فطرت نفس مسلم ہی اپنی استعداد فطری کے ساتھ کائنات انسانی پر فضل اور برتری کا استحقاق اور اس کی استعداد رکھتا ہے۔ اور مسخر نفس متاع قاہرہ یعنی شمشیر کا وارث جائز ہے

نیز اس تصنیف فاضلہ کے مطالعہ میں ترتیب کو ضرور ملحوظ فرمانا چاہیئے۔ کیونکہ علم نفس کے لئے مخصوص اصطلاحات کی ضرورت پڑتی ہے جو جامعیت اور اختصار کے ساتھ ایک مفصّل اور طویل مضمون کی آئینہ داری کرتی ہیں۔ اور وہ بالترتیب مطالعہ سے انشاء اللہ واضح ہوتی جائیں گی۔

اس تصنیف فاضلہ میں بعض اصطلاحات اسلامی فلسفۂ اخلاق کی رو سے استعمال کی گئی ہیں اور یہ اس لئے ہوا ہے کہ اسلامی

---

[1] کَانَ خُلُقُہٗ الْقُرْآنِ (ابو داؤد) آپ کے اخلاق عالیہ قرآن مجید تھے

[2] تفصیل کے لئے عنوان تشتّیہ بہ حکمت مطالعہ فرمائیں۔

فلاسفۂ اخلاق نے قرآن و سنّت کی روشنی میں نفسِ ناطقہ کی تشخیص کی ہے۔ نیز تمام فلسفۂ قدیم و جدید میں خزانِ نبوّت سے ہی معلوم اور غیر معلوم طریق سے خوشہ چینی کی گئی ہے (جیسے کہ عنواناتِ تمہید اور تشبّہ بہ حکمت میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے) اور بعض اصطلاحات جدید ہیں۔ جو بہ تقاضائے ضرورت اور مضمون کی مناسبت تکمیل کے ساتھ وضع کی گئی ہیں۔ اور حقائق کتاب و سنّت یا دینِ قیّم کی ترجمان ہیں۔

اس کے مقدمۃ المعنون بہ فاتحۃ العدل اور جزء الالف میں حفظ فطرتِ نفس اور اس کے تواتر کی شرح کی گئی ہے۔ اور عنوانات علم علی اللّسان (حجّت الٰہی) اور علم فی القلب (حکمت) اور احادیث طیّبہ کی روشنی میں علوم نبوّت کی وسعت اور احادیث طیّبہ کی روشنی میں علمائے ورثۃ الانبیاء کی وسعت علوم جو خاکسار کے قلم سے تذکرہ میں قبل ازیں شائع ہو چکے ہیں۔ انہیں مزید تجدید اور اضافہ کے ساتھ فاتحۃ العدل میں شامل کیا گیا ہے۔

اور اس کی جزء ب میں سوانح عہدِ نبوی پر تبصرہ کے لئے جو منظہر حفظِ فطرت یا عدلِ نفس ہے محقّق شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف لطیف سیرۃ النبی جلد اوّل و دوم اور احادیث صحیحہ کو معیارِ صحت سوانح قرار دیا گیا ہے۔ اور وہ تبصرہ دستورِ تعمیر ملّی کی ترتیب اور آئین ہائے صلح و جنگ اور قوانینِ نظم و [illegible] شعبہ ہائے ملکی کی تشکیل و تجدید کا جامع کامل ہے۔

الحمدُ لِلّٰہ والشکر لِلّٰہ کہ اس عزّوجل نے محمد رسول [illegible] اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قوّتِ فعالیۂ متواترہ یعنی تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب[1] کے ذریعہ جو اکمال دین اور اتمام نعمت اور اختتام نبوّت پر حجّت قاطع ہے۔ اور تسلسل و تواتر کے ساتھ صدّیق زماں حضرت خواجہ محمد صدّیق رضی اللہ عنہ اور غوث دوراں و شہید حضرت خواجہ محمد رفیق رضی اللہ عنہ کے نفسِ مبارک میں جلوہ گر ہوئی۔ اُس قوّتِ فعالیہ سے ملحقہ اس خاکسار کے نفس میں حقائق نفس اور متاع قاہرہ یعنی شمشیر کی حقیقت کو (جو مسخّر نفس ہے) منکشف فرماتے ہوئے اس کی قلم کو شرحِ حفظِ فطرت اور وضاحت شوکتِ قبضۂ شمشیر کی توفیق دی۔

گفت پیغمبر کہ ہست از اُمّتم	کہ بود ہم گوہر و ہم ہمّتم
مر مرا زاں نور بینند جان شاں	کہ من ایشاں را ہمے بینم عیاں
بے صحیحین و احادیث و رواۃ	بلکہ اندر مشرب آب حیات

(رومی)

چنانچہ یہ خاکسار اس شہسوار جادۂ عدل اوّل المسلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں اصحاب تواتر رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اس ہدیۂ مخصوص کی عزّت قبول کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

اور وہ شرف حضور اور عزّ قبول تمام ملّت اسلامیہ کے حضور میں اس دلیل سے شرف بار ہے کہ فردیّت رسالت

---

[1] وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (جمعہ)

اوّل المسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرّف فعّالیہ سے حقیقت اسلامیہ تمام ملّت میں سیرانِ مشترک کے ساتھ جاری وساری ہے۔

اور اس شرف بار میں ملّتِ اسلامیہ سے اُن اصحابِ خلوص یا اراکین جامع صدّیقیہ کو خصوصیت حاصل ہے۔ جن کے احسانِ جدّوجہد کی فطرتِ کائناتِ انسانی یا آج تمام دورِ حاضر مشکور وممنون ہے۔ کیونکہ ان کی اساس ایثار پر شرح حفظ فطرتِ بنی آدم جو حافظِ فطرت بزرگ ملّتِ اسلامیہ کی دلیل فضل ہے۔ یعنی سیرتِ نبوی پر ایک محققانہ نظر صفحۂ روزگار پر طباعت اور نشر کے ساتھ ثبت ہو رہی ہے۔ اور وہ قوتِ فعّالیۂ مصطفویہ متواترہ کے ساتھ تصرّف صدّیقیہ وشہیدیہ کے ذریعہ وابستہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اَکْرَمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ قَائِدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ خَلِیْفَۃِ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اَصْحَابِہِ الْکِرَامِ وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ تَابَعَھُمْ مَنْ تَابَعَھُمْ مَنْ تَابَعَھُمْ بِاِحْسَانٍ ..... اِلٰی ھٰذَا الْیَوْمِ وَاِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

○

خلیفہ محمّد سعید

خلف حضرت شہید (المعروف بہ خلیفہ) محمد رفیق

خلف حضرت صدّیق زماں (المعروف بہ خلیفہ) محمد صدّیق رضی اللہ عنہما

۲۰۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۱ھ

مطابق ۱۸ر جنوری ۱۹۵۲ء بروز جمعۃ المبارک

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات ظاہرہ کے ساتھ اور نازل کی ہم نے ان کے ساتھ کتاب

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ

اور میزان تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں - اور ہم نے لوہا[1] نازل کیا - جس میں سخت

بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ

جنگ ہے - اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور اس لئے کہ اللہ جان لے کہ کون اس کی اور اسکے

بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ؏

مرسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے - تحقیق اللہ قوی اور غالب ہے

---

[1] شمشیر اور اس کے اسباب معاون اور حاجات انفرادی و اجتماعی سے متعلقہ دیگر حوائج کی ایفاء میں اسباب معاونہ جو جماعتی نظام کے تحت متحقق ہوتے ہیں - اور تشکیل جماعت بہ دلیل دفع موانع مستلزم شمشیر ہے - (گویا ہم نے تلوار نازل کی)

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَ

میں انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں چھ (حقائق) سے مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔ اور

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ

میں رعب سے منصور کیا گیا ہوں اور غنائم میرے لئے حلال کردی گئی ہیں اور زمین میرے لئے

مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ

سجدہ گاہ اور طہور بنا دی گئی ہے۔ اور تمام خلق کی طرف مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ اور مجھ پر

بِيَ النَّبِيُّوْنَ ط

انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(رواہ مُسلم)

(مشکوٰۃ باب فضائل سیّد المرسلین)

حکیم و عادل اور شجاع و عفیف (مکمل فطرت نفس) اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں جملہ اصحاب تواتر تا صدّیق زماں حضرت خواجہ محمدؐ صدّیق اور غوثِ دوراں و شہید حضرت خواجہ محمدؐ رفیق رضی اللہ عنہم کے توسّط سے یہ خاکسار اس ہدیۂ مخصوص کی عزّتِ قبول کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ جو آں صلعم کے اسوۂ حسنہ پر (جس کی حقیقت معنویّتِ کتاب کے ساتھ متحد ہے) محققانہ نظر سے حاملِ اسرار کتاب و میزان و شمشیر ہے۔ اور شرحِ استخلاف فی الارض ہے۔ اور ملّتِ اسلامیہ کے ہر عہد کو اس صلعم سے بہ دلیل تواتر تزکیہ و تعلّم متحد قرار دیتی ہوئی تمام عالم پر مکمل فطرتِ نفس ملّتِ حکیم و عادل اور شجاع و عفیف کی دلیل افضلیّت ہے۔

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (البقرہ)

محمدؐ سعید

کتابِ مخصوص کی بنیادی اصطلاحات

کشف

اللہ عزّوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے اس رُوح کی بھی حقیقت نور ہے جو اللہ عزّوجل نے نفسِ انسانی میں ودیعت فرمایا ہے۔ پس جب وُہ نفسِ انسانی میں اپنی لامتناہی (غیر محدود) نورانی حقیقت کے ساتھ منکشف ہوجاتا ہے۔ تو اسے کشف کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔

تحمّل

نفسِ انسانی میں ترکیبِ عناصر سے جو رُوح بخاری پیدا ہوتی ہے۔ وہ روحِ الٰہی کا محل قرار پاتی ہے۔ اس لئے اس نورانی کشف کی متحمّل ہوجاتی ہے جسے تحمّل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قوتِ فعالیہ

اللہ عزّوجل فعّالٌ لِّمَا یُرِیْد ہے۔ اس کشف و تحمّل سے جو نفسِ انسانی کی تکمیل علیہ ہے۔ نفسِ انسانی میں قوّتِ فعّالیہ جلوہ ریز ہوتی ہے۔ جو سب سے پہلے اوّل المسلمین محمّدؐ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نفسِ مبارک میں جلوہ گر ہوئی اور حضور صلعم کے تصرّف فعّال سے صلحائے امّت کے نفوس میں مسلسل اور متواتر جلوہ گر ہوتی جارہی ہے۔ جو بعثتِ مصطفوی کے مقصد کو ہر عہد میں پورا کرتی جاتی ہے۔ اور اکمالِ دین اور اختتامِ نبوت پر دلیل روشن ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل، ۔۔۔۹۰)

...... وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ........ (نحل، ۔۔۔۷۶)

فَاتِحَۃُ الْعَدْلِ

(سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر کا مقدمہ)

جامع صدیقیہ
آلومہار شریف

(خلیفہ) محمد سعید
دارالتصنیف و النشر

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

اللہ نے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں (موعود استخلاف خاصان ملت اسلامیہ کے ساتھ) اور انہوں نے

فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ

(اعمال) صالحات کئے ہیں (وہ امر بالعدل الٰہی کے وارث یا آمرین بالعدل ہیں) اُن کو زمین میں ضرور خلیفہ کریگا

الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط

جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور ضرور اُن کا وہ دین جو ان کے لئے اس نے پسند کر لیا ہے۔ ان کے واسطے

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

مستحکم کر دے گا۔ اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ عبادت کریں گے۔ میری اور کسی کو میرے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور) ۵۵

ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ جو اس کے بعد کفر کرے گا۔ (اُن کی خلافت سے انکار کرے گا) وہ فاسقین ہیں۔

ؔ منکم کے ساتھ خطاب جملہ ملت اسلامیہ سے فرمایا گیا ہے اور آمنوا اور عملوا الصالحات سے مقصود موعود استخلاف خاصان ملت بھی بحیثیت ذیل تخصیص ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلَی التَّابِعِیْنَ
وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ تَابَعَھُمْ مَنْ تَابَعَھُمْ........ بِاِحْسَانٍ
اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ

تمہید

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (بقرہ)

ہمارے پروردگار ان میں انہی سے رسول مبعوث فرمائیو۔ جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے، اور ان کو کتاب وحکمت سکھا دے۔ اور ان کو پاک کر دے۔ بالتحقیق

تو غالب وحکیم ہے۔

(یہ وہ دُعا ہے۔ جو تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی پاک زبانوں پر جاری تھی)
اس حکیم مطلق اللہ عزّوجل کے انوارِ حکمت کا پرتو یہ حکمت ہے۔ جو دُعائے ابراہیم خلیل اور اسمٰعیل ذبیح علیہما السّلام کی قبولیّت کا اجرائے مُسلسل ہے۔ اور خاتم النّبیین سیّد و سرور محمّد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ اُمّتِ مصطفویہ کے الواح قلوب پر متواتر جلوہ گر ہو رہی ہے۔ اور مضمون تکمیل دین اور اتمام نعمت اور اختتام نبوّت ہے۔ من جملہ اسماء حسنٰے الٰہی مندرجہ بالا آیت لطیف میں اسم مقدس حکیم کا درود اور تعلیم کتاب وحکمت کا بیان پرتو انوارِ حکمت ربانی کا موضح ہے۔ اس لئے کہ وُہ نُورٌ علیٰ نورٌ ہے۔ گویا حکمت متلزم نور ہے۔ اور اس حقیقت سے صرف وہ قلوب واقف ہیں۔ جو بمطابق آیۂ

نُورٌ عَلٰى نُورٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (النور) — وُہ نُورٌ علیٰ نور ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنے نُور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔

جلوہ گاہ انوارِ صمدانی ہیں۔ اور وہ انوارِ صمدیّت ہی بمطابق آیۂ

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ (شوریٰ) — ہم نے اسے نُور بنایا ہے اپنے بندوں سے جسے ہم چاہتے ہیں۔ اسے اس نور کے ذریعہ ہدایت فرماتے ہیں۔

حقیقت کتاب وحکمت ہیں۔ یعنی الفاظ کی معنوی صورت حقائق انوار ہیں۔ اور تعبیر مضمون ومعنی کے لئے ظاہری صورت درکار ہے۔ جو آیات کتاب کے الفاظ مقدّس ہیں۔ اور اس عہد منوّر میں یہ اس علم کی تکمیل ہے۔ جو بمطابق فرمان رّبانی

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (بقر) — اور اس نے آدم کو سب نام سکھائے

خلیفتہ اللہ اور نبی برحق حضرت آدم علیہ السّلام کی تعلیم اسماء پر مشتمل تھا۔ اللہ عزّوجل نے آپ کو جملہ اسماء کے معانی اوّلیہ اور ثانویہ (حقائق) سے واقف فرمایا۔ کیونکہ علم اپنی حقیقت سے متحقق ہوتا ہے۔ اور یہ آدم مسجود کا سرّ شرافت وکرامت تھا۔ اور ازاں بعد اس علم ربّانی کا القاء آئمۂ دھور (یعنی انبیاء) میں مسلسل جاری رہا۔ تا آنکہ خاتم النّبیین سیّد و سرور محمد ن المصطفیٰ احمدن المجتبیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات بابرکات پر علوم کتاب وحکمت کی کامل تکمیل ہو گئی۔ اور اسے بمطابق فرمان ربّانی

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ) — اُن کو پاک کر دے اور کتاب وحکمت سکھا دے۔

اُمت میں ہمیشہ کے لئے جاری کر دیا گیا اور یہ تکمیل دین اور اتمام نعمت اور اختتام نبوت کا اہتمام کامل تھا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے بفرمان۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (مائدہ)	آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کمل کر دیا اور تم پر نعمت متمم کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔

اتمام نعمت کا روشن فیصلہ دے دیا۔

گویا یہ حکمت و اخلاق قدیم و جدید کے بنیادی اُصولوں کا سرمایہ خوان نبوت سے معلوم اور غیر معلوم طریق سے خوشہ چینی ہے۔ اور اس خاکسار (محمد سعید) نے خصوصیت کے ساتھ اسلامی فلسفۂ اخلاق کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ اس میں نفس ناطقۂ انسانی کی حیثیت نطق اس کی جزئیات کا استقصا اس کے اعتدال اور افراط و تفریط سے فضائل و رذائل کی تشخیص بہ علمی رفعت جو ہمیں اسلامی فلسفۂ اخلاق میں نظر آتی ہے (جس کی حقیقت۔ تہذیب۔ اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن میں اس اعتدال کا ذریعہ ہے۔ جو اس تصنیف لطیف "سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر" کا مضمون و مقصود ہے) قرآن حکیم اور سُنتِ نبوی صلعم سے ماخوذ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے سب مخلوق سے بزرگ و برتر سید و سرور محمدؐ ن المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت نطق کو واضح فرمایا ہے۔ جو خیر و شر میں استعداد تمیز ہے۔ اور عروج الی اللہ کا ذریعہ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (نجم)	وہ صلعم خواہش سے گفتگو نہیں کرتا۔ نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔

یعنی حضور صلعم کے نفس ناطقہ میں حقیقتِ وحی کے استقلال سے بمطابق فرمان ربانی۔

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النحل)	کیا برابر ہو سکتا ہے۔ وہ اور وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے۔ اور صراط مستقیم پر ہے۔

(تمہید کے آخر میں مندرجہ آیات سے تطابق کیجئے)

کمال اعتدال متحقق ہو چکا ہے۔ اور اس صلعم کی حدیث (سنت) جو ما فی النفس کی توضیح و بیان ہے۔ محسوسات بشری کا نتیجہ نہیں۔ اور بمقابلہ امر بالعدل جو شخص حقیقتِ علوی اور کثافت عنصری کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے نفس ناطقہ پر آمر بالعدل نہیں گویا اس کی حیثیتِ نطق فنا ہو گئی ہے۔ اور اللہ عزوجل نے آئینت

مذکورہ بالا کے پہلے حصّہ میں اسے گُنگ سے تعبیر فرمایا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیۡنِ اَحَدُ هُمَآ اَبۡكَمُ ...... الخ (النحل)
اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے دو آدمیوں کی کہ ان میں ایک گنگ ہے۔

اللہ عزّوجل نفسِ ناطقۂ انسانی کی تکمیل تعدیل تک کے تدریجی مدارج کا ذکر فرماتا ہے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ
اور میں نہیں براءت کرتا اپنے نفس کی تحقیق

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (یوسف ۵۳)
برائی کا حکم دیتا ہے۔
(حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا)

وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ (القیٰمۃ)
اور میں قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً (فجر ۲۸)
اَے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف راضیہ و مرضیہ۔ (تجلّی جمال الٰہی سے تو راضی ہے اور تجلّی مطلق کے آثار جمال و انوار سے تجھے پسند کرلیا گیا ہے)

یعنی نفس ناطقہ کثافت ارضی (جو محسوسات حیوانیہ کا سبب ہے) اور حقیقت علوی (جو استعدادِ کشفِ نور ہے) پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ...... الخ (مومنون)
ہم نے اِنسان کو خلاصۂ خاک سے خلق فرمایا۔

اور فرماتا ہے۔

وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ (ص)
اور جب میں اپنے رُوح سے اس میں پھونک دُوں۔

مگر اپنے ارضی ماحول کے تاثرات سے یعنی داخلی کثافت کے ساتھ خارجی جنسیّت کے تطابق سے ارضیات کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور معتدل خلقی نسبت کی دلیل سے خالقِ حقیقی کی طرف رُجوع فطری اور علوی شعور اسے محسوسات میں پڑنے سے روکتا ہے۔ اور ملامت کرتا ہے۔ تاآنکہ وہ بتدریج و استقلال عروج الی اللہ یا وصال مرجع فطری یا کشف رُوح الٰہی سے علوی شعور کی (جو ترشح رُوح الٰہی ہے) تکمیل کرتے ہوئے اس دلیل سے اطمینان حاصل کرلیتا ہے۔ کہ اس کی کثافت انوار کی متحمّل ہوجاتی ہے۔ جو اس کی خلقی نسبت اور ترکیب میں کمال اعتدال کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور رُوحِ الٰہی ایفائے تقاضائے کشف سے اس پہ جلوہ ریز ہوجاتا ہے

اور اسی دلیل سے وہ عدل سے جو بہ تطابق آیات ذیل

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ...... الخ (نحل ۹)
اللہ عدل کا حکم دیتا ہے

وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ ...... (۷۶ نحل) اور جو عدل کا حکم دیتا ہے

اخلاق الٰہیہ سے اتّصاف فاضلہ ہے۔ اور استعدادِ استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ مستخلف عزّوجل آمر بالعدل ہے۔ اور نفس مُطمئنّہ بحیثیّت مخلوق آمر بالعدل ہے۔ جو تکمیل فطرتِ نفس ہے۔ پس مستخلف عزّوجل نے آیات بالا میں تعدیل نفس کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ جو تہذیب شخصی و منزلی و مدنی میں اعتدال (مقصود تکلیف) کو فطرتِ تہذیب و نظام قرار دیتا ہے۔ (کیونکہ فرد اساس منزل و مدن ہے) اور اس دستور عدل (کتابِ مجید) کے ساتھ نفس ناطقہ کو اتحاد حقیقت عطا کرتا ہے۔ جس کے آئین ہائے عادل اور ان کی لامتناہی نورانی معنویّت جملہ مقتضیات دہر کو محیط ہے۔ اور اسی دلیل سے نفس ناطقہ میں اس کا تحقّق اتحاد اور نفاذِ امر کا استحقاق ہے۔ گویا وہ جامع اصلہا واسمہا اور فرعہا ومسمّاہا ہے اور اسی حجّت روشن سے وہ مضمون وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[1] کی تکمیل ہے۔ اور بہ دلیل ایفائے تقاضا ہائے نفس یعنی کشف رُوحِ الٰہی اور تحمّل کشف (جو تقاضائے کثافت ہے) وہ اعتدالِ نفس ہے۔ کیونکہ وہ جوانب میزانیۂ نفس (حقیقتِ علوی اور کثافتِ ارضی) میں ثقل موازین کے ساتھ صحت وزن کو متحقق کرتا ہے۔ جو تعدیل نفس کی حقیقت ہے۔

اور چونکہ نفسِ ناطقہ قوائے اربعہ پر مشتمل ہے۔ اس لئے اعتدالِ نفس سے فضائل چہارگانہ منتج ہوتی ہیں جس پر قرآن حکیم شاہد ہے۔ گویا یہ تمام تفصیل جو نفسِ ناطقہ کے تدریجی مدارج مذکورہ بالا [illegible] تعدیل قوائے اربعہ پر مشتمل ہے۔ قرآن حکیم کی روشنی میں نفس ناطقہ کا تجزیہ اور اس کی تشخیص ہے۔

قوّت نظری:۔ مرجع فطری یعنی اللہ عزّوجل سے صورِ علمیہ یا فکر صحیحہ اور اس کے حقائق کا براہ راست اس دلیل سے مبداء کشف ہے کہ کثافت ولطافت کا ایک خالق حقیقی کے دستِ خلق و قدرت سے نفس انسانی میں تخلیق و تولیہ تمام کائنات انسانی میں تحقّق وحدت مرجع فطری ہے۔ اور تمام نوعِ انسانی کا مرجع نسلی اصولِ تدریج کی شہادت کے ساتھ انسان اوّل ہے اور وہ واحد ہے گویا وحدت مرجع فطری اور وحدت مرجع نسلی حقیقت آمریہ یعنی نبوّت اور انجام کار فردیّت نبوّت مصطفوی پر شاہد ہے۔ جو بہ تقاضائے وحدت اس عزّوجل سے جو مرجع فطری ہے۔ براہِ راست تعلّق کا استحقاق ہے۔ اور ایفائے تقاضائے فطرت نوعِ انسانی ہے۔ جو کشف رُوحِ الٰہی اور اس کے تحمّل سے نفوس بنی نوع کے لئے ذریعہ و واسطہ ہو کر ان کی قوّت نظری کو بحیثیّت مبداء کشف متحقّق کرتی ہوتی تکمیل کشف سے تسلسل کشف کا موجب ہے۔ اور یہی تکمیل وتسلسل کشف بمطابق اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قوّتِ نظری کا کمال اعتدال ہے۔ جسے حکمت کے بزرگ نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور دلائل بالا کی روشنی میں تخصیص وحدت

---

[1] اور اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے۔ (البقرہ - ۳۱)

اجتماع پر شاہد ہے۔ اور آج دورِ مصطفوی میں تمکین استخلاف فی الارض اور دلائل بالا کے ساتھ عہد استخلاف فی الارض میں اس کی فردیّت پر دلیل قاطع ہے۔

قوّتِ عملی :۔ کشفِ فکر کے لئے قوّتِ نظری کی بنیاد پر جسمانی اعضا کی اوامر کے لئے حرکت اور نواہی سے رُک جانے کا ارادی مبداء ہے اور اس کا اعتدال بمطابق کُونُوا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ عدالت پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ یہ ہر دو قویٰ قوّتِ ادراک کی قسمیں ہیں اور دونوں کا مسلسل ارتقا تحریک پر قدرت کی دلیل سے تعدیل یا تکمیل ادراک کا ذریعہ ہے۔

قوّتِ شہوی :۔ خلقی معتدل نسبت سے خالق حقیقی کی طرف عنصری طلب کی ایفا یعنی تحمّل کشف اور جملہ شہوات ارضی کے حاصل کرنے کی قوّت ہے۔ اور اس کا اعتدال بمطابق زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ ..... قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ عفّت کا سبب ہے۔

قوّتِ غضبی :۔ کشفِ رُوحِ الٰہی اور عنصری طلب کی ایفا یعنی تحمّل کشف اور عادل ایفائے عنصریات یعنی جادۂ عدل سے دافعِ موانع قوّت ہے۔ اس کا اعتدال بمطابق یَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا موجبِ شجاعت ہے۔ یہ دونوں قویٰ قوّتِ تحریک کی قسمیں ہیں۔

یہ کیفیتِ فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت ان فضائل کو جو تکمیل فطرت ہے۔ نفس ملّت وسط کا خاصہ قرار دیتی ہے۔ اور چونکہ دفع موانع جملہ فضائل کی انفرادی تکمیل کو متلازم ہے۔ اس لئے شجاعت نفس فرد میں دفع موانع کے ساتھ نفس انسانی کے لئے لزوم اسباب اور تسخیر ملکوت کی دلیل سے نفس ملّت کے جادۂ اعتدال کو متاع قاہر شمشیر کی معیّت میں موانع سے پاک اور بے روک کر دیتی ہے۔ اور صرف ملّتِ شجاع کو اس حجّتِ روشن سے کہ وہ دافع موانع شوکتِ غالبہ کے ساتھ مکمّل فطرت نفس ہے۔ اسبابِ حیات پر فضل قاہر اور قبضۂ شمشیر کا حق عطا کرتی ہے۔ جو شرط استخلاف فی الارض اور اس کی سطوت فاضلہ ہے۔ ان فضائل اربعہ کی متعدد اقسام ہیں۔ جو اعتدال نفس کی جزئیات کا بیان اور اس کی شرح ہے۔ اور وہ اصول مکارم کے ساتھ ان کی فروعی تکمیل ہے۔ ان سب کی تفصیل انشاء اللہ قرآن حکیم کی روشنی میں ابواب فضائل میں آئے گی۔ جو رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق عالیہ کی شرح ہے اس لئے کہ

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ (ابوداؤد) آپ کے اخلاق عالیہ قرآن مجید تھے

اور بمطابق حدیث نبوی

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو مکمّل کر دوں۔

(کنز العمال بحوالہ سیرۃ النبی)

حضورؐ صلعم نے تلاوت آیات کتاب اور نورانی قوتِ تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت اور اسوۂ حسنہ سے یعنی علمی اور عملی طور پر مکارم اخلاق کو مکمل فرمایا ہے۔
علیٰ ہذا قرآن حکیم میں اللہ عزّوجل نے بمطابق فرمان۔

كَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (کہف) اس کا کام حدِّ اعتدال سے ہٹا ہُوا تھا۔

رذائل اخلاق کی تشخیص فرمائی ہے۔ اور نقطۂ اعتدال سے افراط و تفریط کو وجہ رذائل قرار فرماتے ہوئے بمقابلہ امر بالعدل اسے نفس انسانی پر اسراف اور ظلم سے تعبیر فرمایا ہے۔
اس سے رذائل ہشت گانہ پیدا ہوتی ہیں۔ جن کی متعدد اقسام ہیں۔
گویا اسلامی مفکرین اخلاق نے قرآن و سنّت کی روشنی میں ہی نفسِ ناطقہ کا تجزیہ اور اس کی تشخیص کی ہے۔ اور اعتدال اور افراط و تفریط وغیرہ اصطلاحات شریعت مصطفوی سے ہی بلاشبہ اخذ کی ہیں۔
اس خاکسار نے "سیرۃ نبویؐ پر ایک محققانہ نظر" میں اس کی تشریح کی طرف اختصاص رحمت الٰہی کی روشنی میں اور بتوسط صالحین سیّد و سرور محمدؐ ن المصطفیٰ رسُول اللہ علیہ وسلّم کے فیض تصرف سے قلم کی حرکت دی اور ان کے حقائق معنویہ سے کشف حجاب کو مقصود رکھا۔
اللہ عزّوجل نے بفرمان

وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (النحل) جو آمر بالعدل ہے اور صراط مستقیم پر ہے

جملہ اخلاق کا معدن اعتدال مقرر فرمایا ہے۔ گویا اعتدال ایک محور ہے۔ جس کے گرد فضائل گھومتی ہیں۔ اور یہی منبع و معدن فضائل و مکارم ہے۔ جسے اسلامی مفکرین فلسفۂ اخلاق نے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اس خاکسار نے اسلامی فلاسفۂ اخلاق کی اس نہج کو کتاب و سنّت کی روشنی میں بہ ترمیم و تجدید اختیار کیا۔ کہ فضائل اخلاق کے حقائق معنویہ کو زیادہ تر آشکارا کیا جائے۔ جو حقائق وحی یا شہود کے نفوس انبیاء اور صلحاء میں استقلال کے نتائج مرتبہ ہیں۔ اور یہی حقیقت کے ساتھ کامل مطابقت ہے۔ جب قرآن حکیم کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ فضائل اربعہ ہر چہار قویٰ کی تعدیل سے نتیجہ پذیر ہوتی ہیں۔ اور ان کی جزئیات قرآن حکیم کے اشعۂ نور میں منوّر ہیں۔ تو اس صورت میں اخلاق کے اصول و فروع کی ایک منضبط حیثیت زیادہ قرین حقیقت ہے۔
جریائے حکمت جب فضائل اخلاق سے آراستہ ہونے کے لئے تجسّس اور جدوجہد کی طرف

ملتفت ہوتا ہے۔ تو اس وقت جبکہ بیان اخلاق کا علمی انتشار راہِ عمل کو مبہم کر رہا ہو۔ تو مرکزِ اخلاق یعنی اعتدال کو معیّن دیکھ کر جو سب مکارمِ اخلاق کا محور ہے۔ وہ پراگندگی اور انتشار کی بجائے جمعیّت پاتا ہے۔

پس جب صاحبِ جستجو یہ دیکھے گا۔ کہ فطرتِ انسانی کی تشخیص سے اعتدال اصولِ فضائل ثابت ہو چکا تو وہ اس کے حصول اور نفسِ انسانی میں تحقق کا صراطِ مستقیم تلاش کرے گا۔

جیسے جامع کثافت و لطافت فطرتِ انسانی کی ترکیب خالقِ حقیقی کا فعل ہے۔ اسی طرح فطرتِ اعتدال کی تشکیل بھی اسی کے تصرف کا تقاضا کرتی ہے۔ اور وہ تصرف بمطابق

وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۔۔۔ جو عدل کا حکم کرتا ہے۔

امر بالعدل ہے۔ جو قائم بالقسط عزّوجل کے نازل کردہ دستورِ اعتدال کا مضمون و مقصود ہے۔ جو نفسِ ناطقہ انسانی کے تزکیہ سے اس کو معتدل کر دیتا ہے۔ اور نفسِ انسانی پر اس کا نفاذ اس نورانی قوّتِ نفوذ و تصرف (قوتِ تزکیہ) کے توسّل سے ہوتا ہے۔ جو اس مقدّس اور بزرگ وجود کو عطا ہوتی ہے۔ جو يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ (اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی کرتا ہے) کا درست مصداق ہے۔

چنانچہ وہ نورانی قوّتِ تزکیہ بانفوذ مزکّی اور معلّم اُمّت سیّد و سرور محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تزکیۂ قلوب اور تعلیمِ کتاب و حکمت سے اُمّت میں ہمیشہ کے لئے جاری و ساری فرما دی ہے کیونکہ معنی آیۂ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ملکۂ تزکیہ و تعلّم کی ودیعت سے تکمیل و تسلسل پاتا ہے۔ جس سے بموجب آیات

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ)	ہم کو سیدھی راہ دکھلا اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۤءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (نساء)	اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے پس وہ لوگ ساتھ ہیں۔ ان کے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ انبیاء۔ صدّیقین۔ شہدا اور صالحین سے اور یہ بہترین رفیق ہیں۔
وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ	جو آمر بالعدل ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ (عدل کے معنی یہ ہیں۔ کہ وزن کو ایسا تقسیم کیا جائے کہ

ترازو کے جوانب جو تنسیب وزن کو مستلزم ہیں کسی طرف جھکنے نہ پائیں اور وہ نفس انسانی ہے
جوانب میزانیہ نفس (کثافت و لطافت) ہیں ثقل موازین یا ایفائے حقائق نفس کے ساتھ صحت تقسیط
اوزان ہے جو تہذیب و تعدیل نفس کے ساتھ منزل و مدن میں تمکین امر بالعدل کی اساس ہے۔)

صراطِ مستقیم کے رہرو اور رفقاء و آمرین بالعدل اور انعام الٰہی (مضمون نبوت یعنی کتاب و حکمت) سے مشرف انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین بہرہ ور ہیں۔ پس وہ نورانی قوت نفوذ یا ملکۂ تزکیہ و تعلّم (جو بدلیل کشف روح الٰہی یا کشف نور اور تحمل کشف شوکت فعالیہ سے مایہ دار ہے۔ کیونکہ اللہ عزّوجل فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے اور کتاب یعنی دستورِ عدل یا ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ میں استغراق سے متحقق ہوتی ہے) اور دستور عدل اور اس میں استغراق کا اسوۂ حسنہ جو حاملِ قوتِ فعالیہ مذکورہ ہے۔ کہ وہ اساس عدل یا جوانب میزانیہ نفس (کثافت و لطافت) میں تثقیل[1] کی دلیل سے میزان العدل ہے۔ تزکیہ و تعلّم یا صحت و استقامت قسطاس کے تصرف سے نفس منفعل میں کمال عدل متحقق کرتا ہے۔ (جو تکمیل فطرت ہے۔ اور اسی دلیل سے مسخرات نفس یا روح اجتماع یا قبضۂ شمشیر کا صرف اُسے ہی جائز حق پہنچتا ہے) الحاصل جامع کثافت و لطافت فطرت انسانی غیب و ظن کی دلیل سے یا تو قائم بالقسط عزّوجل کے دستِ خاص سے اعتدال کو قبول کرتی ہے۔ جس سے خاتم النبیین محمد رسول اللہ خلیفۃ فی الارض صلعم کی حیثیت فردیت رسالت جو نفس اجتماع کی کیفیت نیم شعوری[2] اور وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے تقاضائے نفس نوع انسانی ہے) بہرہ ور ہے یا اس کا اور اس کے تصرف متواترہ سے جملہ عہود و دہور میں مقدس اسوہ[3] جو عدل کی شرح متشکل ہے۔ میزان العدل یا نورانی تصرف سے اس کے لئے صراطِ مستقیم کھول دیتا ہے۔ چنانچہ سیرۃ نبویؐ پر ایک محققانہ نظر اسی حقیقت کی طرف فاتحۃ الابواب ہے۔ (من جملہ ابواب دیگر اصناف عفت و حکمت میں قوت تزکیہ و ملکہ تعلّم پر روشنی ڈالی گئی ہے)

اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت

(تکمیل دستور)

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (مائدہ)

نفس ناطقۂ انسانی کی تعدیل راسخ کمال انسانی ہے۔ یعنی ہر چہار قوائے نفس (نظری و عملی و غضبی و شہوی)

---

[1] فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (القارعہ) [2] نفس اجتماع میں تفاوت ہائے شعوریہ کا وجود اس کی کیفیت نیم شعوری پر شہادت ہے۔ (تفصیل کیلئے عنوان انجام حقائق ...... الخ مطالعہ فرمادیں) [3] لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (ممتحنہ)

کے اعتدال کا نفسِ انسانی میں تحقّق تہذیب شخصی کی تکمیل ہے۔ جس کی بنیادوں پر تدبیر منزل یا تعدیل معاشرہ اور جائز واحد سیاستِ مدن اسلامیہ کی عمارت صحیح طور پر استحکام و ترفیع پاتی ہے۔ اور وہ محور تہذیب و تدبیر و سیاست فردیتِ رسالت کی قوّتِ فعالیہ کے ذریعہ (جو ہر عہد میں اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مستقلاً اپنی شوکت نفاذہ کے ساتھ اس دلیل سے منصرف ہے۔ کہ وہ نفوس اُمّت میں ارواح الٰہی کو بالتواتر منکشف اور ارواح بخاری کو متحمل کرتی ہوئی ان میں حیثیّتِ فعّالیہ کو متمکّن کرتی جاتی ہے۔ یعنی مزکّی نفوس اور معلّم کتاب و حکمت ہے۔ کیونکہ ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ[۱] (کتاب مجید) میں اساسِ عدل[۲] پر استوار نفس انسانی کا استغراق ہی ذریعہ کشف وتحمل نفس ہے۔ جو اس کی تعدیل[۳] ہے) وحدتِ تصرّف کے ساتھ حقیقتِ عدل کے میرانِ مشترک سے (جو وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے نفس اجتماع کی کیفیّت نیم شعوری کے (جس پر شعور ہائے افراد جماعت میں وجود تفاوت شاہد ہے) تقاضائے وحدت رجوعی کی تکمیل نفس کے ساتھ ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے تخصیص جواز وحدت اجتماع اور فردیّت رسالت مصطفویؐ اور اس کے تتبع میں فردیّت استخلاف فی الارض کی شوکت قاہرہ ہے) نفس ملّت کا تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاستِ مدن اور سیاستِ بین الدول پر (جو محیطِ عالم جائز واحد سیاست مدن کا ایک تدریجی مرحلہ ہے) مشتمل دستورِ عدل (محیط جملہ مقتضیات دہر کتاب اور اس کی شرح متشکل سنّت نبوی) کے ساتھ اتحاد معنوی ہے۔ جو حقائق نفس کی تکمیل اور اسی دلیل سے ملّتِ اسلامیہ کے لئے مسخّرات نفس پر محور فردیّت رسالت و امارت کے گرد تداور صحیح کے ساتھ استحقاق ہے۔ گویا وہ متاع قاہرہ قبضۂ شمشیر کو اسی جاریہ قوّتِ فعالیہ مصطفویہ کا حق قرار دیتا ہے۔ جو نفسِ ملّت میں دلیل تصرّف سے عدل کو متحقّق کرتی ہے۔ اور اسی دلیل سے تحمّل شمشیر کو خاصۂ نفس ملّت قرار دیتی ہے۔ اور شوکت کشف و تحمّل کے ساتھ استحقاق وراثتِ ارض اور استعداد استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ وہ کشفِ رُوح احکم الحاکمین کی دلیل سے نفس میں شوکتِ حکم اور حقائق ارضیہ کے تحمّل سے سطحِ ارض پر کیفیّت نفاذِ حکم کی نفس انسانی میں تمکین ہے۔ چنانچہ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر ان حقائق پر شاہد ہے۔ اس کے مقدمۃ المعنون بہ فاتحۃ العدل میں عنوانات ذیل کے حقائق پر بحث کی گئی ہے۔ تمہید اور تکمیل دستور۔ حقیقتِ علوی و کثافت ارضی،

---

[۱]:- اللہ عزّوجل قائم بالقسط (عدل) ہے۔ عنوان اجتہاد اور نفاذ اور نظم بالعلم مطالعہ فرمائیں۔

[۲]:- جوانب میزانیہ نفس (حقیقت علوی۔ کثافت ارضی)

[۳]:- ثقل موازین سے صحت اوزان (کیونکہ عدل کے معنے ہیں۔ کہ ترازو کے جوانب کسی طرف جھکنے نہ پائیں)

تعدیل نفس. تنزیل دستور اور اس کی تدریج اور ناتمام انسانی جدّوجہد۔ تدریج ارتقاء۔ تدریج انحطاط۔ استخلاف فی الارض۔ اجتہاد اور نفاذ امر۔ تشبّہ بہ حکمت۔ مکارم اخلاق کی حقیقت۔ ہدایت۔ علم علی اللّسان (حجت الٰہی) علم فی القلب (حکمت) میراثِ علوم۔ احادیث طیّبہ کی روشنی میں علومِ نبوّت کی وسعت۔ احادیث طیّبہ کی روشنی میں علمائے ورثۃ الانبیاء کی وسعتِ علوم۔ اخلاق نبوی۔ اور قرآن حکیم۔ یہ حقائق شاہد ہیں کہ نفسِ ناطقہ اساس عدل (جوانبِ میزانیہ نفس) پر استوار ہے۔ اور ملّتِ وسط (بہ دلیل ثقل موازین یا تکمیل تعدیل) مکمّل فطرتِ نفس ہے۔ پس اس کا عدل فطری جو تکمیل و حفظِ فطرت ہے۔ اس کے فضل غالب اور تصغیر فرط پر حجت قاطع ہے۔ کیونکہ فرط شکست فطرت ہے۔

اور اس کی جلد اوّل جزء الالف (مکارم اخلاق و محاسن افعال) میں اس حقیقت تعدیل نفس کو شرح جزئیات کے ساتھ اس طرح واضح کیا گیا ہے۔ کہ **حکمت** اور اس کی اصناف (ذکا و فہم۔ اطمینان۔ تعقّل۔ تحفظ و تذکر۔ تعلّم) **عدالت** اور اس کی انواع (صبر۔ عدل۔ تسلیم۔ تقویٰ۔ اخلاص۔ عزم۔ توکل۔ شکر۔ مکافات تودّد۔ وفا) **شجاعت** اور اس کی اقسام (صدق۔ تحمل۔ کبر نفس۔ ثبات و سکوں۔ قوّت۔ حکم۔ حلم۔ تواضع۔ رحم) **عفت** اور اس کی اصناف (تزکیہ۔ حفظ۔ حیاء۔ تفق۔ کسب طیبات۔ متانت نفس (استقامت و وقار) نظم بالعلم) کی تشخیص و تکمیل ہو چکی ہے۔ اور ان مکارم ادراکیہ و محاسن تحریکیہ کو الیٰ یوم القیٰمہ ملّتِ وسط میں جاری کر دیا گیا ہے۔ جو بدلیل وراثت امر بالعدل مصطفوی مایہ تہذیب و تدبیر و سیاست و تحکیم و فضل ہیں۔ چنانچہ مندرجۂ ذیل حقائق کو اعلاناتِ ساطعہ کی صورت میں ثبت کرتے ہوئے عنواناتِ بالا مکارم اخلاق و محاسن افعال (حکمت و عدالت۔ شجاعت و عفت) کے تحت ان کی شرح کی گئی ہے کہ نفس ناطقہ کی تشخیص اور تجزیہ نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس کے ہر چہار قویٰ نظری و عملی و غضبی و شہوی کا عدل یعنی حکمت و عدالت شجاعت و عفت نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔ اور کتاب اور میزان العدل کی حامل صرف اُمّتِ وسط یا ملّتِ اسلامیہ ہے۔ اس لئے کافۃ النّاس کے افکار و افعال پر صرف اُسے ہی احتساب اور شہادت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اور صرف اسی کی شمشیر محافظِ عدل ہے۔ اور سطح ارض پر صرف حکیم ملّت اسلامیہ کو ہی فضل اور برتری کا جائز استحقاق ہے۔ اور تمام عالم کو قائم بالقسط ملّتِ اسلامیہ کے روبرو ولیست ہو جانا چاہیئے۔ اس کا امر بالعدل دلیل افضلیت ہے۔ اور صرف شجاع ملّتِ اسلامیہ ہی غلبہ شمشیر کے ساتھ محافظ اعتدال ہے۔ اور تمام عالم کو اپنی قوّت و عزّت کے روبرو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ اور صرف عفیف ملّتِ اسلامیہ کا دامن پناہ امن ہے۔ اس لئے سطح ارض پر مسند سیادت کا صرف اُسے ہی جائز حق پہنچتا ہے۔ تا آنکہ اس میں (جلد اوّل

جزء (الالف ہیں) انجام حقائق نفس اور نفس جماعت ہیں درجاتِ تدریجیہ کی دلیل سے کیفیت نیم شعوری کے تحقق اور فردیت رسالت اور فردیتِ استخلاف کی طرف اس کے احتیاج کو دلائل قاطعہ کے ساتھ روشن کیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا اس کی جلد اوّل کی جزء ب میں سوانح عہدِ نبوت و خلافت الٰہیہ مصطفوی پر تبصرہ سے ترتیب دستور تعمیر ملی اور آئین ہائے صلح و جنگ اور قوانین نظم و ضبط کی تشکیل و تحدید کے ساتھ عنوانات ذیل کے تحت ان کے حقائق دستوریہ کو روشن کیا گیا ہے۔ جو سیاست فاتحہ و شوکت ضابطہ کے قہر و غلبہ کے لئے ضمانت قاہرہ ہیں۔ تحکیم بین الدول کے لئے ملتِ اسلامیہ کا فطری استحقاق تکمیل معیشت۔ تاسیس ملی۔ توسیع ملی اور اس میں اسباب قریبہ سے سازگاری۔ ترتیب عسکری (تشدید ملی) شوکتِ دفاع۔ استقلال دفاع۔ شدتِ دفاع۔ تحکیم بین الدول۔ معاہدہ بین الدول۔ تصغیر الدول۔ تصاص بین الدول۔ تمکین استخلاف فی الارض تمکین ہیبت اجرائے ہیبت۔ علیٰ ہذا اس کی جزء ب میں جزئیات بنیادِ مستحکم کی شرح سپردِ قلم کی گئی ہے۔ جو وحدتِ ملی کے تحقق متشکلہ کے ساتھ فردیتِ امارت کے گرد اس کے تدادر صحیح سے اتحادِ شجاعت اور شمشیر کے ذریعہ عدل سیاست سے دفع فرط داخلہ و خارجیہ ہے۔ اس سے متعلقہ عنوانات درج ذیل ہیں۔ تعمیرِ مسجد اور مقصود آیہ جعلت لی الارض مسجداً و طہوراً اور مواخاۃ (حقیقتِ اسلامیہ کا میراث مشترک) اور اہتمام کشف و تحمل اور دفع موانع فرطیہ (سیاست مدن) شعبۂ تاسیس و توسیع ملی۔ شعبۂ اجتہاد اور نفاذ امر۔ شعبۂ احتساب استعداد ولاۃ وغیرہ۔ شعبۂ احتساب عامہ۔ شعبۂ حرس (پولیس) شعبۂ فصل قضایا۔ شعبۂ ہیبت اجرائے حدود قصاص شعبۂ اصلاح بین الناس۔ شعبۂ تحصیل محاصل۔ شعبۂ عیادت مرضیٰ۔ شعبۂ رحم حیوانات۔ شعبۂ اہتمام صحت۔ شعبۂ زراعت۔ شعبۂ جاسوسی۔ شعبۂ ہائے صنعت و حرفت و تجارت و مواصلات۔ دارالضرب۔ شعبۂ معدنیات۔ شعبۂ ہائے آب رسانی و آب پاشی و نشان دہی۔ شعبۂ رفاہِ عامہ۔ شعبۂ دول مفتوحہ و سرحدات۔ شعبۂ نصرت ہجرت و انسداد بے روزگاری۔ شعبۂ تعلیم۔ اہتمام کتابت و انشاء۔ تعدیل معاشرت یا تدبیر منزل اور شعبۂ اہتمام یتیمیٰ۔ شعبۂ سیاست بین الدول۔ شعبۂ دفاع۔ شعبۂ نشر۔ شعبۂ تعدیل نفق۔ اصنافِ محاصل (صدقات۔ محاصل متفرقہ۔ غنیمت۔ جزیہ و خراج) اور شجاعت کے ترشحات فعالیہ کے ذریعہ دفع موانع فرطیہ (تصرف عفویہ۔ فہمائش حلمیہ۔ جرأت فعالیہ) اور سیاست خارجیہ کی جزئیات (انعقید معاہدات۔ الفائے عہد سفراء و دفود۔ اسیران جنگ سے حسن سلوک اور دیگر جزئیات سیاست خارجیہ۔

الحاصل یہ حقائق دستوریہ شاہد ہیں کہ بمطابق اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ .... الخ عہد مقدس مصطفوی میں تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن۔ سیاست بین الدول کی تکمیل ہو چکی ہے۔ یعنی دستور کامل (کتاب مجید) کے الفاظ کے ساتھ اس کی نورانی معنویت جو تمام تدریجی مقتضیات دہر

کو محیط ہے۔ اپنی شرحِ متشکل اُسوۂ حسنہ مصطفوی کے ساتھ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ملّتِ وسط میں جاری کر دی گئی ہے۔ جو اختتام نبوّت پر حجّت قاطع ہے۔ ملّتِ اسلامیہ میں تمکین عظمتِ استخلاف فی الارض اور شوکتِ قاہرۂ اجتہاد اور نفاذِ امر اسی حقیقت علیہ پر شاہد ناطق ہے۔ اور سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل اسی سطوت غالبہ کی شرح درخشاں ہے۔

گویا حکیم و عادل اور شجاع و عفیف مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلم مہذب اخلاق، مدبّرِ منزل اور موسّس مدن اور موسّس بین الدول ہیں۔ یعنی فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت سے فردیّت رسالت کے ساتھ جو وحدتِ مرجع فطری و نسلی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ بکمّل فطرتِ نفس فرد و جماعت ہیں۔ اس لئے آپ کی ایک ایک جنبش لب اور حرکت و سکنت جائز وا حد ملّت وسط کیلئے (جس کی وحدت ایفائے تقاضائے وحدت مرجع فطری و نسلی ہے) اسوۂ حسنہ ہے اور چونکہ آپ کا اسوۂ حسنہ حامل کتاب (دستورِ عدل) اور میزان العدل ہے۔ یعنی قوتِ دستورِ عدل کے ساتھ میزان العدل ہیں صاحب قوت استقامت قسطاس ہے۔ جو نفس ملحق میں اس کے جوانب میزانیہ یا اساسِ عدل کی تعدیل یا ثقل موازین کے لئے اپنی استقامت و صحت قسطاس کے ساتھ اس کے الحاق و انفعال کی دلیل سے منصرف بالعدل ہے۔ جو وجہ تسلسل تعدیل نفس ہے۔ جو اس دستورِ عدل (کتاب) کی معنویّت کے ساتھ اس میں استغراق کی دلیل سے اتحاد معنوی ہے۔ یہی تسلسل کتاب و حکمت ہے۔ جو تمام مقتضیات دہر کو محیط ہے۔ اور وجہ تکمیل فطرت ہے۔ اور اسی دلیل سے استحقاق قبضۂ شمشیر ہے۔ کیونکہ مسخرات نفس کا حق حافظِ فطرت کو پہنچتا ہے۔ پس کتاب و حکمت یعنی مضمون نبوّت کے مسلسل اجراء کا اہتمام اکمال دین اور اتمام نعمت ہے۔ (جو اجتہاد کے ساتھ وسعت جزئیات فرعی[۱] کی دلیل سے اختتام نبوت پر حجت قاطع ہے) چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ط (جمعہ)	وہ جس نے ان میں انہی سے رسول بھیجا جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ گو وہ اس سے قبل گمراہی ظاہر میں تھے[۲]

ہر دعویٰ اپنی حقیقت کے ساتھ متحقّق ہوتا ہے۔ اور شہادت سے اس کا تحقّق مستحکم ہو جاتا

---

[۱] چنانچہ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم سے ساتھ تعارف تطابق بالحقیقت کی دلیل سے اس شوکت فردیت مصطفوی پر شاہد بالعدل ہے۔ [۲] زیرِ عنوان تزکیہ و تعلّم۔ قوّتِ تزکیہ اور ملکۂ تعلّم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہے۔ اور اس کے بعد مبصّر کے لئے اس کے حق میں فیصلہ دینے کے سوائے کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہ سکتا۔ ورنہ وہ بدیہات کی خلاف ورزی ہوگی۔ اور بدیہات کی تکذیب فتورِ عقل وفہم ہے۔ تکمیل دستور ہر گونہ حیات اس حقیقت پر ایک بدیہی اور غیر مبہم شہادت ہے۔

نبوّت اقتضائے شرافت انسانی ہے۔ یہ شرافت عظمیٰ ہتمم بالشان مقصد چاہتی ہے۔ اجرائے نبوّت اس وقت تک رہا۔ جب تک کتب سماویہ کے آئین ایک محدود وقت تک کے لئے نافذ کئے گئے۔ یا ان مرسلین کا دائرہ رسالت وبلاغ کسی ایک قوم تک محدود تھا۔ مثلاً تورات کے بعض احکام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے عہد میں بمطابق

وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ (آل عمران) — میں حلال کردوں بعض وہ جو تم پر حرام ہیں

تبدیل کئے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:۔

وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (آل عمران) — رسول بنی اسرائیل کی طرف

اور اس پر انجیل شاہد ہے۔ اور یہ امزجہ دہور کے نا تمام تقاضاؤں کی مطابقت تھی۔ اور جب مزاج عالم اپنی جامعیّت کے لحاظ سے اس حد تک منتہی ہوگیا کہ تمام مقتضیات عالم واضح نظر آنے لگیں اور تکمیل دستور کی ضرورت نمایاں ہوگئی۔ تو اسلام بمطابق

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (مائدہ) — آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور اسلام کو دین کی حیثیت سے تمہارے لئے پسند کرلیا۔

مکمل کر دیا گیا۔ اور مکارم اخلاق یعنی فضائل چہارگانہ کی جو نفس ناطقہ انسانی کی اور فرد وجماعت کی اساسی وتعمیری نسبت منحدہ کی دلیل سے نفس ملّت کی تکمیل وتعدیل صحیح ہے۔ بمطابق حدیث نبویؐ۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ...... (زرقانی۔ بحوالہ سیرۃ النبیؐ) — بالتحقیق میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ کہ مکارم اخلاق کو مکمل کردوں۔

تکمیل وصحیح تشخیص ہوگئی۔ اور تمام روئے زمین بمطابق

جعلت لی الارض کلھا مسجدًا (بخاری ومسلم) — میرے لئے تمام تر زمین سجدہ گاہ بنا دی گئی۔

سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم یعنی امّتِ محمّدیہ کا سجدہ گاہ عام مقرّر کر دی گئی یعنی زمین کا کوئی گوشہ نبیٔ آخر الزّمان کی سجدہ گاہ سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔ جس میں شرک فی النبوّت والخلافت کا امکان ہو۔ یعنی

اسلام اپنے مکمل آئین کے ساتھ روئے زمین کے نظم و نسق کو ملتِ اسلامیہ کے سپرد کرتا ہے۔ اور جملہ خلق کی استقامت الی الحق اور اعتدالِ نفوس اور اعتدالِ نظام کا علمبردار ہے۔ گویا اب فطرتِ آئین اور تکمیل دستور اختتامِ نبوت کا متقاضی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب)　　اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء

ختم کے معنی اس طرح بند کرنے کے ہیں۔ کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے اور نہ باہر کی چیز اندر داخل ہو سکے۔ یہ معانی لسان العرب صحاح جوہری اور اساس البلاغت زمخشری سے علامہ فاضل سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی جلد سوم میں نقل فرمائے ہیں۔ اور یہی اختتام عمل ہے۔ جسے مہر لگانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آیتِ ربانی

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ (یٰسین)　　آج ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دیں گے۔

سے اختتام گفتگو مقصود ہے۔ اور جب تکمیل دستور کے ساتھ کافۃ الناس کی طرف بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیح فرما دی گئی ہے۔ تو اختتام نبوت تقاضائے حیثیت نبوت محمد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا)　　ہم نے تمہیں تمام ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔

کافۃ الناس کی طرف وہ بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم گویا سب دہور و عہود مسلسل میں مرور ایام کے ساتھ مسلسل بحیثیت رسول فرض رسالت و بلاغ ادا فرمانے کے لئے مبعوث ہے۔ یعنی اس کی تلقین ہدایت وہ کتاب مجید ہے۔ جو اللہ عزوجل کی جانب سے اس پر نازل ہوئی اور اس کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اور اس کے خلفائے صحیحہ ہیں۔ جن پر اس کتاب مجید اور اس کے اسرار (حکمت) کی بمطابق

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ)　　ان کو کتاب و حکمت سکھا دے

تکمیل وراثت ہو چکی ہے۔ اور اس صلعم کے صدرِ پاک سے دریائے علم و عرفان صدور ورثاء کے مجاری ہیں اسی زور تموج و تلاطم کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ جیسے اس صلعم کے صدرِ پاک سے موجزن کیا گیا۔ اور صرف اسی طرح کافۃ الناس کی طرف حق رسالت اور بعثت کی ادائیگی ممکن تھی جس طرح ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ یہ اکمال دین اور اختتام نبوت کی توضیح جاریہ ہے۔ اور دلیل ساریہ ہے۔ جو تمام روئے زمین کے ہر عہد کو عملی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کرتی ہے۔ اور اتمام نعمت اور اختتام نبوت کی حیثیت کو ہمیشہ واضح اور روشن کرتی جاتی ہے۔ ؎

ہر کجا تاریکی آمد نا سزا　　از فروغ ما لو و شمس الضحیٰ

صدّیق کی کمالِ نوّت نظری مثل انبیاء کہ بمطابق فرمان ربّانی لِصاحبہٖ مصاحبت مختصہ کا تقاضا ہے۔ جو نبوّت کے ساتھ نورانی اور علمی جنسیّت کاملہ چاہتی ہے۔ اور کمال تصدیق کہ صدّیق میں تحقق کمالات نبوّت کو مستلزم ہے۔ تسلسل کمالاتِ نبوّت (ولایت) کا باب اوّل ہے۔ علیٰ ہذا درجۂ شہادت جو کمالاتِ نبوّت کی جزئیت ہے۔ گویا استعدادِ حصولِ نبوّت ہے۔ اور اختتام نبوّت کے ساتھ کمالاتِ نبوّت کے اجرا پر شہادت ہے۔

منجملہ دیگر احادیث نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم مندرجہ ذیل فرمان نبوی اسی تسلسل اور اجرائے علم و نور کا فتح باب ہے۔ جو حیثیت تسلسل کی تشکیل سے اسے دوام و استمرار عطا کرتا ہے۔ جبکہ حضور صلعم نے غزوہ تبوک کی طرف روانگی کے وقت حضرت علی کرّم اللہ وجہٗ کو مدینہ منوّرہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

عن سعد ابن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ط (متفق علیہ)

سعد وقاص سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو فرمایا۔ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے لئے۔ مگر میرے بعد نبی کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہ حدیث نبویؐ کمالاتِ نبوّت کے اجراء و تسلسل یعنی بمطابق حدیث نبویؐ

اِنَّ الْعُلَمَا وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء .... اِنَّما ورثوا العلم ط (مشکوٰۃ)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ وہ بالتّحقیق علم کی وراثت پاتے ہیں۔

اعطائے ولائتِ الٰہی سے تکمیل علم اور ختم نبوّت کی توضیح جاریہ ہے۔ کیونکہ علم مطلق جامع عمل ہے جو مستلزم علم دستور (علم ایمان وعمل صالح) ہے۔ اور اس پر عمل حقیقت علمیہ کو متحقق کرتا ہے۔ جیسے کعب احبار نے فاروقؓ اعظم کے اس استفسار من ارباب العلم (ارباب علم کون ہیں) کے جواب میں فرمایا۔

الذین یعملون بما یعلمون ط — جو علم کے ساتھ جامع عمل ہیں۔

حضور صلعم کا یہ فرمان اسی حقیقت کی منجانب اللہ توضیح ہے۔ اور تکمیل دستور کی بسلسلۂ ثابت مدنی یہ عملی وضاحت ہے۔ یعنی ایمان اور عمل صالح سے (جو نفس ناطقہ کو پاک کرتا ہوا اعتدال و تہذیب شخصی و نظام منزلی و مدنی کو متحقق کرتا ہے) تکمیل وراثتِ علوم نبوّت تقاضائے تسلسل کمالاتِ نبوّت ہے۔ جس پر فرامین نبویؐ اور صحابہؓ اور تابعین کا عمل شہادتِ پائندہ ہے۔ (فضیلتِ عفّت میں عنوان تزکیہ مطالعہ فرمایا جائے)

پس کمالات نبوّت کا امّت میں پورے اہتمام کے ساتھ تواتر و تسلسل نبوّت کی ضرورت کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیتا ہے اور یہ اکمال دین اور اتمام نعمت پر شہادتِ جاریہ ہے۔ چنانچہ "تذکرہ" مصنّفہ خاکسار و پرنسپل محمّد صغیر حسن اور

نُسیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر " مصنفہ خاکسار یعنی یہ تصنیف لطیف براہین محقق کے ساتھ اس پر شاہدین عادلین ہیں۔

کثافت ارضی و حقیقت علوی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین)

اللہ عزّوجل نے انسان کو بمطابق منشور مجید

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ج ..... الخ (مؤمنون) — اور تحقیق ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔

اور بمصداق فرمان عزیز

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ (حجر) — پس جب میں اسے اُستوار کر چکوں۔

خلاصۂ خاک سے خلق فرمایا۔ جو کثافتِ ارضی ہے اور بمطابق فرمان کریم

ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ ط (مؤمنون) — پھر ہم نے اُسے دوسری پیدائش سے نکالا

اور بمصداق منشور بزرگ

وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (حجر) — اور جب اپنے رُوح سے اُس میں پھونک دُوں۔

اسے اپنی رُوح سے شرف بخشا جو حقیقتِ علوی ہے۔ گویا وُہ عزّوجل مبدأ ارواح ہے تحقیقی نگاہ اس حقیقت کو اپنی گہرائیوں کے ساتھ پالیتی ہے۔ کہ خلاصہ ہائے خاک نباتات کی روئیدگی کا براہِ راست زمین سے تعلق ہماری آنکھوں کے سامنے متحقق ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ زمین سے اُگتی ہیں۔ اور جسم انسانی کی نشو و نما اور حیات و بقائے عنصری کا ظاہری سبب بنتی ہیں۔ اور حیوانات کی حیات و بقا کا موجب ہوتی ہیں۔ جن کا گوشت اور دودھ انسان کے ساتھ حیوانی جنسی اشتراک کے سبب انسانی نشو و نما اور توانائی کا ایک قوی ذریعہ ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ — اور اُن کے لئے آیت ہے کہ زمین مُردہ کو

اَحْیَیْنٰھَا وَاَخْرَجْنَا مِنْھَا — ہم زندہ کرتے ہیں اور اس میں سے دانہ نکالتے

حَبًّا فَمِنْہُ یَاْکُلُوْنَ ط (یٰسین) — ہیں۔ پس وہ اس سے کھاتے ہیں۔

اور حیوانات کے متعلق فرماتا ہے۔

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَأْكُلُوْنَ ۝ (یٰسین) اور ہم نے حیوانات کو اُن کا مطیع کر دیا ہے۔ پس ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں۔

مُردہ زمین کا پانی سے زندہ ہو جانا اور روئیدگی نباتات سے اپنی حیات کا ثبوت بہم پہنچانا اس حقیقت پر دلیل ساطع ہے کہ ترکیب عناصر سے حیات عناصر ایک خالق و مرکب عناصر کا فعل ہے۔ نباتات کی ہر نوع ہر قسم کے پودے یا درخت کے بیج کی عناصر ارضی سے مناسبت اس کے عنصری ہونے پر دلیل روشن ہے۔ اور وہ عناصر کی مانند ایک ایسا حادث ہے۔ جو اپنے حدوث میں قدیم حقیقی کا محتاج ہے۔ اور اسکی پیدائش مسلسل اس کے حدوث کی کیفیت کو نمایاں کرتی ہے۔ اور درخت کے پھلنے کے بعد بیج کا پیدا ہونا اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ پودے اور درخت اپنی تخلیق میں بیج سے سابق ہیں۔ کیونکہ درخت کو ایک مقام پر ثبات و استقلال ہوتا ہے۔ اور اس کا ثبات اس کے وجود کے استقلال پر اور خالق حقیقی کے دست تخلیق کے تصرف پر اپنی کیفیت وجود یہ کے ساتھ شاہد ہے۔ اور یہ سب کچھ خالق حقیقی کی قوت تخلیق کا مظاہرہ ہے۔ اور پیدائش انسانی کی تمثیل ہے۔ اور نباتات کے خلاصہ ارض ہونے پر دلیل روشن ہے۔ جو انسان کی بقائے عنصری کا ظاہری ذریعہ ہیں۔ اور یہ حقائق انسان کے خلاصہ طین ہونے پر برہان قاطع ہیں۔ فَمِنْهُ يَأْكُلُوْنَ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ میں یہی آفتاب حقیقت چمکتا ہے۔ جس طرح ترکیب عناصر سے اللہ عزوجل نے نباتات کو خلق فرمایا۔ اسی طرح اس تبارک و تعالےٰ نے عناصر کو اس حیثیت سے ترکیب دی کہ حیوانات گوناگوں صورتوں میں متشکل ہوئے اور ترکیب عناصر سے ان میں ایسی لطیف بھاپ پیدا فرمائی۔ جسے روح بخاری کہنا چاہیئے۔ جس میں ایسا فطری لگاؤ پیدا ہو گیا۔ جس سے ہر حیوان اپنے نوعی حالات و حاجات کے مطابق ارضی مقتضیات یعنی کھانے پینے اور اپنی حفظ و بقا اور توالد و تناسل کی ایفا کر سکے۔ اور یہ کثافت ارضی کا تقاضا ہے۔ مگر منجملہ انسان میں کثافت ارضی کی ودیعت، اس عزوجل نے بمطابق

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (التین) تحقیق ہم نے انسان کو بہترین نگاشت سے خلق فرمایا۔

اس بہترین تقویم کے ساتھ فرمائی کہ وہ شکل و صورت اور اعضا و جوارح میں سب حیوانات سے ممتاز ہے اور یہ اس کی نگاشت میں کمال اعتدال ہے۔ تاکہ کثافت ارضی اپنی خلقی نسبت کے ساتھ جو اسے قائم بالقسط (بالاعتدال) سے حاصل ہے۔ حسن تقویم میں قیام اعتدال سے اس کی نیابت کا استحقاق حاصل کر لے۔ پس اس مخصوص استحقاق کو قائم فرماتے ہوئے اس عزوجل نے اس کی روح بخاری سے روح علوی متعلق فرمائی کہ وہ

عرفانِ الٰہی کی بالقوہ حامل ہے جو اس کے اپنے رخِ تاباں سے کشفِ حجاب ہے۔ اور اس تعلق کی حقیقت انسان کا وہ شعور یا ادراک ہے۔ جو حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکتا ہے۔ اور دلائل فارقہ قائم کر سکتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ تمام حیوانات اور عناصر پر نظم و تدبیر سے حکمران ہے اور وہ بلاشبہ اپنی منتظمہ اور مدبّرہ حیثیت کی شہادت کے ساتھ نفسِ انسانی میں علوی پرتو کے امتزاج سے ہے۔ کیونکہ نظمِ عالم اس علیّ الکبیر کے دستِ حکمت و قدرت سے متعلق ہے۔ جس کے نظامِ مقدّرہ میں سب ملکوت اپنی اپنی خدماتِ انجام دے رہے ہیں اور وہ اپنی ذات میں نورٌ علیٰ نور[1] اور قائم بالقسط[2] ہے۔ اور بلا ریب خواب و بیداری میں صالحین کی رؤیتِ حقائق اسی روحِ علوی کا کشف علم ہے۔ اس کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ ملّتِ اسلامیہ کے پاکیزہ ارواح اس کیفیتِ جلیلہ پر شاہد ہیں۔ گویا حقیقتِ علویہ الٰہیہ جو استعدادِ تنویر ہے۔ کثافتِ ارضی کے ساتھ (کہ وہ پردۂ غیب ہے۔ اور اس روحِ علوی کا محل ہے۔ اور موجب بقائے نسلِ انسانی ہے) ضرور نفسِ انسانی میں ودیعت کی گئی ہے۔ اور ان دونوں حقائق کی ترکیب سے انسان جامع حقائق عنصری و علوی ہے۔ اور صاحب ارادہ و تدریج و استقلال و تمیز ہے اور یہی الہام فجور و تقویٰ ہے۔ جو استحقاق مقصود آیۂ ذیل ہے

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (انعام) — اسی نے تمہیں زمین پر خلفاء بنایا ہے۔

اور یہ ذریعۂ تزکیہ ان ہر دو حقائق کی تعدیل سے یعنی تنویر و تصقیل سے آیۂ استخلاف[3] مشروط ہے۔ جو سورۂ نور میں اس اقتضائے سعادت کی شرح ہے۔ جس سے اُمّتِ محمدیہ صلعم فائز المرام ہے۔ اور وہ مزرعِ انسانی (خلائف الارض) کا حامل و ثمر ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی	اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ ان سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اُن کا عمل صالح ہے۔ ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کریگا۔ جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور ضرور ان کا وہ دین جو ان کے لئے اس

---

[1] سورہ نور

[2] شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ (آل عمران)

[3] کیونکہ اللہ عزّوجل قائم بالقسط (بالاعتدال) ہے اور نفسِ انسانی کی ترکیب میں تنصیف اس کیلئے قیام بالقسط کا تقاضا کرتی ہے۔

لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَالِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (سورہ نور)

نے پسند کر لیا ہے۔ ان کے واسطے مستحکم کر دیگا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا وہ عبادت کریں گے۔ میری اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کرینگے۔ جو اسکے بعد کفر کریگا، وہ فاسقین ہیں۔

استخلاف فی الارض وہ شرافت عظمیٰ ہے۔ جس کا منشور ابوالناس حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بمطابق اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) مستخلف عزوجل کی بارگاہ سے جاری ہوا اور آج خلیفۃ اللہ فی الارض خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یعنی حکیم اور عادل اور شجاع اور عفیف ملت اسلامیہ اس منشور بزرگ سے مایہ دار ہے۔

تعدیلِ نفس

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ.....الخ (نحل)

انسان کی ترکیب خلقت یعنی اس میں کثافت ارضی اور حقیقت علوی کا اجتماع اس کے مقتضیات کو دو اطراف میں منقسم کرتا ہے اور عدل کے معنی یہ ہیں کہ وزن کو ایسا منقسم کیا جائے کہ ترازو کی کوئی جانب کسی طرف جھکنے نہ پائے یعنی لطافت و کثافت کے مقتضیات کا ایفائے عادل عدل ہے۔ نفس ناطقۂ انسانی میں حقیقت علوی کے تقاضا کا ایفائے عادل یہ ہے کہ وہ اپنے مبداء عالی حکیم مطلق سے واصل ہو۔ وجود استعداد اور اس کی ایفا فطرت عدل ہے۔ وہ عزوجل الوہیت میں شرکت سے پاک ہے۔ اس لئے ایفائے استعداد حقیقت علوی بھی مقصودی شرکت سے پاک ہے۔ خلق اور نظم اور ربوبیت یہ خالق و غالب حقیقی کی صفات ہیں۔ اور یہ حکمت الٰہی کے ظاہری مظاہر ہیں۔ پس یہ شعور انسانی جو انسان کا مایۂ امتیاز ہے اور جس کی وجہ سے وہ یہ نظم و تدبیر عناصر پہ غالب ہے۔ نفس انسانی میں کثافت ارضی پہ حکمت الٰہی کا پرتو ہے۔ جو اپنے معنوی شہود سے ہی اپنی حقیقت کے انکشاف کے

لہ یہ منشور بزرگ ہر دو گونہ خلافت یعنی اس کی عمومیت اور خصوصیت کا جامع ہے۔ جس پہ زمین میں آپ کی فردیت اور مضمون عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّہَا شاہد ہے۔

ساتھ مکمل و متحقق ہوتا ہے ۔ وہ حکیم مطلق نورٌ علیٰ نور ہے ۔ اس لئے اس کی حکمت کا پرتو اپنے نورانی حقائق یعنی معرفت الٰہی سے تکمیل پاتا ہے ۔ یعنی رُوح علوی کا نفس انسانی میں اپنی حقیقت کے ساتھ انکشاف جو لامتناہی ہے ۔ جسے اس کتاب مخصوص میں کشف کے ساتھ معنون کیا گیا ہے ۔ اور عناصر بار روح بخاری کا اس کو اُٹھا لینے کے مفہوم کو تحمل کا نام دیا گیا ہے ۔ یہی کشف و تحمل نفس انسانی کی تکمیل عدلیہ ہے یا ثقل موازین ہے ۔ اور ہر دو جوانب میزانیۂ نفس میں تحقق تنصیف بار ہے ۔ اور اس کی علمی روشنی ملکوت کو محیط ہو جاتی ہے ۔ آیۂ

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔۔۔ تو نے تیر نہیں مارا جب کہ مارا بلکہ اللہ نے تیر مارا ۔
(انفال)

میں اسی تکمیل حکمت کی وضاحت ہے اور آیۂ :-

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۝ (فتح) ۔۔۔ جنہوں نے تیری بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی ۔

میں یہی آفتاب نور درخشاں ہے اور آیۂ :-

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۝ (نور) ۔۔۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے ۔

میں اسی تکمیل حکمت کی تصدیق ہے اور آیۂ :-

لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید) ۔۔۔ اُن کیلئے اُن کا اجر ہے اور اُن کا نور ہے ۔

میں شعور انسانی کے نورانی حقائق اور معرفتِ الٰہی کی متحدہ حقیقت درخشاں ہے ۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ (القارعہ)

میں اسی شوکت کشف و تحمل یا تکمیل عدل یا تکمیل حکمت کی وضاحت فرمائی گئی ہے ۔

اور یہ تکمیل حکمت اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس حکیم مطلق اور نورٌ علیٰ نور کے انوار ذات نفس ناطقہ انسانی کو احاطہ کرلیں اور وہ اس میں مستغرق ہو جائے ۔ اس کی ذات میں استغراق اس کے کلام اور اس کے ذکر پر مواظبت سے ہی ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ کلام اور اسم ذات اس متکلم اور مسمّٰی عزّ وجل کے ذاتی ترشحات ہیں اور کلام اور ذکر پر مواظبت کے دو پہلو ہیں ۔ ایک یہ کہ مضمون کلام یعنی احکام کی تعمیل ہو اور دوسرے ان ذاتی ترشحات الٰہی کو وہ اپنی ذات پر تکرار و استمرار سے مستولی کر دے ۔ اور اس کا طریق ادائیگی فرائض کے ساتھ نوافل میں ترتیل قرآن مجید اور ذکرِ الٰہی پر ہر نفس کی مداومت اور مواظبت ہے ۔ جس کا انجام اس ذاتی ترشحات الٰہیہ سے استغراق ذات الٰہی پر منتج ہوتا ہے ۔ اور وہ نفس منوّر اس حکیم مطلق کی صفات کا جلوہ گاہ ہو جاتا ہے ۔ وہ عزّ وجل خالق حقیقی صادق القول اور صادق الوعد ہے ۔ وہ انسان بھی اپنے فکر صحیحہ

اور اعتراف کی اپنے عمل سے مکمل تصدیق کرتا ہے۔ وہ لطیف و خبیر مجرّد عن المادہ ہے۔ وہ انسان بھی حوائج ارضی سے بحیثیت خواہش پاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اضطراب بشری جو تاریکی اور غیب ہے اطمینان کامل سے بدل جاتا ہے۔ جو نور و شہود ہے۔ اور لطافت الٰہی کا پرتو ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّه ٥ (فجر) — اے نفس اطمینان یافتہ لوٹ اپنے پروردگار کی طرف راضیہ و مرضیہ۔

اور فرماتا ہے۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید) — اُن کے لئے اُن کا اجر ہے اور اُن کا نور ہے

علیٰ ہذا سب رذائل اخلاق سے جن کی بنا مقتضیات لطافت وکثافت یعنی قوائے ادراک وتحریک میں فرط ہے۔ وہ بطور فطرت محفوظ ہو جاتا ہے۔ یعنی کمال نفرت کے ساتھ ان رذائل سے مجتنب رہتا ہے۔ اور محاسن اخلاق بطور عادت و فطرت اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس آیت ربانی میں اسی تسلیم کا حکم دیا گیا ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ٥ (بقرہ) — اے مومنین تم تسلیم میں کاملاً داخل ہو جاؤ

پس جب اس کا نفس سلیم اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ جو سلام و لطیف و قدوس عزّوجل کی لطافت کے نورانی تجلّی سے منور ہے۔ تو اس وقت شعور یا حقیقت علوی تکمیل پاتی ہے۔ جو اس کا معنوی انکشاف ہے۔ اور اس کی کثافت ارضی منوّر ہو جاتی ہے۔ ثقیل کثافت ارضی کا تحمل لطافت اور اسی استقلال اس معتدل خلقی نسبت سے ہے۔ جو اسے خالق حقیقی کے ساتھ حاصل ہے۔ اور یہ نفس ناطقہ کا دفع موانع سے اس عزّوجل کی طرف عنصری رجوع اور اس کی عادل ایفا ہے اور اپنی اس کیفیت میں حقیقت علوی کے ساتھ متحد ہے اور یہ اتحاد جنسیت فطرتاً مستلزم تدریج ہے۔ اور یہ نفس ناطقہ کا وہ پہلو ہے۔ جو حقیقت نفس کی شناخت یا معرفت الٰہی سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اس کے تقاضا کی عادل ایفا اس کا عدل ہے۔ پس تحقق عدل پر اس کا ادراک ادراکِ الٰہی ہو جاتا ہے۔ اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور اس کی سمع و بصر ذات الطف کی سمع و لطافت کا مظہر ہو جاتی ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ٥ (فتح) — اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ (اور وہ عزّوجل قائم بالقسط ہے)

اور اس کی رائے اور شعور اپنی لطافت کی وجہ سے چونکہ تلوّثات بشری سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس

لئے اس کا اجتہاد غلطی نہیں کرتا اور کائنات انسانی ہیں اس کے لئے ترشحاتِ عدل یعنی آئین الہٰی کے نفاذ کا استحقاق ثابت ہو جاتا ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ	تم بہترین اُمّت ہو۔ جو انسانوں کے لئے مقرر کی گئی ہے
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (آل عمران)	کہ معروف کے لئے حکم دو اور منکرات سے روک دو۔

کثافت ارضی کے نتائج یعنی شہوت و غضب کے اُن مقتضیات کا ایفا انسان کی ترکیب خلقت کا دوسرا پہلو ہے۔ جو حفظ و بقائے حیات اور اسباب زندگی کے اجتماع کے بنیادی ذرائع ہیں پس جہاں اس شعور کی تکمیل یعنی کمال حکمت انسانیت کا ایک اہم اور مہتمم بالشان پہلو ہے۔ وہاں بقائے انسانی کے لئے جو مدار لطافت و کثافت یا ادراک و تحریک ہے۔ حوائج حیات عنصری کا آئینی حیثیت کے ساتھ ایفا بھی ضروری ہے۔ کہ وجودِ استعدادِ ایفائے حوائج اور اس کی آئینی ایفا معتدل دفع موانع کے ساتھ فطرت عدل ہے۔ کیونکہ عالم انسانی ہیں کثافتی اشتراک کی وسعت آئینی تحدید کی متقاضی ہے۔ اور آئینی ایفا میں فطرت عدل ہر دو قوائے ادراک و تحریک کا اعتدال چاہتی ہے۔ اور ہر دو قویٰ کا اعتدال قائم بالقسط عزّوجل کے ترشحات ذاتی میں استغراق سے یعنی ایمان و عمل صالح سے متحقق ہوتا ہے۔ اور ایمان و عمل صالح کے حقائق ان ہر دو قوای کے معتدل فکر و عمل سے نفس انسانی ہیں جلوہ ریز ہوتے ہیں۔ جو کمالِ حکمت ہے۔ اور معتدل عمل کا میزان العدل اسوۂ حسنۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو احکامِ الہٰی کی عملی تشریح ہے۔ اور جزئیات میں استقصائے عدل سے ناقابلِ برداشت مشقت و ریاضت کو اعتدال عمل کے خلاف قرار دیتا ہے۔ چنانچہ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

فان لنفسك عليك حقًا۔ فان لجسدك	بیشک تیری جان کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے بدن کا بھی تجھ
عليك حقا ولعينيك عليك حقًا (بخاری)	پر حق ہے۔ تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔

خواب و بیداری آرام و ریاضت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اور تقصیر عمل تکمیل انسانی کے لئے فاتحۃ الابواب نہیں ہو سکتی۔ مداومت عمل تکمیل انسانیت کا موجب ہے۔

حدیث قدسی ہے۔

عن ابی هريرة ...... وما يزال	میرا بندہ مداومت کرتا ہے کہ نوافل عبادات سے میرا
عبدی يتقرب الیّ النوافل حتیٰ	قرب حاصل کرے۔ پس جب میں اسے محبوب کر لیتا ہوں
احببته فاذا احببته فكنت سمعه	تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ کہ مجھ سے وہ سنتا ہے
الذی يسمع بی بصره الذی يبصر بی	اور اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے دیکھتا ہے اور

وید ہ الّتی یبطس بہا.... الخ (بخاری)

اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے پکڑتا ہے (یہ لطافت کا معنوی انکشاف ہے۔ جو اندرون و بیرون کو منوّر کر دیتا ہے۔

اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ہ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِہٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ہ (بنی اسرائیل)

نماز قائم کر سورج کے جھکنے سے رات کے اندھیرے تک اور فجر کو قرآن پڑھ۔ بالتحقیق فجر کے قرآن کو شہود حاصل ہے۔ اور رات سے (رات کے کچھ حصے میں) تہجد قرآن سے ادا کر یہ تیرے لئے نافلہ (مزید) ہے کہ عنقریب تیرا پروردگار تجھے مقام محمود عطا فرمائے۔

اس منشور قدس میں مِنْ بعضیت کے لئے ہے۔ یعنی آرام و ریاضت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

جب اتباع شریعت (دستورِ قسط) پر تسلسل استقلال سے قائم بالقسط (بالاعتدال) عزّوجل کے اخلاق کا پرتو نفس ناطقہ کو عادل اور منوّر کر دیتا ہے۔ جو روُح الہٰی کے رخ تاباں سے کشفِ حجاب ہے۔ اور نفس ناطقہ میں ودیعت ہے۔ تو حوائج حیات عنصری کا بالعدل ایفا معتدل دفع موانع کے ساتھ آئینی حیثیت سے انجام پذیر ہوتا ہے اور بمطابق۔

وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی (نازعات) اس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا۔

وہ خواہش سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کی کثافت منوّر ہو جاتی ہے۔ جو اس کا اعتدال ہے۔ اور کثافت کا بقا اور اس کی تنویر استقلالِ عدل ہے۔ اور تدریج ارتقا کی استعداد ہے۔ یعنی ہر درجہ پر اس کی استقامت ہے۔ جو نفس ناطقہ کی مجموعی استقامت کی آئینہ دار ہے۔

پس انسانی خلقت میں حقیقتِ علوی اور کثافت ارضی کے مقتضیات کی معتدل تعمیل خلقی بار امانت کی صحیح تنصیف و تعدیل ہے۔ جو مستلزم جملہ فضائل ہے۔ بحالیکہ اس میزان اعتدال میں بار امانت کے ہر دو جانب بمطابق

وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید)

ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ (بنی اسرائیل) تولو قسطاس راست سے۔

کی مانند کسی ایک طرف جھکنے نہ پائیں۔ اور جزئیات حقائق کی تکمیل بھی اسی اصول اعتدال سے ہو۔

لہ کیونکہ کتاب مجید قائم بالقسط عزّوجل کا ترشح ذاتی ہے۔

لہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ط

جو کلّیات و جزئیات میں یکساں طور پر جاری کیا گیا ہے۔ اور آیۂ ذیل میں یہی تنصیف وتعدیل مقصود ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ...... (نحل) اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

جب نفس انسانی میں اعتدال متحقق ہو جاتا ہے تو عدل واحسان جو نظم ونسق اور ربوبیّت کا مظہر ہے اور جسے تدبیر منزل اور سیاستِ مدن میں اہم اور مہتم بالشان بنیادی حیثیّت حاصل ہے۔ عادتًا اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ وُہ اقربا اور اعزا پر جن کی ترتیب واتحاد اجتماع ملّی ہے۔ اپنے نفس کو ترجیح نہیں دیتا۔ جب نفوس میں عدل متحقّق ہو جاتا ہے۔ تو احسان کی باہم آمیخت تدبیر منزل اور سیاستِ مدن کو ایثار کی بنیادوں پر مستحکم کر دیتی ہے۔ جس میں خلل کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ نفس انسانی جو کثافت ارضی کے صرف اُن مقتضیات کی ایفا میں ہی جو بقائے حیاتِ عنصری کا ذریعہ ہیں۔ اپنی قوتوں کو مصروف رکھتا ہے۔ اور لطافت علوی کے معنوی انکشاف وتحقّق سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو اپنی اس حقیقت کو جو کثافت ولطافت سے مرکب ہے۔ اور خلقی طور پر عدل کا تقاضا کرتی ہے کھو دیتا ہے۔ یعنی جب اس کی علوی حیثیّت ناپید ہو جاتی ہے تو گویا نفس ناطقہ کی حقیقت بحیثیت نطق قائم نہیں رہتی۔ اور اسے نفس ناطقہ سے معنون نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اَب صرف اس کی ایک حیثیّت قائم ہے۔ اللہ عزّوجل نے ایسے شخص کو گنگ سے تعبیر فرمایا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا	اور اللہ عزّوجل دو آدمیوں کی مثال پیش کرتا ہے
اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُوَ	ان میں ایک گنگ ہے کہ وہ کسی امر پر قدرت
کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہُ اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُ	نہیں رکھتا۔ اور اپنے آقا پر بارِ خاطر ہے۔ وُہ جس
لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ...... الخ (نحل)	طرف اُسے بھیجتا ہے۔ وُہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا۔

یعنی اس کا اعتدال سے امکانِ اتصاف ختم ہو گیا ہے۔ اور منزل ومدن میں اس کی کارفرمائی ہرگز منوجب صلاح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ہنگامہ ہائے فساد کا موجب ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت مفرط ہے۔ جیسے خواہشات پروری میں جدوجہد اور اشتراک فی الھویٰ اس کے مظاہر ہیں۔ پس آئین اخلاق اور عدل کی رُو سے اسے جہاں بانی کا مطلق استحقاق نہیں ہے۔ بلکہ صرف وُہ مومن اور صالح جو اپنے نفس پر امر بالعدل سے بمطابق فرمان ربّانی

ھَلْ یَسْتَوِیْ ھُوَ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ	کیا برابر ہو سکتا ہے وُہ اور وُہ جو آمر بالعدل
عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (نحل)	ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔

مقسط ہے اور منزل ومدن میں اس عدل فطری کی رُو سے آمر بالعدل ہے۔ جہاں بانی کا جائز استحقاق رکھتا ہے۔ یعنی عادل[1] ملّت اسلامیہ کے سوا تمام روئے زمین پر دوسری جماعتوں کو جو تمام تر اس دین سے

[1] صاحب کشف نورٌ دعمل نورٌ

غیر معتدل ہیں۔ کہ ترشحات عدلیہ الٰہیہ (کتاب) کے حقائق نورانیہ سے نابلد ہیں۔ حکومت اور جہانبانی کا جائز حق نہیں ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی صلعم سے مقصود ہے۔

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدًا (بخاری و مسلم) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ مقرر کر دی گئی ہے

یعنی صرف اُمّتِ محمّدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی تمام روئے زمین کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ جائز وارث ہے۔ جو اُمّت وسط ہے۔ یعنی اس صراطِ مستقیم پر گامزن ہے۔ جو افراط و تفریط کی دو کجیوں کے درمیان راہِ عدل ہے۔ اور جسے استقامت حاصل ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَکَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا اور اسی طرح ہم نے تمہیں امّتِ وسط بنایا ہے

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ (یعنی عدل اور جامع ہر گونہ عدل و وسط) تاکہ تم

یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ٥ (البقرہ) لوگوں پر شہادت دو اور رسُول تم پر شاہد ہو۔

ملّتِ اسلامیہ کی کافۃ النّاس پر شہادت دستورِ عدل پر تمام عالم کے اعمال کا احتساب ہے۔ جیسے احکم الحاکمین کے رو برو شہادت کی حیثیت حاصل ہے۔ اور رسُول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کتاب اور میزان کا نزول اور آپ سے الیٰ یوم القیٰمۃ تسلسل و اجرائے اعتدال ملّت اسلامیہ کے شخصی اور منزلی اور مدنی عدل بہ تکمیل دستور کے ساتھ شاہد ہے۔ اور یہ سیّد و سرور رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی ملّتِ اسلامیہ پر شہادت جاریہ ہے۔

نفس ناطقہ انسانی میں کثافت و لطافت کی ترکیب خالق حقیقی کا فعل ہے اور اس کے مقتضیات کا ایفائے عادل بھی جدید تخلیق ہے۔ اور اس تخلیق جدید کی تشکیل کے لئے اسی کے دستِ خلق کی ضرورت ہے۔ جو اس کا خالق اوّل ہے۔ اور وہ عزّ وجل قائم بالقسط ہے۔ اور کلام الٰہی اور اسمِ ذات جو متکلّم اور مسمّٰی کے ساتھ قدیم ہیں۔ اس کے ذاتی ترشحات ہیں۔ پس اس کے ذاتی ترشحات پر استمرار اور اس کا نفس ناطقہ میں استقلال ہی اس میں قسط و عدل کو متمکن کر سکتا ہے۔ اور یہی آیتِ ربّانی :-

یَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ.... وہ حق کے ساتھ ہدائت کرتے ہیں اور اسی

(اعراف) سے آمر بالعدل ہیں۔

کا مدّعا و مقصود ہے۔ یعنی اس عزّ وجل کے ترشحات کا تصرّف نفس ناطقہ کو عادل کر دیتا ہے۔ اور منزلی اور مدنی ہر شعبۂ حیات میں امر بالعدل کو فطرت قرار دے دیتا ہے۔ اور یہی آیۂ امر بالعدل سے مقصود ہے۔ کہ جامع کثافت و لطافت انسان کے لئے کہ اس کی لطافت اپنی نورانی معنویّت کے قیام

کے لئے اپنے ترشح یعنی قوتِ شعور سے متقاضی ہے۔ اور اس کی کثافت جو پردۂ غیب ہے۔ اور موجب بقائے حیاتِ عنصری ہے۔ اور تحمّل انوار چاہتی ہے۔ کیونکہ اس کی ترکیب عنصری میں کمال اعتدال نورٌ علیٰ نور کے ساتھ اعتدالی جنسیت رکھتا ہے۔ صراطِ مستقیم قائم بالقسط عزّ وجل کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ کہ اُن کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے اُن کو معتدل اور مطمئن کردے۔

کثافت و لطافت کے مقتضیات کے ایفا میں افراط و تفریط دو صحرا ہائے ہلاکت ہیں۔ کہ اُن میں معنویت حقائق کی مسخ و مرگ واقع ہو جاتی ہے۔ اور اس میں تعدیل و تقسیط سلوک راہ عدل ہے۔ کہ ایفائے عادل سے ہر دو حقائق کی معنویت کو مستقیم کر دیتا ہے۔ اور صرف اسی کا رہرو آمر بالعدل ہو سکتا ہے۔ جو مقصود آیہ ہے۔ یعنی اس کی قوتِ نظری بمطابق فرمان ربّانی۔

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَات (ہود) — لیکن وہ جنہوں نے صبر کیا اور نیک کام کئے

اعتدال سے حکمت پر اور اس کی قوتِ عملی بمطابق فرمان ربّانی:-

کُوْنُوْ قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ (نساء) — قائم بالاعتدال ہو جاؤ

عدالت پر اور اس کی قوتِ غضبی حکم الٰہی

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْ وَصَابِرُوْ وَرَابِطُوْ۔ (آل عمران) — اے مومنین صبر کرو اور مصابرت کرو اور اس پر مداومت کرو۔

کے زیرِ تحت شجاعت پر اور اس کی قوتِ شہوی فرمان خداوندی

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوَاتِ ...... — انسانوں کے لئے زینت دی گئی شہوات کی محبت ....

قُلْ ءَ اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذَالِکُمْ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْ عِنْدَ رَبِّھِمْ (آل عمران) — تو کہہ دے کہ میں تم کو مطلع کروں۔ اس سے بہتر کی طرف اُن لوگوں کیلئے جنہوں نے اپنے پروردگار کے نزدیک اتقا کی۔

کی تعمیل سے عفت پر نتیجہ پذیر ہو کر اس کے عدل نفس پر شہادت دیتی ہے۔ جو منزل و مدن میں فطرت اعتدال ہے۔ اور آمر بالعدل ہے۔ جامع ہر گونہ امر بالعدل آیۂ

وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (نحل) — جو عدل کا حکم کرتا ہے اور وہ صراطِ مستقیم پر ہے۔

میں اللہ عزّ وجل کا انعام ہو چکا ہے۔ جس پر آیاتِ ذیل کا تطابق شاہد ہے۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ (فاتحہ) — ہمیں صراطِ مستقیم ہدایت فرما۔ جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ٥	اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ	پس وہ لوگ ساتھ ہیں ان کے جن پہ اللہ نے
مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ	انعام کیا ہے۔ انبیاء صدیقین شہدا و صالحین
وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (نساء)	سے اور یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔

انعام اس لطف کا تقاضا ہے۔ جو محسن کے اندر محل انعام و احسان کی طرف ملتفت ہوتا ہے

گویا انعام محسن کا ترشح ذاتی ہے۔ وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور اس کا انعام بمطابق۔

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (نور) اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب ہدایت کرتا ہے۔

نور ذات ہے۔ جس کی جلوہ گاہ وہ لوگ ہیں جو صراطِ مستقیم کے رہرو ہیں۔ اور ان کے نفوس میں قائم بالقسط نورٌ علیٰ نور کے انوار سے قسط و عدل متحقق ہو چکا ہے۔ وہ لوگ بمطابق فرمان ربانی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ جن کی معیت و رفاقت مومنین کو قسط و عدل کے پرتو اور تجلی سے منور و متجلی کرتی ہے۔ اور ان کے لئے سلوک صراطِ مستقیم اور امر بالعدل کی حقیقت کو متحقق کر دیتی ہے۔ فکر و عمل کی تگ و تاخت یعنی منازل ہر گونہ حیات کا سفر مستلزم صراط ہے۔ اور صراط افراط و تفریط کی دو کجیوں کے درمیان اعتدال و استقامت چاہتا ہے یعنی مستلزم امر بالعدل ہے۔ اور جامع فجور و تقویٰ فطرت انسانی (جس کی حقیقت علوی جو موجب تقویٰ ہے۔ یا وہ استعداد کشف نور ہے۔ کثافت کے پردۂ غیب میں جو حوائج حیاتِ عنصری یا فجور کا سبب ہے۔ چھپی ہے اور منکشف ہونا چاہتی ہے اور اس کے انکشاف کا تحمل کثافت ارضی کی ترکیب میں اعتدال سے نفس انسانی میں بطور استعداد ودیعت ہے) اس عدل کی جادہ پیمائی میں عادل تصرف یا رفاقت کی محتاج ہے۔ کیونکہ پردۂ غیب کے ساتھ آمیزش فجور و تقویٰ اضطراب بحر ہے۔ اس لئے کہ نفس انسانی بخود تعدیل پہ قادر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ قائم بالقسط عزّ و جل کے اعتدالی تصرف کا محتاج ہے۔ جو نبیؐ پر براہ راست متصرف ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس جماعت کی نیم شعوری کیفیت یا اس کا تموّج فردیت نبوت سے ہی اعتدال پا سکتا ہے۔ چنانچہ تصرف الٰہی سے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں روح علوی سے کشف حجاب (جو بمطابق وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ[1] (ص) روح الٰہی ہے اور بمطابق[2] هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ۔ تمام نفوسِ انسانی میں ودیعت ہے) اور روح بخاری کا تحمل کشف ملت اسلامیہ کے لئے بمطابق[3] يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ دست تربیت الٰہی ہے۔ پس اس کے ساتھ تمسک و اتحاد نے صحابہ کرام کے ارواح علوی و بخاری کو منور و مستقیم کیا تو گویا ان کے ہاتھ حضور صلعم کے توسط سے دست

[1] جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں۔ [2] وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں خلفاء بنایا۔ (انعام) [3] اللہ کا ہاتھ ان کے اوپر ہے۔ (فتح)

تربیّت الٰہی ہیں۔ علیٰ ہٰذا یہ تسلسل و تواتر الیٰ یوم القیامہ نفوس روشن کے ساتھ تعلّق معیّت سے (جو رفاقت ہے اور تصرّف الٰہی کا ذریعہ ہے۔) سلوکِ صراطِ مستقیم تعدیلِ نفس ہے۔ جو حقیقتِ علوی کے رُخ تاباں کو منکشف اور بے حجاب یا معتدل کر دیتی ہے۔ اور تنویر کثافت سے حوائج حیاتِ عنصری میں اعتدال یا آئینی انضباط متحقّق کرتی ہے۔ ان ہر دو کا اعتدال مُسلم کے نفس ناطقہ کا قیام بالقسط ہے۔ جو اس کی تنصیف فطرت یعنی حقیقت علوی اور کثافتِ ارضی کے دوگونہ حقائق کے اجتماع کا تقاضا ہے اور ہر دو حقائق کا قسط نفس ناطقہ کے مجموعی قسط و عدل کو متحقّق کرنا ہے۔ بحالیکہ وزن نفس میں ہر دو حقائق کے پلڑے کسی طرف جھکنے نہیں پاتے۔ اور یہی تنزل اور مدن اور بین الدول ہیں (جن کی ترتیب و نظم شعور انسانی کا فطری تقاضا ہے۔ اور فطرت تنظیم اعتدال چاہتی ہے۔ دستور عدل کی نُورانی حقیقت کے ساتھ نفس منوّر کے نورانی اتحاد سے) جائز استحقاق تدبیر و سیاست و تحکیم ہے۔ جس پر مُسلم عادل کتاب مجید اور میزان العدل کے ساتھ مامور ہے۔ کہ ان میں ایک اس عزّوجل کا ترشّح ذاتی ہے۔ جو تمام ملکوت کی خلق و تدبیر میں قائم بالقسط ہے۔ اور دوسرا اس ترشّح کی شرح متشکل ہے۔ جو حقائق کتاب کے ساتھ متواتر ملّتِ اسلامیہ میں جاری ہے۔

تنزیل دستور اور اس کی تدریج اور ناتمام انسانی جدوجہد

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل)

نفسِ انسانی میں کثافت و لطافت کی ترکیب اضطرابی فطرت ہے۔ اس میں لطافت اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ تحقّق چاہتی ہے۔ اور کثافت کے پردۂ غیب میں پنہاں ہے۔ جو اس کی متحمل ہے۔ اور اس کی حقیقت کا تحمل اس کا تقاضا ہے۔ یعنی فطری اعتدالی نسبت سے متقاضی تنویر ہے اور حوائج حیاتِ عنصری کے وجود کا ذریعہ ہے۔ اور اُن کے ایفا کے لئے محرک ہے۔ پس ہر دو کے تقاضاؤں کا ایفائے راست عدل یا اطمینان ہے۔ جو فضائل پر منتج ہوتا ہے۔ اور ایفائے ناراست فرط ہے جو رذائل پیدا کرتا ہے۔ اور فطرت نفس کی تخریب حتیٰ کہ مرگ ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ گویا عدل کشف و استقامت حقائق علوی و سفلی ہے۔ جو مضطرب نفسِ انسانی کی ہر چہار قویٰ میں تحقّق اطمینان کے لئے تعمیر نو چاہتا ہے۔ اور فرط ارضی خواہشات میں جو اس کی حیاتِ عنصری کا ماحول ہیں۔ اس فطری

اضطراب کا بہاؤ ہے۔ جس پر دستِ تعمیر متصرف نہیں۔ حقیقت علوی کا معنوی انکشاف یعنی اس کا عدل اور خواہشات کو خواہشات کی حیثیت سے مٹا دینا یعنی ان کا ایفائے عادل مضطرب نفس انسانی خود نہیں کرسکتا اضطراب اس کے عجز پر شاہد ہے۔ نفس انسانی میں تحقق اطمینان یا تعمیرِ عدل انسانی طاقت کے ذریعہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ وہ خود خالق فطرت یا مرکب حقائق ہو۔ یہ ظاہر و بدیہہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں یا اس کثافت و لطافت کا وہ خالق ہو۔ جن سے وہ مرکب ہوا۔ یہ بھی سراسر خلاف عقل اور واقعہ ہے۔ پس بلاشبہ اس کی تخلیق اس سے ماورئ ایک بلند و برتر طاقت کی طرف فطری طور پر محتاج ہے۔ کہ صرف اسی کا تصرف اس کو معتدل اور مطمئن کرسکتا ہے۔ گویا نفس انسانی میں کثافت و لطافت کی ترکیب اللہ عزّوجل کی قوّتِ تخلیق پر اور فضائل و رذائل کی تشخیص کے فطری تقاضا پر اور صرف اسی عزّوجل کے دستِ تصرف[1] سے تعمیرِ عدل پر فطری شہادت ہے۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَؕ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَؕ (طور)	کیا وہ کسی چیز کے بغیر (بخود) پیدا ہوگئے یا وہ خالق ہیں (یعنی انہوں نے خود اپنے کو پیدا کرلیا) یا انہوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ یقین نہیں رکھتے۔ (اس عزّوجل کی قوّت تخلیق و قدرت پر)

یقین نفس ناطقہ میں متحقق ہوتا ہے۔ اور اسی کا خاصہ ہے۔ اور مستلزم رؤیت ہے۔ یعنی کثافت پر حقیقت علوی کے معنوی انکشاف سے استقامت پاتا ہے۔ گویا نفس انسانی کے فطری تقاضا کی ایفائے راست ہے۔ جو اس کا اعتدال ہے۔ اور اس کی ایفائے ناراست الیقین اور رؤیت کی مقدس کیفیت سے نفس کو محروم کردیتی ہے اور تاریکی اس کے ترشحات کو معیارِ اعتماد سے ساقط کردیتی ہے۔ اور وہ ظن و اضطراب کی گمرہی میں بہتا جاتا ہے۔ اور کہیں نہیں تھمتا۔ خواہش پروری کے ساتھ تموّل اور ایفائے خواہشات میں اشتراک رجع فطرت اللہ عزّوجل سے غیر فطری غفلت کے سبب اضطراب نفس اور اس کی تاریکی کا ذلیل مظاہرہ ہے اور ان دونوں میں نفس ناطقہ کے تقاضا ہائے خلقی یعنی تمکین عدل کا کچھ اہتمام نہیں۔ (اور نہ ہوسکتا ہے) جو منزل و مدن میں فطرت اعتدالِ تہذیب و نظام ہے۔ بلکہ نفسِ ناطقہ کی اس حیثیت کی مرگ ہے۔ جس

---

[1] جو خالق حقیقی عزّوجل کے ترشحاتِ عدلیہ (کتاب مجید) میں استغراق سے نفس انسانی میں اس عزّوجل کی حیثیت مبداء ارواح کے تصرف فعال کا تحقق ہے۔

پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کے تقاضاؤں کا ایفائے ناراست ہے۔ پس فطرتِ انسانی بنی نوع پر ان کے نفاذ کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور فطری طور پر خالقِ حقیقی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جو اس کے تقاضا ہائے خلقت کی ایفائے راست یعنی عدل کے لئے صراطِ مستقیم کھول دے۔

تمام ملکوت ارضی و سماوی من جملہ حیوانات و بہائم خلقی نسبت سے اللہ عزّوجل کی طرف فطرتاً رجوع کرتے ہیں۔ چنانچہ اس پر دلیل یہ ہے۔ کہ انسان کے لئے (اس حیثیت سے کہ وُہ جامع حقائق علوی و سفلی ہے اور اس عزّوجل کی نیابت سے مشرف ہے۔ وُہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (انعام) (اسی نے تمہیں زمین پر خلفاء بنایا ہے)

تمام زمین و آسمان کا نظام مسخر ہے۔ دن رات آفتاب و ماہتاب بادو باراں ستارگاں اور سیارگاں اسی کا ماحول حیات ہے۔ اور حیوانات بردہ غالب و قاہر ہے۔ اور وہ اس کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ اور یہ دعوت ہے کہ وہ اپنے تخلیقی حقائق کے انکشاف و استقامت سے حقِ نیابت کی ایفا[1] کرے۔ پس غیر معتدل حیوانی کیفیتوں کے ساتھ خواہش رانی اس انسان کی تقویمی عظمت کی ضد ہے۔ جس کے رُوحِ الٰہی کا ترشح یعنی شعور اسے تمام مخلوق پر عظمت اور شرافت عطا کرتا ہے۔ اور اپنی حقیقت کے کثافت پر انکشاف سے ارضی و سماوی ملکوت کو اپنی شوکت سے احاطہ کر لیتا ہے۔ اور نا تمام انسانی جدّوجہد تموّل اور اشتراکیت صرف مفرط خواہش رانی کی پرورش کا ایسا پھیلاؤ اور چھلکتا ہوا اضطراب ہے جس کی لذّت و ہزّت سے دیگر حیوانات بے بہرہ ہیں۔ گویا شعور انسانی کا جو بلندی اور تمکین عدل کے لئے نفس انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے۔ یہ بے محل استعمال ہے۔ جو نفسِ ناطقہ کی علوی حیثیت کو فنا کر دیتا ہے۔

بھوک اور پیاس اور توالد و تناسل وغیرہ حوائج کا جو لقائے انسانی کا ذریعہ ہیں۔ بالعدل ایفا اور تکمیل شعور یعنی رُوحِ علوی کے رُخِ تاباں سے کشفِ حجاب دونوں اِنسانیت کے فطری فرائض ہیں۔ اور کسی ایک کے تقاضا کی تعمیل میں تقصیر انسانیت کا ناقابل عفو جرم ہے۔ مگر خواہش پروری کے ساتھ تموّل اور اشتراک فی الہوی مفرط خواہش رانی کا ایک طوفان ہے۔ جس میں نفسِ ناطقۂ انسانی اپنی فطرت کو کھو دیتا ہے۔ جس پر اُسے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کے علوی شعور کی علویات میں موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور ارضی خواہشات (جو اس کی حیات عنصری کا ماحول ہیں) کے تموّج فرط میں بہتا جاتا ہے۔ اور

---

[1] روح علوی اور حقیقت سفلی ہر دو کا اجتماع استعداد نیابت اور خالقِ حقیقی کی طرف رجوع فطری کی حقیقت ہے اور دلیل بالا سے روشن ہے

کہیں نہیں رُکتا۔ پس وُہ ان تمام محامد و فضائل سے بے نصیب ہے۔ جو تقاضائے اعتدال ہیں۔ یعنی وہ انسان کے فطری مطلوب قائم بالقسط عزّ و جل سے غافل ہے اس لئے قوائے انسانی کے اعتدال۔ حکمت۔ عدالت شجاعت۔ عفت کے حقائق سے اندھا ہے۔ کثافت و لطافت جن سے وہ مرکب ہے۔ اس کے سامنے روشن نہیں۔ وُہ یقین و اطمینان کی کیفیت سے نابلد ہے۔ پس سازگار و ناسازگار واقعات کے پیش آنے سے اضطراب تاریک میں بہتا ہوُا۔ اگر وُہ آئین سازی اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ تو نفس کی فطرت کا مطالعہ نہ کرتے ہوئے غیر فطری فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔

ایک وہ وقت تھا کہ ہر انسان اپنی پیدائش سے قبل کچھ قابل ذکر نہ تھا۔ سب سے پہلے اس نے آب مردہ کی حیثیت اختیار کی۔ پھر بتدریج منازل خلق طے کرتے ہوئے اس نے روح بخاری سے زندگی پائی۔ جو عنصری ترکیب میں کمال اعتدال کے سبب رُوح علوی کا محل ہے۔ ایک وقت معیّنہ کے بعد اس عالم میں اس نے قدم رکھا۔ اس کی خوراک ابتداء سے بڑھاپے تک وہی رہی۔ جو بظاہر اس کی نشو و نما کا موجب ہے مگر جہاں تک غور کیا جاتا ہے۔ خوراک کو بقائے حیات کا صرف ظاہری سبب قرار دیا گیا ہے۔ منازلِ حیات طے کرنے میں اسے کچھ دخل نہیں۔ طفولیّت سے شباب کی طرف رجوُع انسانی خورد و نوش کے سبب نہیں ہے۔ ورنہ شباب سے پیری کی طرف رجوُع کسی صورت میں بھی ممکن نہ ہوتا۔ یہ سب منازلِ حیات عدم سے وُجودِ کلّہٖ وجود سے عالم ثانی کیطرف منتقل ہوتے تک غیر اختیاری طور پر خود بخود طے ہوتے جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ دلیل روشن ہے کہ اس تمام منظم رفتار حیات پر خالق حقیقی عزّ و جل کا نظم و نسق غالب و قاہر ہے۔ انسان جب اپنے وجود اور حیات اور اس کی رفتار میں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ تو وہ اپنی زندگی کے لئے مقنّن کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ط ۔۔۔ اور کون اس کو بوڑھا کر دیتا ہے۔ اور

اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ط (یٰسین) ۔۔۔ اوندھا کر دیتا ہے کیا وُہ نہیں سمجھتے۔

انسان کی نوعیّت خلق سے (جیسے کہ کثافت ارضی اور حقیقت علوی کے زیر عنوان بھی اس حقیقت پر بحث کی گئی ہے) یہ ظاہر ہے کہ ہر انسان اس بلند و بزرگ اللہ عزّ و جل کے دست خلق سے مخلوق ہے۔ اور توالد و تناسل ایک نظم و نسق ہے۔[1] اور جیسے خوراک بقائے حیات کا صرف ظاہری سبب ہے یہ بھی بقائے نسل انسانی کا صرف ظاہری ذریعہ ہے۔ جس سے خلاصۂ خاک کو ایک قرار مکین میں محفوظ کیا

---

[1] نفس انسانی میں عنصری و علوی حقائق کا اجتماع اللہ عزّ و جل کی طرف اس کی فطری طلب کی حقیقت ہے۔

جاتا ہے۔ تاکہ منازل خلق کی وہاں تکمیل ہو۔ گویا پیدائش انسانی میں ہر انسان، انسان اوّل سے مشابہ ہے تخلیق ذکور و اُناث۔ اختلاف السنہ وصور اور بچپن شباب پیری اس حقیقت پر شہادت راسخ ہے پس مخلوق انسان جس کے اجزائے ترکیب اضطراری تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے متقاضیٔ اطمینان ہیں اپنے لئے آئینِ اعتدال کا کیسے خالق ہو سکتا ہے۔ اور جیسے وہ خالق عناصر نہیں ہو سکتا۔ جن سے وہ مرکب ہے البتہ عناصر سے کام لے سکتا ہے۔ اسی طرح نفسِ ناطقہ میں آئینِ عدل کی پیروی سے تمکینِ عدل کرتا ہوا قانونِ اعتدال کو نافذ کر سکتا ہے۔ اور نزول آئینِ عدل کے لئے اسی قائم بالقسط کی طرف فطری طور پر محتاج ہے۔ جس نے اسے جامۂ احسن الخلق سے شرف بخشا۔ پس اس فطری حقیقت کو اس خالق حقیقی اللہ عزّوجل نے انسان کامل و اوّل نبیٔ برحق خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کے ساتھ ہی پورا فرمایا۔ وہ عزّوجل فرمایا ہے۔

یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ	اے آدم تو اور تیری بیوی جنّت میں ٹھہرو
وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا	اور کھاؤ بغیر حساب جہاں سے چاہو اور
تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ	اس درخت کے نزدیک مت جانا۔ پس
الظّٰلِمِيْنَ (البقرہ)	تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

یہ سِرِّ تکلیف ہے۔ جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہے۔ اور یہی تنزیل دستور کا افتتاح تھا۔ اور

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ) آدم کو اس نے سب نام سکھا دیئے۔

اس فطری شعور یعنی رُوح علوی کے ترشّح کی تکمیل تھی یا نفخِ روح[1] الٰہی کی اپنی حقیقت کے ساتھ تجلّی ہے۔ جو بالقوہ ہر انسان کے اندر بطور استعداد تحصیل علم و عدل ودلیعت ہے۔ مضمون خلائف الارض اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔

پس خلق کی وسعت کے مطابق اور امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ قائم بالقسط خالق حقیقی عزّوجل اس فطری حقیقت کی ایفا میں یعنی امر و نہی میں وسعت و تجدید فرماتا رہا۔ چنانچہ قرآن حکیم اور کتب سماوی اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ اس نے مرسلین مبعوث فرمائے۔ ان کو اپنے دست تربیت سے بشر کامل فرمایا۔ اور اُن کے نفوس ناطقہ میں حقائق وحی و شہود کی جلوہ گری سے مکارم و فضائل کو تحقّق بخشا۔ تاکہ نفوس ناطقہ انسانی کہ ان کا علوی شعور جو تقاضائے فطری سے علوی دستور عدل کی جستجو میں ہے، اور ان کی کثافت اپنی ترکیب میں اعتدال جنسیت سے تحقق عدل چاہتی

---

[1] وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ط

ہے یا اُن کی فطرت ممزجہ مسخ نہیں۔ اُن مرسلین کے ذریعہ کتاب سے جو قائم بالقسط کا ترشح ذاتی ہے۔ اور اُن کے اُسوۂ حسنہ سے جو میزان العدل ہے۔ اور مکارم و فضائل کی معنوی تشکیل ہے۔ ہر عہد میں عدل کا جادہ مستقیم پاتے رہیں۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا	تحقیق ہم نے اپنے مرسلین بھیجے آیات ظاہرہ
مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ	کے ساتھ اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان
النَّاسُ بِالْقِسْطِ ط (حدید)	نازل کی تاکہ لوگ قائم بالعدل ہو جائیں۔

یعنی قیام بالقسط انسانی فطرت نفس اور تقاضائے فطرت نفس نظام مدن میں تمکین عدل ہے جو عدل نفس کے ساتھ عدل نظام کا اتحاد ہے۔ دراں حالیکہ خواہش پروری کے ساتھ تمول اور اشتراک فی الھویٰ فرط نفس کا مظاہرہ ہے اور طاغی النفس اور اس کے ماحول میں مظہر اختلاف و فساد ہے۔) جملہ مخلوقات کے خلق و نظم میں وحدت تدبیر فطرت تخلیق و تنظیم کا تقاضا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا	اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے
(انبیاء)	تو یہ فساد زدہ ہو جاتے۔

اسی طرح نبوّت جو اللہ عزّ و جل کے ترشحات ذاتی کی علمبردار ہے۔ عالم میں نفاذ امر کیلئے خصوصیت عظمیٰ کی حامل رہی۔ کیونکہ نفس جماعت یا قوم نیم شعوری کیفیت رکھتی ہے۔ یعنی نفس اجتماع متموّج ہے اور اس کی تربیّت اور تنظیم کے لئے فردِ واحد حکیم الٰہی کی ضرورت تقاضائے فطرت جماعت ہے۔ چنانچہ منزل و مدن میں احتیاج تدبیر و سیاست اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ تاآنکہ جب نفس زمانہ میں جملہ مقتضیات دہور و اقوام اور تقاضا ہائے ہر گونہ حیات شخصی و منزلی و مدنی اور بین الدول واضح نظر آنے لگیں تو مزاج زمانہ کی جامعیت کی مطابقت کے ساتھ جو فردیّت کاملہ کو مستلزم ہے۔ خاتم النبیین محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت نے تکمیل دستور کے ساتھ تمام عہود دہر کو احاطہ فرمایا۔ جس پر قرآن و سنّت کی روشنی میں ملّت اسلامیہ کا عادل اجتہاد جو ہر فرعی وسعت کو محیط ہے۔ اور آج اس زمانہ میں "سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر" اپنی جامعیت آئین کے ساتھ شاہد عادل ہے۔ اور اس حقیقت

---

[۱] لِیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ط (یٰسین)

[۲] اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے انحطاط فطریہ سے قبول عدل کی صلاحیت تک درجات تدریجیہ اور قبول عدل سے تکمیل عدل تک تدریجی مدارج ارتقائیہ اور نفوس انسانی کی شعوری کیفیتوں میں تفاوت نفس جماعت کی کیفیت نیم شعوری پر شہادات ہیں۔

اعتدالیہ کے اجرائے مسلسل کو براہین محقق سے روشن کر رہی ہے۔ جو نفاذ امر کا استحقاق ہے اور "تذکرہ"[1]
علامات روشن کے ساتھ اس تسلسل اعتدال پر شہادت دیتا ہے۔ جو کمالات نبوّت کی وراثت ہے۔ پس
آئمۂ اولین[2] نے اس صلعم کی تصدیق کی اور ملّت اسلامیہ میں آئمۂ آخرین نے مسلسل ایمان و عمل سے
اس کی فردیت و عظمت پر شہادت دی۔ قرآن مجید کی حفاظت کاملہ اور اس کی جامعیت کبریٰ اور
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک ایک حرکت و سکنت ہر جنبش لب یعنی آپ کے اسوۂ حسنہ کا جو
قرآن مجید کی عملی شرح ہے۔ اور میزان العدل یا منبع اعتدال ہے۔ کامل احتیاط کے ساتھ محفوظ رہنا
تکمیل دین اور اتمام نعمت پر دلیل قاہر ہے۔ جو استخلاف فی الارض کی رواج رواں ہے۔ جس کا
منشور عزت مستخلف حقیقی عزّوجل نے پیدائش انسانی کے ساتھ ہی جاری فرمایا تھا۔ اور آج ملّت اسلامیہ
بمطابق آیۂ استخلاف سورۂ نور اس انقصائے عزت کی مصدّق و موثق ہے۔

ابو البشر حضرت آدم علیہ السّلام پر تنزیل دستور کا افتتاح اور عہود مابین میں اس کی تجدید و
وسعت اور سیّد و سرور محمدن المصطفیٰ احمدن المجتبیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم پر اس کی تکمیل تدریجی
فطرت دہر کی آئینہ دار ہے۔ جو انسانی تدریجی استعداد کی ترجمانی کرتی ہے۔ کیونکہ نفوس سے ملتیں مرتب
ہوتی ہیں۔ اور عہود و دہور ملّتوں پر مشتمل ہیں۔ گویا تنزیل دستور میں تدریج انسانی تدریجی فطرت کی
مظاہر ہے۔ اس لئے تدریجی استعداد انسانی کی شرح تنزیل دستور میں مقصد تدریج کی وضاحت ہے۔

نفس ناطقۂ انسانی میں لطافت کی حقیقت نور ہے۔ جو لطافت الٰہی کا تجلّی ہے۔ اور کثافت پردۂ
غیب ہے۔ اور اپنی فطرت میں ثقل رکھتی ہے۔ اور ثقل مستلزم تحمّل ہے۔ اور اس کی ثقلی کیفیت جو مبدأ
لطافت عزوجل میں استغراق کے نتیجہ میں نورانی حقیقت لطافت کے ساتھ تحقّق جنسیّت سے نورانی تحمّل کے
لئے اپنی فطرت میں سازگار ہو جاتی ہے۔ اور اپنی ثقلی استعداد سے تحمل انوار میں استقلال رکھتی ہے۔
جو اس کی استقامت ہے۔ اور نفس ناطقہ کی مجموعی استقامت کو مستلزم ہے۔ اور یہ تحمّل و استقلال انوار
اس خلقی معتدل نسبت سے ہے۔ جو اس نورٌ علیٰ نور خالق حقیقی کے ساتھ اسے حاصل ہے۔ لطافت و
کثافت دو غیر ہم جنس حقائق ہیں۔ اس لئے ان میں اتحاد جنسیّت مداومت کے ساتھ جہد شدید چاہتا ہے
تاکہ ثقیل کثافت میں جوں جوں تزکیہ یا صفائی متحقق ہو تو لطافت کی نورانی شعاعیں اس میں منعکس ہو کر استحکام
و استقلال باقی رہیں۔ گویا تزکیہ جہد کو اور جہد تسلسل عمل کو مستلزم ہے۔ جو بالتدریج لطافت و کثافت میں

[1] مصنفہ خاکسار و پرنسپل محمد صغیر حسن
[2] وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ ...... الخ (آل عمران)

جنسیّت متحقق کر دیتا ہے۔ لطافت کا معاً انکشاف اور کثافت کا معاً متحمل ہو جانا اس حقیقت کو ذہن نشین رکھتے ہوئے کہ نوع فاضلہ کے نفوس میں دلیلی اجتہاد سے تدریجی استعداد اس عزّوجل کے شہودی تصرفِ خالقیہ کے ذریعہ غایاتِ سرعت کے ساتھ تکمیل پاتی ہے۔ جو معاً تحقق کشف وتحمل کے ساتھ مشابہ ہے سمجھنا چاہیئے کہ ہر دو حقائق میں غیریّتِ جنسیّت کی وجہ سے خلافِ فطرت ہے۔ پس اللہ عزّوجل لطیف اور قائم بالقسط کے ذاتی ترشحات یعنی کلامِ الٰہی میں جو لطافت کی حقیقت کے ساتھ اپنی معنویّت میں متحد ہے۔ نفس ناطقہ کا استغراق بالتدریج لطافت کی حقیقت کو کثافت پر جلوہ گر کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور ان ہر دو حقائق کے کشف وتحمل سے اُن کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل کرتا ہوا اُن میں اعتدال متحقق کر دیتا ہے۔ چنانچہ تنزیلی دستور میں اللہ عزّوجل نے تدریج نزول کو انسانی تدریجی فطرت کی مطابقت فرماتے ہوئے ملحوظ رکھا۔ تاکہ قبول مکمل اور مستحکم ہو۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل)

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا۔ کہ تو اسے انسانوں پر توقف کے ساتھ پڑھے۔ اور ہم نے اسے اتارا اُتارتے اُتارتے۔ (رفتہ رفتہ)

جیسے تدریج نزول انسانی تدریجی صلاحیتِ قبول کی مطابقت ہے۔ ایسے ہی ایمان بالغیب اور اس کا اپنی حقیقت یعنی رویت کے ساتھ تحقق اور فرائض ونوافل وزکوٰۃ وصدقات وغیرہ کی ترتیب اسی تدریجی فطرت قبول کی مراعات ہیں۔ تاآنکہ جب کلامِ حق اپنی نورانی معنویّت کے ساتھ نفسِ انسانی میں متحقق ہو جاتا ہے۔ (جو نفس ناطقہ کے حقائق علوی وسفلی کا کشف وتحمل ہے) اور اس کا اضطراب اطمینان سے اور اس کا ظن یقین سے بدل جاتا ہے۔ اور اس کی تاریکی منوّر ہو جاتی ہے۔ تو وہ اپنی فطرتِ سلیم کے تقاضا سے رجحان کثافت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ جو خلافِ عدل وقسط ہے۔ اور خود کو معیشی اور ملّی ضروریات پر ترجیح نہیں دیتا۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (تغابن)

جو حرص نفس سے بچایا گیا۔ وہی کامیاب ہیں۔

اور وہ اپنے فکرِ صحیحہ کی حقیقت یعنی معرفت الٰہی میں جس کا فہم اس کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ کیونکہ وہی نفس ناطقہ کی نورانی حقیقت ہے۔ اپنے مال وجان اور افکار واعمال کو فطرتاً مستغرق کر دیتا ہے۔ یعنی ہر گونہ حیات میں للّٰہیّت کاملہ فطرت انسانی کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اس کا اعتدال ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (انعام)

تو کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے۔ جو جہاں والوں کا پروردگار ہے۔

مُسلم کی قوتِ نظری نفسِ ناطقہ کے مجموعی صبر یعنی علوی و عنصری حیثیت سے خالقِ حقیقی کی طرف رجوع اور دفعِ موانع سے جب فکرِ صحیحہ یا ایمان ظنّی پالیتی ہے۔ تو یہ ابتدائی کیفیت ہے۔ پھر اس فکرِ صحیحہ کی اساس پر قوّتِ عملی جو ادراکی مبداء اعمال ہے۔ فکر کو بصیر عمل کی طرف متوجّہ کرتی ہے۔ اور قوّتِ تحریک حصولِ مطلوب علوی کے لئے مکارہ مامور پر صبر اور نواہی مطلوب سے صبر کرتی ہے۔ تو یہ نفسِ ناطقہ کی ایسی حیثیّت ہے۔ جس میں قوائے انسانی کا عمل اپنی مُرتّبہ اور مضطربہ حیثیّت کی وجہ سے جو الٰہی روشن نہیں ایسے صبر کو مستلزم ہے۔ جس میں اکراہ ہے۔ اور جوں جوں ترشحاتِ الٰہی میں استغراق بڑھتا جاتا ہے۔ اور کثافت میں صفائی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ لطافت کی نورانی حقیقت تدریج تصفیہ کے ساتھ ساتھ اس میں جلوہ ریز ہوتی جاتی ہے۔ اور اسے استقلال ہوتا جاتا ہے۔ تاآنکہ مسلم کا ایمان ظنّی اپنے نورانی حقائق شہودیہ سے مطمئن اور معتدل ہو جاتا ہے۔ اور حوائج حیاتِ عنصری کی آئینی اور عادل ایفا استقامت پاتی ہے۔ تو اس کی اضطرابی اور تاریک حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ جو تمام انسانی جدوجہد کا مایۂ فساد ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ ج وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنْ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی ؕ (نجم)

نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی اور خواہش نفس کی۔ تحقیق آئی ہے اُن کے پروردگار سے اُن کی جانب ہدایت۔

یعنی ہدایت ظن کو یقین سے بدل دیتی ہے۔ اور ہوائے نفس یعنی ایفائے حوائج حیاتِ عنصری میں اعتدال قائم کر دیتی ہے۔ جو نفس انسانی میں کشف و استقامتِ حقائق علوی و سفلی ہے۔ جو مستلزم تدریج ہے اور تدریج پروردگار کی ذات قدس میں سیر لامتناہی کی استعداد ہے۔ اور وہ نفس ناطقہ کی غیر محدود نورانی وسعت ہے۔ جیسے بمطابق فرمان ربّانی۔

وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا (مریم)

صالحات باقیات تیرے پروردگار کے نزدیک ثواب ہیں اور بہتر لوٹنے والی ہیں۔

تدریج ارتقا کے ساتھ ابدی بقا حاصل ہے۔ کیونکہ روح بخاری روح علوی سے مختلط ہو کر اپنی حیثیت میں ابدی حیات پالیتی ہے۔ جو مدار یوم الجزاء ہے۔ اور موت اُس کے وجود پہ کچھ اثر انداز

نہیں ہوتی۔ وہ صرف انتقال مقام ہے اور روح علوی کے نورانی یا معنوی انکشاف سے نورانیت ہیں جب اُس کے ساتھ روح بخاری کا جنسی اتحاد متحقق ہو جاتا ہے۔ تو تدریجی استعداد کے ساتھ نفس انسانی تا ابد تنویر میں تدریج ارتقا جاری رہتی ہے۔ جو اس تدریجی فطرت سے ہے۔ جس کا تقاضا تنزیل دستور یعنی قرآن حکیم میں تدریج نزول ہے۔ کہ اس پر ایمان اور اس میں مسلسل استغراق کا حکم اس کی تدریجی حیثیت نزول کا قیام ہے۔ کیونکہ استغراق سے اس کی نورانی معنویت وسعتِ لامتناہی کے ساتھ نفس ناطقہ کی نورانی تدریجی استعداد قبول میں متحقق ہوتی رہتی ہے۔ جو روحِ الٰہی کے رُخِ تاباں سے کشفِ حجاب ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ٥ (ص) جب اپنا روح اس میں پھونک دوں۔

اور فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط (شوریٰ) اور اسی طرح ہم نے وحی کی ہے۔ تیری طرف اپنے حکم سے رُوح۔

گویا تنزیل دستور میں تدریج اور احکامِ دستور میں تدریجی مراتب اور نفس انسانی میں تدریجی صلاحیت متحد الحقیقت ہیں۔ جس سے ملتِ اسلامیہ کے پاکیزہ نفوس میں بالتدریج نورانی ارتقا جاری ہے۔ جو دستور مکمل کی معنوی وسعت ہے۔ اور تا قیامت ہر زمانہ کے فرعی مقتضیات کو اپنی نورانی فراست اجتہادیہ سے احاطہ کرتی جاتی ہے۔

تدریج ارتقا

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ٥ (فرقان)

فطرتِ انسانی میں تدریجی استعداد براہین نمایاں سے متحقق ہے۔ مثلاً انسان کی خلقت اس طرح ہے کہ آبِ مُردہ[۱]

---

[۱] اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ٥ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ٥ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ط (مومنون)

سے ایک خون کے لوتھڑے کی صورت اختیار کرتا ہے۔ پھر ایک سخت گوشت کی۔ پھر ہڈی کی۔ پھر گوشت پوست اور انسانی اعضا و جوارح کی تشکیل ہوتی ہے۔ پھر اس کی روح بخاری کے ساتھ روح الٰہی متعلق کر دی جاتی ہے۔ جو وجہ تودلیہ شعور ہے۔ پیدائش کے بعد بچپن میں اس کی شعوری قوت[1] کمزور ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ امتدادِ عمر سے وہ شعور بڑھتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پختہ عمر تک پہنچ کر اس شعور کو استقلال ہو جاتا ہے۔

اسی طرح نفس جماعت بھی اسی تدریجی ترقی کی آئینہ دار ہے۔ ابتدا میں بنی آدم کے اسباب معیشت خورد پوش آلات حرب وغیرہ کو ابتدائی درجہ حاصل تھا۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بالتدریج شعوری ترقی سے آج اس ارتقائی منزل پر یہ سب کچھ پہنچ چکا ہے۔ کہ گذشتہ جماعتیں اس کے تصور سے بھی قاصر تھیں۔ شعور نفس جماعت کی تدریجی ترقی بھی انفرادی شعور کے تدریجی ارتقا کی آئینہ دار ہے۔ جماعتیں نفوس سے مرتّب ہوتی ہیں۔ اور ایک جماعت یا ایک زمانہ کے افراد جب ایک مقام شعور تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو آئندہ نفوس اس مقام ارتقا سے مزید ارتقا کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔

اسی طرح تمام عالم کے افراد کی وسعت اور آبادی میں کثرت اسی تدریجی ترقی پر شاہد ہے۔ علیٰ ہذا افراد یا جماعت کو جب کبھی کسی ایک نقطۂ عمل صلح و حرب پر متفق کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تو پہلے افراد یا جماعت کے اذہان میں مناسب حال انقلاب کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب اذہان میں انقلاب رونما ہو جاتا ہے۔ تو ہنگامۂ عمل کی طرف اقدام ہوتا ہے۔ گویا ظاہری انقلابات درحقیقت ذہنی انقلابات کے نتائج و آثار ہیں۔ اور یہ خیال و عمل کا بالتدریج انقلاب اسی تدریجی ارتقا کا آئینہ دار ہے۔

علیٰ ہذا شرائع سابقہ اور ملل گذشتہ کے متعلق دستور آسمانی کے بعض پہلوؤں کا زیر پردہ رہنا اور نفس زمانہ کی جامعیّت کے ساتھ خاتم النّبیین محمّد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم پر تکمیل دین اور اتمام نعمت نفوس افراد اور نفوس ملل کے شعور میں تدریجی ارتقاء کے حقائق واضح کرتا ہے۔

اسی طرح نفس انسانی میں مکارم و محاسن کی تکمیل جو اعتدال نفس سے متحقّق ہوتی ہے۔ اسی تدریجی ارتقاء کی کیفیّت کو مستلزم ہے۔

نفس انسانی میں لطیف حقیقت علوی اور ثقیل کثافت ارضی کی ترکیب سے ایسی متدرجہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ اگر ابتداءً انوار کلام کے پرتو میں مناسبت ابتدائی سے تجاوز ہو۔ تو یک لخت یعنی بلا تدریج نفس انسانی کا تحمل اس کی فطرت ترکیب کے ساتھ سازگار نہیں ہوتا۔ یہ کیفیّت متدرجہ رفتہ رفتہ

---

[1] مظاہر تدبیر علوی (واقعات دہر) میں تداول شعوری کے نہ ہونے یا کم ہونے کی دلیل سے

نفس کے اندر پر تو حقائق کے لئے موجب استقلال ہوتی ہے۔ یعنی روح علوی کے نورانی کشف سے جو کلام حق کی نورانی معنویت کے ساتھ جنسیت رکھتا ہے۔ روح بخاری بالتدریج منور ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کی متحمل ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کا ثقل مستلزم استقلال ہے۔ پس فطرت مستدرجہ کی دو انفعالی حیثیتیں ہیں۔ پہلی کلام الہٰی کے احکام اور اس کے حقائق کو مراتب ممیزہ کے ساتھ بالتدریج نفس انسانی کا قبول کرنا۔ دوسری ہر مرحلہ پر نفس کے اندر استقلال حقائق کلام اور مسلسل ارتقاء تاکہ لطیف و خبیر کے پر تو انوار کا نفس انسانی بالتدریج متحمل ہو۔ جو اس[1] کی حقیقت ہے۔ اور تیسری اُسے فعالی حیثیت حاصل ہے۔ جو اس کے منکشف روح علوی کا فطری تقاضا ہے[2] تاکہ ان نفوس انسانی پر اس کا نورانی تصرف اثر انداز ہو۔ جو ارواح علوی کے شعوری ترشحات اور اعتراف حقیقت کے ذریعہ علوی و عنصری حیثیت سے اس کے ساتھ متحد[3] ہیں۔ بحالیکہ وہ کلام یعنی کتاب مجید اور اس کی حقیقت یعنی حکمت کا حامل ہے۔ اور یہ حمول وجہ اتحاد ہے۔ اور اس کا یہ تصرف اس کی تدریجی ارتقاء کا غیر منفک خاصہ ہے۔

چنانچہ نفوس و ظل و دہور اور افکار و اعمال اور ان کے نتائج ہیں جو کائنات انسانی کا نظم و نسق ہے۔ اور تمام نظام کائنات ہیں جو اس کا ماحول حیات ہے۔ من جملہ اجرام فلکی کی ضیاگری و ضیا پاشی وغیرہ وغیرہ میں تدریجی ارتقاء نفس انسانی کی اسی تدریجی ارتقاء پر شہادت بینہ ہے۔

کلام الہٰی کا رسول پاک صلی اللہ وسلم پر بالتدریج اور بالتفریق نزول غیب و رؤیت۔ فرائض و نوافل زکوٰۃ وصدقات وغیرہ میں تفریق شب کو نماز تہجد میں ترتیل قرآن پھر دوسری شب کو یہی عمل ایک سانس کے بعد دوسرے سانس کا قلب یا نفس کی مطابقت کے ساتھ ذکر سے فارغ نہ ہونا۔ علیٰ ہذا تسلسل و تواتر سے قرأت تہجد اور ذکر تدریج و تفریق کا فطری نظام ہے۔ جو حقائق کلام سے حقیقت نفس کو منکشف اور مستقیم کر دیتا ہے۔ تدریج نزول اور احکام میں تدریجی مراتب اور تدریج عمل۔ انسانی تدریجی صلاحیت قبول کی مطابقت ہے۔ جو بمطابق فرمان ربانی۔

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ (فرقان)	یہ تفریق وحی اس لئے ہے کہ تیرے قلب کو ہم مستحکم کر دیں اور ہم نے قرآن تجھ پر مہلت اور توقف سے پڑھا۔

[1] لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ [2] اور مرجع فطری عزوجل کے حکم آمر کے تحت بنی نوع انسانی کے رجوع الی المرجع کے تحقیق کیلئے نفوس مجتبین بہ حسب درجات اجتبائیہ سرعت تکمیل مستدرجہ سے یا تکمیل استعداد سے تحقق پاتی ہے۔ [3] زیر عنوانات تعلم و تودد و تزکیہ اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قلب میں ثبات اور استحکام کا ذریعہ ہے۔ اور وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ	رات کو قیام کر لیکن تھوڑا (وہ زمانہ مستثنیٰ ہے جس میں
مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ	مجبوری ہو) نصف شب یا اس سے کم کر یا اس پر کچھ
تَرْتِيْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا	زیادہ کر اور قرآن مجید ترتیل سے پڑھ بالتحقیق ہم
ثَقِيْلًا ۝ (مزمل)	تجھ پر اب بوجھل قول ڈالیں گے۔

ترتیل قرآن پر مداومت جو رفتار عمل میں تدریج ہے۔ حقائق کلام کے بارِ عظیم کو برداشت کر لینے کی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ گویا کثافت و لطافت ممزّجہ کی کیفیت تدریج رفتار عمل میں تدریج کی مطابقت سے ثبات قلب کا موجب ہے۔ جس میں کشفِ لطافت اور تحمّل کثافت کو حقیقت کلام اور اس کے تحمّل کے ساتھ معنوی[1] اتحاد ہے۔ جس میں تدریجی ارتقاء جس پر تدریج عمل اور تدریج قبول شاہد ہے۔ اس کے فعّال ہونے کو مستلزم ہے۔ جو رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم سے الی یوم القیمہ حقائق نفوس انسانی کے کشف و استقامت کا اجرائے مسلسل ہے اور بمطابق آیہ

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ	یہ تذکرہ ہے جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف
اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ (مزمل)	راہ اختیار کرے۔

تمام عالم انسانیت کے لئے صلائے جاریہ ہے کہ کلام الٰہی کو جو تعمیل احکام اور ترتیل سے نفس انسانی کی حقیقت کو کلام حق اور منوّر نفس انسانی ہر دو کے معنوی نورانی اتحاد کی وجہ سے منکشف اور مستقیم کر دیتی ہے۔ رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نفس فعّال سے قبول کریں کہ حضور صلعم کا نفس مبارک "تذکرہ"[2] یعنی کلام الٰہی کے الفاظ و انوار کو براہِ راست اللہ عزّوجل سے اس حیثیت کے ساتھ کہ نبوّت میں فردیت نفس جماعت کی نیم شعوری کیفیت کا تقاضا ہے۔ انفعالاً قبول کر کے صاحب کتاب و حکمت ہے۔ اور اسے فعّال حیثیت حاصل ہے۔ اور نفوس انسانی کا حضور کے نفس فعّال و منوّر کے ساتھ تحقق اتحاد اس کے تصرّف کو فطرت تدریج ارتقا قرار دیتا ہے۔ اور چونکہ روح علوی بفحوائے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (حجر) (جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں) روح الٰہی ہے۔ اور حضور صلعم کے نفس مبارک میں اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ منکشف ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کا تصرّف بمطابق يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (اللہ کا ہاتھ

---

[1] جس پر آیۂ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ اور وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا کا تطابق شاہد ہے۔
[2] اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ط

ان کے ہاتھوں پر ہے) فعّال عزّوجل کا دستِ تربیت ہے۔ جو کلامِ الٰہی کی معنوی نورانیّت ہے۔ اور نفسِ انسانی اپنے کشف و استقامت میں اس کی طرف فطری احتیاج رکھتا ہے۔ پس اس کا تصرف ارواح کی فعّالی حیثیّت کو ملّتِ اسلامیہ میں مسلسل جاری کر دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ — تو کہ اس کو نازل کیا روح القدس نے تیرے پروردگار
بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى — کی طرف سے حق کے ساتھ تاکہ مومنین کو ثبات دے۔
وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ (نحل) — اور ہدایت اور بشارت مسلمین کے لئے۔

یعنی وہ ثباتِ قلب جو رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے وحی اور ترتیل قرآن میں تفریق و تدریج سے مقصود تھا۔ اسی ثبات و استقلالِ قلب کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم سے کلامِ الٰہی کے اخذ و قبول اور اس پر تدریجی مداومت کے ذریعہ انفعالی اور فعّالی حیثیّت کے ساتھ ملّتِ اسلامیہ میں جاری کر دیا گیا ہے۔

پس جب نفس زمانہ میں تدریجی ارتقا سے جامعیّت کے تحقّق پر آج عہدِ مصطفوی صلعم میں تکمیلِ دستور ہو چکی اور تمام اصُول ہائے ہر گونہ حیات کو اسلام کے دستورِ کامل نے احاطہ کر لیا تو فرعی وسعت کے پیشِ نظر جو نفسِ دہر کا تدریجی تقاضا ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کے مستحکم اور ثابت نفوس کو جنہیں تفریقِ قرآن یعنی مداومتِ عمل سے ثباتِ قلب حاصل ہے۔ اس دستور کے نفاذ کے ساتھ فروعِ امور میں اجتہاد کا حق عطا کر دیا گیا۔ جو تکمیلِ دستور کی تدریجی ارتقا ہے۔ جو قیامت تک جاری رہے گی۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا — اسی طرح ہم نے تمہیں اُمّتِ وسط بنایا ہے کہ تم لوگوں
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ) — پر گواہی دو اور رسول تم پہ گواہ ہو۔

کتابِ مجید کے ساتھ جو دستورِ کامل ہے۔ میزان العدل (اسوۂ حسنہ نبوی اور تواتر و تسلسل استدلال یعنی دلیل اتحاد) سے جو ملّتِ اسلامیہ کے وسط و عدل پر رسُولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شہادت ہے۔ کافّۃ النّاس کے کے اعمال کا احتساب تمام عالم پر اللہ عزّوجل کے روبرو ملّتِ اسلامیہ کی گواہی ہے۔ جو فروعِ اعمال یعنی فقہ و اجتہاد کو مستلزم ہے۔ اور اس کا وسط یا عدل جو جامع ہر گونہ امر بالعدل ہے۔ حق اجتہاد ہے۔ کیونکہ اس کے نفسِ معتدل کے ترشّحات اس کے فطری تقاضا سے عدل و وسط ہیں۔ پس مسلم عادل کی ہر جنبش لب ہر حرکت و سکنت قانون ہے۔ اس کا اعتدال مفتنِ حقیقی قائم بالقسط نورٌ علیٰ نُور کے نور و عدل کا پرتو ہے۔ اور یہی تکمیلِ دستور کی تدریجی ارتقا ہے۔ جو اس حدیث نبوی سے مقصود ہے۔

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللّٰہ (ترمذی) مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

گفتۂ او گفتہ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

تدریج انحطاط

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (ن)

تدریج انسانی فطرت ہے۔ جیسے تدریجی ارتقا ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح تدریجی انحطاط رونما ہوتا ہے۔ شباب سے پیری کی طرف رجوع جسم حیوانی میں تدریجی انحطاط ہے۔ مگر چونکہ شعور انسانی روح علوی کا ترشح ہے۔ جس کی حقیقت نور ہے۔ اور کشف چاہتی ہے۔ اور عنصری ترکیب کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور اس کا روح بخاری سے تعلق عناصر میں اس کے عمل کو مستلزم ہے۔ اس نے تجربات اور امتداد عمر سے واقعات روزگار کا تداول جو پرتو تدبیر و نظم علوی کے مظاہر ہیں۔ اس شعور کی عنصری جولانگاہ میں اس کی سرعت اور استقلال کا موجب ہوتا ہے۔ پس جیسے شعور انسانی کا عمل عناصر میں جب تک ترکیب عنصری درست رہتی ہے۔ امتداد عمر سے بڑھتا جاتا ہے۔ اسی طرح شعور کی نورانی تکمیل کے لئے جد وجہد پر اس میں وسعت یا تدریجی ارتقا مسلسل جاری رہتا ہے۔ اور اس پر انحطاطِ عناصر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی یہ ارتقاء نفس ناطقہ کی نورانی حقیقت میں ہے۔ اور بصورت دیگر تخریب فطرت سے روحِ علوی کے نورانی انکشاف میں ارتقاء کی تدریجی استعداد فنا ہو جاتی ہے۔ اور اس کا شعور جو روحِ علوی کا ترشح ہے۔ روح بخاری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے صرف عنصریات میں اپنا شعوری کام انجام دیتا ہے۔ اور جب ترکیب عنصری امتدادِ عمر سے خلل پذیر ہو جاتی ہے۔ تو عنصریات میں شعوری انحطاط بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اور روحِ علوی کی حقیقت فَقَعُوْا لَهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں) چونکہ نورٌ علیٰ نور کے انوار سے مایہ دار ہے۔ اس لئے روح علوی کا علویات میں انحطاط اس طرح رونما ہوتا ہے کہ اس کا رُخ تاباں جو کثافت کے پردۂ غیب میں پنہاں ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور عزّ وجل کے پرتو انوار سے کثافت کے منور اور روشن پردہ میں چمکنا چاہتا ہے۔ اپنے اس لطیف تقاضا کو جو اس کی فطرت ہے۔ صرف عنصریات کے لئے مخصوص کر دے۔ جو اس کا ماحول ہے۔ اور ان کو چشم عنصری دیکھتی ہے تو وہ پردۂ کثافت اپنی تاریکی میں شدید ہوتا جاتا ہے یعنی شعور کا ہر عنصری انہماک اس شدت میں اضافہ کا موجب ہوتا ہے۔ اور یہ اس کی تدریج انحطاط ہے۔ حتیٰ کہ وہ تقاضائے لطیف اس تاریکی میں ہمیشہ کے لئے ناپید ہو جاتا ہے۔ اور یہ انسانی شعور کی علویات میں موت ہے۔ جب واقع ہو جاتی ہے۔ تو نفس انسانی اپنی اس حیثیت کو کھو دیتا ہے۔ جس پر اُسے پیدا کیا گیا ہے۔

اور اُسے اپنی شعوری موت کا کچھ علم نہیں ہوتا کہ کیا ہوگیا ہے۔ اور وہ ہوا و ہوس کے دریائے پُرشورش میں بہتا ہوا احساسِ ساحل سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

فَذَرْنِی وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ ط سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ (ن)	پس چھوڑ دے مجھے اور اس شخص کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے۔ ہم ان کے ساتھ تدریج اختیار کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ انہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی کرّم اللہ وجہ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایمان سفید نقطہ کی صورت میں قلب پر نمودار ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا جاتا ہے۔ وہ سفیدی بھی بڑھتی جاتی ہے پس جب ایمان مکمل ہو جاتا ہے تو قلب بھی بالکل سفید ہو جاتا ہے۔ اور نفاق ایک سیاہ نقطہ کی صورت میں قلب پر ظاہر ہوتا ہے۔ پس جوں جوں نفاق میں زیادتی ہوتی جاتی ہے وہ سیاہی بھی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ جب نفاق مکمل ہو جاتا ہے تو قلب بھی بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ ...... الخ

گویا تدریج ایک اصول ہے یا ایک فطرت ہے۔ جو نفوسِ انسانی اور نظام ہر گونہ حیات میں اور ماحول حیاتِ انسانی میں جاری و ساری ہے۔ جیسے قوموں کے اذہان میں جب انقلاب آجاتا ہے۔ تو عالمِ واقعات میں انقلاب اسی ارتقائے تدریج کا ایک ارتقائی زینہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب قوموں کے اذہان میں انحطاط کی جانب رجوع شروع ہو جاتا ہے تو زوال اور رجع القہقری اسی تدریجی انحطاط کی آئینہ دار ہے۔ صبح دوپہر آخر روز پھر غروب آفتاب پھر غروب سے تاریکی کی طرف رجوع اور نصف شب کے بعد روشنی کی طرف عود حتیٰ کہ طلوعِ فجر اور تقدیرِ آفتاب و ماہتاب ان کی تمازت اور روشنی کی بالتدریج ترقی اور انحطاط اس تمام نظام میں اصول "تدریج" کارفرما ہے۔ علیٰ ہذا ابتدائے گرما و سرما اور ان میں شدّت اور پھر انحطاط اور تبدیلیٔ موسم نظامِ کائنات میں تدریج ارتقاء و انحطاط پر دلیل روشن ہے اور اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ط (آل عمران)	اور یہ ایام ہم انہیں انسانوں میں باری باری پھیرتے ہیں۔

یہ تداولِ ایام اسی تدریجی ارتقاء و انحطاط کے انقلابی مظاہر ہیں۔
نیابت یا خلافتِ الٰہی کے بعد کہ صرف اسے ہی وراثتِ ارض کا جائز استحقاق ہے دستور ... کو مانتے ہوئے اس پر عمل میں تقصیر یا اس کی ہر گونہ تکذیب کے باوجود انسانی گروہوں ... سلطنت کا بقا اسی تدریجی انحطاط کی وجہ سے ہے اور اس انحطاطی دور میں ان کا باہم غالب و مغلوب ہونا ان کے انفرادی اور جماعتی شعور کے عنصریات میں ارتقاء و انحطاط

سے واقع ہوتا رہتا ہے۔ جو ان کے درمیان تداولِ ایّام کا ایک پہلو ہے

پس آج خاتم النبییّن محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مبارک میں جو قیامت تک جاری ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کے حکیم اور عادل اور شجاع اور عقیدت گروہ پر بمطابق آیۂ استخلاف سورۂ نور خلافت الٰہی کے وعدہ کا تحقق جب ہو۔ تو وہ انحطاطی دور کو ختم کر دیتا ہے۔ جن کے نفوس خلیفۃ اللہ فی الارض محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نفسِ فعّال کے ساتھ بواسطہ ہائے مسلسل ارواح علوی کے شعوری ترشحات کے ذریعہ اعترافِ حقائق سے جو علوی و عنصری حیثیت سے موجب اتحاد ہے۔ متحد ہیں۔

وہ اعتدال نفوس اور دستور عدل و قسط و وسط سے جس کے وہ حامل و وارث ہیں۔ اسلام کے نظام عدل پر کہ وہ کثافت و لطافت انسانی کا اعتدال یا آئینی انضباط ہے۔ جو تدبیر منزل اور سیاست مدن میں فطرت عدل ہے۔ اور تسلسل و اجرائے تعدیل کے اہتمام سے مایہ دار ہے۔ استخلاف فی الارض کی شوکت کے ساتھ شاہد ہیں۔ کہ وہ الیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃ تدریج انحطاط سے محفوظ ہے۔ اور تاریک دورِ انحطاط کو آفتابِ خلافت کی ضیا پاشیوں سے روشن اور منور کر دیتا ہے۔ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (فتح)	وہ ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے اسکو تمام دینوں پر غالب کر دے۔

خیمہ چوں در وسعتِ عالم زند — ایں بساطِ کہنہ را برہم زند
زندگی را می کند تفسیرِ نو — مے دہد ایں خواب را تعبیرِ نو (اقبالؔ)

استخلاف فی الارض

لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور)

اس مستخلف قائم بالقسط عزّ وجلّ نے جس کا دست خلق و قدرت ملکوت ارضی و سماوی پر بالقسط قاہر و غالب ہے۔ انسان کی ترکیب خلقت میں حقائق سفلی و علوی کے اجتماع سے خلافت ۔۔ متحقق فرمائی۔ وہ عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِی جَعَلَکُمْ خَلَآئِفَ الْاَرْضِ ؕ (انعام) — اور اسی نے تم کو زمین میں خلفاء بنایا ہے۔

یہ استعداد ہے۔ جس کا قیام بالقسط استخلاف مخصوص و فرد کے حصول کی قابلیت ہے۔ اور خلیفۃ اللہ کے قہر و غلبہ پر دلیل قاہر ہے۔ جیسے اپنے عہد میں استخلاف فی الارض کی شوکت کے ساتھ تمام عالم میں فردیت حاصل ہوتی ہے۔ مستخلف عزّوجل فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؕ (نور)

اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔ اور اُن کا عمل صالح ہے۔ ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کریگا۔ جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔ اور ضرور اُن کا وہ دین جو ان کے لئے اس نے پسند کر لیا ہے۔ ان کے واسطے مستحکم کر دے گا۔ اور ضرور اُن کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ وہ عبادت کرینگے۔ میری اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ جو اسکے بعد کفر کریگا۔ (اُن کی خلافت سے انکار کریگا) وہ فاسقین ہیں۔

کثافت ارضی کو نفس انسانی میں اس عزّوجل نے کمال اعتدال سے ترکیب دی۔ کہ وہ اپنی خلقی نسبت کے ساتھ جو مستخلف عزّوجل کی طرف فطری رجوع کا سبب ہے۔ اعتدالی نسبت سے حقیقت علوی کی محل ہے۔ جو روح مستخلف ہے۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ..... (حجر) — پس جب میں اسے استوار کر چکوں اور اپنے رُوح سے اس میں پھونک دوں۔

یعنی یہ خلافت عامہ حقائق مخلوق کے ساتھ علوی پرتو کے نفس انسانی میں اجتماع سے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ عزّوجل کی صفت ارادی کے پرتو کو مستلزم ہے۔ جس کا ارادہ تمام مخلوقات میں تخلیق و تدبیر کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ گویا یہ استعداد با کیفیت ترکیب حقائق جو تمام نوع انسانی میں مشترک ہے اور جس کی وجہ سے تمام ملکوت کو اس کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اور سب اسی کے لئے مصروف عمل ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ (نحل) — اور اسی نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور ستارے بھی اس کے

حکم سے تمہارے لئے مسخر ہیں۔

فردیّت خلافت کی بنیاد ہے اور اسے فردیّت خلافت کے ساتھ اسی نسبت کی نیابت حاصل ہے۔ جو تمام مخلوقات ارضی و سماوی کو خالق حقیقی عزّوجل کی الوہیت سے ہے۔ اور یہ حقیقت استخلاف کا تقاضا ہے۔ کیونکہ متخلف ملیٌّ الکبیر عزّوجل ہے۔ جو تمام ملکوت ارضی و سماوی کا خالق ہے۔ اور یہ استعداد علوی پرتو کے ساتھ حقائق جملہ مخلوق کا متخلف عزّوجل کی طرف سے نفس انسانی میں تودیعہ ہے۔ جو اس کے لئے فردیّت خلافت کے ساتھ کہ وہ الوہیّت کی نیابت ہے اس نسبت کی نیابت کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو الوہیّت کے ساتھ جملہ مخلوق کو ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَالِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اسی شوکتِ عظمیٰ پر شہادت ہے۔ نیز حقائق علوی و سفلی کو جو نسبت اپنے کشف و استقامت سے ہے۔ وہی نسبت اس خلافت کو اپنی حقیقت یعنی فردیّتِ خلافت کے ساتھ ہے۔ کیونکہ یہ حقائق علوی و سفلی استعدادِ فردیتِ خلافت ہیں۔ اور فردیتِ خلافت اُنکے نورانی کشف و استقامت یا ہردو کے قسط (اعتدال) سے مشروط ہے۔ اسلئے کہ حقیقتِ علوی روح متخلف ہے۔ اور کثافت ارضی اسکا محل ہے۔ اور متخلف نورِ خالی از نور اور قائم بالقسط ہے اور مقام استخلاف ارض ہے۔ پس ضروری ہے کہ ان ہر دو حقائق کے کشف و استقامت کے ساتھ تحقق فردیّت خلافتِ الٰہیہ اور زمین میں اس کا نفاذ مشروط ہو نیز اسی وجہ سے حقیقت علوی اور کثافت ارضی کا نفس انسانی میں کشف و تحمل متخلف عزّوجل کی طرف سے انسان کے لئے مقصدِ استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے۔ اور یہ مبادیات تقوی و فجور کا اعتدال ہے۔ گویا الہامِ[1] فجور و تقوےٰ خلافت الٰہیہ کی اساس و استعداد ہے۔ جس کی تعدیل یا تکمیل تزکیہ سے مشروط ہے۔ جو کثافت ارضی کو اس کی تصقیل سے تحمل نور کے لئے مستعد کر دیتی ہے۔ اور روح علوی یا تقویٰ اپنی حقیقت کے ساتھ اس پر منکشف ہو جاتا ہے اور حوائجِ حیاتِ عنصری کی ایفا میں اعتدال محقق کر دیتا ہے۔ اور یہ استحقاق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے کہ وہ خلافت الٰہیہ کا ترشح قوت ہے اور باعثِ فلاحِ نوعِ انسانی ہے۔ اور ربوبیت الٰہی کا تقاضا ہے۔ اور اس کے لئے یہ نیابت الٰہی سطحِ ارض پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ جو مزرعِ انسانی کا حاصل و ثمر ہے۔ اور اس کی استعداد سے احسن الخلق نوعِ انسان مشرّف و مکرّم ہے۔

---

[1] فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (والشمس)

تمام مخلوقات اس خالق حقیقی کی ضع وقدرت پر دلیل روشن ہیں ۔ اس لئے لابد ہے
کہ حقائق علوی وسفلی کا نفس انسانی میں اجتماع اس کی استعداد استخلاف پر دلیل ساطع ہو۔
علیٰ ہذا اس نورٌ علیٰ نور کی ربوبیت اور رحم اور قدرت احتساب اس کے لئے اختصاص
حمد پر حجت قاطع ہے ۔ پس بلاشبہ ان حقائق علوی وسفلی کا کشف واستقامت یا اعتدال
تمام کائنات انسانی کو اپنے سامنے جھکا لینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ کشف واستقامت
اللہ عزوجل قائم بالقسط کی ذاتی وصفاتی تجلیات ہیں۔ اور کائنات انسانی بہ تودیعۂ الٰہی اجتماع
حقائق علوی وسفلی ہے۔

اور چونکہ اللہ عزوجل کی طرف سے نفس انسانی میں اجتماع حقائق علیہ وسفلیہ اس کے
لئے تمام نظام ملکوت کی تسخیر کا موجب اور دلیل ہے ۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان حقائق کا
کشف واستقامت حقیقت تسخیر اس کے سامنے روشن کرے ۔ اور خلیفۃ اللہ کے ساتھ اس روشن حقیقت تسخیر کو اس
نسبت کی نیابت حاصل ہو جو مستخلف عزوجل کے ساتھ تمام نظام ملکوت کو ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ تمام نظام
ملکوت نوع انسانی (خلائف الارض) کے لئے مسخر ہے ۔ چنانچہ آیۂ ذیل اسی حقیقت پر شہادت ہے ۔

وَ اُوتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ ط (النمل) ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا۔ (خلیفۃ اللہ فی
الارض حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔)

اور نفس انسانی میں حقیقت علوی کا کشف جو اس کی نورانی معنویت ہے اور کثافت کا
تحمل انوار جو اس کی استقامت ہے اور نفس انسانی کی مجموعی استقامت کی آئینہ دار ہے۔
نفس ناطقہ کا اعتدال ہے ۔ جو مستخلف حقیقی قائم بالقسط کے ترشحات ذاتی یعنی کتاب مجید سے
جو مستخلف کا دست تعمیر ہے ۔ نفس انسانی میں بالتدریج متحقق ہوتا ہے ۔ اور انفعالی اور
فعالی[1] حیثیت کے ساتھ جو تقاضا ئے تدریج ہے ۔ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ
علیہ وسلم کے ذریعہ مسلسل ومتواتر الیٰ یوم القیمۃ ملت اسلامیہ یا امت وسط (عدل) میں جاری ہے

---

[1] لابد ہے کہ خلیفۃ اللہ کے الفاظ اس حقیقت کے ترجمان ہوں ۔ جو تمام اشیاء یعنی ملکوت ارضی
وسماوی دنیا وآخرت میں جاری وساری ہے اور ملکہ سبا کے متعلق ہدہد کا یہ قول اُوْتِیَتْ مِنْ
کُلِّ شَیْءٍ (النمل) صرف عنصری اسباب کے اجتماع کی ترجمانی کرتا ہے ۔ جسے اس کی عنصری آنکھوں
نے دیکھا۔ [2] عنوان تدریج ارتقا اور تودد ۔ تزکیہ ۔ تعلم مطالعہ فرمائیں ۔

پس جب وہ مستخلف عزّ وجل نفس زمانہ کے انحطاطی[1] تقاضاؤں کی دلیل سے استخلاف فی الارض کا فیصلہ فردّیت کے ساتھ ناطق فرما دیتا ہے جو نفس تدبیر و قدرت کا تقاضا ہے۔ (کیونکہ الوہیّت میں وحدت پر اللہ عزّ وجل تسلسم کائنات کے استحکام کو دلیل قائم فرماتا ہے۔ اس لئے استخلاف فی الارض جو الوہیّت کی نیابت ہے۔ ضرور مستلزم فردیت ہے۔) تو عمومیّت کو فردّیت اور الفاظ کو معنویت اور نور کو قوّت کے ساتھ جمعیّت حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی حکیم اور عادل اور عفیف اور شجاع خلیفۃ اللہ فی الارض علم کامل یعنی حکمت سے اور قیام بالاعتدال یعنی عدالت سے اور انوار مستخلف کی روشنیوں میں یعنی عفت سے اور قاہر قدرت کبریائی یعنی شجاعت سے شمشیر صاحب جنگ شدید کے ساتھ تقاضائے حقائق علوی و سفلی (جو مضمون خلائف الارض اور اساس استخلاف فی الارض ہیں) کی ایفائے عادل یعنی کشف و استقامت کو دفع موانع سے سطح ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔

فرد کے نفس ناطقہ کا ماحول قوائے اربعہ ہیں۔ جن کا تدریجی اعتدال دفع موانع چاہتا ہے اور وہ اس کی عادل مندرج قوتِ غضبی کا عمل ہے۔ یہ انفرادی فعل ہے۔ جو فطرتِ اعتدال نظام منزل و مدن ہے۔ (جو وحدت مرجع نسلی کی شہادت کے ساتھ منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے) مدن اجتماع افراد ہے یا تشکیل جماعت ہے۔ جو وحدتِ مرجع شعور کی شہادت کے ساتھ نفوس افراد کے شعور کا فطری تقاضا ہے۔ اور اس کی ترتیب اور قیام و استحکام کے راستہ سے دفع موانع ان قوی اسباب کے ذریعہ ممکن ہے۔ جن کے اجتماع سے حیات جماعت وابستہ ہے اور ان کی قوّت جو روحِ اجتماع ہے مستلزم شمشیر ہے۔ یہ ایک کلیّہ ہے۔ پس شمشیر دفع موانع سے اس جماعت اور اس کے نفوس میں استحکام و استمرار عدل کا ذریعہ ہے۔ جو عدل کی بنیادوں پر قوّت کے ساتھ دفع موانع کرتی ہوئی مجتمع ہوتی ہے تاکہ کوئی خارجی مؤثر کسی نوعیت سے اس پر اثر انداز نہ ہو۔ اور یہ اجتماعی حیثیت سے نفوس افراد میں اعتدال کا استحکام و استمرار ہے۔ جو افراد کے ماحول حیات کو اس کے ساتھ سازگار رکھتا ہے

اور اس عادل جماعت کا فرط سے متاثر نہ ہونا مفرط موانع کے دب جانے کو مستلزم ہے جو صرف غلبۂ اعتدال کا نتیجۂ قاہرہ ہے جو اساس عدل پر استوار نوعِ انسانی کے ساتھ ملت کامل فی العدل کی جانب سے اخوّت رحیم کے تقاضا ہائے تودّد کی ایفائے فعال ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے

---

[1] تدریجِ انحطاط مطالعہ فرمائیے

وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ (توبہ) (۳۰) پر پوری آئت ملاحظہ ہو) اور وہ (غیر معتدل اور مفرط جماعتیں) ذلیل ہو کر رہیں۔

پس اُن کا احساس فروتری اُن کے اذہان کو اعتدال کی طرف جھکا دیتا ہے[1] جو قبول اعتدال کی استعداد انفعالی ہے اور وسعت اعتدال کا ذریعہ ہے جو شمشیر کی اس حرکت کو مستلزم ہے جو تمام قوی اسباب کو ایک مرکز پہ جمع کرتی ہوئی مفرط جماعتوں کو دبا دیتی ہے اور اعتدال کو مستحکم کر دیتی ہے جو اس قائم بالقسط عزوجل کے اعتدال کا پرتو ہے اور اسی کی طرف عزوجل کا [illegible] ہے اور جو [illegible] کے تہذیب ختم اسلام مکمل ہے۔ جو خلیفۃ اللہ فی الارض کی شمشیر سے موانع کو ہٹاتا ہوا سطح ارض پر متمکن ہو جاتا ہے۔ خلافت الٰہی اللہ عزوجل کی نیابت ہے۔ اس لئے اس کے علم اور غلبہ کے پرتو کو مستلزم ہے۔ اور جیسے علم کی تکمیل کا ذریعہ نفس ناطقہ کا قیام بالقسط ہے جو مدعائے ارسال رسل و نزول کتب ہے۔ غلبہ کی تکمیل جو قیام بالقسط کا غلبہ ہے شمشیر سے متحقق ہوتی ہے۔ جو قوت کی روح رواں ہے اور اجتماع اسباب حیات جماعت کا مرکز ہے۔ گویا شمشیر خلافت الٰہیہ کا ایک اہم رکن ہے۔ جو مقصد نزول کتب و ارسال رسل کو زمین میں دفع موانع سے تمکین دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرمایا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (حدید)

تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات ظاہرہ کیساتھ اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔ اور اُن کے ساتھ لوہا نازل کیا (تلوار) جس میں شدید جنگ ہے۔ اور اس لئے کہ اللہ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے مرسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ تحقیق اللہ قوی اور غالب ہے۔

خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علوم کتاب و حکمت جو مضمون نبوت و خلافت ہے جلیل القدر صحابہ کرام کے صدر مبارک میں ودیعت فرمائے۔ اور شمشیر کے ذریعہ ان تمام موانع کو ملت اسلامیہ کے اجتماع و ترتیب کے جادۂ پُرشوکت سے ہٹا دیا۔ اور اس کے نفوس میں قیام بالقسط کو اجتماع ملی کے ذریعہ استحکام و استمرار بخشا۔ آپ سے صدیق اکبرؓ نے اختتام نبوت کے ساتھ کمالات نبوت یعنی صدیقیت کے ہم دوش خلافت الٰہی کا شرف پایا (علیٰ ہذا فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمانؓ اور علی ابن ابی طالبؓ) اس منصب کبریٰ پر فائز ہوئے (صحابہ پر مضمون کتاب و حکمت کی تکمیل کہ وہ منجملہ کمالات نبوت حامل تزکیہ

---

[1] کیونکہ فروتری کا سبب فرط ہے اور تحقق فضل کا ذریعہ عدل ہے۔

وتعلّم ہے۔ صحابہ کے مزکّی ومعلّم ہونے کو مستلزم ہے۔ جو موجب تسلسل ہے۔ اور اسی طرح[1] وَیُزَکِّیہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کا مضمون تمام ملّتِ مصطفویہ کے لئے مقصد عمومیت کو مکمل کر دیتا ہے جو ہر دہر اور ہر عہد کو محیط ہے۔ اور اہتمام تسلسل تزکیہ وتعلیم کا آئینہ دار ہے اور سطح ارض پر میزان العدل کا اجرائے متواتر ہے۔ یا اس کا قیام مستقل ہے اور علماً وعملاً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مبارک سے وابستگی کی دلیل کے ساتھ استحکام اعتدال کا ذریعہ ہے۔ اور کافۃ الناس کی طرف رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مضمون بعثت کی تکمیل پر شہادت دیتا ہے۔

پس جب اللہ عز وجل زمین پر ملتِ اسلامیہ کے دورِ آخرین میں آیت استخلاف کا منشا پورا کرنا چاہیں جس پر معجز اور صحیح احادیث نبوی صلعم شاہد ہیں۔ مشکوٰۃ باب ثواب ہٰذہِ الْاُمَّت میں حضرت انس اور حضرت جعفر عن جدّہ عن ابیہ یعنی دو سلسلۂ اسناد سے یہ مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ میری اُمّت بارش کی مانند ہے۔ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس کا پہلا حصّہ بہتر ہے یا آخری حصّہ نیز بر روایت عبد الرحمٰن ابن علاء الحضری اسی باب میں یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اس اُمّت کے آخر میں ایسے لوگ ہونگے۔ جن کا اجر اس کے اولین (خلافت راشدہ) کی مانند ہو گا۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ اور اہل فتن سے لڑیں گے۔ یعنی ملّتِ اسلامیہ کا گروہ اوّل مضمون استخلاف فی الارض کا حامل ومصداق تھا۔ اس نے قیام بالقسط کو زمین میں تمکین دی اور مفرط موانع کو شمشیر کے ذریعہ جادۂ اعتدال سے ہٹا دیا۔ اسی طرح دورِ مصطفوی کا عہد آخرین قوت استخلاف فی الارض کے ہمراہ ہیبت شمشیر کے ذریعہ تمام روئے عالم پر قائم بالقسط کی حیثیت سے ضرور چھا جائے گا۔ خیر[2] اُمتی اولہا واخرہا وفی وسطہا الکدر اسی حقیقت عظمٰی کی وضاحت ہے تو لابد ہے۔ کہ خلیفۃ اللہ کے صدرِ مبارک میں بواسطہ ہائے مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے صدرِ پاک سے علوم کتاب وحکمت وارد ہوں۔ جو کائنات انسانی کے قیام بالقسط کا ذریعہ ہیں کہ اسی قیام اعتدال کے لئے مرسلین مبعوث ہوئے۔ اور اسی جادۂ اعتدال سے دفع موانع کے لئے خلافت الٰہیہ کی شمشیر حرکت کرتی ہے تاکہ خلیفۂ حق ملّت اسلامیہ کے قائم بالقسط اجتماع کو متحقق کرتا ہوا (جو قصر خلافت ہے) اور اس کے افراد خلیفۃ اللہ کے ذریعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے دست مبارک

---

[1] ان کو پاک کر دے اور کتاب وحکمت سکھا دے۔ (ترجمہ)

[2] میری اُمّت کا بہتر اس کا اوّل وآخر ہے اور اس کا درمیان

پر مجتمع ہو کر اپنے نفوس کو قیام بالقسط سے منور کرتے ہوئے ارکین خلافت الٰہیہ یعنی مفرط موانع کو قوتِ شمشیر کے ساتھ اس کے جادۂ مستقیم سے ہٹا دے۔ اور وہ اپنے عہد میں بمطابق کَمَا اسْتَخْلَفَ[1] الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ آدم دوراں[2] ہو یا موسیٰؑ عہد ہو یا داوٗد[3] روزگار ہو یا سلیمان زمانہ ہو اور وہ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا[4] اور مضمون[5] وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[6] کا مصداق کامل ہو یعنی مسلم حکیم ہو اور[7] كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ اور[8] فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ کا مصداق ہو۔ یعنی مسلم عادل ہو اور مضمون[9] وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور[10] وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ سے منور ہو۔ یعنی مسلم عفیف ہو اور مضمون[11] وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اور[12] وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ کی قوتِ شمشیر سے تصدیق کر دے۔ یعنی مسلم شجاع ہو۔ الحاصل بمطابق[13] وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ط۔ اس کے نفس ناطقہ میں حقائق علوی و سفلی کے کشف و استقامت سے اس کی حکمت اور اس کی فیصل قوتِ بیانیہ اور اس کی شمشیر (حدید) اپنے اسباب معادن کے ساتھ شجاعت قاہر سے قصرِ خلافت کو بنیادِ مستحکم پر تشدید کر دے۔ یعنی وہ صحرائی عرب محمدؐ رسول اللہ خلیفہ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم سے کمالاتِ نبوت و خلافت کا اختتام نبوت پر اس وراثت کو ذیلی قائم کرتے ہوئے وارث ہو۔

گر شتر بانی جہاں بانی کنی ۔۔۔ زیب سر تاج سلیمانی کنی

نائب حق در جہاں بودن خوش است ۔۔۔ بر عناصر حکمران بودن خوش است

صد جہاں مثل جزو و مثل کل ۔۔۔ روید از کشت خیال او چو گل

جلوہ اش خیزد ز نقش پائے او ۔۔۔ صد کلیم آوارۂ سینائے او

خشک سازد ہیبت او نیل را ۔۔۔ می برد از مصر اسرائیل را

(اقبالؒ)

---

[1] جامع الصغیر سیوطی جس طرح ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔ [2] اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (بقرہ) [3] يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (ص) [4] آدم کو اس نے سب نام سکھا دیئے (بقرہ) [5] اور ان کو پاک کر دے اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے (جمعہ) [7] قائم بالقسط ہو جاؤ (نساء) [8] لوگوں کے درمیان حق سے حکم کر (ص) حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے فرمایا [9] تحقیق اسے (داؤد) کو ہمارے نزدیک بڑا مرتبہ اور اچھی منزلت ہے (ص) [10] اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں (انعام) [11] ہم نے اس (داؤد) کے لئے لوہا نرم کر دیا (سبا) [12] ہم نے لوہا نازل کیا (تلوار اور اس کے اسباب معادن وغیرہ) (حدید) [13] ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا۔ اور اسے ہم نے حکمت اور فیصلہ کر دینے والی قوتِ بیانیہ عطا کی (ص)

اجتہاد اور نفاذ امر

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

(آل عمران)

خالق و مدبر حقیقی اللہ عزوجل قائم[1] بالقسط یا بالعدل ہے۔ اور بنی نوع انسان کے لئے بحیثیت خلائف[2] الارض قیام بالقسط مقتضائے فطرت انسانی ہے اور وہ اس عزوجل کی کامل ادراکی و تحریکی تصدیق سے نفس انسانی میں متحقق ہوتا ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ (نساء)

اے مومنین قائم بالاعتدال ہو جاؤ (کونوا امین ادراکی و تحریکی تصدیق کا حکم ہے۔ جو کمال ایمان و عمل صالح ہے اور اعتدال ادراک و تحریک سے جسے رؤیت و استقامت کہنا چاہیے۔)

وہ اللہ عزوجل اپنی ذات کے علم سے اپنی الوہیت میں فردیت پر شہادت دیتے ہوئے جملہ مخلوقات ارضی و سماوی میں قائم بالقسط ہے اور نفس انسانی کو جو جامع حقائق علوی و عنصری ہے۔ افتتاح[3] اعتدال کی بنیاد پر کشف و استقامت کا حکم دیتا ہے۔ جو نفس انسانی کا قیام بالقسط ہے۔ یعنی بروح علوی کے رخ تاباں سے کشف حجاب ہے اور استقامت نفس سے اس کا ہر گونہ امر بالعدل ہے۔

جملہ موجودات کے متعلق اللہ عزوجل کا ارادہ تخلیق اور اس کا ایفا اور ان کے جملہ خلقی جزئیات کی صحیح تنصیف اور نظام کائنات میں ارض و سما اور موجودات ارضی و سماوی کی غیر متبدل اور غیر مختل تعین و تقدیر جو اعتدال تخلیق و نظام کی تجلی ہے۔ اللہ عزوجل کا مخلوقات میں قیام بالقسط ہے۔

پس اس عزوجل نے خلائف الارض یعنی انسان کی ترکیب خلقت میں جو اس کے قائم بالقسط دست قدرت سے بحیثیت احسن الخلق استوار ہے۔ ہر دو گونہ حقائق کے اجتماع سے قیام

---

[1] شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ملائکہ اور صاحبان علم اور وہ قائم بالقسط ہے (یعنی اللہ عزوجل) [2] وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ (انعام) [3] چونکہ فکر (صفحہ ۶۸ پر)

بالقسط کی بنیاد قائم فرمائی۔ اور وہ کثافت ارضی اور حقیقت علوی کی ودیعت ہے۔ جو نفس انسانی میں خلقی ترازو کے دونوں پلڑے ہیں۔ اور اس حقیقت قیام بالقسط کے بالقوہ حامل ہیں۔ جو آیۂ[1] وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کے لحاظ سے مقصود ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور کے پر تو انوار سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ کشف و استقامت حقائق علوی و سفلی کا نور و تحمل ہے اور ہر دو حقائق کی ایفاء سے نفس انسانی میں تنصیف فطرت کی بروئے وزن کامل راستی و استقامت ہے۔ جس کی نورانی حقیقت معرفت الٰہی ہے۔ جو کثافت پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور اللہ عزوجل کی الوہیت میں فردیت پر شہادت کے ساتھ جامع جملہ فضائل اور ہر گونہ امر بالعدل ہے۔ اور شرط[2] استخلاف فی الارض ہے۔ گویا خالق و مدبّر حقیقی عزوجل کا قیام بالقسط جو اپنی الوہیت پر شہادت کے ساتھ تخلیق و تدبیر عالم میں جاری و ساری ہے۔ من جملہ دن رات کی گردش اور ان کے اختلاف اور اُن کے تسلسل سے تنصیف و تعدیل اوقات اور تقدیر آفتاب وعودِ ماہتاب سے دن رات مہینوں اور سالوں اور موسموں کے نظام میں تعدیل صحیح الحاصل یہ تمام نظام مقدرہ کائنات صرف اسی احسن الخلق کے لئے ہے۔ جس کی فطرت اساس قیام بالقسط ہے۔ وہ ارضی موجودات کے ساتھ ایک گونہ جنسی اشتراک رکھتا ہے۔ اور اُسے شعور[3] حاصل ہے۔ جس کے ذریعہ وہ عالم انسانی کو منزل و مدن کے نظام میں داخل کر دیتا ہے اور حیوانات و نباتات کو اپنی خدمت میں گوناگوں حیثیتوں سے تنظیم دیتا ہے۔ یہ اس کی تنصیف فطرت ہے۔ جو اس کی کثافت پر علوی پر تو ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۙ وَّأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۙ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۝ (النبا)

اور کیا ہم نے رات کو پردہ اور کیا ہم نے دن کو وقت معاش اور بنائے ہم نے تمہارے اُوپر سات آسمان سخت اور بنایا ہم نے چراغ روشن اور اتارا ہم نے بکثرت گرتا ہوا پانی نچوڑنے والی بدلیوں سے

بقیہ ۶۸ / اساس عمل ہے۔ اس لئے قیام بالقسط عزوجل کی فکری تصدیق یعنی ایمان افتتاح اعتدال ہے۔ جو محکم و عمل کو تکمیل اعتدال کے لئے معروف کر دیتا ہے۔

[1] اور تو نے تیر نہیں مارا۔ جب کہ مارا بلکہ اللہ نے تیر مارا (انفال)

[2] وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ .... (نور)

[3] أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۔ (یٰسین)

تاکہ نکالیں ہم اس سے اناج اور نباتات اور لپٹے ہوئے باغات۔

تمام موجودات کی تخلیق و تنظیم جس موجود کے لئے ہو اور وہ اپنے نفس میں حقائق علوی و سفلی کے اجتماع سے جو قیام بالقسط کی اساس ہے۔ عناصر پر مستولی ہو۔ یہ علامت ہے کہ قلب اور کان آنکھوں اور دماغ وغیرہ کے ساتھ جو انسان کو ظاہری طور پر حاصل ہیں۔ اور حقائق سفلی کے اجتماع اور ترکیب کی آئینہ دار ہیں۔ اور حیوانات کے اعضا کے ساتھ انہیں جنسی اشتراک کی ایک نوعیت حاصل ہے۔ ایک علوی کائنات متعلق ہے۔ جو نظامِ عالم پر غالب و قاہر ہے اور وہ خالق و مدبّر حقیقی اللہ عزّ و جلّ قائم بالقسط کے اعتدال کا پرتو ہے۔ جو اس کی معتدل ترکیب عناصر پر جلوہ ریز ہے۔ اور اپنی حقیقت کا تحقّق چاہتا ہے۔ اور چونکہ تمام نظامِ عالم میں تنظیم بلا خلل ایک منظم پر دلیل ساطع ہے ہے۔ اس لئے انسان میں ایسا شعور جو تنظیم عناصر سے عناصر پر تصرف کا موجب ہے۔ اس خالق حقیقی اور منظم عالم سے انسان کے لیے اس عزّ و جلّ کی نیابت پر دلیل روشن ہے۔ اللہ عزّ و جل خالق حقیقی منتظم و مدبر الامور ہے۔ اور تنظیم و تدبیر امور و مہمات کا بالا رادہ والاختیار ملکہ انسان کے سوا کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں۔ گویا خلافت الٰہی انسانی فطرت ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ (انعام) — اسی نے تمہیں زمین پر خلفاء بنایا ہے

اور حقائق اشیاء کا وجود مسلّمات ہیں۔ لفظ و معنی۔ جسم و روح۔ حقیقت علوی اور اس کا کشف کثافت ارضی اور اس کا تحمل لفظ نور اور اس کی معنوی تجلی مسمّیٰ اور اس کا وجود لازم و ملزوم ہیں۔ گویا خلافت الٰہی کا اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق قانون ربانی کی قاہر و غالب جلوہ گری ہے جس سے آج دورِ مصطفوی یعنی حکیم اور عادل اور شجاع اور عضیف ملّتِ اسلامیہ مشرف و ممتاز ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ	اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو تم میں سے
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	ایمان لائے ہیں اور ان کا عمل صالح ہے۔
فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ	ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا جیسے ان
مِن قَبْلِهِمْ ..... الخ (نور)	سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔

خالق حقیقی مستخلف عزّ و جل کا قیام بالقسط اپنی الوہیت میں فردیت پر شہادت کے ساتھ تمام مخلوقات کی تخلیق و تنظیم میں جاری و ساری ہے۔ پس حقیقت استخلاف کا یہ لابدی تقاضا ہے کہ

خلیفۃ اللہ بحیثیت مخلوق قائم بالقسط ہو یعنی اس کے نفس مبارک میں اعتدال جو معرفت الٰہی سے اس عزّوجل کی الوہیت میں فردیت پر شہادت ہے۔ اور دستور عدل (قرآن وسنت) کی نورانی معنویت ہے۔ متحقق ہو۔ (قرآن مجید قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات ذاتیہ ہیں۔ اور سنت نبوی صلعم اس کی شرح متشکل ہے۔ اور منبع اعتدال ہے) اور وہ اس کے معیار پر مقتضیات دہر کی تشخیص کرتے ہوئے معروف کا حکم دے۔ اور منکرات سے روک دے۔ یہ اس کا اجتہاد اور نفاد امر ہے۔ اور وہ اس ملت اسلامیہ کا ایک فرد ہے۔ جو اس دستور عدل میں استغراق سے قائم بالقسط عزوجل کے پرتو علم کو نفوس میں اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق کرتی ہے۔ یعنی علوی پرتو قدرت کے نورانی حقائق اس کی کثافت پر جلوہ ریز ہیں گویا وہ حقائق علوی وسفلی کے کشف واستقامت سے قسطاس مستقیم اپنے ہاتھوں میں سنبھالے ہے۔ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے تواتر کے ساتھ اس کے سپرد کی ہے۔ اور اس دلیل کے ساتھ نفس کائنات کے تقاضاؤں کی تشخیص واصلاح یعنی اجتہاد اور نفاد امر کا استحقاق صرف عادل ملت اسلامیہ کو پہنچتا ہے۔ اور خلیفۃ اللہ اپنے عہد مبارک میں اسے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے دست مبارک پر جمع کر دیتا ہے کہ اس ملت اسلامیہ کی قوت نظری نامناسب نشاط ادراک سے بہ کمال نفرت محفوظ ہے۔ اور کمال حکمت سے بہرہ یاب ہے۔ اور اس کی قوت عملی میں تقدس عدل متحقق ہو چکا ہے۔ اور اس کی قوت غضبی وحشت اور درندگی سے بیگانہ ہے۔ اور جادۂ اعتدال سے موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ اور اس کی قوت شہوی حظوظ نازیبا کے لئے حرکت نہیں کرتی۔ بلکہ تعمیل عدل کے لئے متحرک ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا دامن پناہ امن ہے۔ اس کا ادراک اطمینان وتقدس ہے۔ اس کی تحریک محافظ اعتدال ہے۔

اور اہتمام عدل وقسط رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اِلیٰ یَوْمِ القِیٰمَۃِ بہ تسلسل وتواتر اس میں جاری کر دیا گیا ہے اور اس کے ہر عہد کو محیط ہے۔ پس استخلاف فی الارض کی مقدس امانت اس کے سپرد کر دی گئی ہے۔ جب اس کی تمکین کا فیصلہ قائم بالقسط مستخلف عزوجل کی طرف سے صادر ہو جاتا ہے۔ تو وہ سطح ارض پر اپنی شوکت قاہرہ کے ساتھ چھا جاتی ہے۔

تنزیل دستور میں، یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان خود اپنے لئے مقنن نہیں ہو سکتا۔ مقنن خالق حقیقی عزوجل ہے۔ اس لئے تمام کائنات انسانی کے لئے دستور صرف قرآن حکیم ہے۔ جو قائم بالقسط مقنن عزوجل کی جانب سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کافۃ الناس کی طرف

نازل ہوا ہے۔ اور وہ نورٌ مُبین ہے۔ کیونکہ نورٌ علیٰ نور عزوجل کا ترشح ذاتی ہے اور وہ عزوجل جملہ ملکوت کا خالق و مدبر ہے۔ پس بلاریب کتاب مجید کی نورانی معنویت تمام مقتضیات عالم کو محیط ہے۔ اور دنیا و آخرت اس کی آغوشِ وسعت میں گم ہے۔ اور ملّتِ اسلامیہ کے عادل نفوس میں بالتدریج تا ابد متحقق ہوتی رہتی ہے۔ یہ حقیقت اجتہاد اور نفاذ امر ہے۔ جو توضیح اجرائے دستور ہے۔ جس کا استحقاق صرف خیرالامم اور اُمّتِ وسط یعنی ملّتِ مصطفویہ کو پہنچتا ہے۔ جس کے نفوس معنویتِ قانون کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ	تم بہترین اُمّت ہو۔ جو انسانوں کے
لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	لیے مقرر کی گئی ہے کہ تم معروف کے
وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران)	لیے حکم دو اور منکرات سے روک دو۔

یعنی کائناتِ انسانی معروف و منکر کی تشخیص میں مقنن حقیقی کی طرف فطری احتیاج رکھتی ہے اور ملّتِ اسلامیہ اس ربانی تشخیص کی حامل اور نفاذ ہے۔ اس لئے مقنن عزوجل کی طرف سے ملّتِ اسلامیہ کی افضلیت کا فیصلہ کائناتِ انسانی کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے اور اس دستور مجید کا حمول اور نفاذ جو اس میں استغراق کو مستلزم ہے۔ تعمیل احکام اور اس کی ترتیل پر مشتمل ہے۔ اور سید و سرور محمدؐن المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تعمیل و ترتیل کی شرح متشکل ہے اور منبع اعتدال ہے اور تعمیل و ترتیل کا جادۂ مستقیم بے حجاب کر دیتا ہے۔ اس لئے قرآن و سنت کا وہ علم جو زبان و قلم سے تعلق رکھتا ہے۔ اعتدال اور معنویت دستور کے لئے لزوم کامل ہے مایہ دار ہے اور وہ الفاظ کے معانی اولیہ ہیں۔ جو راہ عمل کی وضاحت ہے۔ جس کا نتیجہ وہ علم کامل ہے۔ جو کتاب مجید و سنت کی نورانی معنویت ہے۔ اور وہ ہی علم نافع ہے۔ اور چونکہ عمل کے بغیر علم نافع حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو کمال حکمت ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ	میں اللہ کی طرف پناہ مانگتا ہوں ایسے
(جامع الصغیر) سیوطی	علم سے جو غیر نافع ہو۔

ہ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (النساء)

چنانچہ مشکوٰۃ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ کعب احبار سے فاروق اعظم رضؓ نے پوچھا کہ ارباب علم کون ہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا الذین یَعْمَلُوْنَ بِمَا یَعْلَمُوْنَ۔ (جو علم کے ساتھ جامع عمل ہیں) یعنی علم و عمل لازم و ملزوم ہیں، اور ان کا اجتماع رسوخ[1] فی العلم کو متحقق کرتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے

اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ۝ (مزمل)

قیام الیل سے ردیدہ حقیقت نفس کو روندنے کیلئے نہایت شدید ہے۔ اور تلفظ قرآن کو راست کر دیتی ہے یعنی فہم قرآن کیلئے فاتحۃ الابواب ہے۔

ناشئۃ الیل کتاب مجید کے ان معانی کے ساتھ جو تلاوت آیات کے بعد فوراً ذہن میں منتقل ہوتے ہیں۔ ہر لفظ کی نورانی حقیقت سے واقف کر دیتا ہے۔ جیسے[2] اِنِّیْ اَنَا اللہُ کی نورانی معنویت شجرۂ مبارکہ سے اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا میں درخشاں تھی۔ پس اجتہاد اور نفاذ امر کا حق ملت اسلامیہ میں ان علمائے راسخین کو پہنچتا ہے۔ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال کے ساتھ متحد ہیں۔ اور آپ کی قوت تزکیہ ان کے نفوس میں متصرف ہے۔ اور انہوں نے کلام مجید اپنے حقائق کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہے اور وہ کتاب و سنت کے علم کامل سے جادۂ مستقیم پر آپ کی تبعیت میں رواں ہیں۔ اور حقیقت کتاب یعنی حکمت یا علم کامل اُن کے نفوس میں جلوہ ریز ہو چکا ہے۔ جو حکمت لَمْ یَزَل کا نورانی پرتو ہے۔ پس قرآن و سنت کی روشنی میں مُسلم حکیم کی ایک جنبش لب ایک نورانی قانون ہے۔ جو اس کا اجتہاد ہے اور اسے سطح ارض پر اس کے نفاذ کا حق پہنچتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث نبوی میں مُسلم عادل کا اجتہاد اور نفاذ امر ثابت و مستحکم ہے۔

---

[1] .... والراسخون فی العلم .... الخ (آل عمران)

[2] قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

آپ نے اپنے اہل سے فرمایا۔ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید تمہارے لیے میں کوئی اطلاع یا آگ کی چنگاری لاؤں پس جب وہاں پہنچا تو بابرکت میدان کے کنارے سے بقعہ مبارک میں درخت کی جانب سے وہ پکارا گیا۔ اے موسیٰ میں تحقیق ہوں۔ اللہ رب العلمین۔ (قصص ۳۰-۲۹)

قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لمعاذ ابن جبل حین وجھہ الی الیمن بما تقضی قال بما فی کتاب اللّٰہ قال فان لم تجد قال بما فی سنت رسول اللّٰہ قال فان لم تجد قال اجتہد رائی فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم الحمد للّٰہ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ لما یحب رسول اللّٰہ ط (ترمذی)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل کو یمن کی طرف بھیجا۔ تو فرمایا۔ کس چیز سے مقدمات میں فیصلہ کروگے۔ تو آپ نے عرض کیا۔ کتاب اللہ سے تو حضور نے فرمایا۔ اگر اس میں نہ پاؤ۔ تو پھر آپ نے جواب دیا سنّت نبوی صلعم سے۔ پھر حضور نے فرمایا۔ اگر اسمیں بھی نہ پاؤ۔ تو آپ نے عرض کی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ تو حضور صلعم نے فرمایا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول کو اس چیز کی توفیق عطا کی ہے۔ جو اس کے رسول کو محبوب ہے۔

گویا کتاب وسنت کی نورانی معنویت جو مستلزم الفاظ کتاب وسنت ہے۔ جب مُسلم عادل کے نفس ناطقہ میں متحقق ہو جاتی ہے۔ تو اس کے ترشحات کتاب وسنت کی پیروی میں کامل دستوری حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اگر الفاظ کے ساتھ نورانی معنویت جو عمل کا نتیجہ ہے۔ مسلم کے نفس میں متحقق نہیں ہے۔ تو اس کا یہ جہل اجتہاد اور نفاذ امر کے بارہ میں وبال ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

العلم بدون العمل وبال والعمل بدون العلم ضلال ط (لوامع الاشراق)	علم عمل کے بغیر وبال ہے اور عمل علم کے بغیر گمراہی ہے۔

اور ملت اسلامیہ کے سوا دوسری جماعتیں چونکہ دستور عدل اور منبع اعتدال سے بیگانہ ہیں۔ بجائیکہ نفس انسانی بخود اعتدال کی طرف کبھی راہ نہیں پا سکتا۔ اس لئے وہ افراط وتفریط کی گمراہی میں بہتی جاتی ہیں۔ اور ہرگز نہیں تھم سکتیں۔ پس نظامِ عالم کی عنان اگر ان کے ہاتھوں میں آتی ہے تو گویا مفرط ادراک وتحریک اس نظم وتدبیر کے استحقاق کو غصب کر لیتا ہے۔ جس کی فطرت قیام بالقسط کی متقاضی ہے۔ اور ان جماعتوں کا مقصد فرط فضائل ومکارم ہیں جو اعتدال نفس کے آثار وشواہد ہیں قطعاً نابلد ہے اور اپنی حیات عنصری کے ماحول میں خواہش ذاتی کے سوا اس کا کچھ مقصود نہیں

جو وحشت اور درندگی اور بہیمیت ہے۔ اس لیے اس افراط و تفریط کو دبا دینا بنی آدم پر مقصود
آیۂ عدل و احسان کی ایفائے عادل ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (توبہ)

لڑائی کرو ان لوگوں سے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور اس چیز کو حرام نہیں جانتے۔ جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہے اور دین حق کو نہیں قبول کرتے۔ ان لوگوں سے جنہیں کتاب[1] دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ جزیہ ادا کریں اپنے ہاتھ سے اور ذلیل ہو کر رہیں۔ اللہ اور اس کے رسول نے جس چیز کو حرام کیا ہے۔ وہ فرط ہے۔ جو وحشت اور درندگی کا مظاہرہ ہے اور دین حق اعتدال کامل ہے۔ جو حکمت۔ عدالت شجاعت۔ عفت کے ساتھ جان و مال و آبرو کا محافظ ہے۔ اور منزل و مدن میں روح اعتدال ہے۔ اور دول اور اقوام کو عدل کے سامنے جھکا دینے کا حق رکھتا ہے۔

گویا سطح ارض پر نظم عادل کا استحقاق صرف ملّت اسلامیہ کے عادل علمائے راسخین کو ہے۔ جن کے نفوس میں دین حق کے الفاظ و اسرار متحقق ہیں اور وہ کمال رغبت کے ساتھ معروف کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور وہ ان کی فطرتِ سلیم کے ساتھ کاملاً ساز گار ہے۔ اور کمال نفرت کے ساتھ نواہی اور رذائل سے محفوظ ہیں۔ یعنی ان کی فطرتِ نفس فساد فرط سے پاک ہو چکی ہے۔ یعنی دستور عدل (دین حق) کا ہر قانون اُن کی نورانی فطرت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور دستور عدل کی نورانی معنویت جو تمام مقتضیات دہر کو محیط ہے۔ ان کے نفس ناطقہ میں متحقق ہے۔ اور

---

[1] اس مورد پر آیۃ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (المائدہ ع) کے ساتھ تطابق زیر نظر رہنا چاہیے۔

اس کا تدریجی ارتقاء جاری ہے۔ پس قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی یہ ایک حرکت وسکنت ان کی جنبشِ لب دستورِ عدل کی شرح ہے۔ اور مستقل آئینی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کے سامنے تمام کائناتِ انسانی کو جھک جانا چاہیئے۔ مقنن عزّوجل فرماتا ہے۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا ط

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنایا ہے۔ اُمّت وسط دیپکر عدل جامع ہر گونہ عدل (وسط) تاکہ تم لوگوں پر شہادت دو اور رسول تم پر شاہد ہو۔

تشبہ بہ حکمت

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ط (نجم)

علم جامع کتاب وحکمت ہے۔ آیہ[1] وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ میں تعلّم جامعیّت علم پرشہادت روشن ہے۔ اللہ عزّوجل نے بمطابق فرمان[2] وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ط حضرت آدم علیہ السّلام کی روح[3] الٰہی کے رُخ تاباں کو منکشف فرمایا۔ آپ اس علم وحکمت کے ہمراہ جلوہ فرماتے۔ سطح ارض ہوئے۔ ازاں بعد قرون مسلسل میں انبیائے کرام نے تجلیاتِ حکمت سے سطح ارض کو نور وضیا بخشا۔ اور انہی انوارِ حکمت کی روشنیوں میں سب انبیاء نے حکیم فردسید وسرور احمدن المجتبیٰ محمدن المصطفٰے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تصدیق کی۔ جس پر گذشتہ کتب سماوی شہادت دیتی ہیں اور قرآن حکیم میں اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ۔ (آل عمران)

جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا۔ کہ جو کچھ میں تم کو کتاب وحکمت سے دوں۔ پھر تمہارے پاس آئے پیغمبر جو تصدیق کرے اس چیز کی کہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔

---

[1] اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے (جمعہ) [2] اور اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے۔ (بقرہ) [3] وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (ص)

تاآنکہ اس سید الحکماء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان علوم کتاب و حکمت کو اس عزوجل کی طرف سے مکمل[1] کر دیا گیا۔ اور آپ نے ملت اسلامیہ میں ان دریاہائے علوم کو بہ تسلسل و تواتر جاری فرمایا۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (جمعہ) — اور ان کو پاک کر دے اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے۔

القائے کتاب و حکمت قوت تزکیہ کو مستلزم ہے۔ وہ عزوجل علیم و حکیم اور نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور بمطابق یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ[2] جن مقدس قلوب پر انوار حکمت جلوہ ریز ہوتے ہیں۔ انہیں وہ نورانی قوت عطا کی جاتی ہے جو نورٌ علیٰ نور خالق حقیقی کی نورانی قوت کا پرتو ہے۔ وہ نورٌ علیٰ نور جملہ ملکوت کا خالق ہے۔ اور ان پر تاامر و غالب ہے۔ پس جلوہ گاہان نور کے ساتھ جو نفوس انسانی ارواح علوی کے شعوری ترشحات کے ذریعہ ایمانی اور عملی تصدیق سے منفری اور علوی حیثیت کے ساتھ متحد ہو جاتے ہیں۔ ان حکمائے حق کی نورانی قوت تزکیہ ان کے نفوس میں متصرف ہوتی ہے۔ اور ان کو مزکی کرتی ہوئی حکمت الٰہی کے خزائن علم سے منور و معمور کر دیتی ہے۔ گویا ان کی قوت تزکیہ نورانی نسبت سے اللہ عزوجل کا دست تصرف ہے۔ جو خلقت انسانی میں متصرف ہوتا ہے۔ اور حکمت و نور چونکہ اس نورٌ علیٰ نور اور حکیم مطلق کا ذاتی ترشح ہے۔ اور اس کا انعام[3] ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ تعلق اطاعت کا تحقق لزوم رکھتا ہے۔ الحاصل حکمت اللہ عزوجل علیم و حکیم کے انوار حکمت کا پرتو ہے۔ جس سے حکمائے حق مایہ دار ہیں۔ اور وہ صراط مستقیم کے زمرہ انبیاء و صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ جو نفس ناطقہ کے حقائق علوی و سفلی کے کشف و استقامت سے جو اس کا اعتدال ہے۔ آمر بالعدل[4] ہیں

---

[1] وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ (نساء) اور فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ)

[2] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔ حکمت اور تزکیہ وغیرہ عنوانات کے تحت ان کے حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ [3] وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (سورۃ نساء) [4] وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (النحل) [5] وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (ص)

حقیقتِ علوی کا کشف روحِ الٰہی کی اپنی حقیقت کے ساتھ تجلی ہے اور یہ نور ... ہے۔ جس کے نفس میں وہ منکشف ہو جاتی ہے وہ حکیم ہے۔ اور روحِ بخاری اس کا محاسبہ۔ اور اس انکشاف کا تحمل اس کا اعتدال ہے۔ گویا حکیم جامع جملہ فضائل ہے اور حکمت حقائق نفس کی جلوہ گری اور استقامت ہے جو معرفت الٰہی کے ساتھ متی الحقیقت ہے اور ملکوت کے علم کو مستلزم ہے اور یہ نورانی قوت کا تقاضا ہے کیونکہ وہ عزوجل نورِ اعلیٰ نور اور علیم و حکیم ہے اور حکمت اس کے پرتوِ انوار سے متحقق ہوتی ہے۔ یہ حقیقت بدیہہ ہے۔ اور معمولی التفات توجہ سے ذہن میں روشن ہو جاتی ہے۔ کہ جو کچھ سطحِ ارض پر ایک مرتبہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ بالعموم بنی نوع انسان کے قلوب میں اور زبانوں پر مسلمات یا امثال کی صورت میں قائم رہتا ہے۔ پس خصوصیت کے ساتھ وہ حقائق جو اس کی خلقی تشخیص اور تجزیہ اور اس کے اجزائے ترکیب کی کشف و استقامت سے تعلق رکھتے ہوں۔ فطری طور پر عام اذہان انسانی میں ان کے قواعد و ضوابط کا نہ کہ اس حد تک ضرور موجود رہتا ہے۔ جہاں تک ظن یا خیال اس کے ظاہر کو سمجھتا ہے۔ پس حکمت کے قواعد جو نفس انسانی کی تہذیب یا اس کا قیام بالقسط ہے۔ اور منزل و مدن میں قسط و اعتدال کا ذریعہ ہے۔ قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات عدل اور میزان العدل کے حاملین انبیاء علیہم السّلام کے عزم و عدل کے ذریعہ کہ ہر دو امہات فضائل کا مرجع ہیں۔ سطحِ ارض پر حکیم مطلق کی جانب سے نزول فرما ہوئے۔ اور فلاسفۂ اخلاق نے ان اصولوں سے معلوم اور غیر معلوم طریق سے خوشہ چینی کی۔ اور اپنی شعوری استعداد کے ذریعہ جو حقیقتِ علوی اور کثافتِ ارضی کی ترکیب سے ان کے نفوس میں ودیعت ہے۔ ان اصولوں کو اس حد تک اخذ کیا۔ جہاں تک ظن یا خیال ان کے ظاہر کو سمجھتا ہے۔ چونکہ انسان کی فطرت قیامٌ بالقسط کی اساس پر استوار ہے۔ اس لئے اعتدال کو محور فضائل اور فرط کو وجہ رذائل سمجھنے اور قرار دینے میں ان کی فطرت نے اُن کا ساتھ دیا۔ اور اپنی اسی فطری استعداد کے ذریعہ ان کی ظنی تاخت نے اُن کے فہم اور تشخیص جزئیات میں بہت تنگ دو دو کی۔ لیکن فضائل کی نورانی حقیقت کا تعلق یا نفس کی کشف و استقامت

۱؎ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (نور) اور لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَ نُوْرُھُمْ (حدید) کا تعلق اس حقیقت پر شاہد ہے۔ ۲؎ عنوانات تعلم و تزکیہ مطالعہ فرمائیں۔
۳؎ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (حدید) فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف) ۴؎ اور وہ حقائق سفلی و علوی کی ودیعت ہے

ظنی استدلال یا انسانی طاقت سے برتر ہے۔ وہ اس حکیم مطلق کے نورانی دست تصرف کی محتاج ہے جو اس کا خالق اوّل ہے۔ اور وہ حکمائے حق کی نورانی قوت تزکیہ کے ذریعہ متعلقہ نفوس ناطقہ میں متصرف ہوتا ہے۔ اور ان کے حقائق کو منکشف اور مستقیم کر دیتا ہے۔ اور ان فلاسفہ اخلاق کی اس ظنی تنگ ودو کی بنیاد وہ غیر منکشف حقیقت علوی ہے۔ جس کا کثافت پر انکشاف جامع جملہ فضائل یا حکمت ہے۔ اور اس کے ترشحات شہود حقائق سے مستحکم ہیں اور اس غیر منکشف حقیقت علوی کے ترشحات تاریک تنگ وتاخت کا نتیجہ ہیں۔ جو معیار اعتماد پر راسخ نہیں ہوسکتا۔ مگر اتّحاد اساسی ان دونوں میں ایک گونہ مشابہت کا سبب ہے۔ اور یہی حکمائے ظاہر کے تشبہ یہ حکمت کا سرمایہ ہے۔

حکمائے ظاہر کی فلکیات اور الٰہیات میں ظنّی تاخت بھی اسی قبیل سے ہے۔ اور عناصر اور عنصریات میں ان کا غور وفکر اس لئے بعض یقینی نتائج پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ ان کا ماحول ہیں۔ اور ان کی آنکھیں ان کے اجزا کی مشاہد ہیں۔ اور ان کی علوی استعداد عناصر اور عنصریات میں اپنا شعوری کام انجام دیتی ہے۔ اور ترکیب عناصر اور ترتیب مقدمات سے ان کا شعور نتائج مرکب کرتا ہے۔ اور حکمت کے ساتھ ان کی مشابہت میں ایک گونہ استدلالی قوّت پیدا کر دیتا ہے۔ مگر فضائل اخلاق میں ان کی قلم اور زبان کی تنگ وتاخت فکر تاریک میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور سطحیات سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور نہ اسے الٰہیات اور فلکیات میں راہ یقین میسّر ہوسکتا ہے۔

از حق اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ رسید مرکب ظن بر فلکہا کے دوید (رومی)

کیونکہ حکمت واخلاق اپنی نورانی حقیقت سے تحقق پاتا ہے۔ جو نفس ناطقہ کی تنویر ہے۔ اور معرفت الٰہی کے ساتھ اس کی نورانی حقیقت اتحاد جنسیت رکھتی ہے۔ جس کی روشنی میں ملوث اس کے سامنے اجاگر ہو جاتی ہیں۔ اور حکمائے ظاہر ان حقائق سے بے خبر ہیں انہوں نے ظاہر کو حقیقت سمجھا اور حقیقت سے بے خبر رہے۔ اور ان کا جدید وقدیم فلسفۂ اخلاق جو در حقیقت گلستان نبوّت سے سطحی حیثیت کے ساتھ خوشہ چینی ہے۔ طب کی مانند جیسے وہ جسم کی کیفیات صحت ومرض کی تشخیص کرتی ہے۔ نفس انسانی کی تشخیص اور تجزیہ سے اس کی معرفت اور علاج چاہتا ہے۔ جو ان کی ناتمام کوشش ہے۔ کیونکہ نفس انسانی میں کثافت کے ساتھ علوی پرتو ودیعت ہے۔ جو اپنے نورانی انکشاف سے متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ علوی نورانی

تصرف کا محتاج ہے۔ مگر چونکہ نفس کا تجزیہ اور اس کی تشخیص فطرت نفس کی مطابقت ہے۔ اس لئے علوی دستور یعنی قرآن مجید اور اس کی شرح رسنت مصطفوا کی روشنی میں یہ ہنج علم[1] علی اللسان کا تشخیصی طرزِ بیان ہے۔ اور مطابقت حقیقت ہے۔ مگر نفس کا کشف و استقامت معرفت الٰہی اور کتاب و سنت کے نور کبیر کے ساتھ چونکہ متحد المعنیٰ ہے۔ اس لئے یہ ہنج بیان حقیقت یا بیان علم[2] فی القلب میں ان حکمائے الٰہی یا علمائے ربانی کے تصرف کی محتاج ہے۔ جن کے نفوس اپنی معرفت سے منکشف اور مستقیم ہیں۔ اور وہ مفکرین الفاظ یا سطحیات جن کی محض سطحی اور ظنی تاخت حقیقتِ نفس کو نہیں پا سکتی۔ ان کا پایہ تشبہ بہ حکمت یا تشبہ بہ علم تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور ظن سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور ظنی تاریکی ایک وبال ہے اور گرداب حیرت ہے۔ جس میں امم سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد مبتلا ہو کر گم گشتہ راہ ہو گئیں۔ اور شرک اور کجروی یعنی فرط نے ان کو آ لیا۔ اور کثافت کے تاریک پردوں میں ان کی علوی حقیقت ہمیشہ کے لئے محجوب ہو گئی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ (نجم) — نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی اور خواہشاتِ نفس کی۔

ہر ہلاک اُمتِ پیشیں کہ بود — زانکہ بر جندل گمان بردند عود (رومی)

انہوں نے ظنونِ تاریک اور عنصری خواہشات کی پیروی میں اپنے نفوس میں چونکہ یہ تغیر[3] پیدا کیا ہے تو نتائج کی ترتیب چونکہ خالق حقیقی کا فعل ہے۔ اس لئے اللہ عزوجل نے

---

[1] عنوان علم علی اللسان کے زیر تحت اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
[2] عنوان علم فی القلب کے زیر تحت اس حقیقت کو روشن کیا گیا ہے
[3] اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (رعد)

ان کے نتائج افعال کو متحقق فرما دیا ہے اور ان کے ان[1] دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ جو ان کے ارواح علوی کے اعضائے رئیسہ ہیں۔ اب علویات میں ان کی شہودی تاخت کا امکان ختم ہو گیا ہے۔ وہ علویات کا صراط مستقیم اب نہیں پا سکتے۔ پس نہ وہ علوی کائنات کو دیکھ سکتے ہیں۔ نہ عرش فلک ان کے کانوں میں پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ ان کے قلوب میں حقائق معرفت متحقق ہو سکتے ہیں۔ یعنی اب ان کی رُوح علوی اپنی حقیقت کے ساتھ منکشف نہیں ہو سکتی مگر نفس انسانی میں اپنی موجودگی کی وجہ سے اپنا کام انجام دیتی رہتی ہے۔ اور یہی حق سے غافل حکمائے ظاہر کے تشبہ بہ حکمت کی بنیاد ہے۔ اور اسی کے ذریعہ وہ متشبہ بہ حکیم ہیں۔ اور ان کی تاریکی ان کے ترشحات کو معیار اعتماد سے ساقط قرار دیتی ہے۔

---

[1] خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (بقرہ)

مکارمِ اخلاق کی حقیقت

ذَالِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط (بنی اسرائیل)

مکارمِ اخلاق ان اشعۂ انوار کا پرتو ہیں جو فہمِ قرآن یعنی علمِ نافع کے حقائق ہیں۔ یا نفسِ انسانی کے نورانی کشف واستقامت کے ترشحات ہیں۔ نفسِ انسانی میں حقیقت علوی یا روحِ[1] الٰہی سے کشفِ حجاب کثافت کو منور کر دینا ہے۔ جو ہر دو کا اعتدال ہے۔ یعنی قوتِ ادراک میں فکر صحیحہ جو اساسِ عمل ہے اور اعمالِ صالحہ جو قوائے تحریک کے ذریعہ متحقق ہوتے ہیں۔ ان ہر دو کا ثمر حقیقت علوی کا کشف ہے۔ یا فکرِ صحیحہ یعنی ایمان کی نورانی حقیقت کا تحقق ہے۔ جو اس کا اعتدال ہے یا حکمت ہے اور چونکہ کثافت معتدل ترکیبی نسبت سے اس کا محل ہے۔ اس لئے محل کشف سے اس میں اعتدال متحقق ہو جاتا ہے۔ اور معتدل قوتِ تحریک تمام تحریکی فضائل و مکارم کا موجب ہے۔ جس کا منبع وہ حکمت درخشاں ہے۔ جو اعمال پر مبدا کی حیثیت سے قادر ہوتی ہے۔ اور اس حیثیت کے ساتھ اُسے عادل قوتِ عملی کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ جو تمام اعمال وافعال میں آئین اعتدال کو فطرت قرار دے دیتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط (آلِ عمران)

اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولو العلم اور وہ قیام بالقسط ہے۔

یعنی وہ عزوجل قائم بالقسط یا بالاعتدال ہے۔ اور اپنی الوہیت میں فردیت پر اپنی ذات کے علم سے شہادت دیتا ہے۔ گویا اولوالعلم کے لئے بحیثیت مخلوق ذات الٰہی کا علم اور قیام بالقسط لازم و ملزوم ہیں۔ جو اس کی ذات پر اولوالعلم کی شہادت کا استحقاق ہے، اور علم قوتِ نظری میں متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ فکرِ صحیحہ یا ایمان کی حقیقت ہے۔ جو شعور کے ذریعہ قوتِ نظری میں تمکین پاتا ہے۔ پس وہ حقیقت علوی کے کشف کا نام یا روحِ الٰہی کے رُخِ تاباں کی درخشانی ہے۔ جو اس کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اس کا اعتدال ہے۔ جو کثافت کی تنویر اور اس کے اعتدال کو مستلزم ہے۔ اور یہی حکمت[2] ہے۔ جو تمام ادراکی و تحریکی فضائل کی جامع ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے سورۂ بنی اسرائیل میں مکارم و فضائل کا بیان فرماتے ہوئے جو ترشحات اعتدالیہ ہیں۔ انہیں حکمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

ذَالِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (بنی اسرائیل)

یہ اس سے ہے جو اللہ نے تیری طرف وحی کی ہے حکمت سے

---

[1] وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (ص)

[2] عنوان حکمت کے تحت اس کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے۔

یعنی حکمت جامع جملہ فضائل ہے۔ جو اللہ عزوجل کی فردیت الوہیت میں نفس انسانی کے استغراق و فنا سے یا عبادت سے حقیقت نفس کو منکشف اور مستقیم کر دیتی ہے۔ کیونکہ روح الٰہی صرف فردیت الوہیت میں استغراق سے ہی منکشف ہو سکتا ہے۔ اور منکشف ہو کر تنویر کثافت کا موجب ہوتا ہے۔ اور یہ ہر دو کا اعتدال یا قیام بالقسط ہے۔ اور چونکہ اللہ عزوجل کے بعد وجود انسانی اور اس کی پرورش کا ظاہر ذریعہ والدین ہیں۔ اور نفس انسانی میں احسان کا وزن اپنی راستی و استقامت کے لئے مکافات احسان چاہتا ہے۔ اس لئے والدین پر احسان اعتدال ہے۔ علیٰ ہذا دہ تعلقات جو باہم کثافتی اشتراک رکھتے ہیں۔ جن کی وسعت تمام بنی آدم کو محیط ہے۔ حالات کے تقاضاؤں سے اولیت و ثانویت۔ تقدیم و تاخیر کے استحقاق کے ساتھ مختلف حیثیتوں سے اپنی فطرت میں ایفا کے متقاضی ہیں۔ اور ان کا ایفا اعتدال ہے۔ کثافت و لطافت اساس اعتدال ہے اور جب اس میں اعتدال متحقق ہو جاتا ہے۔ جو للّٰہیت ہے۔ تو اس کی اس جد و جہد کے نتائج کو وجوہ کسب طیبات میں صرف کرتی ہے۔ اعتدال کے ساتھ صرف کرنا فطرت اعتدالیہ کا ترشح ہے۔ اور اعتدال ہے۔ (اور اگر ایسا نہیں تو گویا اس کی فطرت میں فرط ہے)

اور جان و مال و آبرو کی حفاظت، ادراک و تحریک کے اس اعتدال سے متحقق ہوتی ہے۔ جس میں ادراک و تحریک کا فعل تعمیل آئین کے لئے ہو۔ خواہش پروری کے لئے نہ ہو (اور اگر ایسا نہیں تو وہ فرط یا وحشت اور درندگی ہے)

اور ایفائے عہد[2] کثافت ارضی اور لطافت علوی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے اور ان فطری عہود کی رعایت و حفاظت ہے۔ جن کی فطرت تعقید و توثیق کرتی ہے۔ یا کثافت کے اشتراک سے یا شعوری ترشحات کے ذریعہ اعترافی تصدیق سے عنصری اور علوی حیثیت کے ساتھ تعقد و تماثل پاتے ہیں یہ ایفا و رعایت کثافت و لطافت ہر دو کا اعتدال ہے۔ علیٰ ہذا وزن میں راستی و تنصیف ایفائے عہد کی ایک شق ہے۔ اور اعتدال کیل و قسطاس ہے اور یہ معاملات میں قانون عدل کا نفاذ ہے۔

اور دل اور آنکھوں اور کانوں کا اس علم اور یقین کی پیروی کرنا جس میں شبہ نہ ہو۔ ادراک و تحریک میں تحقق اعتدال کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ خیال یقین سے اعتدال پاتا ہے۔ جو مستلزم حقیقت ہے۔ اور نفس انسانی کا اطمینان کامل جسے کوئی کثافتی اثر بطر و جزع وغیرہ متاثر نہیں کر سکتا اور اس کے کسی قول و فعل اور انداز رفتار و گفتار سے جو ترشحات نفسانیہ ہیں۔ اس کی مفرط اثر پذیری ظاہر نہیں ہوتی۔ اس کے ادراک و تحریک کے اعتدال پر شہادت بینہ ہے۔ یہ سب نفس انسانی کے نورانی اور مستقیم ترشحات ہیں۔ اور اس کے اعتدال پر شواہد ہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتے ہوئے انہیں حکمت

---

[1] عنوان تنزیل دستور ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۴۲،۴۳   [2] عنوان وفا ملاحظہ فرمائیں۔

سے تعبیر فرمایا ہے۔ کیونکہ ان میں قیام بالقسط یا آفتاب اعتدال درخشاں ہے۔ جو محور ہے۔ جس کے گرد جملہ فضائل گھومتی ہیں۔ اور حکمت جامع جملہ فضائل ہے۔ گویا یہ ایسی جزئیات ہیں۔ جن میں کلیات اپنی حقیقت کے ساتھ روشن ہیں۔ اور اللہ عزوجل نے بعضیت اور جزئیت کی خصوصیت کے ساتھ ان مکارم اخلاق کا ذکر فرماتے ہوئے تمام قرآن مجید کو حکمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور یہ دلیل ہے۔ کہ فضائل اخلاق کلام مجید یا حکمت کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ گویا نفس انسانی میں فضائل کا تحقق کتاب مجید یا نور مبین یا ترسخ ذات الہٰی میں استغراق ہے۔ اور نور علی نور کی جانب نورانی ہدایت ہے۔ اور یہی نفس انسانی کا کشف و استقامت ہے۔ اور یہی مکارم اخلاق کی حقیقت ہے۔ اگر نفس ناطقہ میں قرآن مجید کے الفاظ اپنی معنویت کے ساتھ متحقق نہیں ہیں۔ تو مکارم اخلاق کو فطرت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وہ تکلف اور خطرہ ہے۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خطرہ سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پناہ چاہی ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
اعوذ باللہ من علم لا ینفع (جامع الصغیر) میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نافع نہ ہو۔

ہدایت

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (نور)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اپنی جانب متعدد تدریجی انواع سے ہدایت فرمائی ہے۔ اولاً اس ذات برتر و اعلیٰ نے نفس انسانی میں بمطابق لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (ہم نے انسان کو بہترین ترکیب (دنگاشت) سے خلق فرمایا۔ (والتین) وہ استعداد ودلیعت کی جو اس کی کثافت پر علوی پرتو ہے۔ جو فطری طور پر حق اور باطل کے درمیان دلائل فارقہ کو معلوم کر سکتی ہے۔ اور راہ حق کو اپنا رہ عمل قرار دے سکتی ہے۔ اور علم و حکمت کو قبول کر سکتی ہے۔ اور یہ اساس قیام بالقسط یا اعتدال ہے
ثانیاً اس عزوجل نے بمطابق وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ (ہم نے اسے دو راہ دکھلائے (البلد) صلاح و فساد۔ حق و باطل۔ خیر و شر کو مشخص فرماتے ہوئے جو لطافت و کثافت ممزجہ کا کہ وہ اساس نیابت الہٰی ہے عدل و فطرت میں بجھتا ہے محکم اور دلائل فارقہ قائم فرمائیں۔ تاکہ عقل انسانی خیر و شر میں تمیز کرتی ہوئی راہ حقیقت اور صراط مستقیم پہچان لے۔
ثالثاً بمطابق وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (نساء ۱۴۲) (ہم نے اُن میں سے امام بنائے جو مقرر کردہ

لے وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا

ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے (سجدہ) ارسال رسل اور ان کے ساتھ۔ نزول کتب و میزان العدل سے اور انجام کار خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن مجید کی تنزیل اور الیٰ یوم القیمۃ تسلسل تزکیہ و تعلم سے دین حق اور حجتِ الٰہی کو مکمل اور نعمت کو متمم فرمایا۔ جو قائم بالقسط عزوجل کی جانب سے صراطِ مستقیم کا نزول اور اس کے سفر کا ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم کے معانی اولیہ دستورِ حیات اور جزا و سزا کی اطلاع کاملہ پر مشتمل ہیں۔ اور جملہ مقتضیات اکمال دین اور اتمام نعمت کے ترجمان ہیں۔ اور اُن پر عمل قرآن حکیم کی معنوی صورت یعنی انوار ربانی یا حکمت سے نصیبہ ور ہونے کا موجب ہے۔ اور یہ نصیبہ وری حقیقت ہدایت اور اس کی فاضل ترین نوع ہے۔ کیونکہ اُن انوار حکمت میں نفس ناطقہ کا استغراق اپنے نورانی انکشاف و استقامت سے جو اس کے فطری تقاضا کی ابقا ہے۔ اور اس کا اعتدال ہے۔ اُن کے ساتھ متحد الحقیقت ہو جاتا ہے۔ اور ظن یقین سے اور تاریکی ضیا سے بدل جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل آیات الٰہیہ انہی حقائق کی طرف مشیر ہیں۔

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ	(نور)	اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے
لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ط	(حدید)	اُن کے لئے اُن کا اجر ہے اور نور ہے۔
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط	(عنکبوت)	جو ہم میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنے راستے اُن کو دکھا دیتے ہیں۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط	(انعام)	وہ ہیں جنہیں اللہ نے (اپنی جانب) ہدایت کی ہے۔ پس اُن کی ہدایت کی پیروی کر۔

گویا علم دو قسموں پر مشتمل ہے۔ ایک وہ علم جو الفاظ کتاب کے معانئ اولیہ ہیں اور ذہن فوراً ان کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور ان کی شرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کے الفاظ مبارک اور اُسوۂ حسنہ کی ظاہری صورت ہے۔ جو بہ سلسلۂ روایات ہم تک پہنچی ہے۔ اور یہ علم ظاہر ہے۔ دوسرا وہ علم جو آیات کتاب کے معانی ثانویہ ہیں یا نور مبین[1] ہے۔ یا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی معنویت ہے۔ جو تسلسل تزکیہ و تعلم کے ساتھ متواتر الی یوم القیامۃ ملت مصطفویہ میں جاری ہے۔

روایاتِ ذیل اسی حقیقت پر شہادت ہیں۔

وعن الحسن العلم علمان نعلم فی القلب فذالك العلم النافع وعلم علی اللسان فذالك حجۃ اللہ عزوجل علی	حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ علم جو قلب کے اندر ہے پس یہ علم نافع ہے اور ایک علم زبان پر ہیں

[1] وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ط (النساء)

ابن آدم۔ (رواہ الدارمی ط (النساء)
خدائے بزرگ و برتر کی حجت و برہان ہے انسان کے لئے۔

وعن ابی ھریرہ۔ حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائین فاما احد ھما مبثثہ فیکم واما الاخر فلو بثثۃ لقطع ھذا البلعوم ط (رواہ البخاری)
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم کے دو ذخیرے جمع کئے ہیں۔ ایک تو میں نے تم میں شائع کر دیا۔ لیکن دوسرا بس اگر میں شائع کردں تو یہ شاہ رگ کاٹ ڈالی جائے۔

علم علی اللسان (حجت الٰہی)

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ (جمعہ)

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ (تاکہ اس کی آیات اُن پر تلاوت کرے) سے مقصود علم علی اللسان یا علم ظاہر ہے جو قائم بالقسط عزوجل کے ترشح ذاتی قرآن مجید کی آیات اور الفاظ مبارک سے سید و سرور خاتم النبیین محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور احادیث نبویہ صلعم کی روشنی میں جو شرح اعتدال ہے۔ استنباط شدہ احکام و اطلاعات پر مشتمل ہے۔ اللہ عزوجل نے بمطابق منشور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ط بے شک قرآن ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔
قرآن حکیم کی حفاظت کا ایسا عظیم الشان اہتمام فرمایا۔ کہ آج قرآن حکیم اپنی اسی کامل صحت الفاظ کیساتھ ہمارے قلوب و سدور میں محفوظ ہے۔ جس صحت کاملہ کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا

آنکہ دوش کوہ بارش برنتافت — سطوتِ او زہرۂ گردوں شگافت
بنگر آں سرمایۂ آمال ما — گنجد اندر سینۂ اطفال ما (اقبال)

علیٰ ہذا اس کی شرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ۔ صحت و وسعت۔ حفاظت را حصلے

---

(۱) تحقیق ہم نے ہی ذکر نازل کیا اور بالتحقیق ہم ہی اس کے نگہبان بھی ہیں (الحجر)
(۲) لو انزلنا ھذا القراٰن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ (حشر ۲) روح الٰہی کا نفس انسانی میں بمطابق فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین (حجرات) ترشح ذاتیہ الٰہیہ امانت عظمیٰ کی ودیعت ہے جسے زمین و آسمان اور پہاڑ نہ اٹھا سکے پس بلاشبہ قرآن حکیم چونکہ ترشح ذاتیہ الٰہیہ ہے یعنی بمطابق اوحینا الیک روحا من امرنا (شوریٰ) روح الٰہی ہے ملکوت اس کے تحمل سے معذور ہے اور صرف نفس انسانی ہی اس کے تحمل کی استعداد سے باریاب ہے۔ کیونکہ وہ حامل روح الٰہی ہے۔

کلیات و جزئیات کے عظیم الشان اہتمام کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ جس کی مثال ابتدائے خلق سے آج تک نہیں مل سکتی۔ اور آئندہ تو اس کی نظیر سے کا مطلق امکان ہی نہیں ہے۔ حضور ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال حتیٰ کہ تبسم جنبش لب۔ اشارہ چشم ایک ایک حرکت و سکنت صحت کے ایسے اہتمام کے ساتھ محفوظ ہم تک پہنچتی ہے۔ کہ آج تک کسی نبی مرسل کے سوانح یا صحیفہ آسمانی کے لئے حفاظت کا ایسا اہتمام میسر نہیں ہوا۔ اور یہ تمام اہتمام اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[1] کے منشا کا مصدق ہے۔ چونکہ تکمیل دین اور اتمام نعمت سے کوئی گذشتہ شریعت مکمل و متمم نہیں ہوئی۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالےٰ نے ان کی دائمی حفاظت کا اہتمام بھی نہیں فرمایا۔ مگر شریعت اسلامیہ (قرآن اور اس کی شرح متشکل سنت مصطفویؐ) تہذیب شخصی۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن و سیاست بین الدول کی اس عادل حیثیت کے ساتھ جامع کامل ہے۔ کہ تمام مفرط جماعتوں کو اس کی عزت عدل کے رد برد پست ہوجانا چاہیئے۔ آئین عدل کی جامعیت مکمل اور اس کی جزئیات کا بغایت استقصا اور بغایت حفاظت اس استحقاق پر دلیل متحکم ہے۔ چنانچہ جہاں بانی اور اعلائے کلمۃ الحق کے جادۂ اعتدال سے رفع موانع کی صورت میں کشور کشائی کی شرح جامع سے لے کر سیاست مدن اور تدبیر منزل اور تہذیب شخصی کے اصول و فروع کا اس حد تک استقصا اور اس حد تک حفاظت کی گئی کہ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک ایک لمحہ روزمرّہ کے معمولی سے معمولی واقعات اور جزوی حالات حتیٰ کہ آنحضرت کے بال۔ کنگھی۔ پکے ہوئے بال۔ خضاب۔ سُرمہ۔ موزہ۔ جُوتا اور اس کے تسمے۔ انگوٹھی۔ عمامہ۔ پاجامہ۔ رفتار۔ نشست۔ تکیہ۔ بستر۔ تکیہ لگانا۔ پیالہ کیا کیا پیتے تھے۔ کیسے پیتے تھے۔ خوشبو۔ حجامت۔ رات کی باتیں۔ تبسم وغیرہ سے ملت اسلامیہ آج بھی تیرہ سو برس کے بعد اسی طرح اسی وسعت اور صحت کے ساتھ باخبر ہے۔ جس طرح صحابۂ کرام اور حضار مجالس نبوت واقف و باخبر تھے۔ رؤیت اور سمع کا فرق تمیز ضرور ہے۔ مگر کیفیت علم آج بھی بلاامتیاز اسی طرح موجود ہے آنحضرت سے تقریباً تیرہ ہزار صحابۂ کرام نے حالات روایت فرمائے ہیں۔ ان تیرہ ہزار عینی رواۃ کے علاوہ تابعین یا تبع تابعین وغیرہ جنہوں نے ایک یا دو واسطوں سے آنحضرت کے ارشادات یا اُسوۂ حسنہ کے متعلق روایات نقل فرمائی ہیں۔ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ان سب حضرات کے حالاتِ زندگی کی صحیح تشخیص اور ان کے اخلاق۔ علم۔ اعتماد۔ حافظہ۔ صداقت۔ امانت۔ ایفائے عہد عقل کامل وغیرہ جملہ مکارم اخلاق یعنی اعتدال سے اتصاف اور رذائل اخلاق سے اجتناب کی تحقیق اور ان کی زندگی کے ہر پہلو سے وقوف بہم پہنچانے کے لئے فن اسماء الرجال ایجاد کیا گیا۔ تاکہ اس سرچشمہ

---

[1] آج میں نے تمہارے اُوپر دین مکمل کر دیا۔ اور نعمت تمام کر دی۔ اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لئے پسند کر لیا (مائدہ)

علوم کے متعلق روایات کی صحت مخدوش نہ ہو۔ اور بالتبع دستورِ حیات میں خلل اور ضلال راہ نہ پائے
پس جہاں کہیں سلسلۂ روایات میں کسی صاحب روایت کے حافظہ کی کمزوری یا مکارمِ اخلاق یعنی عدل
سے انصاف میں کمی یا تسلسل روایت میں سقم محسوس ہوا اس روایت کو اس کی مطابقت کے ساتھ اسی
قدر معیارِ اعتبار سے ساقط کر دیا گیا پس قرآن مجید کی نصوص اور ان کی شرح یعنی صحاح ستہ اور دیگر کتب
احادیث کے الفاظ مبارک کے ذریعہ جن کے معانی اولیہ علم ظاہر ہیں۔ ملت اسلامیہ کو اس دستورِ حیات
سے مشرف فرمایا گیا۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ذاتِ حق میں وصول میسر ہوتا ہے۔ جو علم فی القلب ہے۔ اور ہر
دور کا اجماع عادل اجتہاد اور نفاذ امر کے ساتھ راسخون فی العلم آمرین کے لئے امامت دہر کا استحقاق ہے

راہ حق با کارواں رفتن خوش است ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہم چو جاں اندر جہاں رفتن خوش است

علم فی القلب (حکمت)

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ)

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (اور ان کو پاک کر دے اور کتاب و حکمۃ کی تعلیم دے)
سے مقصود علم فی القلب یا علم باطن ہے۔ کیونکہ تزکیہ لوح قلب کا تصفیہ ہے۔ اور قلب سے مقصود نفس
ناطقۂ انسانی ہے۔ اس لئے وہ حقائق علوی و سفلی کا کشف و استقامت یا اعتدال ہے۔ جو اُن کا نور و
تحمل ہے۔ لہٰذا وہ حامل کتاب کی قوتِ تزکیہ و تعلیم کے ذریعہ کتاب کے معانئ اولیہ کے ساتھ اس
کے معانئ ثانویہ یا نورانی معنویت کی تاثیر سے متحقق ہوتا ہے۔ کتاب اس نورٌ علیٰ نور کا ترشح ذاتی ہے۔
اور نفس انسانی میں روح الٰہی یا حقیقت علوی و دلیعت ہے۔ جب وہ کتاب مجید میں استغراق سے
اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ کثافت پر منکشف ہو جاتی ہے۔ تو اُس کو منور کرتی ہوئی جو نفس کا تزکیہ و تصفیہ
ہے۔ نورٌ علیٰ نور کی معرفت یا کتاب کی نورانی معنویت یا حکمت کے ساتھ متحد الحقیقت ہو جاتی ہے اور
تزکیہ سے نفس ناطقہ یا قلب میں کتاب و حکمت کا تحقق اس نورانی اتحاد پر دلیل روشن ہے۔

من ہنم جنس شہنشاہ دور از و ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ لیک دارم در تجلی نور از و
نیست جنسیت ز روئے اسم و ذات ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ آب جنس خاک آمد در نبات (رومی)

اس اتحاد حقیقت کی کیفیت نہ قلم بیان کر سکتی اور نہ زبان اُن اسرار کو ادا کر سکتی ہے۔ اس کا مطالعہ

لہ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (والشمس) اور لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ (فرقان) کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے ۲ہ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي (ص)

اپنے حقائق نفس کا کشف و استقامت ہے۔ جو نور کتاب میں استغراق سے ظلمتِ تاریک کی شفا ہے اور حقیقت ہدایت ہے۔ اور سید الحکماء خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نورانی تزکیہ و تعلم سے اس حکمت کے دریائے نور کو الی یوم القیامۃ ملت مصطفویہ میں جاری فرمادیا ہے۔ اور وہ پورے زور تموج کے ساتھ حکمائے اُمت کے قلوب مجری البحور میں عہد مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک جاری رہے گا۔ اور ہر عہد میں اس کی آبیاری ملت اسلامیہ کے نفوس میں ان کی کشف و استقامت یا تحقق اعتدال کا موجب ہوتی رہے گی۔ اور چونکہ اعتدال قائم بالقسط عزوجل کی تجلی عدل ہے اس لئے تمام عالم پر وہ دلیل افضلیت اور استحقاق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ پس اس لازم برہانی شوکت کے ساتھ امانت استخلاف فی الارض اس کی کیفیت تموج میں روح تموج ہے۔ کہ جب وہ متخلف عزوجل سطح ارض پر اس کے نفاذ کا فیصلہ ناطق فرما دیتا ہے۔ تو ملت اسلامیہ کا ایک فرد حکیم نفوس ملت میں اپنے نورانی تزکیہ و تعلم کے ذریعہ جو وراثت مصطفوی ہے۔ اس دریائے حکمت کو نورانی کیف تموج سے جاری کرتا ہوا اس کے منبع رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر ملت کے اجتماع سے تاج[1] داؤدی زیب سر فرما کر مضمون[2] کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ کی تصدیق کر دیتا ہے۔ ملت اسلامیہ کے پیشرو اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا (مندرجہ ذیل) میں جو تعمیر کعبہ کے وقت آپ کی اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی پاک زبانوں پر جاری تھی۔ یہ حقیقت روشن نمایاں ہے کہ اللہ عزوجل کی حکمت غالبہ (جو تخلیق و تدبیر میں قسط کے ساتھ تمام ملکوت میں جاری و ساری ہے) کی جلوہ گاہ وہ اُمت وسط ہے۔ جس پر اس کا ترشح ذاتی یعنی کتاب اور اس کی نورانی معنویت یعنی حکمت کا تحقق تسلسل کے ساتھ جاری رہے گا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْہِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (بقرہ)	ہمارے پروردگار ان میں انہی سے رسول مبعوث فرمائیو۔ جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے اور ان کو پاک کر دے بالتحقیق تو غالب و حکیم ہے۔

آیۂ بالا میں یُزَکِّیْہِمْ کو اللہ عزوجل نے مؤخر فرمایا ہے۔ اور اس میں مقصود یہ ہے۔ کہ حضور

---

[1] یٰاَیُّہَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَہُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (یونس) اور وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّہْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (شوریٰ) کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے۔ [2] یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ .... الخ (ص)

کے .... جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا .... الخ (نور)

صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلم کتاب وحکمت کی تاثیر نفس کو پاک کرتی ہے۔ اور جہاں یُزَکِّیھِم کو مقدم فرمایا ہے۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نورانی قوت تزکیہ کا تصرف مقصود ہے۔ جو حضور کے نفس مبارک میں کتاب وحکمت کی تکمیل سے اللہ عزوجل نے متحقق فرمائی ہے اور وہی ملکہ تعلم ہے۔ جس سے ملت اسلامیہ کے گروہِ اوّل خلافتِ راشدہ پر کتاب وحکمت کی تکمیل ہوئی۔ جو تواتر تزکیہ وتعلم کو مستلزم ہے اور ملتِ اسلامیہ کے گروہ آخریں پر جو مضمون استخلافؔ فی الارض کا اس کے گروہ اوّل کی مانند صحیح مصداق ہے۔ تحقق وراثت کتاب وحکمت کا ذریعہ ہے۔ جو الوہیت اور رسالت کی نیابت میں نورانی شوکت علم وقدرت ہے۔ کیونکہ مستخلف عزوجل حکیم ہے۔ اور کتاب وحکمت مضمون نبوت ہے۔ چنانچہ عہد خلافت سلیمانی کے ایک صاحب قوت عالم معنوی (حکیم) کا ذکر جو خلافت الٰہیہ کی اس علمی قدرت کے لزوم پر شہادت روشن ہے۔ قرآن مجید اس طرح بیان فرماتا ہے۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ	اس شخص نے کہا۔ جسے علم کتاب حاصل تھا
اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ	میں اسے لے آتا ہوں۔ قبل اس کے کہ تری
طَرْفُکَ ط فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ	پلکیں تیری طرف لوٹیں۔ پس جب اس نے اسے
قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ قف (النمل)	اپنے سامنے مستقر پایا تو کہنے لگا۔ یہ میرے
	پروردگار کے فضل سے ہے۔

یہ واقعہ صاحب علم کتاب کی اس نورانی قوت کی ترجمانی کرتا ہے۔ جو قدیر و غالب نورٌ علیٰ نور قوی کی رویت یا اس کی جانب ہدایت سے متحقق ہوتی ہے۔ اور اُسے اصطلاح الٰہی میں تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جو کتاب کی نورانی معنویت ہے۔ یا نور الٰہی ہے۔ کیونکہ کتاب اس عزوجل کا ترشح ذاتی ہے۔ اس لئے وہ حکیم مطلق اور نورٌ علیٰ نور کی معرفت ہے اور نور یا حکمت ہے۔ اور اس کی ذات کا علم ہے۔ اور اپنی علمی وسعت کے ساتھ ملکوت کو محیط ہے۔ کیونکہ وہ عزوجل علیم ہے اور قلب یا نفس میں متحقق ہوتی ہے۔ اس لئے علم باطن ہے۔ اور آج خاتم النبیین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر آیات کتاب کے الفاظ اور معانیٔ ادلیہ

ؔ وعد اللہُ الذین امنو منکم وعملو الصّالحات لیستخلفنّھم فی الارض ......
...... الخ (نور) ؔ سیکون فی اٰخر ھذہ الامت قوم لھم مثل اجراوّلھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن ط (مشکوٰۃ باب ثواب ھذہ الامّت)

کے ساتھ اس عزّوجل نے اسے مکمل فرما دیا ہے۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص (آل عمران) — اور نہ تھا کہ غیب (غیب مطلق غیر محدود وغیر مقید) پر تم کو مطلع کرتا۔ لیکن جسے اپنے رسولوں سے چن لے۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن) — اور اللہ اپنا غیب (مطلق غیر محدود وغیر مقید) کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ لیکن اس پیغمبر پر جس کو وہ پسند کرے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (ر) — اللہ نے تجھ کتاب وحکمت نازل کی اور تجھ کو وہ علم دیا۔ جو تو نہیں جانتا تھا۔

آیات بالا علم علی اللسان کے ساتھ علم کی اس قسم ثانی یعنی علم فی القلب کی طرف مشیر ہیں۔ جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو مشرف وممتاز فرمایا گیا۔ اور یہ اسی ادعا کا مطلوب ہے جو اللہ تبارک وتعالےٰ کے حضور میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان مقدس الفاظ کے ساتھ کلام الٰہی کے مخصوص وقت میں عرض کیا تھا۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۙ (طٰہٰ) — اے الٰہی میرا سینہ کھول دے۔

اور جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو بمطابق

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (انشراح) — کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔

کے منشور عظیم سے حامل علوم فرمایا گیا۔ اور آیہ ذیل سے وراثت شرح صدر آپ کی اُمت میں قیامت تک کے لئے جاری کر دی گئی۔ جو اختتام نبوت پر دلیل قاطع ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ (زمر) — کیا پس اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔ تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر ہے۔

آیات ذیل علم کی اسی قسم ثانی کی وسعت اور کیفیت اور اس کے اسرار و انوار ظاہر کر رہی ہیں۔ جس سے انبیاء ومرسلین علیہم السّلام اور سیّد وسرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عرفان و وصول حق سے اور عرفان حق کی روشنی میں علم موجودات سے بہرہ ور ہوتے۔

ا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (بقرہ) — اس نے آدم (علیہ السلام) کو تمام نام سکھا دیئے۔

۲۔ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ

ہم نے اسے (ابراہیم) کو اسحٰق و یعقوب عطا کیا۔ہم نے اُن سب کو اپنی جانب راہنمائی کی۔ اور اس سے پہلے نوح کو اور اس کی اولاد سے داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو ہم اپنی جانب رہنمائی کر چکے ہیں (یعنی انہیں شہود انوار اور وصال ذات اور علوم سے مشرف فرمایا ہے) اور اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں۔ (یعنی انہیں وصال و انوار و علوم سے بہرہ ور کرتے ہیں)

۳۔ وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (انعام)

ہم اسی طرح دکھاتے ہیں ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی ملکوت اور اس لئے کہ یقین کرنے والوں سے ہو۔

۴۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔ (سورہ اعراف)

جب اس کے پروردگار نے پہاڑ کی طرف تجلّی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

۵۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف)

ہم نے اسے اپنی جانب سے علم سکھایا۔

۶۔ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝

سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی۔ اور ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا (علم و حکم)

۷۔ سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ (بنی اسرائیل)

پاک ہے وہ ذات جو رات کے وقت اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی جانب لے گیا۔ جس کے گرد کو ہم نے برکت دی تھی۔ تا کہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں۔

۸۔ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (نجم)

پھر اس نے اپنے بندے کی جانب وحی فرمائی جو فرمائی

آیاتِ ذیل میں جملہ اولیاء اللہ اور حکماے اُمّتِ مصطفویہ کو علم کی اس دوسری نوع کے انوار و اسرار سے مشرف و بہرہ ور فرمانے سے مطلع کیا گیا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یونس)	مطلع ہو جاؤ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دوستوں کو مطمئن کر دیا گیا۔ انہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غم کریں گے۔ (مردِ ترسندہ را ساکن کند) جو مومن اور متقی ہیں۔ ان کو دنیا کی زندگی میں بھی بشریٰ ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کے کلمات بدل نہیں سکتے اور یہ عظیم کامیابی ہے۔
نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (نور)	وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔
هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (جمعہ)	وہ ذات پاک جس نے اُمیّوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا۔ جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے گو اس سے قبل وہ گمراہی ظاہر میں تھے۔
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (عنکبوت)	جو ہماری ذات میں کوشش کرتے ہیں ہم اُن کے سینوں میں اپنے راہ کشادہ کر دیتے ہیں۔

اور آیہ ذیل میں صرف حکمت کا ذکر کتاب کی نورانی معنویت کی تخصیص کے لئے ہے۔ جس کی وسعت کثیر یعنی بے پایاں ہے۔

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ (البقرہ)	جس کو اللہ تبارک و تعالےٰ چاہتا ہے حکمت بخش دیتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو کثیر دولت دی گئی۔

یعنی علم کی اس دوسری قسم کا نام حکمت ہے اور آیہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ میں يُعَلِّمُهُم حکمت کو علم کا ہم معنیٰ قرار دیتا ہے۔ گویا اس آیت مبارکہ کے معانی اس طرح کئے جائیں گے (اور وہ علم

کتاب اور اس کی نورانی معنویت (حکمت) کی ان کو تعلیم دے، چونکہ نورانی معنویت کی جلوہ گاہ اندرون قلب یا نفس ہے۔ اور اس کا تحقق حقائق نفس کا کشف و استقامت یا اعتدال ہے۔ اس لئے بالیقین حکمت اور علم فی القلب ہم معنی ہیں۔ نیز ماہرین لغت کے چند ایک اقوال جو قابل احترام سید سلیمان ندوی صاحب نے سیرت النبی جلد چہارم میں جمع فرماتے ہیں۔ بطور استشہاد پیش کئے جاتے ہیں۔

امام جوہری صحاح اللغات میں فرماتے ہیں۔

الحکمۃ من العلم والحکیم العالم وصاحب الحکمۃ ؛	حکمت علم سے ہے اور حکیم عالم اور صاحب حکمت کو کہتے ہیں۔

لسان العرب میں جو عربی لغت کی مستند کتاب ہے۔ اس طرح ہے۔

والحکمۃ عبارۃ عن معرفت افضل الاشیاء بافضل العلوم ؛	حکمت افضل چیز کو افضل علم کے ذریعہ سے جاننے کو کہتے ہیں۔

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں۔

والحکمۃ اصابۃ الحق بالعلم والعقل	حکمت علم کے ذریعہ سے حق کو پہنچنا ہے۔
فالحکمہ من اللہ تعالیٰ معرفت الاشیاء وایجادھا علی غایۃ الاحکام ومن الانسان معرفت الموجودات وفعل الخیرات ؛	اللہ تعالےٰ کی حکمت چیزوں کا جاننا اور ان کی تخلیق ہے۔ بغایت کمال اور انسان کی حکمت موجودات کو جاننا اور اعمال صالحہ ہے۔
قال ابن زید الحکمۃ الدین الذی لایعرفونہ الا بہٖ صلعم یُعَلِّمُھُمْ ایاھا وقال الحکمۃ العقل فی الدین وقرء مَنْ یُّؤْتَ الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً وقال بعیسٰی ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل وقرأ ابن زید واتل علیھم نباء الذی اتینہ ایتنا فانسلخ منھا قال لم تنتفع الایات حیث لم تکن معھا حکمۃ والحکمۃ	حکمت دین کا وہ حصہ ہے۔ جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے۔ وہی اس کو سکھاتا ہے۔ نیز انہیں کا قول ہے کہ حکمت دینی عقل کا نام ہے۔ اور اس پر یہ آیت پڑھی کہ جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو بڑی دولت دی گئی اور تعالےٰ نے حضرت عیسٰی کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس کو کتاب و حکمت۔ تورات و انجیل سکھاتا ہے۔ اور ابن زید نے یہ آیت بھی پڑھی ؛

شیئ یجعله اللّٰہ فی القلب ینور لہٗ بہٖ

کہ ان کے سامنے اس کا حال بیان کر جس کو ہم نے اپنی آیات عطا کیں۔ مگر وہ اُن سے الگ ہو گیا۔ یعنی ان آیات سے نفع نہیں اُٹھایا۔ کیونکہ ان کے ساتھ حکمت نہ تھی۔ حکمت وہ چیز ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ بندے کے قلب میں رکھتا ہے اور اس سے اس کو منوّر کر دیتا ہے۔

مالک اور ابو رزین فرماتے ہیں۔

الحکمۃ الفقہ فی الدین والفہم الذی ھو سجیۃ منہ ونور من اللّٰہ تعالےٰ

حکمت دین میں فہم اور اس سمجھ کو کہتے ہیں۔ جو ایک محمود ملکہ ہے اور نور حق ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں۔

الحکمۃ فہم القرآن

حکمت فہم قرآن ہے (یعنی کتاب کے معانی اولیہ و معانی ثانویہ یعنی اسرار و انوار سے باخبر ہونے کا نام حکمت ہے)

مقاتل فرماتے ہیں۔

العلم والعمل بہ لا یکون الرجل حکیما حتیٰ یجمعھا

علم اور اس پر عمل کا نام حکمت ہے۔ کوئی آدمی اس وقت تک حکیم نہیں ہو سکتا۔ جب تک عالم و عامل نہ ہو (اجتماع علم و عمل حقائق نفس کا کشف و استقامت متحقق کرتا ہے۔)

قرآن حکیم کی آیات کی ترتیب سے اور اُن کی تشریح میں امامانِ لغت کے اقوال سے واضح و عیاں ہے کہ حکمت علم کی اس دوسری قسم کا نام ہے۔ جو نتیجۂ عمل ہے اور اندرونِ قلب اس کی جلوہ گاہ ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں سفیان سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمرؓ ابن خطاب نے کعب سے فرمایا کہ ارباب علم کون ہیں۔ حضرت کعب نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ الذین یَعْمَلُوْنَ بِمَا یَعْلَمُوْنَ ۔ وہ جو علم کے ساتھ جامع عمل ہیں۔ یعنی عالم باعمل ہی اس علم کتابِ الٰہی و حکمت سے بہرہ یاب ہو سکتا ہے۔ جو اتباع ظن سے بلند انوار ذاتیہ میں استغراق ہے۔ اور بالتبع علم ملکوت کو مستلزم ہے۔ بجائیکہ علم ظاہر ظنّی حدود

سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

از حق اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ رسید — مرکب ظن پر فلکہا کے دو دید (رومی)

اللہ عزوجل نے اِنسان کو اَحْسَنِ التقویم سے خلق فرمایا۔ اور مخلوق میں افضل ترین تقویم صرف وہی ہو سکتی ہے۔ جسے خالق حقیقی کے ساتھ اپنی خلقی ساخت میں قرب حاصل ہو اور اس کی صفات کا مظہر ہونے، کی قابلیت اس میں پائی جائے۔ صرف وہ ایک خالق حقیقی ہے۔ اور باقی سب موجودات مخلوق ہیں۔ اور جملہ موجودات میں اِنسان احسن الخلق ہے۔ یعنی وہ خالق حقیقی کی نیابت کی استعداد سے مشرف ہے۔ پس اس کی صفات سے اس کا متخلق ہونا ایفائے حق استعداد فطری ہے۔

ذاتِ اللہ عزوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ پس احسن الخلق (انسان) کے لئے ضروری ہے کہ وہ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے) کا صحیح مصداق ہو کہ وہ مظہر صفات الٰہی ہو سکے۔

وہ نورٌ علیٰ نور علیم و حکیم ہے۔ پس علم و حکمت سے انسان کو کیسے شرفیابی ہو سکتی ہے۔ جب تک مطابق آیۂ بالا انوارِ الٰہی سے منور و کامران نہ ہو۔ جو کتاب و حکمت کی معنوی صورت ہے۔ کیونکہ کلام متکلم کا ذاتی ترشح ہوتا ہے۔ اور اس لئے علیم و حکیم کے کلام میں استغراق معرفت ذات الٰہی سے علم ملکوت کو مستلزم ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْہَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا

اے لوگو! تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے برہان آچکی اور نور ظاہر ہم نے تم پر نازل کیا۔ یعنی قرآن حکیم کی معنوی صورت نور ہے اور کافۃ الناس سے خطاب مفہوم تسلسل ظاہر کرتا ہے۔

مندرجہ ذیل آیات ربانیہ سے علم کی معنوی حیثیت اور کتاب و حکمت کی علمی وسعت ظاہر و روشن ہے۔

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران)

اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولوا العلم اللہ قائم بالقسط ہے۔

ذات اللہ عزوجل اپنی ذات یکتا کی الوہیت اور یکتائی پر بحیثیت علیم و یکتا و الٰہ سب سے زیادہ

حقیق بالشہادت ہے۔ اور ملائکہ مقربین جو اس کے حضور و نور سے مشرف ہیں۔ اس کی الوہیت و بزرگی پر شہادت باہرہ کے لئے اقرب ہیں۔ اور اولو العلم (ذاتِ الٰہی کو جاننے والے یعنی عارفین) جو نورٌ علیٰ نور کے انوار میں غرق اور فانی ہو کر باقی ہو چکے ہیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کے معانی نفی و اثبات ان کے اندرون قلوب میں متحقق ہیں۔ یعنی ان کے نفوس کشف و استقامت سے معرفت الٰہی اور نفی غیر اللہ کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ جو روح الٰہی[1] کے رخ منوّر سے پردہ کشائی ہے۔ صرف وہی اس کی الوہیت میں یکتائی پر شہادت عینی کا استحقاق رکھتے ہیں۔ کیونکہ معنیٔ شہادت شہود و حضور کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتے۔ جو علیم و حکیم کی نورانی معیت ہے۔ اور کلام حق کے الفاظ مبارکہ میں استغراق سے کشف و استقامتِ نفس یا رسوخ فی العلم ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (آل عمران)

اسی نے تجھ پر یہ کتاب اتاری۔ اس میں ایک تو آیات محکمات ہیں۔ جو قرآن حکیم کی جڑ یا اصل ہیں۔ اور دوسری آیات متشابہات ہیں۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ تاویل پیدا کرنے اور فتنہ کے اٹھانے کے لئے تشابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس کی تاویل اللہ جانتا ہے۔ اور راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور عقلمند ہی نصیحت (راہ حقیقت) اختیار کرتے ہیں۔

علماء کو راسخون فی العلم کے خطاب سے تشریف بخشی۔ آیات متشابہات کے اسرار سے ان کے علم و وقوف پر دلیل بیّن ہے۔ اور ان کی شہادت مشاہدہ کو مستلزم ہے۔ کیونکہ اللہ عزّ و جل اپنی الوہیت کی یکتائی پر اپنی ذات کے علم سے شاہد ہے۔ اور اولو العلم اس کی الوہیت پر شہادت دیتے ہیں۔ گویا علم معرفت الٰہی ہے۔ اور علم ملکوت اس کا تابع ہے۔ نیز اولوالالباب راسخین فی العلم کی دوسری تعریف ہے۔ یعنی راسخین فی العلم اور عاقل ہی راہ حقیقت پاتے ہیں۔ جو

---

[1] وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔

آیات متشابہات میں مخفی ہے۔ اور آیات محکمات ان حقائق اور اسرار تک پہنچنے کا ذریعہ اور بنیاد ہیں۔ یعنی آیات متشابہات کی تاویل سے اللہ عزوجل واقف وعلیم ہے۔ اور علمائے راسخین کی تصدیق وتذکر دلیل رویت ہے۔

معرفت الٰہی۔ کلام الٰہی معنی نبوت۔ مفہوم اطاعت۔ رفاقت صلحا۔ اوامر و نواہی ملائکہ۔ حشر و نشر۔ جنت و دوزخ۔ عالم دنیا اور عالم آخرت جزا و سزا علی ہذا سب حقائق ملکوت ارضی وسماوی وغیرہ کا اپنی معنوی صورت میں انکشاف علم باطن ہے۔ یعنی وہ حقائق جن پر ایمان عمل کا باب اول ہے۔ عمل سے عالم راسخ پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور یہی علوم کتاب وحکمت ہیں۔ کیونکہ کتاب وحکمت معرفت خالق اور جملہ حقائق مخلوق کی جامع ہے۔ الغرض حقائق کا لفظی طور پر جان لینا علم ظاہر ہے۔ اور رویتِ حقائق علم باطن ہے اور رویت حقائق ہی حقیقت علمی ہے۔

میراث علوم

مطلق علم اُس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتا۔ جب تک نوعین (علم ظاہر و باطن) کا جامع نہ ہو اور اصطلاح شریعت میں عالم راسخ وہ انسان کامل ہے جو علم مطلق سے بہرہ ور ہو اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثتِ صحیحہ کا صرف وہی درست مصداق ہو سکتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ (انعام)	یہ ہیں ہماری دلائل جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا کی تھیں۔ جس کے ہم چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں۔
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (مجادلہ)	اللہ اُن لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے۔ جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ لوگ جن کو علم عطا کیا گیا۔

حضور الٰہی میں انبیاء کی مانند اُمتِ مرحومہ کے علماء کے درجات کی بلندی وراثت نبوت کے مضمون کو روشن کر رہی ہے۔ اور علماء کے اُس علم سے نصیبہ ور ہونے پر دلیل ساطع ہے جس علم سے انبیاء علیہم السّلام بہرہ ور ہوتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السّلام کو کتاب وحکمت سے مشرف فرمایا۔ جو مضمون نبوت

ہے۔ وہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ۔۔۔۔ الخ (آل عمران) جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت عطا کروں۔۔۔۔ الخ۔

اور فرماتا ہے۔

فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا ۝ (نساء) بلاشبہ ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب و حکمت عطا کی اور ان کو بڑی سلطنت بخشی۔

اور حضرت عیسٰی علیہ السلام سے خطاب فرماتا ہے۔

وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ (مائدہ) اور جب میں نے تجھ کو کتاب و حکمت اور توراۃ و انجیل کی تعلیم دی۔

تا آنکہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ علیہ وسلم پر اکمال[1] دین اور تمام نعمت کے ساتھ وہ عزّ وجل کتاب و حکمت مکمل فرما دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ۔۔۔۔ الخ (نساء) اللہ نے تجھ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی۔ اور وہ کچھ سکھایا۔ جس سے تو ناواقف تھا۔

علیٰ ہذا اللہ عزّ وجل نے اُمّتِ مرحومہ کے علمائے راسخین کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی وراثت (یعنی کتاب و حکمت) سے فائز المرام فرمایا۔ وہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (آل عمران) یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا۔ جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ) جس طرح ہم نے تمہیں میں سے رسول بھیجا۔ جو ہماری آیات تم پر تلاوت کرتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب و حکمت

---

[1] اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ)

سکھاتا ہے اور تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے ۔ جس
سے تم ناواقف تھے ۔

اور مندرجہ ذیل احادیث صحیحہ اس حقیقت کی وضاحت کر رہی ہیں ۔

وان العلماء ورثة الانبیاء وانّ بنیاء لم یورثو دینارًا ولا درھمًا وانما ورثو العلم فمن اخذہٗ اخذ بحظ وافوط

(رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ)

علماء انبیاء کے وراثت ہیں اور انبیاء سے دینار اور درہم کی وراثت نہیں پہنچتی بلکہ ان سے وراثت میں علم حاصل ہوتا ہے ۔ پس جو اُن سے علم میں فیضیاب ہوا ۔ اس نے کثیر حصہ پایا ۔

عن انس ابن مالک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ھل تدرون من اجود جودًا قالو اللہ ورسولہ اعلم قال اللہُ اجود جودًا ثم انا اجود بنی ادم واجودھم من بعدی رجل علم علمًا فلشرہ یاتی یوم القیٰمة امیر وحدہٗ اوقال امة واحدة ۔ (مشکوٰۃ)

انس ابن مالک سے روایت ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا ۔ اللہ اور اس کا رسول واقف تر ہے ۔ پھر حضور صلعم نے فرمایا ۔ اللہ عزوجل سب سے زیادہ سخی ہے اور اس کے بعد جملہ بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد وہ شخص سب سے زیادہ سخی ہے ۔ جو علم حاصل کرتا ہے ۔ اور اس کو پھیلا دیتا ہے وہ قیامت کے دن بمنزلہ ایک امیر کے آئے گا یا اس طرح فرمایا مانند ایک گروہ کے ۔

اس حدیث طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ عزوجل کی صفت جود کا ذکر فرمایا ۔ یہاں جود الٰہی سے خصوصیت کے ساتھ سخاوت علم مراد ہے ۔ جس سے اللہ عزّوجل نے سید وسرور محمدؐ نور جان اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور آنحضرت کے ذریعہ علمائے راسخین فی العلم کو عرفان دومول سے نوازا اور علم ملکوت ان کے سامنے منکشف کر دیئے ۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی ذات بابرکات کو اجود بنی آدم فرمایا ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے توسط سے وہ علوم الٰہی علمائے راسخین کے صدور میں منتقل کر دیئے گئے ۔ جن میں ہر ایک بنی اسرائیل کے انبیاء کی سی فضیلت ومنزلت رکھتا ہے ۔ پھر

لہ وجعلنا منھم ائمة یھدون بامرنا اور آیۂ واجعلنا للمتقین اماما کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم کو اجود الناس فرمایا۔ جس نے علم اخذ کیا۔ اور عالم میں اس کو پھیلا دیا۔ یعنی اس عالم و معلم کے ذریعہ شرح صدر سے صدور مومنین (بمطابق اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (کیا پس اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہے) عرفان الٰہی اور علم ملکوت سے مملو ہو گئے۔

عرفان و علم مقصودِ اعظم اور دولت نادر ہے۔ اس دولت نادر کی اعطاد بخشش ہی سخاوت علیہ ہے۔ جس سے بڑھ کر سخاوت کا اور کوئی درجہ نہیں اور حدیثِ طیبّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نشر علم کو جود کا ہم معنی قرار فرمایا ہے اور یہی معانی جود نبوی اور جود الٰہی میں مضمر و روشن ہیں۔

رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا سے وہ عمومیّت اور تواتر روشن و ساطع ہے۔ جو ہر زمانہ کو شامل ہے۔ یاتی یوم القیٰمۃ امیرًا وحدہ اوقال امۃ واحدۃً سے عالم و معلم کتاب و حکمۃ کی حیثیت اور درجہ علیہ کا وضوح ہے۔ جس سے وہ بارگاہ الٰہی میں ممتاز و مشرف ہو گا۔ اور بمطابق کفضلی علی ادناکم اسے متبعین کی سیادت ایسے حاصل ہو گی۔ جیسے انبیاء کو اپنی امم پر فضیلت و مرتبہ حاصل ہے

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش	چوں نبی باشد میاں قوم خویش
چوں پیمبر درمیاں امتاں	درکشائے روضۃ دار الجناں (رومی)

...... قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ ادنکم	عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے۔ جیسے
ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	میری فضیلت ایک ادنیٰ صحابی پر۔ اللہ اور
ان اللہ وملئکتہ واھل السمٰوات و	اُس کے فرشتے اور اہل آسمان و زمین حتیٰ
الارض حتی النملۃ فی حجرھا وحتی الحوت	کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں انسانوں
لیصلون علی معلم الناس الخیر	کو خیر سکھلانے والے پر درود بھیجتی ہیں۔

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ)

معلم الناس الخیر میں خیر سے مراد کتاب و حکمۃ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔
مَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (بقرہ) جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کی گئی۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بمطابق یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ اور بمطابق حدیث اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا معلم کتاب و حکمت ہیں۔

ؔ میں معلمؔ مبعوث کیا گیا ہوں۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

اور مندرجہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں عیاں وظاہر ہے کہ علمائے راسخین بھی معلم ہیں۔ کیونکہ کتاب وحکمت مضمون نبوت ہے۔ اس لئے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے مفہوم کی تکمیل ملکہ تعلّم کی ودیعت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ (ملکہ تعلّم سے مراد علم وحکمت کو دوسرے سینہ میں منتقل کرنے کا ملکہ ہے) اور دارمی کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفضلی علی ادناکم کے بعد مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر) اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے عباد علماء

علم فی القلب میں ثابت ہوچکا ہے کہ علم مستلزم شہود یعنی رویّت ہے اور آیات ذیل کے تطابق سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ رویّت یقین کو متحقق کرتی ہے۔ اور وہ نتیجہ عبادت یا عمل ہے جو صاحب خشیہ عباد علماء کے نفوس میں متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ حقائق نفس کا کشف واستقامت یا اعتدال ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (حجر) — اپنے پروردگار کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین کامل حاصل ہوجائے (یعنی عبادت کے اقتضائے مدارج طے کر)

وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (انعام) — اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو زمینوں اور آسمانوں کی ملکوت تاکہ وہ موقنین سے ہوجائے (صاحبان یقین سے)

يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ میں اللہ عزّوجل نے جس یقین کو مقصود رکھا ہے۔ وہ معرفت ذات الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ رویّت مستلزم یقین ہے۔ اور بالتبع اس علم ملکوت کو مستلزم ہے۔ جیسے اللہ عزّوجل نے بوجہ رویّت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موقن ہونے کی توجیہ فرمایا ہے۔ یہ امر بدیہہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جملہ احکام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جملہ امّت کے لئے عام فرماتے ہیں۔ چنانچہ بمطابق اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (یہ دستور العمل ہے۔ بس جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرلے) وصال الٰہی اور عرفان کا حکم و دستور جملہ امّت کے لئے نافذ وساری کر دیا گیا ہے۔ جو اقتضائے عبادت سے اُس یقین کامل کا موجب ہے۔ جو حتّٰی يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اور مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ میں مخفی ہے۔ یہی عمومیّت حکم وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ[1]

---

[1] ہم نے تمہیں تمام ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔

کا مقصود و مدّعا ہے۔ اور قیامت تک ہر عہد میں اس علم و یقین سے بہرہ وری مدّعاتے بعثت ہے۔ جو وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ میں مضمر ہے۔
عبادت علم و شہود کی موجب ہے۔ اور مشاہدہ استواریٔ یقین کا باعث اور خشیت الٰہی ایک کیفیت ہے۔ جو نتیجۂ علم ہے۔ اور مستلزم محبّت ہے اور عالم اور موقن کو متکیف کرتی ہے۔
عابد کے لئے عالم ہونا موقن ہونا صاحب خشیہ اور نتیجۂ خاشع ہونا لابد ہے اور یہی آیات ذیل سے مقصود ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر) اللہ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں

وَهُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (مومنون) وہ اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

خشیتہ کے معنی خوف کے ہیں۔ اور خشوع کے معنی فروتنی اور انکسار کے اور خشوع خشیتہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور خشوع کامل کا مفہوم تبھی متحقق ہو سکتا ہے۔ جب نماز حقائق فکر و اعتراف کی مصدق ہو اور نماز میں یہ شہود عالم و موقن کو ہی نصیب ہو سکتا ہے۔ مدارج علم کی بلندی کیفیت خشیت میں اضافہ کی موجب ہوتی جاتی ہے۔ حضور شہنشاہ سے غائب ان کیفیات و آداب خشیتہ سے متکیف و مؤدب نہیں ہو سکتا۔ جن سے مقرّب بارگاہ لرزہ بر اندام ہوتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (زمر)

کہہ دے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ بالتحقیق صاحب عقل (صاحب علم) ہی راہ نصیحت (حقیقت) اختیار کرتے ہیں۔

کوکبے کہ پیش شاہ بند و کمر
تاکسیکہ ہست بیروں سوئے در
فرق بسیار است نابد در حساب
آں ز اہل کشف و آں ز اہل حجاب (رومی)

صحابہ کرام ائمۂ اربعہ، اصحاب[۲] تذکرہ اور جملہ علمائے ربانی کے حالات زندگی اور کیفیاتِ عبادات اور سمع آیات کتاب سے اثر پذیری اور جذب اور تڑپ اور وارفتگی یہ سب کچھ معرفت الٰہی کی علامات اور محسوسات بشری اور خواہشات نفسانی کے فنا کی آیات ہیں۔ جو حقائق نفس کا کشف و استقامت یا لطافت و کثافت کا قیام بالقسط (بالعدل) ہے۔

---

[۱] نماز کی تفصیل مقدمہ "تذکرہ" صفحہ ۲۷ پر مرقوم ہے۔ [۲] تذکرہ مصنفہ خاکسار و پرنسپل محمد صغیر حسن

اور یہی خشیت اور یقین کامل وراثت مصطفوی ہے۔ جو بمطابق فرمان ربانی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ؕ محبت کی کیفیتوں کے ساتھ عبادت کا نتیجہ اور ثمر ہے۔ اور مستلزم رویت وشہود (علم) ہے۔ کیونکہ یقین مطلق ایسی رویت وشہود ہے۔ جس میں شبہ یا حجاب حائل نہ ہو۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ؕ ہاں اگر تم جان لیتے حقیقت کار کو علم یقین سے (تو ہرگز غافل نہ ہوتے) البتہ تم دیکھو گے دوزخ کو عین الیقین۔ (گویا یقین مطلق رویت بلا ریب و حجاب ہے) پس عبادت ربانی بمطابق وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ؕ اس یقین کو مستلزم ہے۔ جو معرفت ربانی یعنی رویت انوار الٰہیہ اور بمطابق وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ؕ رویت حقائق ملکوت کو لازم قرار دیتا ہے۔ گویا عبادت اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق نہیں ہوتی۔ جب تک رویتِ انوار متحقق نہ ہو۔ جو اس کا ثمر اور علم حقیقی ہے اور وہ رویت حقائق ملکوت کو مستلزم ہے اور ان ہر دو عبادت و علم کی وراثت سے بمطابق فرمان ربانی وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور فرمان نبوی اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْۢبِیَآءِ علمائے ربانی بہرہ ور ہیں۔

احادیثِ طیبہ کی روشنی میں علوم نبوت کی وسعت

قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَیْنِ ؕ (عن ابن عباس مسلم)

نفس ناطقہ انسانیہ میں حقیقت علوی اور کثافتِ ارضی ودیعت ہیں۔ اور اللہ عزوجل نورٌ علیٰ نور ہے اور فرماتا ہے۔

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (نور) اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

گویا جس نفس مبارک میں حقیقت علوی اپنی نورانی معنویت کے ساتھ جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ تو بمطابق لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ .... الخ (حدید) ان کے لئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔ وہ اس استعداد کا کشف ہے۔ جو اس عزوجل کے حکم[2] سے ہے اور خاص اس کی ذات پاک طرف

---

[1] کہہ دے اگر اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں محبوب فرمائے گا۔

[2] قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ؕ (بنی اسرائیل)

سے نفس انسانی میں ودلیعت ہے اور اسی نسبت سے اس عزّوجل نے اسے لفخوا ئے۔

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي ..... الخ (ص) اور جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں

اپنی روح سے تعبیر فرمایا ہے۔ ذات نورٌ علیٰ نور کی جانب اہدائے نور اس حقیقت پر شہادت ربانی ہے۔ کہ نفس ناطقہ میں منکشف روح علوی تجلیات نور کی مشاہد ہے۔ اور اللہ عزّوجل نے جہاں کفار کے قلوب[1] اور سمع و بصر پر مہر اور پردہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے وہی قلب اور سمع و بصر مقصود ہے۔ جس میں نورانی تجلیات کی استعداد رویت ودیعت ہے۔ اور وہ روح علوی ہے۔ جس کے کشف سے اس کا وجود اپنی نورانی قوتوں کے ساتھ متحقق ہوجاتا ہے۔ اور کفار کے نفوس میں وہ محجوب ہے۔ قیامت کے دن جو آنکھیں پروردگار کو دیکھیں گی۔ وہ اپنی ارواح علوی کی رویت ہے۔ جو آج اس وقت سطح ارض پر نفوس انسانی میں ارواح بخاری کے ساتھ ودیعت ہیں۔ اور ان کا[2] احتساب (جزاوسزا) دنیا و آخرت میں ان کے اتحاد حقیقت پر دلیل روشن ہے۔ گویا جو نفوس انسانی بمطابق فرمان ربانی۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (قیٰمہ) — کتنے منہ اس دن ترو تازہ اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہیں۔

اس دن (آخرت میں) رضوان[3] اور رویتِ الٰہی سے بہرہ یاب ہونگے۔ جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ جَرِيْرِ ابْنِ عَبد الله قَالَ قَالَ رسول الله صلی الله علیه وسلم انکم ستروں ربکم عیانا وفی روایة قال کنا جلوسا عند رسول الله فنظر الی القمر لیلة البدر فقال انکم سترون ربکم کما ترون هٰذا القمر ..... الخ (متفق علیہ)	جریر ابن عبد اللہ سے روایت ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق تم عنقریب اپنے پروردگار کو عیاں دیکھو گے اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔ اس نے کہا کہ ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بیٹھے تھے کہ آپ نے لیلۃ البدر کے

[1] خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ..... (سورۃ البقرہ) [2] ..... وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ع البقرہ)

[3] ارواح علوی و بخاری کا احتساب جو نورانی بقائے ابائیہ یا اس سے حرمان پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ دراں حالیکہ رویت روح علوی کا خاصہ ہے اور تحمل خاصہ للروح بخاری ہے۔

۔ ۔ چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

وہ نفوس مقدس وہی ہیں۔ جو آج اس دنیا میں سطح ارض پر اپنے ارواح علوی کے ارواح بخاری پر نورانی انکشاف سے بہرہ ور ہیں۔ اور نور ربانی کو دیکھتے ہیں۔ مضمون باقیات الصلحت اسی حقیقت پر شہادت روشن ہے۔ صالحات کا وجود اور ان کا بقا دنیا و آخرت میں ان کا معنوی اتحاد ہے۔ اور کیفیات کے اتحاد نوعی کو متحقق کرتا ہے۔ اور یہی اس آیت ربانی کا مقصود ہے۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (یونس) — ان کے لئے بشریٰ ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔

اور محض اعتراف بھی انجام کار رافع عزیت ہے۔ کیونکہ اعتراف کا مبداء وہ شعور ہے۔ جو روح علوی کا ترشح ہے۔ اور اسے اعتراف پر قدرت حاصل ہے۔

روئیت انوار یا کشف روح علوی کا خاصہ ہے اور کثافت اس کی متحمل ہے یعنی روئیت کثافت کی استعداد نہیں ہے۔ کثافت کی استعداد تحمل ہے۔ اور یہی عجز روئیت ہے۔ اور یہی روئیت بصر اور روئیت فواد کی متحدہ حقیقت ہے۔ اس لئے چشم عنصری کے متعلق بحث روئیت خروج از مقصد ہے۔ ہر گونہ روئیت ہر کیفیت کے ساتھ روح علوی کا ہی خاصہ ہے۔ مگر کثافت کی تنویر چونکہ روح علوی کے ساتھ اس کی تجنیس و اتحاد ہے۔ اس لئے روح علوی کی روئیت و بصر نفس ناطقہ کی مجموعی روئیت قرار پاتی ہے۔ جس کی کیفیات پر بحث زبان و قلم کا کام نہیں ہے۔ حسب درجات انعامیہ ان کا تحقق ان کا مطالعہ ہے۔ پس جب نفس انسانی میں روح علوی نورٌ علیٰ نور کی جانب ابدائے نور سے اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ منوّر ہو جاتی ہے۔ تو ملکوت کو اس کی علمی روشنی احاطہ کر لیتی ہے۔ کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور علیم و حکیم ہے۔

اور چونکہ اس عزّ وجل کی جانب ابدائے نور اس روح الٰہی کی حقیقت ہے۔ اس لئے اس کی وسعت —— اس عزّ وجل کے درجات انعامیہ کی مطابقت کے ساتھ جو منعم کا تلطف ذاتی یا نور ہے۔ اپنے درجہ میں تا ابد روبہ ارتقاء رہی ہے۔ انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء۔ صالحین کے درجات نعمت و قرب میں اور بفحوائے

۱؎ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (کہف) ۲؎ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (نساء) ۳؎ ۔ ۴؎ ۔ ۵؎ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط (البقرہ)

یہ مرسلین ہم نے ان سے بعض کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔

انبیائے کرام کے درجات فضل کی نورانی وسعتوں میں یہی حقیقت درخشاں ہے۔ پس اکرم الاولین والآخرین۔ قائد المرسلین۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی نورانی وسعت اور انوار ذات الٰہی میں سیر بے پایاں اور اس کی روشنی میں علم ملکوت کی کیفیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ سے جو حضور کے نفس مبارک میں حقائق وحی اور شہود کے استقلال کا نورانی نتیجہ ہیں نمایاں ہے۔ نورٌ علیٰ نور عزوجل کی ذات پر شہادت اور اس کی جانب دعوت یعنی ابداً نور یا سلوک طراط مستقیم میں رفاقت۔ حشر ونشر دنیا و آخرت وغیرہ جملہ حقائق کی شرح الحاصل کتاب و کتاب وحکمت کے الفاظ اور ان کی نورانی معنویت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول اور نفس مبارک میں اس کا تحقق اور تزکیہ وتعلم سے اس کا اجرائے متواتر یہ سب حقائق علیہ حضور صلعم کی علمی وسعت بے پایاں کے شواہد درخشاں ہیں۔ یہاں صرف اس عنوان کے زیر تحت چند احادیث طیبہ تشریح عنوان کے لئے نقل کی جاتی ہیں۔

عن ابن عباس ماکذب الفؤاد مارایٰ ولقد راٰہ نزلۃ اُخریٰ قال راٰہ بفوادہ مرتین رواہ مسلم وفی روایۃ الترمذی قال رایٰ محمد ربہ قال عکرمہ قلت الیس اللہ یقول لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار قال ویحك ذاك اذا تجلّیٰ بنورہ الذی ھو نورہ وقد راٰی ربّہٗ مرّتین (مشکوٰۃ)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے تکذیب نہیں کی جو اس نے دیکھا اور تحقیق اس کو دیکھا اس نے یک بار دگر دیکھا اس فرمان ربانی کے متعلق ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے اللہ عزوجل کو اپنے قلب سے دوبار دیکھا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں ایسے ہے کہ اس نے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا .... الخ

مندرجہ ذیل حدیث نبوی متعدد کتب احادیث میں روایت کی گئی ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی تصنیف لطیف حجۃ اللہ البالغہ ذکر الملا الاعلیٰ میں اسے نقل فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انی قمت من اللّیل فتوضأت وصلّیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں رات کو اٹھا اور وضو کیا اور جو نماز میرے لئے مقدر

ما تدرنی فنعست فی صلوٰتی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارك وتعالیٰ فی احسن صورۃٍ فقال محمدؐ قلت لبیك ربی قال فیم یختصم الملاء الاعلیٰ قلت لا ادری قالہا ثلاثاً قال فرأیته وضع کفه بین کتفی حتی وجدت بردِ انامله بین ثدیی فتجلّیٰ لی کل شیٔ وعرفت۔ ...... الخ

تھی۔ میں نے پڑھی اور مجھے اثنائے نماز میں ہی اونگھ آکر وجود بھاری معلوم ہونے لگا۔ کہ میں نے اچانک اپنے پروردگار کو اپنے سامنے بہترین تجلّیٰ میں پایا۔ پھر اس نے فرمایا۔ اے محمدؐ میں نے عرض کی لبیک اے میرے پروردگار پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فرشتے کس بارہ میں باہم بحث کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ مجھے معلوم نہیں۔ اس سوال کو تین بار فرمایا۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ اور میں نے اس کے بند انگشتاں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی اور اس کے بعد میرے سامنے ہر چیز روشن ہو گئی۔ ...... الخ

ان اللّٰہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا (مسلم)

اللہ تبارک وتعالےٰ نے زمین کو میرے لئے سمیٹ کر میرے سامنے فرمادیا ہے۔ پس میں اس کے مشارق ومغارب دیکھ رہا ہوں

قالوا یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم رأیناك تناولت شیئاً فی مقامك ھٰذا ثمّ رأیناك تکعکعت فقال انی رأیت الجنّة فتناولت منہا عنقوداً ولو اخذته لاکلتم منه مابقیت الدنیا ورأیت النار فلم ار کالیوم منظراً قط (مؤطا امام مالک)

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا پھر دیکھا کہ آپ رُک گئے۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ میں نے بہشت کو دیکھا۔ اور خوشۂ انگور لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور اگر میں لے لیتا۔ تو تم اس کو رہتی دنیا تک کھاتے رہتے اور میں نے آگ دیکھی کہ آج سے بڑھ کر کوئی ہولناک منظر نہیں دیکھا۔

فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظھری (موطا امام مالک) — اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا رکوع و خشوع مخفی نہیں رہتا۔ میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں

انی فرط لکم وانا شھید علیکم وانی واللہ لانظر حوضی الآن وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض ...... الخ (عن عقبہ ابن عامر بخاری و مسلم) — تحقیق میں تمہارے لئے میر اول اور پیشوا ہوں۔ اور تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور ایک روایت میں ہے کہ زمین کی کنجیاں .... الخ

انی لاعلم اخر اھل النار خروجاً منھا واخر اھل الجنۃ دخولا فی الجنۃ (عن ابن مسعود بخاری و مسلم) — تحقیق میں جانتا ہوں جو شخص سب سے پیچھے دوزخ سے نکلے گا اور اس شخص کو جو سب سے آخر جنت میں داخل ہوگا۔

مندرجہ احادیث صحیحہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ مقصود اصلی معرفت ذات الٰہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں اس کے تحقق پر جس کی وسعت اور کیفیت جملہ ابنیائے کرام سے ممتاز ہے۔ سب ملکوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے حقائق کے ساتھ روشن ہو گئیں۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلَی التَّابِعِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ تَابَعَھُمْ .... بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ ○

احادیثِ طیبہ کی روشنی علمائے ورثۃ الانبیا کی وسعتِ علوم

رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِیْنَ ط (بخاری)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اوّل افضل الصحابہ صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصاحبت مخصوصہ اور یگانگت مختصہ میں فردیّت اِس نورانی اور علمی مکمل جنسیت کی وجہ سے تھی جو تقاضا ئے منصب صدیقیت ہے۔ اور صدّیق کی کمال قوت نظری مثل انبیاء پر یہ فردیت مصاحبت جس پر قرآن حکیم اور احادیثِ طیبہ شاہد ہیں۔ حجّت روشن ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی صلعم ہے۔

لوکنت متخذ اخیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ)	اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو دوست اختیار کرتا تو ابوبکر کو اختیار کرتا۔
لوکنت متخذ اخیلا لاتخذ ابابکر خلیلا ولکنہ اخی وصاحبی وقد اتخذ اللّٰہ صاحبکم خلیلا۔ (رواہ مسلم)	اگر میں کسی کو دوست اختیار کرتا تو ابوبکر کو اختیار کرتا۔ لیکن وہ میرا بھائی اور صاحب ہے اور اللہ نے تمہارے صاحب (ذات شریف نبوّت) کو خلیل اختیار کیا ہے۔

کمالاتِ نبوت کی تصدیق کاملہ صدیق میں ان کمالات کے تحقق کو مستلزم ہے۔ کیونکہ کمال تصدیق یہ ہے کہ صدّیق صاحب کتاب و حکمت کے نفس فعال کے ساتھ عنصری و علوی حیثیّت سے متحد ہوکر کتاب و حکمت کی شعوری اور اعترافی تصدیق کے ساتھ عمل سے اس حد تک تصدیق کردے کہ اس کے حقائق اس کے نفس مبارک میں اس حیثیت کے ساتھ مکمل طور پر متحقق ہوجائیں۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم صاحب کتاب و حکمت کے صدرِ مبارک میں اُن کا تحقق ہے۔ اور اس غایت کمال سے تشریف انبیاء کی مانند صدیق کی تکمیل قوت نظری کے ہم معنی ہے۔ جو اس کا قیام بالقسط ہے اور کمال علم ہے اور اللہ عزّوجل کے نزدیک اس قرب کو متحقق کرتا ہے۔ جو انبیاء کا خاصہ ہے۔ چنانچہ یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت عظمیٰ کی شرح کرتی ہے۔ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل جنت اپنے اوپر والوں کو ایسے

---

[1] ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۴۰) (توبہ)

دیکھیں گے۔ جیسے تم روشن ستارے کو جو مشرقی کنارے یا مغربی کنارے سے قریب ہو دیکھتے ہو۔ بوجہ اس تفاوت کے جو ان میں باہم ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ انبیاء کے مقام ہیں۔ کوئی اور وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے:

رجال آمنوا باللّٰہ وصدقوا المرسلین ۔ (صحیح البخاری)

وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے مرسلین کی تصدیق کی۔

یعنی ایمان اور تصدیق کا پورا حق ادا کیا۔ تا آنکہ فکر صحیحہ اور اعترافات ... کے حقائق اُن کی قوتِ نظری میں مکمل طور پر متحقق ہو گئے۔ جو توحید و رسالت پر ایمان کی نورانی حقیقت ہے۔ اور کمالِ نبوت کا تحقق ہے اور سب سے پہلا اس کا مصداق و مصدق اوّل الصحابہ صدیق اکبر عتیق ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ہے۔ علیٰ ہذا فاروق اعظم اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہما کے درجاتِ شہادت حقیقت کتاب و حکمت کی اس رویت سے متحقق ہیں۔ جو اس کی نورانی معنویت ہے۔ کیونکہ شہادت اپنی فطرت میں رویت کا تقاضا کرتی ہے۔ اور ہر امر اپنی حقیقت سے تحقق پاتا ہے۔ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر دو حضرات رضی اللہ عنہما کے درجات شہادت کی وضاحت روشن ہے۔

صحیح البخاری میں بروایت حضرت انس منقول ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کوہ اُحد پر تشریف لے گئے۔ اس میں زلزلہ پیدا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر پاؤں مارا اور فرمایا۔ اے اُحد ٹھہر کہ تیری پشت پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔

اور بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک احد فی امتی فانہ عمر ۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتوں میں محدث (بفتح دال مشدد) تھے۔ (جن پر علوم کتاب و حکمت الہام کئے گئے جیسے بارگاہ سلیمانی میں وہ مردِ کامل جو عِندَہٗ عِلمٌ مِّنَ الکِتٰب کا مصداق تھا) پس میری اُمت میں ایسا شخص عمر ہے۔

اور صحیح البخاری میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے

بحالت خواب دُودھ کا پیالہ دیا گیا۔ تو میں نے پیا حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا۔ کہ سیری ناخنوں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر ابن خطاب کو دے دیا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے اس سے کیا تعبیر لی۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ علم۔ ان ہر دو احادیث بالا سے ہشید کی وسعت علمی نمایاں ہے۔ علیٰ ہذا شاہسوار ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کر کے فرمایا۔

انت منی بمنزلۃ هارون من موسیٰ	تم میرے لئے ایسے ہو۔ جیسے ہارون موسیٰ
الا انہ لانبی بعدی ؎ (متفق علیہ)	کے لئے مگر میرے بعد نبی کوئی نہیں ہو سکتا۔
	(یعنی کمالات نبوتی یا علم کی وراثت آپ کو میسر ہے)

خلفائے اربعہ اور جلیل القدر صحابہ کرام کے فضائل میں بہت سی احادیث طیبہ مروی ہیں۔ جن سے وراثت علوم نبوت مبرہن ہے۔ منجملہ مندرجہ ذیل حدیث طیبہ سے کیفیت علمی کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو جائے گی۔ کہ معرفتِ الٰہی مقصود اصلی ہے۔ اور علمائے ورثۃ الانبیاء کے لئے علم ملکوت کی مُوجب ہے۔ کتاب الرحمۃ المهداۃ میں بروایت ابی بکر ابن شیبہ منقول ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عوف ابن مالک سے فرمایا۔ اے عوف ابن مالک تو نے کیسے صبح کی۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مومن صادق ہونے کی حیثیت سے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر بات کی حقیقت ہوتی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ عوف نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے دنیا کی محبت سے نفس کو الگ کر لیا۔ اور راتوں کو جاگا کیا۔ اور دوپہر دل کو پیاسا رہا۔ (قائم اللیل اور صائم النہار رہا) اب گویا کہ میں اپنے پروردگار کے عرش کو دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا کہ میں اصل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ اس میں باہم ملاقات کرتے ہیں۔ اور گویا کہ میں اصل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ اس میں وہ چلا رہے ہیں۔ گویا احادیث نبویہ سے یہ عیاں ہے کہ ؎ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کا منشا حضور صلعم کے تزکیہ و تعلم سے جس وجود پر متحقق ہو جاتا ہے۔ وہ کمالاتِ نبوت پاتا ہے۔ گو نبی نہیں ہو سکتا۔ اسے وہ قوت تزکیہ و تعلم حاصل ہو جاتی ہے۔ جو کتاب مجید کے علم و نور ؎ میں استغراق سے کہ وہ کشف و استقامت حقائق علوی و سفلی ہے۔ متحقق ہوتی ہے۔ اور تزکیہ نفس میں اس قوت تزکیہ و تعلم اور کتاب مجید میں استغراق کا باہم لزوم ان کے معنوی اور نورانی اتحاد پر دلیل روشن ہے۔

؎ اور ان کو پاک کر دے اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے (جمعہ) ؎ الٓرٰ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (ابراہیم)

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ[1] اور[2] وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا کا تطابق اسی حقیقت پر شاہد ہے۔ کیونکہ رُوحِ الٰہی کی حقیقت اور کتاب مجید کی معنویت دونوں نور ہیں۔ اور یہ فطرتِ قوت ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کتاب و حکمت کی اُمّت کے نفوس میں ودلیعت تواتر تزکیہ و تعلّم کو مستلزم ہے۔ جس سے علمائے ورثۃ الانبیاء،[3] جودِ الٰہی اور جودِ[4] نبوی یعنی کتاب مجید اور سنّت کی نورانی معنویت کو الیٰ یوم القیامۃ ملّتِ مصطفویہ میں[5] معلم النّاس الخیر کی حیثیت سے جاری اور نشر کرتے ہوتے وراثتِ مضمون اِنَّمَا[6] بُعِثْتُ مُعَلِّمًا کی تصدیق کرتے رہیں گے۔ صلوٰۃ اللہِ عَلَیْھِمْ اجمعین۔

اخلاق نبوی اور قرآن حکیم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب)

نفس انسانی میں قائم بالقسط عزّ وجلّ نے کثافتِ ارضی کی ترکیب میں کمال قسط و اعتدال ملحوظ فرمایا۔ اور یہ اعتدالی نسبت روحِ الٰہی کا محل ہونے کی قابلیت ہے۔ جس کی حقیقت اس قائم بالقسط عزّ وجلّ کی معرفت یا اس کے کلام کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے اور کشف حقیقت اس کا قیام بالقسط ہے۔ اور کثافت تحمّل کشف سے قائم بالقسط ہو جاتی ہے۔ اور ان ہر دو اوزان کی صحیح تقیف و تعدیل نفس ناطقۂ انسانی کا مجموعی طور پر قیام بالقسط ہے اور یہ اس قائم بالقسط عزّ وجلّ کے اخلاق سے اس کا تخلق ہے۔ جس کا اس کے کلام سے متحد الحقیقت ہونا لابد ہے۔ کیونکہ کلام الٰہیہ اس قائم بالقسط عزّ وجلّ کے نورانی ترشحات ذاتیہ ہیں۔ اور ان میں استغراق تجلّیات نور کے ساتھ اخلاق الٰہیہ سے تخلّق کا موجب ہے۔ سیّد و سرور محمّد ن المصطفیٰ احمد ن المجتبیٰ رسول اللہ و خلیفۃ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم بمطابق آیات

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب و

---

[1] کہہ دے کہ رُوح میرے پروردگار کے حکم سے ہے (بنی اسرائیل)، [2] اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے روح تیری طرف بھیجی (الشوریٰ) [3] [4] [5] [6] متعلقہ احادیثِ طیبہ عنوان میراثِ علوم میں مطالعہ فرمائیں۔

مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ (آل عمران)

حکمت سے دوں۔ پھر تمہارے پاس آئے پیغمبر جو تصدیق کرے اس چیز کی کہ تمہارے ساتھ ہے تم اُس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے

تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ۘ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ ؕ البقرہ

یہ مرسلین ہم نے اُن سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ اُن میں سے بعض وہ ہیں۔ جن سے اللہ نے گفتگو کی اور بلند کیا بعض رسل کو درجات میں (محمد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو)

تمام مخلوق سے بزرگ تر اور قائد المرسلین اور اکرم الاولین والآخرین اور خاتم النبیّن ہے۔ کیونکہ جملہ ابنیاء کی تصدیق کا ضروری تقاضا ہے۔ کہ اس کی نبوّت فاضلہ نبوّت کی ضرورت کو ہمیشہ تک کے لئے ختم کر دے اور وہ جامع دین مکمّل اور نعمت متمّم ہو۔ اور تمام انبیاء سے افضل ہو۔ انبیائے عظام کی جانب سے تصدیق نبوّت مصطفوی اور بمطابق آیات۔

وَاُمِرۡتُ لِاَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ؕ (زمر) اور میں مامور کیا گیا ہوں کہ اول المسلمین ہوں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ

اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن سے جو تم میں سے ایمان لاتے ہیں۔ اور اُن کا عمل صالح ہے ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔ جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔ اور ضرور اُن کا وہ دین جو اُن کے لئے اس نے پسند کر لیا ہے

---

[۱] [۲] [۳] مشکوٰۃ فضائل سیّد المرسلین۔ انبیائے عظام کی جانب سے تصدیق نبوّت مصطفوی ایک حقیقت پائندہ ہے اور اس کی توابع ان کی بشارات فاضلہ ہیں اور اساس بشارات پر ان کی امم کی جانب سے تصدیق نبوّت مصطفوی ہے (جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفا ہے کیونکہ نبوت مصطفوی عدل ہے) یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ انبیائے کرام کی امم وجود انبیاء میں مدغم قرار پاتی ہیں۔ چنانچہ نظام مدن میں نمائندگی اعلیٰ کی حیثیت اپنی حقیقت جامعہ کیسا تھ اس کلیہ پر شاہد ہے اسلئے یہ کلیہ مسلّمہ بشارات فاضلہ کی شہادت کے تحت جملہ امم کو تصدیق نبوت مصطفوی پر مکلّف بالعدل قرار دیتا ہے۔

لِی شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (نور)

ان کے واسطے مستحکم کر دے گا۔ اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ وہ عبادت کریں گے میری اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ جو اس کے بعد کفر کرے گا (انکی خلافت سے انکار کرے گا) وہ فاسقین ہیں۔

وہ سب سے پہلا مصداق آیۂ استخلاف ہے۔ کیونکہ وہ اوّل المسلمین ہے۔ اور ترشحاتِ ذاتیہ الہٰیہ کا جو اخلاقِ الہٰیہ سے تخلق کا موجب ہیں۔ وہ سب سے پہلا حامل ہے اور یہ نبوت اور خلافت فاضلہ کا منصب ہے۔ کہ کافۃ الناس اور اللہ عزوجل کے درمیان وہ بحیثیت حامل الفاظ و انوار قرآن واسطہ اور ذریعہ ہو۔ اور مستخلف عزوجل کے اخلاق جمال و جلال سے متخلق ہو کر اس کی کبریائی کو زمین پر متمکن کر دے۔

پس اس بزرگ ترین خلائق جو قرب ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی[1] سے مشرف و مکرم ہے۔ کے نفسِ مبارک کا کشف و تحمل یا نور و تنویر کی وسعت بیرون از قیاس ہے۔ اس کی شوکت رویت سے بمطابق آیات فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ۞ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی[2] اور[3] وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی اور مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی صرف وہ خود صلی اللہ علیہ وسلم واقف ہے۔ جس پر اس رویت کا تحقق ہوا یا وہ عزوجل نورٌ علیٰ نور قائم بالقسط علیم و خبیر ہے۔ جس نے اس رویت عظمیٰ سے اسے منور و مکرم فرمایا۔ نور پر نور اپنے معانی کے لحاظ سے ایک حد یا مقام تک محدود نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اس نورٌ علیٰ نور عزوجل کی ذات بزرگ لامتناہی اور بیرون از حد و قیاس ہے۔ پس اس کے تصرف سے نفس انسانی میں کشف و استقامت درجات انعامیہ کی مطابقت کے ساتھ فضیلت پر افضلیت رکھتا ہے۔ اور تمام مخلوق سے بلا شبہ افضلیت صرف اسی بزرگ وجود یعنی محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم پر متحقق ہے۔ جو بیرون از حد و قیاس تجلیات انوار و رویت سے بہ کمال و تمام جملہ اخلاق الٰہیہ یعنی قیام بالقسط کا مظہر کامل ہے۔ اور تمام کائنات انسانی میں امر[5] بالعدل پر مامور ہے۔ جو مضمون[6] اِنَّ اللّٰہَ

---

[1] پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا (نجم) [2] پس اس نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کی۔ اس کے دل نے رویت کی تکذیب نہیں کی (نجم) [3] اور البتہ تحقیق اس کو دیکھا اس نے ایک بار دگر (نجم) [4] اس کی آنکھ نے کجی نہیں کی اور نہ سے حد بڑھی (نجم) [5] هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (نحل) اور آیہ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (زمر) کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے [6] اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے (نحل ۴)

یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ؎ کی نیابت کاملہ ہے اور اس کے امر بالعدل کی قوت معجز دستور کامل کلام حکیم ہے جس سے وہ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن اور بین الدول میں آمر بالعدل اور قاہر و غالب ہے۔ چنانچہ وہ زبانِ رسالت و خلافت سے ارشاد فرماتا ہے۔

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت	میں انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں چھ (حقائق)
بجوامع الکلم ونصرت بالرعب احلت	سے مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔ اور میں
لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً او	رعب سے منصور کیا گیا ہوں اور غنائم میرے
طهوراً وارسلت الی الخلق کافة وختم	لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ اور زمین میرے
بی النبیون (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)	لئے سجدہ گاہ اور طہور (تقدس) بنا دی گئی ہے
	اور تمام خلق کی طرف مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔
	اور مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اسے مسلم
	نے روایت کیا۔

یعنی وہ صلی اللہ علیہ وسلم کافۃ النّاس کی طرف مبعوث ہے۔ تمام خلق کی طرف اس کی بعثت دلیل افضیلت ہے۔ اور ان آئینی لوازم کی جامع ہے۔ جو کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں تہذیب و تدبیر منزل اور سیاست مدن اور بین الدّول میں فطرت تہذیب و تدبیر و سیاست ہیں۔ اور ان کی صحت اعتدال سے متحقّق ہے۔ جو قائمؒ بالقسط عزوجل کی جانب سے نزول دستور عدل کو مستلزم ہے۔ اور وہ بنوت فاضلہ اس کا محل نزول ہے۔ اور اس کا نفاذ خلافت الٰہیہ کی قوت غالبہ سے تحقق پاتا ہے۔ جس سے وہ مشرف ہے۔ اور کافۃ النّاس کی طرف بعثت اس کی بنوّت اور خلافت الٰہیہ میں فردیت کو مستلزم ہے۔ اور اس کی اُمّت میں کمالات بنوت (ولایت) کا اجراء و تواتر اور امانت استخلاف فی الارض کی تفویض اس کی فردیت کی شرح متشکل ہے۔ بنوّت و خلافت کا اس کی ذات پر اجتماع اس کے نفس مقدس میں اس حکمت تاباں کے تحقق پر شہادت روشن ہے۔ جو اس کتاب کی نورانی معنویت ہے کہ تمام مقتضیات عہود و دہور کو اور تشخیص نفوس کافۃ النّاس کو اور ان میں فرداً و منزلاً و مدنا تحقق اعتدال کو الحاصل دنیا و آخرت کو اس کی آغوش وسعت محیط ہے۔ یعنی وہ دستور مکمل اور نعمت متمم ہے۔ اور اس کی ہر گونہ جامعیت پر اس کی معجزؔ فصاحت و بلاغت دلیل روشن ہے کہ تمام خلق اس کے

؎ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ...... الخ (بقرہ)

معارضہ سے عاجز ہے۔ اور یہ عجز کافۃ الخلق کی طرف بعثت پر شہادت باہرہ ہے اور اس نبی برحق کے نفس مبارک میں اس کے تحقق پر اس کے جوامع الکلم شاہد ہیں۔ جو فصل الخطاب[1] ہے اور وہ کتاب مجید کی شرح ہیں۔ اور وہ ہر دو یعنی کتاب مجید اور اس کی شرح ہر گونہ حیات کی مطابقت کے ساتھ اس کا مضمون مکمل ہے۔ اور اس صلعم کے نفس مبارک میں متحقق ہے۔ اور وہ بدفع موانع شوکتِ فطری و منزلی و ملی کے ساتھ منصور بالرعب ہے اور شجاعت کاملہ سے وہ قوی و غالب ہے۔ اور مفاتیح محاصل و مخارج اس کے سپرد کردی گئی ہیں۔ جو اجتماع اسباب ہر گونہ حیات ہے۔ اور اس کا نفس مبارک فطری مطلوب عزوجل کی طرف فطری رجوع کی ایفائے عادل سے عفیف کامل ہے۔ اس کا ہر قول و فعل مقصود حقیقی اللہ عزوجل کے لئے خالص[2] ہے۔ اور وہ رجحان کثافت یا فرط میں ہرگز مبتلا نہیں ہوتا۔ یعنی اس کا نفس مبارک بتربیت الٰہی اور شرح صدر اور حقائق وحی و شہود کے ذریعہ مزکیٰ و مصفیٰ ہو کر مزکیٔ امت ہے۔ اور زمین پر اس کی شمشیر جادۂ ظہور و اعتدال سے دفع موانع کے لئے حرکت کرتی ہے۔ اور تمام روئے ارض پر اس کی حرکت اور غلبہ کافۃ الناس کی طرف بعثت کا ضروری تقاضا ہے۔ اور اُسکی امت میں اس کے کمالات کا اجراء و تواتر اور امانت استخلاف فی الارض کی تفویض اس کی ذات بابرکات پر اختتام نبوت اور خلافت الٰہیہ میں فردیت پر دلیل قاطع ہے۔

کافۃ النّاس کی طرف بعثت ہر عہد اور ہر زمانہ کو محیط ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات مبارک کے ساتھ نسبت ان کمالات نبوت کے تسلسل و اجراء پر شہادت ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں کتاب و حکمت کے تحقق سے جلوہ گر ہے۔ اور صدور علمائے ورثۃ الانبیاء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک سے متحد قرار دیتی ہے۔ گویا ان تمام حقائق نے سطح ارض پر اوّل المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے عہد مبارک میں تمکین پائی اور اس کے بعد ہمیشہ اس وقت متمکن ہو جاتے ہیں۔ جب نفس زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں سے اللہ عزّ وجل استخلاف فی الارض کا فیصلہ ملتِ اسلامیہ کے لئے ناطق فرما دیتا ہے۔ اور وہ تمام روئے ارض پر اخلاق نبوی حکمت اور عدالت اور شجاعت اور عفت کی حسن و شوکت کے ساتھ پھیل جاتا ہے۔ گویا خلیفۃ اللہ فی الارض اپنے عہد میں رسول پاک

---

[1] وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص) [2] قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام)

صلی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک پر ملت اسلامیہ کو جمع کر دیتا ہے۔ اور اس کا علم وقدرت اخلاق نبوی اور قرآنِ حکیم کی متحدہ حقیقت کا آفتاب درخشاں ہے۔ قرآن حکیم کے معانی اوّلیہ جن کیطرف فوراً ذہن منتقل ہوتا ہے۔ وہ قرآن حکیم کی لفظی شکل وصورت ہے۔ اور اس کے معانی ثانویہ قرآن حکیم کی نورانی حقیقت ہیں۔ جو آیہ وَلٰکِنْ جَعَلْنَاہُ نُوۡرًا نَّهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ط (اور لیکن ہم نے اسے نور بنایا ہے اپنے بندوں سے جسے ہم چاہتے ہیں اس کے ذریعہ رہنمائی فرماتے ہیں۔ شوریٰ) سے مقصود ہے۔ اسی طرح بمطابق فرمان ربانی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اقتدا کے لئے پسندیدہ ہے۔ (احزاب) ....

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کا اُسوۂ حسنہ قرآن مجید کے معانیٔ اوّلیہ کا عملی نمونہ ہے۔ اور بمطابق آیات[1] یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اور[2] مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى وہی نور ربانی اسوۂ حسنہ کی نورانی حقیقت ہے۔ یعنی قرآن حکیم کے معانیٔ اوّلیہ اور ثانویہ اور اُسوۂ حسنہ میں اعمال اور ان کے نتائج ایک متحدہ حقیقت ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی نورانی قوّت تزکیہ وتعلم اس متحدہ حقیقت کی دلیل جاریہ ہے۔ کیونکہ تزکیۂ نفوس میں قرآن حکیم اور قوت تزکیہ کا تصرف لازم وملزوم ہیں۔ اور ان کا نتیجہ واحد ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق کے بارہ میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

كان خلقه القرآن ط (ابوداؤد) — آپ کے اخلاق قرآن تھے۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق کی عملی اور نورانی حیثیت پر شہادت راسخ ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانیٔ اوّلیہ اور ثانویہ کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک ایک جنبش لب ہر حرکت وسکنت کامل دستوری حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ بروایت ابو داؤد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک موقعہ پر عبداللہ ابن عمر کو اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا۔ تم لکھ لیا کرو۔ اس سے جو کچھ نکلتا ہے۔ حق نکلتا ہے (اور حق عدل ہے) یہ اس حقیقت عظمیٰ پر شہادت ہے۔ کہ وہ رسول اللہ اور خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم ہر گونہ امر بالعدل سے

---

[1] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے (نور) [2] دل نے تکذیب نہیں کی جو کچھ اس نے دیکھا۔ (نجم)

قائم بالقسط عزّ وجل کی فردیت الوہیت پر دلیل شہادت ہے۔ اور مضمون کتاب کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نفس مبارک میں متحقق ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ	اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود
وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران)	نہیں اور فرشتے اور اولو العلم وہ قائم بالقسط ہے

اور اس قوتِ تصرّف (تزکیہ و تعلّم) کو مستلزم ہے۔ جو یہ دلیل علم و شہادت قائم بالقسط عزّ وجل کا دست قائم[1] بالقسط ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور سے نورانی معیّت و جنسیت اور بنی نوع انسان کے ساتھ اشتراک اساسی کی وجہ سے اسے قائم بالقسط عزّ وجل اور کافۃ الخلق کے درمیان وسیلہ کی حیثیت حاصل ہے۔ جس نے نفس ناطقہ کے جملہ اجزائے تخلیق یا اس کی ہر چہار قویٰ میں تصرف سے اخلاق عالیہ حکمت۔ عدالت۔ شجاعت۔ عفت کو جن کی نورانی حقیقت قرآن حکیم کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ملت وسط (عدل) میں جاری فرمادیا ہے۔ کیونکہ کتاب و حکمت قوتِ تزکیہ و تعلّم کو متحقق کرتی ہے۔ اور اُمت کے نفوس میں اس کا تحقق قوتِ تزکیہ و تعلّم کے تواتر کو مستلزم ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی صلعم سے مقصود ہے۔

عن جابر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم	جابر سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ
قال ان اللّٰہ بعثنی لتمام مکارم	علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے مبعوث کیا
الاخلاق وکمال محاسن الافعال ط	ہے کہ مکارم اخلاق متمم اور محاسن افعال
(رواہ فی شرح السنہ (مشکوٰۃ)	مکمّل ہوں۔

مکارم اخلاق ادراکی و تحریکی فضائل کے جامع ہیں۔ کیونکہ خلق کیفیتّ نفس ہے اِس لئے اُن میں جمع جملہ فضائل کو مستلزم ہے۔ اور ادراکی حیثیّت کو زیادہ ظاہر کرتی ہے اور ادراک تحریک پر قادر ہے۔ اور یہ قدرت وجہ جامعیت ہے اور فعل تحریک کے ساتھ خصوصیّت رکھتا ہے۔ اس لئے اس سیّد الحکماء محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد[2] مقدس میں ادراکی فضائل حکمت و عدالت اور تحریکی محاسن شجاعت و عفت کی تشخیص و جامعیّت فصل الخطاب[3]

---

[1] اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (فتح) [2] یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ .... الخ ( ) [3] وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص) حضرت داؤد علیہ السّلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ [4] اسی عنوان کے زیر تحت یہ حدیث طیبہ مرقوم ہو چکی ہے۔

اور مضمون اعطیتُ بجوامع الکلم کا آفتاب درخشاں ہے۔ جو نفس مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن حکیم کے نورانی حقائق کے استقلال کا نتیجہ منور ہے۔ چنانچہ اب اوراقِ آئندہ میں قلم جو مضمون عَلَّمَ بِالقَلَمِ کے فیض تصرف کی محتاج اور اس سے مایہ دار ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی شرح کے لئے رواں ہوتی ہے۔ کہ وہ نفس ناطقۂ انسانی کی تشخیص کرتے ہوئے دلائل ساطعہ کے ساتھ آیاتِ کتاب یا اسوۂ حسنہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی معنویت یا حقیقت ہیں۔ اور انہیں منبع صدر مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملت وسط (عدل) میں تواتر کے ساتھ جاری کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ نفوس ناطقہ پر امر بالعدل کی دلیل کے ساتھ تدبیر منزل اور ریاست مدن اور بین الدول میں امر بالعدل کا استحقاق مخصوص ہیں۔ اور ملت اسلامیہ کے لئے امانتِ استخلاف فی الارض کی تفویض پر حجتہائے غالب اور دلائل قاہرہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ تَابَعَھُمْ مَنْ تَابَعَھُمْ مَنْ تَابَعَھُمْ .... بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ ط

دار التصنیف والنشر
آلو مہار شریف

محمد سعید

۱۔ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ہ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ہ (علق) پڑھ اور تیرا پروردگار اکرم ہے جس نے قلم کو تعلیم دی۔

عن جابر ان النبیؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم
قال ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق
وکمال محاسن الافعال (مشکوٰۃ)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ)

مکارم اخلاق و محاسن افعال

(حکمت و عدالت ۔ شجاعت و عفت)

(خلیفہ) محمد سعید
جامع صدیقیہ

دار التصنیف والنشر
آلو مہار شریف

اِنَّ اللہَ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال

(اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے کہ مکارم اخلاق متمم اور محاسن افعال مکمل ہوں) مشکوٰۃ

نفسِ ناطقہ کی تشخیص اور تجزیہ نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس کے ہر چہارم قویٰ۔ نظری۔ عملی۔ غضبی۔ شہوی کا عدل یعنی حکمت۔ عدالت۔ شجاعت۔ عفت نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے اور کتاب اور میزان العدل کی حامل صرف اُمّتِ وسط یا ملّتِ اسلامیہ ہے۔ اس لئے کافۃ النّاس کے افکار و افعال پر صرف اِسے ہی احتساب اور شہادت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اور صرف اسی کی شمشیر محافظِ عدل ہے۔

محمد سعید

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

(آل عمران)

جعلت لی الارض کلّھا مسجدًا

تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنادی گئی) (بخاری ومسلم)

سطح ارض پر صرف حکیم ملّتِ اسلامیہ کو ہی فضل
اور برتری کا جائز استحقاق ہے

محمد سعید

حکمت

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْ وَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ ط (ہود)

اس کتاب کے آغاز میں کثافت ارضی اور حقیقتِ علوی کے زیر عنوان تخلیق انسانی کی کیفیت اور اس کے اجزائے ترکیب پر کسی حدتک روشنی ڈالی گئی ہے۔ عناصر کی ترکیب سے روح بخاری نتیجہ پذیر ہوتی ہے۔ جس میں فطری نگاؤ ایک حیوانی شعور ہے۔ اور اپنی عنصری ترکیب میں کمال اعتدال کے سبب قائم بالاعتدال اللہ عزوجل کی جانب سے بمطابق[1] وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ روح الہٰی کا محل ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ط اسی حقیقت پر خالق حقیقی عزوجل کی شہادت ہے۔ روح الہٰی جس کی حقیقت نور ہے۔ اور انکشاف حقیقت اس کا فطری تقاضا ہے۔ اور وہ روح بخاری نسبت تخلیق سے جو اُسے خالق حقیقی کیساتھ حاصل ہے برفع موانع اس کی طرف فطری طور پر رجوع کرتا ہے۔ اور اعتدالی جنیت سے جو اس قائم بالقسط عزوجل کے ساتھ وہ رکھتا ہے۔ روح علوی سے تعلق اس کی اعتدالی فطرت کا خلقی تقاضا ہے۔ پس روح بخاری اور روح علوی کا باہم تعلق نفس انسانی میں ایک ایسی ممتزجہ

---

[1] جب میں اپنے رُوح سے اس میں پھونک دوں (ص)، وہ ذات جس نے تمام اشیا کے ازدواج (دو-دو) بنائیں اس سے جو کچھ زمین سے اُگتا ہے اور اُن کے نفوس سے اور اس سے جسے وہ نہیں جانتے (یٰسین)

کیفیت قبول پیدا کر دیتا ہے۔ کہ نفس انسانی کشف روح علوی کے۔ لئے صور علمیہ جو اپنی حقیقت میں روح علوی سے متحد ہیں۔ اللہ عزوجل سے انفعالی حیثیت کے ساتھ قبول کرتا ہے (ترکیب عناصر سے حیات عناصر روح بخاری کی انفعالی کیفیت پر شاہد ہے۔ اور وہ روح علوی کا محل ہونے کی حیثیت سے مجموعی طور پر نفس ناطقہ کی انفعالی کیفیت کا موجب ہے) جو تا ابد نفس انسانی کے ارتقائے مسلسل کی استعداد ہے۔ اور کشف و تحمل سے جب وہ اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے تو اسے فعالی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو روح الہٰی کی نورانی حقیقت کا تقاضا ہے۔ اور اس کی اس نورانی حقیقت کا انکشاف اس اللہ عزوجل کی معرفت کے ساتھ لزوم رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی طرف سے وہ ودیعت ہے۔ پس اس کشف و معرفت کا افتتاح ہی فکر صحیحہ ہے۔ جو اس عزوجل پر ایمان ہے۔ اور یہ افتتاح حکمت ہے۔ اور اس کی حقیقت رویت ہے۔ اور صرف یہی حکمت ہے۔ کیونکہ انسانی شعور یا روح الہٰی کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ اور قوت نظری میں متحقق ہوتی ہے۔ کہ وہ نفس انسانی کا ادراکی یا شعوری ثمر ہے۔ جو روح بخاری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے بحیثیت مبداء اعمال یا ارادہ یا قوت عملی قوائے تحریک پر قادر ہے۔ گویا قوت ادراک کی دو قسمیں ہیں۔ قوت نظری اور قوت عملی علیٰ ہذا دفع موانع اور فطری رجوع یا لگاؤ کی دلیل سے قوت تحریک کی بھی دو قسمیں ہیں۔ قوت غضبی اور قوت شہوی۔

پس جب قوت نظری صحیح کدو کاوش پر صبر سے اور نامناسب نشاط فکر سے صبر کے ذریعہ فکر صحیحہ یا ایمان ظنی پا لیتی ہے جو نفس ناطقہ کی مجموعی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ تو یہ الایمان کی رؤیت اور فکر صحیحہ کی حقیقت بھی جو کمال علم ہے۔ قوت نظری میں نفس ناطقہ کی مجموعی جدوجہد سے مرتب ہوتی ہے۔ گویا ابتدائی ایمان جو محض ظنی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایمان کا ایک پہلو ہے جس میں نورٌ علیٰ نور کہ اس کی شعوری اور اعترافی تصدیق کی گئی ہے۔ مشاہد نہیں ہے۔ اور اس کی دوسری حیثیت اس کے انوار کا شہود یا ایمان کی تکمیل ہے۔ کیونکہ شعوری یا اعترافی تصدیق رویت سے اپنے حقائق کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ گویا ایمان کا شہود سے تحقق اس کی صحیح تعدیل ہے۔ یعنی قوت نظری پر حکم عدل جو منشائے آیۂ ذیل ہے۔

وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النحل)	جو آمر بالعدل ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔

نفسِ ناطقہ کے مجموعی صبر سے اس پر نفاذ پا کر مسلسل صبر سے ایمان کو اپنے حقائق کے ساتھ مکمل کر دیتا ہے۔ اور یہ قوتِ نظری کا اعتدال ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ۝ (ہود) — جنہوں نے صبر کیا اور نیک کام کئے اُن کے لئے مغفرۃ اور اجرِ کبیر ہے۔

اللہ عزّوجل نے اس آیۂ مقدس میں صبر کو بجائے ایمان استعمال فرمایا ہے۔ یعنی قوتِ نظری میں فکرِ صحیحہ کی تمکین اور اس کا کشف حقیقتِ صبر یا ایمان ہے۔ اور صالحات کو اس کے ساتھ لزوم حاصل ہے۔ وہ تکمیل ایمان کا ذریعہ ہیں۔ اور تقاضائے ایمان کامل ہیں۔

قول علی المرتضیٰ و عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما۔

الصبر ھو الایمان کلہ (فتح العزیز) صبر ہی ایمان کامل ہے۔

اسی حقیقت کی شرح ہے۔ اور بمطابق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

الصبر نصف الایمان (فتح العزیز) صبر نصف ایمان ہے۔

صبر اس حیثیت سے نصف ایمان ہے کہ وہ نفسِ ناطقہ کے مجموعی فکر و عمل کی حیثیت ہے۔ جس کا ثمر ایمان شہودی ہے۔ گویا وہ ایمان کا ایک پہلو ہے۔ جو از ابتداء تا انتہا اس کے وجود اور تکمیل اور استمرار اور استقلال کا سبب ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ مرجع فطری عزّوجل کے ترشح ذاتی قرآن مجید اور اس کی شرح متشکل اسوۂ حسنہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں آیات محکمات و متشابہات اور ذات و صفات الٰہی ملائکہ مقربین انبیا و مرسلین اور صالحین اور ان کی طاقت ہائے روحانی اور وسعتہائے علمی اور ان کی رفاقت اور معنی وحی اور نبوت و الہام و کشف و شہود اور مفہوم اطاعت اور اوامر و نواہی اور قدر خیر و شر من اللہ اور حقیقت جنّت و دوزخ و اعراف و عود ماہتاب و تقدیر آفتاب و شیطان کے خطرات قلب کی حقیقت زمین و آسمان کے ملکوت اور ان کی تسبیح و تہلیل گنجائش الہ در قلب مومن استوائے رحمٰن علی العرش وغیرہ سب حقائق پر ایمان اور اس شعور سے ان کا فہم جو نفس انسانی میں کثافت ارضی اور لطافت علوی کی ترکیب کا نتیجہ ہے۔ حکمت سے اتصاف کے مفہوم ابتدائیہ کو پورا کر دیتا ہے۔ کیونکہ قوتِ نظری ان کا مبداء قبول ہے۔ اس حیثیت سے کہ نفسِ ناطقہ کے مجموعی عمل کو مستلزم ہے علیٰ ہذا حکمت یا ایمان کا نورانی یا شہودی مفہوم نفسِ ناطقۂ انسانی کی ہر چہار قویٰ قوتِ نظری و عملی و غضبی و شہوی کی مجموعی تعدیل سے تکمیل پاتا ہے۔ حکمت یا ایمان صحیحہ اس

حقیقت کا اپنے اصل کی طرف رجوع ہے۔ جو بمطابق

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (ص ۷۲)	جب میں اسے استوار کر چکوں اور اپنا روح اس میں پھونک دوں۔

نفس انسانی میں ودیعت کی گئی ہے۔ اور وہ لطافتِ علوی ہے یا روح الٰہی ہے۔ اللہ عزّوجل لطیف و نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے اس رُوح کی حقیقت جو رُوحِ بخاری سے متعلق ہے نور ہے جو رُوحِ بخاری یعنی کثافت کے پردہ میں پنہاں ہے۔ اور یہ اس کی عظمت کا تقاضا ہے کہ وہ زیر حجاب ہوتا آنکہ وہ حجاب بھی نورانی جنسیّت سے اس کی حقیقت کے ساتھ متحد ہو جائے اور وہ اس کے نورانی حقائق کا حامل ہو۔ اور اس کا تحمل ثقلی حیثیت کے ساتھ موجب استقلال ہو۔ یہ شوکتِ عظمیٰ بھی اسی مضمون درخشاں کی قبیل سے ہے۔ جو اس آیۂ ربانی میں جلوہ گر ہے۔

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ (شوریٰ ۵۱)	کسی بشر کے لئے یہ نہیں ہے کہ اللہ اس سے گفتگو کرے لیکن وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا وہ رسول بھیجتا ہے کہ اس کے حکم سے وہ پیغام پہنچا دیتا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے

پس رُوحِ الٰہی کی عظمیت روحِ بخاری کو بحیثیّت حجاب ضرور چاہتی ہے اور معتدل خلقی نسبت سے جو اللہ عزّوجل کے ساتھ اسے حاصل ہے۔ وہ اس کا محل ہے تا آنکہ کلام الٰہی کے نور سے روحِ الٰہی اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ منکشف اور روحِ بخاری اس کا متحمل ہو۔ جو حقائق بالا کی روشنی میں نفسِ ناطقۂ انسانی کا فطری تقاضا ہے۔ جس کی ایفا اس کا عدل ہے۔ اور وہ روح الٰہی کے اصل قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّوجل کے ترشحات ذاتی یعنی کتاب مجید میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ جو نورانی تاثر کو مستلزم ہے۔ اور استغراق یعنی احکام الٰہی کی تعمیل اور نماز میں کلام مجید کی ترتیل اساس فکری پر تحریک جسم کو مستلزم ہے۔ اور یہ نفسِ ناطقہ انسانی کا مجموعی عمل ہے۔

یعنی رُوحِ علوی اپنی استعداد شعور سے یا تقاضائے فطرت سے ملک الحق کی جستجو کرتی ہے۔ جو اس کا اصل ہے یعنی اپنا نورانی انکشاف چاہتی ہے۔ اور رُوحِ بخاری اپنے فطری لگاؤ سے جو معتدل تخلیقی نسبت کے سبب اسے خالق حقیقی کے ساتھ حاصل ہے۔ اس کیطرف

برفع موانع رجوع کرتی ہے۔ کہ وہ اس کا تقاضائے تحمل نور ہے۔ تو اس حیثیت کے ساتھ کہ یہ اتحاد شعور در رجوع برفع موانع صابر کیفیت ارادی ہے۔ اور افتتاح محبت الٰہی ہے۔ قوت نظری میں فکر صحیحہ تمکین پاتا ہے۔ اور اس کا اپنی حقیقت کے ساتھ انکشاف اس کی تعدیل و تکمیل ہے۔ جس کے تحقق کی کیفیت اس طرح ہے۔ کہ قوت عمل فکر صحیحہ کے حقائق شہودیہ کی طرف فکری توجہ سے جو فطری رجوع کے ساتھ مختلط ہے۔ تعمیل صالحات پر بر رفع موانع سے قدرت حاصل کرتی ہے۔ اور یہ اس کی صابر ارادی اور مستقلہ حیثیت کا دوسرا مرحلہ یا تدریجی ارتقاء ہے۔ جو قوت تحریک کے فعل کا مبداء ہے۔ جو بصبر بر مکارہ مامور اور بصبر از نواہی مطلوب جادۂ مقصد سے موانع کو ہٹاتی ہوئی صالحات کو ظاہری تشکل و صورت کا لباس پہناتی ہے۔ تا آنکہ ادراکی اساس پر قوت تحریک کی مجموعی فعلی جدوجہد فکر صحیحہ کے حقائق سے نفس انسانی کو منور کرتی ہوئی قوتِ عمل میں تنویر سے رسوخ پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ مبداء افعال ہے۔ یہ ارادہ کی تیسری حیثیت ہے۔ اور بہ تدریج و استقلال اس کا اعتدال و کمال ہے۔ پس قوت عملی کی خواص کا رسوخ و عدل ہے۔ قوت نظری میں فکر صحیحہ کے حقائق شہودیہ کو متحقق کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں قویٰ قوت ادراک کی ہی دو حیثیتیں ہیں۔ جو نفس ناطقہ میں فطری رجوع پر شعوری قدرت کا تحقق ہے۔ پس قوت نظری فکر صحیحہ اور اس کے تقاضا یعنی حقائق فکر کی شہودی تصدیق سے اعتدال یا علم میں کامل ہو جاتی ہے۔ اور یہی کمال حکمت ہے۔ جو نفس ناطقۂ انسانی کے مجموعی فکر و عمل یعنی ادراک و تحریک سے متحقق ہوتا ہے۔ گویا حکمت نفس ناطقہ یا اندرونِ قلب میں مجموعاً جلوہ ریز ہوتی ہے۔ (عنوان علم فی القلب یا حکمت اس بیان فضیلت حکمت کے ساتھ متحداً مطالعہ فرمائیں) اور قلب یا نفس ناطقہ میں اس کا تحقق جامع جملہ فضائل (حکمت۔ عدالت شجاعت۔ عفت) ہے۔ کیونکہ نفس انسان کی اس حیثیت کا نام ہے۔ جو روح بخاری اور روح علوی کے تعلق و اختلاط سے رونما ہوتی ہے۔ اور مستلزم ارادہ ہے اور جب تک اس کی وہ فطرت قائم ہے۔ جس پر اُسے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی اس کی فطرت نفس میں عنصری و علوی حیثیت سے خالق حقیقی کی طرف کیفیت رجوعی شعوری قدرت کے تحقق کے ساتھ موجود ہے۔ اس حیثیت تک نفس ناطقہ یا قلب کی حیثیت خلقی قائم رہتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ (ق) — اس کے لیے جسے دل حاصل ہے۔

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى — تاکہ ڈرائے اُسے جو زندہ ہے اور کافرین پر

اَلْکَافِرِیْنَ ۝ (النحل) قول یعنی حجت کو متحقق کرتے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا الرَّجُلَیْنِ اَحَدُ هُمَا اَبْکَمُ ۝ (النحل) اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے دو آدمیوں کی کہ میں ایک گنگ ہے۔ (یعنی اس کی حیثیت نطق فنا ہوگئی ہے)

اور جب اس کے تقاضائے فطری (جس پر اُسے پیدا کیا گیا ہے) کی ایفاء سے اس میں اعتدال متحقق ہوجاتا ہے تو وہ یعنی نفس ناطقہ اور قلب اپنے حقائق کے ساتھ تکمیل پاتا ہے۔ جو اس کا کشف و استقامت ہے۔ اور کمال حکمت ہے۔ اور کشف چونکہ خاصہ ادراک ہے۔ اور اس سے نفس مجموعی طور پر استقامت پاتا ہے۔ اور وہ علم ہے۔ اس لئے اسے قوت نظری کے ساتھ اسمی خصوصیت حاصل ہے۔ گویا قوتِ نظری کا علم مشاہدہ کی بنا پر حقیقتِ اعتدالیہ کا حامل ہے۔ جو ظن صحیحہ اور شہود دونوں کے تحقق سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ یعنی ایمان صحیحہ نفس انسانی میں جب تک قوائے ادراک و تحریک کے ذریعہ اپنی حقیقت یعنی مشاہدہ سے متحقق نہیں ہوتا۔ نقطہ اعتدال پر راست نہیں ہوسکتا۔ اور چونکہ ایمان صحیحہ رویت ما بہ الایمان سے تکمیل و تحقق پاتا ہے۔ اس لئے حقیقت اعتدالیہ ہے۔ جو نفس انسانی سے تحقق اعتدال کا تقاضا کرتی ہے۔ کیونکہ حقیقت نفس ما بہ الایمان کی معرفت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ پس جب قوت نظری میں فکر صحیحہ کی حقیقت یعنی شہود کو اساس فکری پر کہ اس وقت اسے ارادی حیثیت حاصل ہوجاتی ہے۔ جسے قوتِ عملی یا مبداء اعمال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ فکری صبر کو مستلزم ہے۔ عمل صالح سے بالتدریج استقلال ہوتا جائے گا۔ تو اس وقت قوتِ نظری کا صبر وہ ایمان مستحکم ہوگا۔ جسے اللہ عزوجل نے آیہ ذیل میں یقین کامل سے تعبیر فرمایا ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (حجر) اپنے پروردگار کی عبادت کرحتی کہ تجھے یقین حاصل ہو۔

اور یقین کامل رؤیت و شہود کو مستلزم ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرَاهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۝ (الانعام) اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو زمینوں اور آسمانوں کی ملکوت تاکہ وہ یقین کرنے والوں سے ہو۔

عبادات یا اعمال صالحہ جو یقین کامل یا تکمیل ایمان کا موجب ہیں۔ ان کی ابتداء اس صحت ایمان

سے ہے۔ جسے قوتِ نظری ہوا و ہوس ننگ و ناموس مادی حوائل و موانع سے بلند ہو کر ضرور پا لیتی ہے۔ اور ایمان صحیحہ حقیقت عظمیٰ ہے۔ جو دلائل باہرہ سے معقول و مدلل ہے۔ اور اس پر شاہدان صادق موجود ہیں تو پھر اس قوتِ نظری کے لئے جسے محسوسات ارضی (جذبات ہوا ننگ و ناموس جاہ و اقتدار خطرات خوف وغیرہ) نے ڈھانپ نہ لیا ہو۔ اسے نہ پا لینا ایک ناممکن امر ہے۔ بحالیکہ فطرتِ انسانی میں خالق حقیقی کی طرف کیفیت رجوعی اور توجہ شعوری موجود و مخلوق ہے۔ پس ایمان صحیحہ کے حصول میں انسانی عجز اختیاری ہے۔ غیر اختیاری نہیں ہے۔ اور یہ دلیل اکتساب ہے۔

پس جب قوتِ نظری محسوسات پر غلبہ حاصل کرتی ہوئی صحیح کد و کاوش یعنی صبر سے صراطِ مستقیم پالیتی ہے۔ تو وہ ایمان ابتدائی ارضی حجاباتِ اور تلوثات کی وجہ سے اضطراب میں مبتلا رہتا ہے۔ جو نفس انسانی کا امرِ بالسوء[1] ہے اور وہ اس وقت تک رفع نہیں ہو سکتا جب تک حقیقت عظمیٰ (ما بہ الایمان) کو جو دلائل و شواہد سے معقول و مبرہن ہے۔ ہدایت کے ساتھ وہ مشاہدو عیاں نہ دیکھ لے۔ شہود کے بغیر اضطراب اور کشمکش قائم رہتی ہے۔ جس کی وجہ ظن محض ہے۔ اور ہر دو حقائق علوی و سفلی کا کشف و استقامت یا ایفائے عادل قوتِ نظری میں اطمینان پیدا کر دیتی ہے۔ جو مستلزم تدریج ہے۔ پس جب قوتِ ادراک ارادی حیثیت کے ساتھ جسے قوتِ عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ منہیاب مطلوب سے صبر کرتی ہے۔ اور مکارہ مامور پر صبر کرتی ہے جسے اصطلاح الٰہی میں نفس کی حیثیت[2] لوامہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور صبر بر مکارہ اور صبر از نواہی کی فعلی حیثیت پر اُسے قدرت حاصل ہے۔ تو حقیقت شہود یہ قوتِ نظری میں تدریج و تسلسل کے ساتھ جلوہ ریز ہو تی جاتی ہے۔ جو روح علوی کا نورانی کشف ہے۔ جس سے مضمون وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ[3] کی تکمیل نفس انسانی کو اضطراب سے شفا بخشتی ہے۔ جو روح بخاری یا کثافت کا تحمل کشفِ لطافت ہے۔ اور اس کی تنویر ہے۔ تا آنکہ نفسِ ناطقۂ انسانی کو اطمینان کامل حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہی نورانی حیثیت[4] عندیت پروردگار ہے اور تا ابد لامتناہی

---

[1] عنوان تنزیل دستور مطالعہ فرمائیں۔ [2] وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (قیمہ) [3] اور شفا ہے اس کی جو سینوں میں ہے (مرض) سورۃ یونس) [4] يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (فجر)

تجلی ہائے انوار الٰہی کے قبول کی استعداد ہے۔ پس نفس انسانی اس حقیقت یعنی ما بہ الایمان پر علیٰ شہادت دیتا ہے اور یہی رویت دیقین آیات بالا سے مقصود ہے۔ اللہ عزوجل علیم وحکیم ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور اپنی ذات کے علم[1] سے اپنی فردیت الوہیت پر شاہد ہے۔ اور تمام ملکوت میں اس کا علم و حکمت جاری و ساری ہے۔ پس جو نفس انسانی اس کے انوار سے متجلّی و منور ہو گا۔ صرف وہی علم و حکمت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ وہ معرفت ذات الٰہی سے حقائق اشیاء کو جان لے گا۔ اور ملکوت اپنے حقائق کے ساتھ اس کے سامنے روشن ہو جائیں گی۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ وَ تَوَفَّنَا مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ ط (اوراد فتحیہ)	اے اللہ العالمین ہمیں حقائق اشیاء دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں۔ اور ہم کو مسلم ہونے کی حیثیت سے پورا فرما اور صالحین سے ملا دے

پس وہ مصدق و شاہد ہو گا۔ تصدیق و شہادت مستلزم رویت ہے اور رویت مستلزم یقین ہے اور رویت و یقین مستلزم عبادت الٰہی ہے۔ اور عبادت الٰہی ایفائے مقصد فطری ہے۔ کیونکہ وہ اس کیفیت روحی اور توجہ شعوری کی ایفا ہے جو نفس ناطقہ میں علوی و عنصری حیثیت سے بطور فطرت ودیعت ہے پس وہ ایفا نفس ناطقہ کا نورانی کشف و تحمل ہے اور مقصد فطری کی ایفا ہے۔ اور نفس ناطقہ انسانی کا یہ نورانی کشف و تحمل اللہ عزوجل کی ذات پاک و مقدس کی تصدیق و شہادت ہے۔ کیونکہ روح علوی بفحوائے[2] وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ ط روح الٰہی ہے۔ اور وہ عزّوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَاءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ (حدید)	وہی ہیں صدیقین اور شہداء اپنے پروردگار کے نزدیک ان کے لئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔

اور فرماتا ہے۔

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ ط (نور)	نور پر نور ہے۔ اللہ ہدایت دیتا ہے اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے۔

گویا نور فکر صحیح یا ایمان کی حقیقت ہے۔ اور حکمت ہے۔ اور قوت نظری میں متحقق ہوتی ہے

---

[1] عنوان علم فی القلب ملاحظہ فرمادیں۔ [2] جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں (ص)

چنانچہ آیہ[1] وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ میں حکمت سے مراد بمطابق وَلٰکِنْ[2] جَعَلْنَاہُ نُوْرًا نَّہْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا آیاتِ کتاب کی نورانی معنویت اور معرفت الٰہی ہے۔ جو رُوح علوی کے نورانی کشف کیساتھ متحد الحقیقت ہے۔ جس پر آیات بالا کا تطابق شاہد ہے۔ اور آیہ[3] اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ[4] میں معیّت الٰہی اسی اتحاد حقیقت کا آفتاب درخشاں ہے۔ اس لئے کتاب مجید کو جو ترشحات ذات الٰہی ہیں اور اسم ذات الٰہی کو جس کی معنویت ذات نورٌ علیٰ نور ہے جب نفس ناطقہ انسانی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال سے بلا واسطہ یا بواسطہ ہائے مسلسل انفعالی حیثیت کے ساتھ قبول کر کے اس میں استغراق حاصل کرتا جاتا ہے۔ تو تنویر مسلسل حکمت کے دروازوں کو اس پر کھولتی جاتی ہے۔ اور اسے فعالی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے حکیم اُمت مصطفویہ کے قلوب میں علم و حکمت کی جلوہ گری کا یہی راہ مستقیم ہے۔ جو تواتر و تسلسل کے ساتھ اس میں الیٰ یَوْمُ القیمۃ جاری کر دیا گیا ہے۔ آیۂ یُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ میں تمام ملّتِ مصطفوی سے خطاب اور کتاب و حکمت کی ودیعت اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ جو تواتر ملکۂ تزکیہ و تعلم کو مستلزم ہے۔ کیونکہ وہ کتاب مجید کی نورانی قوّت ہے۔ جو اس کی نورانی معنویّت کے ساتھ نفوس روشن میں متواتر منتقل ہوتی جاتی ہے۔ اور وہ کافۃ الناس کی طرف ہر عہد میں کشف و استقامت نفوس یعنی ایفائے معقد فطری کی طرف دعوت مصطفوی ہے۔ پس جب نفس انسانی صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کا مکمل مصداق ہو جاتا ہے۔ اور اس کی قوت نظری استمرار صبر سے ایمان مستحکم اور علم الیقین سے بہرہ ور ہو جاتی ہے۔ تو اس کا عیب[5] مغفرۃ اور اجر کبیر سے بدل جاتا ہے۔ جو بمطابق وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَہْدِیَنَّہُمْ سُبُلَنَا اور[6] اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ وصول ذات الٰہی ہے۔ کیونکہ ایمان کا اجر ما بہ الایمان ہے۔ پس لطافت یا روح الٰہی جو نفس انسانی میں ودیعت ہے نورٌ علیٰ نور کے نورانی لطف و انعام یعنی مغفرت سے تاریکی کثافت کو منور کرتی ہوتی نفس انسانی میں منکشف اور جلوہ ریز ہو جاتی ہے۔ اور

---

[1] ان کو کتاب و حکمت سکھا دے (جمعہ) [2] ولیکن ہم نے اسے نور بنایا ہے اپنے بندوں سے جسے ہم چاہتے ہیں اس کے ذریعہ ہدایت فرماتے ہیں (اپنی جانب) (شوریٰ) [3] تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (بقرہ) [4] اسی عنوان کے زیر تحت آیہ متعلقہ پیچھے گذر چکی ہے۔ [5] اور جو ہم میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنے راستے ان کو دکھا دیتے ہیں۔ (عنکبوت) [6] تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (بقرہ)

نور بر نور اللہ عزوجل کی خصوصیّت ذاتی ہے۔ اِس لئے کثیف لطافت کہ وہ حکمت ہے۔ اپنی وسعت میں حسب درجات اجتباءؔ انابت غیر محدود وغیرہ معیّن ہے۔ جیسے ہر چہار گروہ منعمین انبیاءؔ صدیقین۔ شہداء۔ صالحین جو نورٌ علیٰ نور کے انعام سے مشرف و منور ہیں، کی اس قوّت روحانی (انکشافِ روح علوی) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ معرفت ذاتِ الٰہی میں مستغرق اور اس کی جمال و جلالی صفات اور اس کے تحمّل میں منہمک ہیں۔ اور اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب یعنی دستور عدل اور آیات محکمات کا ہر قانون اور اس کی نورانی معنویّت انکی نورانیّتِ نفس کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔

الحاصل ان کے فکر صحیحہ اور اعترافات کی نورانی حقیقت کی جلوہ گری سے ان کے شعور منوّر و روشن ہیں۔ جو ذات و صفات الٰہی کے لئے ان کی کمال تصدیق و شہادت ہے۔ کیونکہ رؤیتِ روح تصدیق و شہادت ہے۔ اور شعور رؤیت سے ہی تکمیل پاتا ہے۔ اور یہی تکمیل شعور حکمت ہے۔ جس کی علمی وسعت رُوحِ الٰہی کے کشف یا معرفتِ الٰہی سے حقائق ملکوتیہ کو احاطہ کر لیتی ہے۔ اور یہی مضمون حکمت ہے۔ جو جملہ ملکات حکمت ذکا و فہم، اطمینان، تعقل، تحفظ و تذکر، تعلّم کا جامع ہے۔ اور سیّد الحکماء محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم کے نفسِ مبارک میں اجتباءؔ انابت سے رؤیت کی اس شوکتِ فاضلہ کے ساتھ متحقق ہے۔ کہ سب حکمائے ربانی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین پر آپ کو افضلیّت حاصل ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نفس مبارک میں یہ حکمت اس کتاب مجید کے اسرار و انوار ہیں۔ جو دینؔ مکمل اور نعمت متمم ہے۔ اور یہ اسی کتاب بزرگ کی مخصوص صفتِ کبیر ہے۔ کہ اس سے قبل اس جامعیّت سے کوئی صحیفہ یا کتاب آسمانی متصف نہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا صدر مبارک اس دریائے اسرار و انوار کا منبع ہے۔ جس سے اس کتاب مجید کی حکمت متواتر ملتِ اسلامیہ میں جاری و ساری ہے جو کافۃ النّاس پر امّت حکیم و وسطؔ کی افضلیّت پر دلیل ہے۔ اس لئے آج صرف سیّد الحکماء محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کی صاحب حکمت امّت ہی تمام

ؔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء) ؔ عنوان المیزان صفحہ ۳۱ مطالعہ فرمائیں۔ ؔ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ) ؔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا .... الخ (بقرہ)

عالم پر برتری کا جائز استحقاق رکھتی ہے ۔کیونکہ صرف حکمت ہی کشف و استقامت نفس کی دلیل کیساتھ تہذیب و تدبیر و سیاست و تحکیم میں مایۂ امر بالعدل ہے ۔یعنی وہ نور تابان الہٰی ہے ۔جس کی روشنی میں ہر دو حقائق نفس اور ملکوت اس کے سامنے روشن ہو جاتی ہیں ۔ اور بتقاضائے تدریج ارتقا تا ابدالآباد میں وسعت لامتناہی متحقق ہوتی رہتی ہے اور موت اس پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتی ۔کیونکہ روح الہٰی حال ہے اور روح بخاری محل ہے ۔پس جب جسد انسانی کو یہ جان پاک چھوڑ دیتی ہے ۔ جو ان دو ارواح سے مرکب ہے ۔تو چونکہ روح الہٰی پر ہرگز فنا کا اثر مرتب نہیں ہوتا ۔ اس لئے اس کے محل یعنی روح بخاری پر بھی موت اثر انداز نہیں ہو سکتی ۔حال و محل لازم و ملزوم ہیں ۔ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتا ۔ علیٰ ہذا روح بخاری چونکہ تقویم عناصر سے اس عز و جل نے جسم انسانی میں خلق فرمائی ہے اس لئے ان ہر دو ارواح کا بحیثیت حال و محل اس جسد عنصری کی خاک سے تعلق جس کا وہ نتیجہ ہے ۔ ضرور قائم رہتا ہے ۔ اور یہی ان کے مقابر کے لئے دلیل عزت ہے ۔

پس مسلم حکیم کا نفس فعال جیسے سطح ارض پر تخلیقی تقاضاؤں کی ایفا سے منکشف و مستقیم ہو کر سطح ارض پر برتری اور فضل کا جائز استحقاق رکھتا ہے ۔ ایسے ہی اس عالم سے عالم ثانی کی طرف منتقل ہونے کے بعد اس کا فعالی تصرف اس کی حیثیت فضل کا استقرار پائندہ اور ارواح متعلقہ میں نفوذ و سیران سے حکیم ملت اسلامیہ کے فضل و برتری کا استحقاق مستمرہ ہے ۔ اور یہی تواتر تصرف و نفوذ و تزکیہ و تعلّم اسے اوّل المسلمین محمدؐ ن المصطفیٰ احمدؐ ن المجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال کے ساتھ متحد قرار دیتا ہے ۔ جسے تمام ابنیاء گویا تمام کائنات پر فضل اور عزت عطا کر دی گئی ہے ۔ اور یہی سطح ارض پر حکیم ملت اسلامیہ کی دلیل افضلیت ہے ۔ اور یہی اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقصود ہے ۔ (عنوان اخلاق نبوی اور قرآن حکیم مطالعہ فرمائیں)

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت بجوامع الکلم و نصرت بالرعب و احلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً و ارسلت الی الخلق کافۃً و ختم بی النبیون (رواہ مسلم ۔ مشکوٰۃ)	میں ابنیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں ۔ چھ (حقائق) سے مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں ۔ اور میں رعب سے منصور کیا گیا ہوں اور غنائم میرے لئے حلال کر دی گئیں ۔ اور زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور طہور (مقدس) بنا دی گئی ہے اور تمام خلق کی طرف مجھے مبعوث کیا گیا ہے ۔ اور مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے ۔

ذکا و فہم

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ ...... الخ (انعام)

عنصری وعلوی حقائق کی ترتیب سے سرعت فکری کے ذریعہ صحت نتائج ذکا ہے۔ اور تحقق ملزومات سفلی وعلوی سے ان کے لوازم کی طرف واسطہ فکر کے بغیر معًا انتقال ذہن فہم ہے۔ نفس ناطقہ انسانی جامع حقائق ارضی وعلوی ہے۔ اس لئے وہ اپنی خلقت میں عنصری وعلوی حقائق کی ترتیب سے اخذ نتائج کی استعداد رکھتا ہے۔ اسی استعداد سے انسان الٰہیات اور فلکیات میں ظنی تگ وتاخت کرتا ہے۔ اور چونکہ عناصر میں اسے معائنہ کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے عناصر اور ان کی ترکیب وترتیب بعض یقینی نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو علم طبیعات کا مایہ عزو افتخار ہے۔ گویا اس کی استعداد بلند وپست علویات وعنصریات میں صرف شہود کے ساتھ ہی محقق اور مکمل ہوسکتی ہے۔

عنصریات وعلویات اور ان کے نظم ونسق میں غور وفکر سے ان کے خالق کی معرفت کے جادۂ مستقیم کا افتتاح گویا اس کی اساس تخلیق یعنی کثافت ولطافت کا فطری تقاضا ہے۔ اور جب تک وہ اپنی اس فطرت پر قائم ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے تو وہ ضرور اپنی حقیقت تخلیق کے تقاضا سے اپنے خالق کو عنصری علوی مفعات کی ترتیب سے پہچاننے کی پوری سعی کرتا ہے۔ کیونکہ حقیقت علوی کا اپنے اصل کی طرف شعوری رجوع اور کثافت ارضی کا معتدل خلقی نسبت سے خالق حقیقی کی طرف فطری لگاؤ فطرت ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اس فطرت نے جس پر آپ کو بحیثیت بشر اللہ عزّ وجل نے خلق فرمایا۔ ملکوت کے مطالعہ سے اور ان کے افعال کو ترتیب دینے سے یہ صحیح نتیجہ مرتب کیا۔ کہ اس تمام منظم اور مقدر نظم کائنات پر صرف وہی فاطر السمٰوات والارض بہ نظم وتدبیر قاہر وغالب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی زبان سے اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ...... اس نے کہا میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ....

......اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۚ (انعام)

مَیں اپنا رُخ اس کی جانب متوجہ کرتا ہوں جس نے زمینوں اور آسمانوں کو خلق فرمایا اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔

یہ ملکۂ ذکا ہے۔ جو انسان کی تخلیقی حیثیت کا ابدی اور اولین تقاضا ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کو ترتیب مقدرات حقائق سے ضرور پہچان لے اور ان ملزومات سماویہ اور ارضیہ سے ان کے لازم یعنی ان کی حیثیت تخلیق جو اس فاطر السموات والارض کے دست خلق سے قائم ہوتی ہے۔ اس کی قوتِ نظری میں متمکن ہو جائے۔ یہ ملکۂ فہم ہے۔

علیٰ ہذا جب وہ صراط مستقیم جو عدل[1] لطافت و کثافت ہے۔ علیؔ الکبیر فاطر السمٰوات والارض عزّ وجل کی جانب سے اس جامع لطافت و کثافت یا صاحب حقائق علویہ و ارضیہ انسان کی قوتِ نظری کے سامنے پیش ہو۔ تو وہ اپنی نظری حقیقت جامع کے تقاضا سے اس کو قبول کرے۔ یہ ملکۂ ذکا و فہم کی صحت ہے۔ کیونکہ لطافت و کثافت کا اجتماع اساس قیام بالقسط یا اعتدال ہے اور اساس اعتدال تحقق اعتدال کا تقاضا کرتی ہے۔ اور عدل وزن نفس کے ہر دو جوانب میں کامل استقامت کے ہم معنیٰ ہے۔ اور استقامت صراطِ مستقیم کو لازم قرار دیتی ہے۔ جو افراط و تفریط کی دو کجیوں کے درمیان راہ عدل ہے اور اسے استقامت حاصل ہے۔ یہ صحت ذکا و فہم ہر دو ملکات کی شہودی اور نورانی حقیقت کی طرف فاتحۃ الابواب ہے۔ جو نفس انسانی میں حقائق علوی و سفلی کے کشف و تحمل یا عدل سے متحقق ہوتی ہے۔ اور حقیقتِ نفس کو پا لینے سے ملکات ذکا و فہم کی تکمیل ہے۔ کیونکہ حقیقت نفس کی دریابی کو ہی ابتداء و انتہائے ذکا و فہم ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ ہر دو ملکات اسی کا خاصہ ہیں۔ اور ان کا عمل معرفت ہے۔ پس نفس انسانی جو جامع حقائق علوی و سفلی ہے اور اس کی علوی حیثیت کثافت کے پردۂ غیب میں پنہاں ہے۔ یہ اسکی حقیقت کے ساتھ ذکا و فہم میں اس وقت متحقق ہوتی ہے جب اس خالق حقیقی علی الکبیر عزوجل کے انوار ذات کا ذ جسے اس کی ذکا و فہم فطری نے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ پہچاننا ہے) مشاہدہ کرتی ہوئی اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ روشن ہو جائے کیونکہ وہ روحِ الٰہی ہے۔ اور اسکی حقیقت نور ہے اور اس لئے اس کا کشف معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ پس وہ ملکوت ارضی و سماوی کو جن کی ترتیب سے اس نے اس

---

[1] اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (النحل)

کی ذات قدس پر دلائل فارقہ قائم کی ہیں۔ مشاہد وعیاں دیکھ لیتی ہے۔ اور یہ حقیقت اسی صراط مستقیم کی جادہ پیمائی سے نفسِ ناطقہ میں متحقق ہوتی ہے۔ جو اس خالقِ حقیقی کے ترشّحِ ذاتی میں استغراق ہے اور اس کی علم وحکمت کے پرتو کو اس کے نفس میں متحقق کرتا ہے۔ عزّوجل اپنی ذات پر اپنی ذات کے علم سے شاہد ہے۔ اور وہ نفسِ ناطقہ بھی اس کی معرفت سے اس کی ذات پر شہادت دیتا ہے۔ اور اس عزّوجل کا علم بحیثیت خالق جملہ مخلوق ارضی وسماوی کو محیط ہے۔ وہ نفسِ ناطقہ اس کی ذات میں استغراق سے تمام ملکوت کا مشاہد ومعائن ہو جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات اسی حقیقت عظمیٰ کا توضیح وبیان ہے۔

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ (آل عمران)

اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولو العلم وہ قائم بالقسط ہے

اللہ عزّوجل اپنی ذات کے علم سے اپنی ذات پر شاہد ہے۔ کیونکہ شہادت مستلزم رویت ہے اور رویت علم الیقین ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کا خلیفہ جو روحِ الٰہی کا حامل ہے۔ اپنے نفس کی معرفت سے جو کمال ذکا وفہم ہے۔ اس عزوجل کی ذات پر شہادت دے اور اس کی حقیقت نفس معرفت الٰہی کے ساتھ نورانی اتحاد رکھتی ہو۔

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (حجر)

اپنے پروردگار کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین حاصل ہو۔

یعنی ماسوی اللہ کو مٹا دے اور اس عزوجل کی الوہیت کو نفس میں متحقق کر دے تاکہ تو صاحب علم ہو جائے۔ کہ بمطابق آیات بالا علم ذات الٰہی پر شہادت کا استحقاق ہے۔ جو ذکا وفہم میں کشفِ روحِ علوی کا تحقق ہے۔

اور مستلزم یقین ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۭ (انعام)

اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی ملکوت اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں سے ہو۔

رویت ملکوت نورٌ علیٰ نور کے نور کی جانب اہدا یا کشفِ روحِ علوی کے ساتھ لازم ہے۔ کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور علیم وحکیم ہے۔

گویا نفسِ انسانی کی علوی حیثیت معرفت الٰہی اور بالتّبع رویت ملکوت سے متحقق ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا اس کی کثافتی حیثیت لمعاتِ نور کے تحمّل سے اپنی حقیقت تحمیلہ ذکا وفہم میں متحقق کر دیتی ہے۔

اور نفسِ انسانی میں لطافت و کثافت کی ترکیب تدریجی حیثیت سے کشف و قبول نور کے لئے تسلسل ناپیدا کنار اور اس کے تحمل و استقلال کا موجب ہے۔ الحاصل کشفِ لطافت علوی اور کثافت ارضی کا تحمّل کشفِ معرفت نفس ہے۔ جو ظنی تاریکی کو یقین شہودی سے بدل دیتا ہے۔ اور معرفتِ الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔

آیۂ ذیل میں یہی آفتاب نور درخشاں ہے۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (الذّٰریٰت)

زمین میں (جو انسان کا جائے قرار ہے) صاحبانِ یقین کے لئے نشانیاں ہیں (جن کے نفوس کثافت ارضی کے تحمل کشف لطافتِ علوی سے نورِ یقین پا چکے ہیں۔ اس لئے ان کے ملکاتِ ذکا و فہم حقائق ماحولیہ کی ترتیب اور اس کے نتیجہ کی نورانی حقیقت سے بطورِ شہود متحقق ہیں) اور تمہارے نفوس میں کیا تم نہیں دیکھتے۔ (مقصد بصریت معقودِ حقیقی ہے۔ اس لئے تفکر حقیقت نفس معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے اور غایت ذکا و فہم ہے)

جہد کن در بیخودی خود را بیاب
زود تر واللّٰہ اعلم بالصّواب (رومی)

اور آیات یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ[1] اور لَہُمْ اَجْرُہُمْ وَ نُوْرُہُمْ کا تطابق اسی اتحادِ حقیقت عظمیٰ پر شاہد ہے۔

پس معرفت الٰہی کی جدوجہد نفس ناطقہ کا فطری تقاضا ہے۔ اور اس کا ایفا نفسِ ناطقہ کی حقیقت تکمیل ہے۔ اور اس کی دریابی کمال ذکا و فہم ہے۔ کیونکہ وہ ذاتِ عزوجل جس پر ملکوت سماویہ و ارضیہ کی ترتیب سے نفس انسانی دلائل قائم کرتا ہوا اس پر ایمان لاتا ہے۔ اس کی معرفت سے وہ ان کو اپنے حقائق کے ساتھ دیکھ لیتا ہے۔ یعنی مدلول و دلیل اس کے سامنے مشاہد ہو جاتی ہے۔ اور ذکا و فہم میں اس کا ظن یقین سے بدل جاتا ہے۔ اور چونکہ وہ علوی پر تو

[1] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے (نور) کہ ان کیلئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے (نور)

کے ساتھ جامع حقائق ملکوتیہ ہے۔ جس پر اس کے لئے تمام نظام ملکوت کی تسخیر شاہد ہے۔ اس لئے وہ حقیقتِ نفس کی معرفت ہے۔ جو فطرت ملکات ذکاو فہم ہے۔

ملت حنیفہ کے پیشرو اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نور معرفت سے ملکوت ارضی و سماوی کا شہود و رؤیت ذکاو فہم کی شوکتِ تکمیل ہے اور شہود مدلول سے دلیل کا لزومی مشاہدہ ہے۔ علیٰ ہذا عبادت الٰہی اور رؤیت ملکوت سے تحقق یقین میں اشتراک کیفیت معرفت الٰہی کے ساتھ حقائق ملکوتیہ کے کشف و شہود کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو حقائق نفس کی شہودی رؤیت و تحمل ہے۔ اور علوی پر تو کے ساتھ حقائق ملکوتیہ کا نفس انسانی میں اجتماع اور خالق حقیقی کی طرف سے ان کا تو دلیعہ یہ مقدمات ہیں۔ ان کی ترتیب سے اس عزوجل کے ترشحات میں استغراق اور استغراق سے کشف و تحمل کا تحقق ذکاو فہم میں حقائق علوی و سفلی کی نورانی معنویت کا تحقق ہے اور سید و سرور محمد ن المصطفٰے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدرِ پاک میں اس نور علیٰ نور کی جلوہ گری اور حقائق ملکوت ارضی و سماوی کی رویت و شہود کا القا اسی حنیفی ذکا اور فہم کی تجلّی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰانِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ (انعام)	تو کہہ دے کہ ہدایت کی ہے میرے پروردگار نے مجھے صراطِ مستقیم کی طرف جو دین قیم ملت ابراہیم حنیف ہے۔ اور وہ مشرکین سے نہیں تھا۔

اور ملت اسلامیہ کے نفوس مجری البحور میں اسی حنیفی ذکاو فہم کے نورانی دریائے بے کراں کو رویت ملکوت کے ساتھ الی یوم القیمہ جاری کر دیا گیا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ط (النساء)	اس سے بہتر بحیثیت دین کون ہو سکتا ہے جس نے اپنا منہ اللہ کے لئے جھکا دیا۔ اور وہ محسن ہے اور اس نے ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کی۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ خالق حقیقی کی معرفت نفسِ ناطقہ کے حقائق کی معرفت سے روشن ہوتی ہے۔ یعنی معرفت الٰہی فطرت انسانی کا ناگزیر اور فطری تقاضا ہے۔ تو اس جادہ مستقیم کی شناخت جو فطری حقائق کو روشن کرنے کا ذریعہ ہے۔ فی الحقیقت صرف وہی ذکاو فہم کا مقدس ملکہ ہے۔ جو حقائق عنصری و علوی کی رؤیت حقیقی سے ان مقدس ملکات کو مکمل کر دیتا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۵ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج (آل عمران)	زمین و آسمان کی پیدائش اور دن رات کے اختلاف میں ان عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں ۔ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے اور زمین و آسمان کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔

یعنی ذکر الٰہی سے اس نورٌ علیٰ نور علیّ الکبیر عزّوجل کے ترشح ذاتی یعنی اسم ذات نورٌ علیٰ نور میں استغراق نفس ناطقہ کو منور کر دیتا ہے ۔ اور ملکوت ارضی و سماوی کے حقائق اس کی قوتِ نظری میں جلوہ ریز ہو جاتے ہیں ۔ پس یہی لوگ اصطلاحِ الٰہی میں ملّت اسلامیہ کے اولوالالباب یعنی صاحب ذکاو فہم ہیں۔ اوّل المسلمین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوتِ نظری میں بمطابق۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (نجم)	اس کے دل نے تکذیب نہیں کی ۔ جو کچھ اُس نے دیکھا ۔
وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۔ (نجم)	البتہ تحقیق اس نے دیکھا ۔ اس کو یک بار دگر (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ۔ حضور صلعم نے اللہ عزّوجل کو اپنے قلب سے دو بار دیکھا ۔)

معراج کی حقیقتِ عظمٰی متحقق کر دی گئی ۔ جو رؤیت و شہود کا درجۂ قصویٰ ہے ۔ اور ان آیات کتاب میں پنہاں ہے ۔ اور ان کی شہودی شکل ہے ۔ اور بمطابق [۲] وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ تمام علوم و اسرار کتاب ملّتِ اسلامیہ میں متواتر جاری کر دیئے گئے ۔ جو علومِ نبوّت کی وراثت مسلسل ہے۔

گویا اس مقدس ذکاو فہم کی غایات تجلّیہاے ذات و صفات الٰہی کی رؤیت و تحمل ہے۔ جس سے فہم حقائق علوی و سفلی میں استحکام و استقلال رونما ہوتا ہے ۔ اور مقدمات امور علوی و سفلی کی ترتیب سے اخذ نتائج میں غلطی نہیں ہوتی ۔ کیونکہ نفس ناطقہ ان حقائق کی معرفت

[۱] عنوان احادیث طیبّہ کی روشنی میں علوم نبوّت مطالعہ فرمایا جائے۔ [۲] انکو کتاب و حکمت سکھا دے (ترجمہ)

سے ظنّی حجابات کو چاک کر دیتا ہے۔ اور انوار الٰہی کی رؤیت وتحمل سے اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور ملکوت کو چشم شہود سے دیکھتا ہے۔ اور استقلال تنویر کے سبب رؤیت میں غلطی نہیں کرتا۔ علیٰ ہذا عالم ظاہر میں وہ امور پیش آئندہ میں ترتیب مقدمات متعلقہ سے نتائج صحیحہ اخذ کرتا ہے۔ اور تحقق ملزومات سے لوازم کو معًا متحقق کر دیتا ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ (نجم) تمہارا ساتھی نہ بھٹکا نہ گمراہ ہوا۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم شہود نے رؤیت حقائق میں ہرگز غلطی نہیں کی۔ کیونکہ وہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ناپیدا کنار کو اس منورِ نفس ناطقہ کے ذریعے مشاہدہ فرمائیں۔ جنکی حقیقت علوی اپنی اس کیفیتِ نورانیہ کے ساتھ متحقق ہو چکی ہے؛ جسے افضلیت پر افضلیت حاصل ہے۔ اس لیے غلطی شہود کا ہرگز امکان نہیں ہو سکتا۔

لطافت و کثافت کی اپنے حقائق کے ساتھ جلوہ گری و جلوہ گیری جو نور وتحمل سے مایہ دار ہے۔ اور وزن نفس میں ہر دو حقائق کی کامل راستی و استقامت ہے۔ عنصریات وعلویات میں غلطی کا امکان ختم کر دیتی ہے۔ اور منوّر کثافت کو تاریک کثافتی محسوسات بے راہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا امور ظاہر میں ترتیب مقدمات سے اخذ نتائج صحیحہ اور فہم حقیقت اسی مقدس ذکا اور فہم کی حقیقت پر شاہد ظاہر ہے۔ اور ان کی صحت للّٰہیت کاملہ سے متحقق ہے۔ جو تاریک رجحان کثافت سے ان ملکات کو پاک اور مطہّر قرار دیتی ہے۔ اور ان کی فطرت میں کشفِ لطافت اور تنویرِ کثافت سے جو تکمیل شعور اور التفاتِ حوائجِ حیات عنصری میں آئینی ایفا یا اعتدال کا موجب ہے۔ صحت قائم کرتی ہوئی ذکا وفہم کی حقیقت کو متحقق کر دیتی ہے۔ اس لیے کہ نفسِ ناطقۂ انسانی کا کشف وتحمل معرفت الٰہی کا تحقق ہے۔ اور چونکہ نفسِ انسانی علوی پرتو کے ساتھ حقائق ملکوتیہ کے اجتماع سے مایہ دار ہے اس لیے علوی کشف کے ساتھ حقائق ملکوت کا اس کے نفس میں پیوستہ ہو جانا ذکا وفہم کی تکمیل کا موجب ہے۔ پس ان ملکات کی تکمیل پر عالم باطن اور عالم ظاہر سے متعلقہ مقدمات کو ترتیب دیتے ہوئے صحت نتائج کے ساتھ اس کی فطرت فرط کی طرف نہیں جھکتی۔ یہ ذکا وفہم کا نورانی اور آئینی تقدس وکمال ہے۔ جسے ملّتِ اسلامیہ کے نفوس میں الیٰ یوم القیامہ جاری کر دیا گیا ہے جو تمام بنی نوع پر دلیل افضلیّت ہے۔ اور اوّل المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی وراثت میں صرف اسے ہی حاصل ہے اور بمطابق آیات

فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمٰنَ ج (انبیاء) ہم نے وہ امر سلیمان کو سمجھا دیا

...... لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا ان کو ضرور خلیفہ کرے گا۔ جیسے اُن سے پہلوں

اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ...... (نور) کو خلیفہ کیا تھا۔

استخلاف فی الارض کا مایۂ تہذیب وتدبیر وسیاست ہے اور آج اس فردیت خلافت الٰہیہ سے ذکی وفہیم ملتِ اسلامیہ اوج عزوشرف پر جلوہ فرما ہے۔ اور یہی ذکا وفہم مستخلف عزّوجل کا نور ہے۔ اور مندرجہ ذیل حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اسی نورانی ذکا وفہم کی عظمت وہیبت کی مظہر ہے۔

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور مومن کی فراست سے ڈرو۔ پس تحقیق وہ اللہ

الله ط (ترمذی) کے نور سے دیکھتا ہے۔

وہ عزّوجل نورٌ علیٰ نور سمٰوات اور ارض پر بہ نظم وتدبیر قاہر وغالب ہے یعنی نور قوت نظم وتدبیر ہے اور خلائق الارض نوع انسانی میں رُوحِ بخاری کے ساتھ رُوحِ الٰہی کی ودیعت بمطابق آیۂ

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اور تمہارے لئے مسخر کر دیا گیا جو کچھ آسمانوں

جَمِيعًا مِّنْهُ (الجاثیہ) میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اس کی طرف سے

ملکوت سماوی وارضی کی اس کے لئے دلیل تسخیر ہے۔ اور اس کے نفس ناطقہ کا جو جامع حقائق علویہ وارضیہ ہے۔ نورانی کشف؛ تحمل حقیقت تسخیر اس کے سامنے روشن کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ معرفت الٰہی اسمی کے ساتھ بہ استقلال متحد الحقیقت ہے اور یہی اس آیۂ مقدسہ سے مقصود ہے۔

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ (لقمان) جو شکر کرتا ہے پس تحقیق وہ اپنے نفس کے لئے شکر ادا کرتا ہے۔

یعنی نفس ناطقہ میں شکر الٰہی سے رُوحِ الٰہی کا کشف اور رُوحِ بخاری کا بہ تدریج واستقلال تحمل نورٌ علیٰ نور کی لامتناہی نورانی وسعت کا تا ابد قبول بے پایاں ہے۔ اور شکر الٰہی کو شکر نفس کے ساتھ نورانی اتحاد عطا کرتا ہے کیونکہ نفس حامل روح الٰہی ہے۔ پس وہ شرط استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ مستخلف عزّوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ استخلاف فی الارض تمام کائنات انسانی میں دلیل تنویر سے متخلف فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ عزّوجل کے امر مقصود آیۂ[1] إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یٰسین) کی تمکین

---

[1] بالتحقیق جب اس کا امر کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو فرماتا ہے ہو جا۔ پس وہ واقع ہو جاتی ہے۔ (یٰسین)

نیابت ہے یا اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور تمام ملکوت ارضی و سماوی کو اس حجتِ ساطع کے ساتھ خلیفۃ اللہ کے سامنے روشن کر دیتا ہے۔ کہ یہ سب ملکوت جامع حقائق نوعِ انسانی کے لیے مسخر ہیں۔ اور خلیفۃ اللہ کے حقائق نفس منکشف اور مستقیم ہیں۔ پس اس کے نفس ناطقہ میں مقدماتِ علوی و عنصری کی ترتیب سے اخذ نتائج صحیحہ یعنی ملکۂ ذکا اور تحقق ملزمات سے فہم لوازم یعنی ملکہ فہم اساس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

اِطمینان

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۚ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۚ (فجر)

قوتِ نظری میں تحقق شہود یا رؤیت اس کے تقاضا کی ایفا سے اطمینان متحقق کر دیتی ہے اور اضطراب رفع ہو جاتا ہے یعنی اطمینان وہ کیفیت ہے جو نفس ناطقہ کی ہر چہار قویٰ کی تعدیل سے کہ متحقق ہوئے پر نفس ناطقہ پر طاری ہو جاتی ہے۔ تا آنکہ کثافت و لطافت ممتزج منور ہو کر اس اللہ عزوجل کے انوار کے ساتھ ایسی جنسیت پیدا کر لیتی ہے۔ کہ انوار ذات کے لامتناہی تجلی کے قبول سے اس میں اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ غایت اطمینان ہے۔ لطافت علوی اور کثافت ارضی کی ترکیب اپنی فطرت میں ایسا اضطراب رکھتی ہے۔ کہ جب تک وہ اپنے حقائق کے ساتھ روشن نہ ہو جائیں یعنی لطافت کی نورانی حقیقت اور کثافت کا تحمل انوار متحقق نہ ہو جاتے۔ اس وقت تک ان کے مقتضیات کی تشنگی ایفا کیلئے مضطرب رہتی ہے اور یہ فطرت ہے۔ لطافت اپنی حقیقت کو کثافت کے پردۂ غیب میں جب عیاں نہیں دیکھ سکتی تو نفس انسانی میں وساوس اور شبہات کا اضطراب بپا ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِیْ	خناس کے وسوسوں کی شر سے جو لوگوں کے سینوں
یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ (الناس)	میں وسوسے ڈالتا ہے ...... الخ

یہ وہ فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور انسانی تخلیق کا تجزیہ اور اس میں غور و فکر

اس کی اس خلقی کیفیت پر علمی حیثیت سے شاہد ہے۔ اور خالق حقیقی اس مضطرب کیفیت کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ہر متنفس جب اپنے اندرون کی طرف غور کرے گا۔ تو بالیقین اس کیفیت کو اپنے نفس ناطقہ میں ضرور اضطراب انگیز دیکھے گا۔ اور وہ خود اس کیفیت پر شہادت دے گا۔ گویا یہ اضطراب اپنی فطری کیفیت کے ساتھ اطمینان کا متقاضی ہے۔ اور اطمینان خلق جدید ہے اور اس خالق حقیقی کا دست تصرف چاہتی ہے۔ کہ نفس ناطقہ کی حقیقت تخلیق کو جو پردۂ غیب میں پنہاں ہے آشکارا کردے اور وہ اس کے نورانی ترشحات یعنی کلام حق میں استغراق ہے۔ جو نفس ناطقہ پر اپنی نورانی تجلّی سے متجلّی ہو کر وساوس اور شبہات سے اس کی قوت نظری کو رؤیت و شہود کی روشنیوں میں پاک کر دیتا ہے۔ اور اسے عزّ و جل کی عبودیت کی حقیقت میں داخل کردیتا ہے۔ اور نورانی جنسیت سے اس کی ذات کے ساتھ وابستگی کو متحقق کر دیتا ہے۔

اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی	اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے پروردگار کی طرف
رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ	راضیہ و مرضیہ پس میرے بندوں میں داخل ہو
عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ (فجر)	جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اور کلام حق میں استغراق احکام کی تعمیل اور ذکر اسم ذات اور نوافل میں ترتیل قرأت سے متحقق ہوتا ہے۔ (کلام حق دستور کامل اور جامع مکمّل ہے۔) اور ذکر اسم ذات کا بمطابق وَاذْکُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ (جو اس دنیا میں انسان کے روح بخاری اور روح علوی کے تعلق و اتحاد کی حیثیت یعنی نفس و قلب کا مدار ہے) کے ساتھ جو اندرون میں داخل ہوتا ہے یا باہر نکلتا ہے۔ ہم نفس ہونا ضروری ہے۔ اور اس طرح وہ ہر گونہ عبادات کو اور جملہ اوقات کو اور انسان کی ہر کیفیت کو محیط ہو جاتا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی	وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے
جُنُوْبِهِمْ (آل عمران)	لیٹے

اور اللہ عزّ و جل کے فرمان قدس کی روشنی میں اس کا اسم ذات اَللّٰه ہے۔ جس کا کسی اور پر اطلاق نہیں ہو سکتا اور اس کی حقیقت وہ ذات نورٌ علیٰ نور عزّ و جل ہے۔ پس اس میں استغراق بمطابق یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے) تنویر سے نفس ناطقہ کو اضطراب سے [illegible] مطمئن کر دیتا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد) مطلع ہو جاؤ کہ صرف اسی کے ذکر سے دل مطمئن ہو سکتے ہیں۔

لطافت کی کشف حقیقت اور کثافت کی تنویر اس کو ارضی ہوا یا تحریکی اضطرابات سے پاکیزہ کرتی ہوئی اپنے مقتضیات کی ایفاء میں عادل اور مطمئن کردیتی ہے۔ جس میں غیر منوّر مضطر کثافتی محرکات دخول نہیں پاسکتیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ میں حقائق وحی اور شہود کے استقلال سے مطمئن قوّتِ نظری کی اس فکری اساس پر ہے۔ جو رئیت و شہود کی لامتناہی تجلیوں سے مایہ دار ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہش سے گفتگو نہیں کرتا

وَحْیٌ یُّوْحٰی (نجم) لیکن وحی جو اس کی طرف بھیجی گئی ہے۔

اس خاتم النبیین المبعوث اِلیٰ کافۃ النّاس صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مقدس میں مخصوص تربیت الٰہی اور بشری خاصہ سے جو تدریجی استعداد کی سرعت تکمیل ہے اور خاصۂ اجتباء ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّط سے حسب درجات انعامیہ مجتبین[1] اُمّت مصطفوی اس سے بہرہ ور ہیں۔ اور مجاہدات و عبادات سے جو خاصۂ انابت ہے۔ اور منیبین اُمّت میں تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ کامل اطمینان و اعتدال مستحکم و مستمر ہو گیا۔ کہ روحانی عظیم الشّان بار عظیم نزول وحی اور کشف و شہود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک نے کمال اطمینان سے قبول کیا اور تجلّی ذات سے نفس مبارک میں ہرگز اضطراب پیدا نہ ہوا۔ کیونکہ لطافت و کثافت ممزجہ کی تنویر کامل تجلّی اور شہود کے ساتھ ہم جنس ہو کر جو اس کی حقیقت ہے۔ اس کو بے اضطراب قبول کرتی ہے۔ آیۂ[2] مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی میں اِسی اطمینان کی شرح ہے۔ کیونکہ اضطراب سے دل رئیت کی تصدیق نہیں کرتا۔ اضطراب تصدیق قلبی کے شعور کو باطل کردیتا ہے۔ مشاہدات کی تصدیق قلبی اطمینان کامل سے ہی ممکن ہے۔ اطمینان نفس و قلب تجلّی انوار الٰہی کے ساتھ قلب منوّر کے اتحاد جلنسیت کو مستلزم ہے۔ جو تربیتِ الٰہی اور اس عزّ و جل کے ترشحات میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ (شعب الایمان میں بیہقیؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی

---

[1] اللہ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (شوریٰ) [2] اس کے دل نے تکذیب نہیں کی جو کچھ اس نے دیکھا۔ (نجم)

ان الایمان یبدو لمظۃ بیضاء فی القلب فکلما ازداد الایمان عظماً ازداد ذالک البیاض فاذا استکمل الایمان ابیض القلب کلہ ...... الخ	ایمان ایک سفید نقطہ کی صورت میں قلب پر ظاہر ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا جاتا ہے۔ یہ سفیدی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ پس جب ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ تو تمام قلب سفید ہو جاتا ہے۔

گویا قلب شہود و تجلیّ نور الٰہی کا جلوہ گاہ ہے۔ جس میں ترشحات ربانی میں استغراق مسلسل سے انوار و تجلیّ نور کے ساتھ جنسی اتحاد متحقق ہو جاتا ہے۔ جو اس کی حقیقت کا کشف و تحمل ہے۔ آیہ وَاعۡلَمُوۡا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ میں معیتِ الٰہی اسی اتحاد جنسی پر شہادت ہے۔ گویا یہ لطافت و کثافت مزجیہ کے تقاضا کی ایفاء سے اس کی کیفیت اعتدال ہے۔ جو تجلی نور ذات الٰہی کو تا ابد بے اضطراب قبول کرتی رہتی ہے اور اعتدال یا اطمینانِ جامع مکارم ہے۔ عالم ظاہر میں اضطراب انگیز ادراکات و تحریکات کے پیش آنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک کا مضطرب نہ ہونا اسی اعتدال کامل اور لامتناہی اطمینان کی ظاہری علامت اور اس پر دلیل روشن ہے۔ جو دست تربیت الٰہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مقدس میں متحقق ہو چکا ہے۔ اور بمطابق آیہ اِنَّا سَنُلۡقِىۡ عَلَيۡكَ قَوۡلًا ثَقِيۡلًا ﴿تحقیق ہم تجھ پر اب بوجھل قول ڈالیں گے﴾ (مزمل) لفظی و معنوی بارِ عظیم کے برداشت کرنے کی استعداد ہے۔ جس کا استحکام و استمرار نورانی ترشحات میں استغراق سے قائم رہتا ہے۔ جسے سیدّ و سرور محمدؐ ن المصطفےٰ احمد ن المجتبےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں تا مدام اُمّتِ مرحومہ میں جاری کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل سورۃ مزمل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے اس جادۂ اعتدال کی تشریح فرماتا ہے۔ جو نفسِ ناطقہ میں ترتیل قرأت اور ذکر مدام سے اطمینان کو متحقق اور مستمر کرنے کا صراط مستقیم ہے تا آنکہ بفرمان

اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ۞ (مزمل)	یہ تذکرہ ہے جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے۔

اس صراطِ مستقیم کو ملتِ اسلامیہ کے لئے اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ جاری فرما دیا ہے۔ جو نفوس

۱؎ جان تو تحقیق اللہ متقین کے ساتھ ہے (بقرہ۔ توبہ) تحقق تقویٰ شعور کی نورانی حقیقت کا کشف ہے۔

ملت میں تحقق اطمینان سے انہیں عبودیت کاملہ میں داخل کرنے کا ذریعہ ہے۔ جو دنیا میں وراثت ارض اور آخرت میں جنت اور رضوان کا استحقاق ہے۔ وہ عباد صالحین اطمینان سے جو تقاضائے اعتدال ہے۔ اس قائم بالقسط اللہ عزّوجل کے صفات سے متصف ہیں۔ جو تمام ملکوت پر بالقسط غالب و قاہر ہے۔ پس ان کا فکر اور فکری اساس پر ان کا قول و فعل اضطراب سے پاک اور منزّہ ہے۔ گویا ان آمرین بالعدل نفوس کے ترشحاتِ فکری صلح و جنگ۔ نظم و ضبط۔ تحکیم و فیصلہ میں معیار تنصیف و تقسیط ہیں۔ اور ان کی فطرتِ عادلہ یا مطمئنہ افراط و تفریط یعنی ظلم و انظلام کو سطح ارض سے مٹا دینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ تحقیق زمین کے وارث ہوں گے میرے عباد صالح۔ (انبیاء)

وراثت کی حقیقت بمطابق[1] کُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّ عِلْمًا ء علم و حکم کو مستلزم ہے۔ اس لئے صرف عباد صالحین پر متحقق ہوتی ہے۔ کیونکہ علم عمل سے تکمیل پاتا ہے۔ اور یہ علم کامل نفس ناطقہ پر امر بالعدل کو مستلزم ہے۔ جو اس کے اضطراب تاریک کو اطمینان روشن سے بدل دیتا ہے اور حکم کا جائز استحقاق قائم کر دیتا ہے۔ اور وہ ملّت اسلامیہ میں عباد صالحین کا پایۂ شرف و کرم ہے۔ اور تمام عالم پر دلیل افضلیّت ہے اور استحقاق وراثت ارض ہے۔

کیونکہ رؤیت حقائق سے عباد صالحین کو یقین کامل حاصل ہو چکا ہے۔ جو مضمون حکمت ہے اور وجہ اطمینان ہے اور تہذیب و تدبیر و سیاست میں اساس علمی ہے۔ جس میں تذبذب اور ظن یا اضطراب و خیل نہیں۔ اور اسی لئے احکم الحاکمین عزّوجل کے ارادہ اور مشیّت سے ان کے نفوس میں اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ اور نعماء و ضرّاء ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور ان کی عنصری و علوی حیثیّت نفوس کے مطلوب و مقصود عزّوجل کی جانب سلوک جادۂ مستقیم میں ان کے لئے رجحان کثافت کی مانعی حیثیّت مٹ جاتی ہے اور اضطراب محبوب خالق حقیقی کے ساتھ اُن کی محبّت و رجوع میں اضطراب پیدا نہیں کر سکتا۔ پس ان کی مطمئن قوّتِ نظری یعنی حکمت سطح ارض پر ان کے مبادیٔ اعمال کے اعتدال و تقدس یعنی عدالت کی

---

[1] یٰۤاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور آیہ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ کا تطابق اس حقیقت عظمیٰ پر شاہد ہے۔

آئینہ دار ہے ۔ اور اُن کی قوّتِ غضبی کے عدل یعنی شجاعت سے انہیں محافظ اعتدال قرار دیتی ہے
اور ان کی قوتِ شہوی کی تعدیل سے ان کے حکم کو تمام کائناتِ انسانی میں اجرائے عفت پر محمول کرتی
ہے اور آخرت میں اسی نورانی معتدل جلبیّت کی دلیل سے جو آج سطح ارض پر اس قائم بالقسط عزّ
جل کے ساتھ انہیں حاصل ہے ۔ وصال پروردگار سے وہ مشرف ہیں ۔ جس پر مضمون عبادی اور
جلبی شہادت دیتا ہے ۔ اور یہی نفس ناطقہ کے تدریجی کمال کی غایت لامتناہی ہے ۔

تعقّل

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ٥ (یوسف)

جب نفسِ ناطقہ حقائق علوی وسفلی کی شہودی رؤیت وتحمل سے منور ہوجاتا ہے ۔ جن سے وہ
مرکب ہے ۔ تو اس کی روشن کثافت ولطافت میں استقامت متحقق ہوجاتی ہے ۔ جو نفس ناطقہ
کی نورانی رؤیت کا ثمر ہے ۔ اور یہ ملکہ تعقل ہے ۔ اور فہم میں اعتدال کامل ہے ۔ جو قول وعمل میں
اعتدال کامل کا ذریعہ ہے ۔ اور قائم بالقسط عزوجل کے ساتھ اعتدالی جلبیّت سے اس میں وہ غیر
متزلزل استقامت جلوہ گر ہوجاتی ہے ۔ کہ وہ غایات شہود کو نگاہ مستقیم سے دیکھتا ہے ۔ اور
اس میں کجی یا تجاوز واقع نہیں ہوتا ۔

اللہ عزّوجل نے رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے نفس مبارک میں اپنے دست تربیّت
اور مجاہدات وعبادات سے وہ اعتدال کامل متحقق فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے معراج کی بلندیوں
کو اس کیفیت کے ساتھ دیکھا جو آیۂ ذیل میں روشن وعیاں ہے ۔

مَازَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ٥ — آپ کی آنکھوں نے کجروی نہ کی اور نہ تجاوز کیا ۔

علوی وعنصری حقائق کا کشف وتحمل تاریکی کو روشنی سے بدل دیتا ہے ۔ اور قوتِ نظری
میں غیر صحیح فکر کی گنجائش نہیں رہتی ۔

اور فکر صحیح کی بنیادوں پر گفتگو میں نہ زبان حدِ عادل سے تقصیر وتجاوز کرتی ہے ۔ اور نہ

اعضاء وجوارح نقطۂ اعتدال سے عمل میں گھٹتے یا بڑھتے ہیں۔ روشنی اور تاریکی ضدیں ہیں۔ حد
عادل سے تقصیر و تجاوز تاریکی میں بہاؤ ہے۔ جو منور نفس ناطقہ کے تقاضا کا مخالف ہے۔ غیر منور
کثافت و لطافت ممزجہ کی فطرت تاریکی اور اضطراب ہے۔ اور اضطراب تزلزل ہے۔ جو فکر اور
قول اور عمل کو محیط ہو جاتا ہے۔ اور لطافت و کثافت کے حقائق کا انکشاف و تحمل ان کے فطری
تقاضا کے ایفاء تحقق اعتدال ہے۔ اور روشنی ہے۔ اس لئے اطمینان ہے۔ اور یہ فکر اور قول وعمل
کی استقامت ہے۔ جو تجاوز و تقصیر نفس ناطقہ کی فطرت سے خارج کر دیتی ہے۔ اللہ عزوجل
فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا — جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ ..... (حم۔ سجدہ) — پھر اس پر مستقیم ہو گئے۔

انہوں نے فکر صحیحہ کی اعتراف سے تصدیق کی۔ اور اس کو عملی جامہ پہنایا۔ یعنی ان کی قوت
نظری و عملی۔ غضبی و شہوی نے مجموعی جد وجہد سے فکر صحیحہ کے حقائق کو نفس ناطقہ میں فروزاں
کر دیا۔ تو فکر صحیحہ کی تکمیل ہو گئی۔ جو اساس قول و عمل ہے۔ اور مقصدِ عمل رالله عزوجل
کے لئے خلوصِ کامل نے تکمیل مقصد سے تجاوز و تقصیر یعنی فرط کا خاتمہ کر دیا۔ جو فطرتِ نفس
کی تکمیل و تعدیل ہے۔ کیونکہ نفس انسانی کا کشف و تحمل اس میں معرفت الٰہی کا تحقق ہے۔ اور
جیسے اجرام فلکی اور اجسام ارضی کی تقدیر و تنظیم تدریج ارتقاء و انحطاط کی آئینہ دار ہے۔ ایسے
انسانی کائنات میں پیدائش انسانی۔ اسکی طفولیت شباب پیری ہیں علی ہذا حیوانات و نباتات وغیرہ میں تدریج ارتقاء و
انحطاط اس حقیقت پر شہادت دیتی ہے۔ کہ انسان کو اس خالق حقیقی عزوجل نے علوی پرتو اور
حقائق ملکوتیہ کی ترکیب سے خلق فرمایا ہے۔ جس کے نظام مقدرہ میں سب ملکوت تدریج
ارتقاء و انحطاط کے ساتھ اپنی اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ اور ملکوت کی انسان کیلئے
تسخیر اس حقیقت پر دلیل روشن ہے۔ کہ جب وہ فطرت نفس کو جان لے گا تو تمام نظام کائنات
کی اپنے لئے تسخیر کی وجہ اور اپنی تخلیق کا مقصد یعنی معرفت نفس جو معرفت الٰہی کے ساتھ متحد
الحقیقت ہے۔ اس کے نفس ناطقہ میں روشن ہو جائے گی۔ کہ وہ مستلزم علم حقائق ملکوت
ارضی و سماوی ہے۔ کیونکہ وہ جامع حقائق علوی و عنصری ہے۔ (یہاں اس امر کی وضاحت ضروری
معلوم ہوتی ہے کہ روح الٰہی یا حقیقت علوی تمام علوی ملکوت کی جامع ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے

أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ (ملک) — کیا تم بے خوف ہو گئے اس سے جو آسمانوں میں ہے

تو اس وقت اس کا نفس ناطقہ اپنے فکر اور قول و عمل کو اپنے ماحول میں اس کامل اعتدال کے ساتھ نافذ کرے گا۔ جو اس کی فطرت نفس اور اس کے ماحول کی کامل سازگاری کا آئینہ دار ہو۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (یٰسین)	اور کون اس کو بڑھا کر دیتا ہے۔ اور اوندھا کر دیتا ہے۔ کیا وہ نہیں سمجھتے۔

یعنی کون اس تدریجی نظام پر قاہر و غالب ہے۔ جس کا اصول تخلیق و نظم کائنات دہر اور خلائف الارض (انسان) میں یکساں طور پر جاری ہے۔ اور وہ صرف اللہ عزّ و جل ہے۔ (اس فرمان ربّانی میں ملکہ تعقل کی وضاحت روشن ہے)

گویا فطرت کائنات اور فطرت انسانی میں قوّتِ نظری کا فکر اور اس میں حقیقت فکر کا تحقق جو قول و عمل کے عادل نفاذ کی اساس ہے۔ حقیقت تعقّل ہے۔ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ میں یہی آفتاب حقیقت چمکتا ہے۔ کہ وہ امور اور مقاصد میں اللہ عزّ و جل کے لئے خلوص متحقق کرتی ہے۔ اور فکر کی اساس پر قولی و فعلی جزئیات میں اقتضائے عدل کرتے ہوئے تقصیر و تجاوز (افراط و تفریط) سے بچاتی ہے۔ اور چونکہ وہ عدل ہے۔ اس لئے قائم بالقسط عزّ و جل کے ترشحات عدل میں استغراق سے جلوہ ریز ہوتی ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ	زمین و آسمان کی پیدائش اور دن رات کی
اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ	گردش میں ان عقلمندوں کے لئے نشانیاں
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ	ہیں۔ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے
وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران)	اور زمین و آسمان کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔

فطرت کائنات اور فطرت انسانی میں استقلال تعقل سے صرف وہی اولوالباب راسخ فی العلم ہیں۔ جو خالق کے ترشحات میں استغراق سے اپنی حقیقتِ علوی و کثافتِ ارضی کو منوّر کرتے ہوئے حقائق ملکوت کی رؤیت سے کامران و علیم ہیں۔ اور وہ صرف ترشحات عدل (قرآن حکیم) کے حامل ملت اسلامیہ کے عاقل اور مقدّس نفوس ہیں۔ جو کلام حق اور ذکر اسم ذات یعنی متکلم اور مسمّٰی کے ترشحات ذاتی میں مستغرق ہیں۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝	ہم نے اتارا عربی زبان میں قرآن تاکہ تم عاقل (اولوالباب) ہو جاؤ۔

پس اوّل المسلمین محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم کے صدر مبارک میں حقائق وحی یا قرآن حکیم کے استقلال سے ملکۂ تعقل راسخ کر دیا گیا۔ یعنی وہ قرآن حکیم میں استغراق سے شفائے صدر اور اہداء نے نور کا نتیجہ روشن ہے۔ جو تاریک فرط فکری کو قوّتِ نظری سے خارج کر دیتا ہے اور فکر و قول و عمل کے لئے معیار اعتدال ہے۔ اور تمام عالم پر استحقاق امر بالعدل ہے۔ خطاب لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ اُمّتِ مصطفوی میں اس ملکہ تعقل کے اجرائے مسلسل پر شاہد ہے اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلّم کے نفس فعال سے اخذ قرآن کی حقیقت کو روشن کر رہا ہے۔

اندر آں در سایہ عاقل گریز تا رہی زیں دشمن پنہاں ستیز (رومی)

تحفّظ و تذکّر

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (ق)

اللہ عزّ و جل نے انسان کی ترکیب خلقت میں حقیقت علوی اور کثافت ارضی کے امتزاج سے قبول یا کشف نور اور تحمل نور کی استعداد ودیعت فرمائی ہے۔ لطافت علوی نورٌ علیٰ نور کا پرتو ہے۔ وہ لطیف پرتو ایک ایسا محل چاہتا ہے۔ جو اس کا متحمل ہو۔ اور اس نورانی تجلّی کو محفوظ اور مستتر رکھ سکے۔ اور اس کی نورانی تدریجی وسعت کو بتدریج برداشت کرتا رہے۔ اور وہ کثافت ارضی ہے۔ پس جب نفسِ ناطقہ قوائے ادراک و تحریک کے مجموعی صبر سے فکر صحیحہ قوّتِ نظری میں قائم کر دیتا ہے۔ اور اس کی بنیاد پر اعمال صالح پر مواظبت سے اس کے حقائق قوّتِ نظری میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں تو قوائے ادراک و تحریک کی اس فکر صحیحہ اور اعمال صالحہ پر ربط و مواظبت اس نورانی حقیقت کو مستر اور قائم رکھتی ہے۔ یہ ملکہ تحفظ ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (ق) یہ ہے وہ جو کچھ جس سے تم وعدہ دیئے گئے ہو ہر جھکنے والے حفیظ کے لئے۔

وہ مومنین صالحین جو اپنی فطرت کی اس حیثیت کو محفوظ رکھتے ہوئے جس پر انہیں پیدا کیا گیا ہے اور اس کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے قبول و تحمّل انوار کو مستر اور محفوظ کر دیتے ہیں

صرف وہی اوّاب اور حفیظ ہیں ۔ اور بلاشبہ حافظ فطرت اور حافظ عدل فطرت ہی کو حفیظ کے بزرگ نام سے معنون کیا جاسکتا ہے ۔ کیونکہ تحقق عدل دو جانب منقسم نفس ناطقہ کا فطری تقاضا ہے ۔ اور یہ استمرار کشف و تحمّل ملکۂ تذکر کو مستلزم ہے ۔ جو فکر و عمل کو ہر گاہ ضیائے مستقل سے منوّر کرتا رہتا ہے ۔ یعنی اوّاب حفیظ کے فکر و عمل کی مستقل حقیقت نورانی صور علمیہ ہیں ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ (زمر)

کہہ دے کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں ۔ تحقیق عاقل ہی تذکّر (راہ نصیحت) اختیار کرتے ہیں ۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مصفّیٰ پر رؤیت کبریٰ جلوہ گر ہوئی ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی ۔ جو استحکام شہود ہے ۔ اور یہ غایات تحفظ ہے ۔ اور آیہ

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (نجم)

وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہش سے گفتگو نہیں کرتا ۔

اسی استحکام شہود کی علامت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک کو تحفظ و استمرار رؤیت نے بشری محسوسات سے مستقلاً پاکیزہ اور مطہر کر دیا ۔ اور آپ کے نفس مبارک میں وحی ربانی کے حقائق معنوی یعنی انوار الٰہی کی جلوہ گری سے آپ کی سنت تذکّر مستمر ہے ۔ جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انوار ذات میں استغراق پائندہ ہے ۔ اور اُمّت کے لئے دستور حیات ہے ۔ اور چونکہ اس قائم بالقسط نورٌ علیٰ نور عزّوجل کے اعتدالی ترشح کی نورانی معنویت کے ساتھ اس کا نورانی اتحاد متحقق ہو چکا ہے ۔ اس لئے ہر گاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک حرکت و سکنت جنبش لب اشارۂ چشم قانون عدل ہے ۔ اور علیٰ ہذا حضور صلعم کی پیروی میں مسلم اوّاب حفیظ جس کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کتاب (رؤیت و نور) کی وراثت بمطابق

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ)

ان کو کتاب و حکمت سکھا دے ۔

متحقق ہو چکی ہے ۔ اس کا ملکۂ تحفظ اسی وراثت مصطفوی یعنی تذکر بہ تحفظ کو مستلزم ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ص)

ہم نے تیری طرف کتاب نازل کی۔ جس میں برکت ہے۔ تاکہ وہ اس کی آیات میں تدبر کریں اور عاقل ہی تذکر (نصیحت) اختیار کرتے ہیں۔

وہ مومنین صالحین جو قرآن حکیم کی آیات کے معانی اوّلیہ جو الفاظ سے منفک نہیں ہیں۔ اور ذہن فوراً ان کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ان کو قوت نظری میں قائم کرتے ہوئے ان کے معانی ثانویہ کی جلوہ گری سے جو حقائق انوار ہیں۔ آیات کی معنوی جامعیت کو قوت نظری میں مکمل کردیتے ہیں۔ اور صرف یہی فہم قرآن کی تکمیل ہے۔ اور اس کے آیات میں تدبر کامل ہے۔ جو مومن صالح کو زمرۂ اولوالالباب (عاقلین) میں داخل کردیتا ہے۔ اور یہی حقیقت تذکر کے رُخِ تاباں سے پردہ کشائی ہے۔ یعنی ان نورانی صور علمیہ کا تحفظ و استقرار اس استمرار نصیحت کا سبب ہے۔ جو فکر و عمل کو بالدوام ترشحاتِ شہودیہ میں مستغرق رکھتا ہے۔ دوام استغراق کے لئے جہد گویا ایک دستور پائندہ اور نصیحت مستمرہ ہے۔ جسے عاقل مواظبت اور مداومت کے ساتھ جاری رکھتا ہے۔ اور منشور مجید

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (فاتحہ) ہمیں سیدھا راہ دکھلا دے۔

سے جب عارف کامل ہدایت طلب کرتا ہے۔ تو گویا اس وقت استمرار ہدایت اور استقلال انوار اور اس کی ذات میں سیر لامتناہی اس کی طلب ہدایت کا مقصود ہے اور یہ ہدایت اور نصیحت یعنی تذکرہ کا اجرائے لامتناہی ہے۔ جو خاصّہ اولوالالباب ہے۔ جو ان کے نفوس کو تاابد نورانی شہود میں مستغرق رکھتا ہے۔ اور یہ اس کی اپنے لئے نصیحت یعنی تذکرہ اور ہدایت جاری ہے۔ اور نورانی ضیائے الٰہی میں حقائق ملکوت کی اس کے نفس میں جلوہ گری سے امور میں اس کا فکر اور قول و فعل جملہ عالم کے لئے دستور نصیحت یا قانون عدل یا تذکرہ ہے۔ جس منبع و مجری اوّل المسلمین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مسلم عاقل کا صدر پاک ہے

تعلّم

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ)

حکمت کہ وہ نور کتاب ہے اور اس حکیم مطلق عزوجل کا نورانی ترشح ہے اور علم کتاب ہے۔
مسلم حکیم کی قوتِ نظری میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اور وہ ارواح علوی جو انسانی نفوس ناطقہ میں ان
کے ارواح بخاری سے متعلق ہیں۔ اس صاحب حکمت قوتِ نظری کے آفتاب انوار کی درخشانی
اور ضیا پاشی کا محل ہیں۔ اور ان کا منور ہو جانا رُوح بخاری کی تنویر کو مستلزم ہے۔ جیسے یہ خورشید
درخشاں آسمان دنیا کی زینت ہے۔ اور اجسام کو منور کرتا ہے۔ اور اجسام عنصری اس کی درخشانی
کا محل ہیں۔ اور اس کو عنصری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ ایسے ہی جب ارواح علوی اپنے شعوری
ترشحات سے اس آفتاب انوار حکمت کی طرف اپنی ناظرہ ہائے بصیرت کو وا کر دیتے ہیں۔
اس کی نور افشانی کا محل قرار پاتے ہیں۔ شعور چونکہ رُوح بخاری اس کا محل ہے۔ اس لیے
آفتاب حکمت سے ضیا گیری اور اس کی جانب چشم کشائی صرف شعوری تصدیق کے ساتھ اعتراف
حقائق اور تصدیق عملی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور وہ عہد بیعت یا عہد سمع و طاعت اور اس
کا ایفا ہے۔ جس کی شرح تزکیہ کے زیر عنوان فضیلت عفت میں کی گئی ہے۔ گویا وہ نفس ناطقہ
میں تحقق علم و نور کتاب کا ذریعہ ہے۔

لمعات نور کی ارواح پر درخشانی کے لیے ضروری ہے کہ ابری حجابات عنصری نفس ناطقہ
اور آفتاب حکمت کے درمیان سے چھٹ جائیں۔ اور وہ تزکیہ نفس ہے۔ جو لطافت کی
حقیقت کو کثافت پر منکشف کر دیتا ہے۔ اور رُوح علوی آفتاب حکمت کی ضیا پاشیوں سے
جگمگا اٹھتا ہے۔ اور اس علیّ الکبیر سے وہ واصل ہو جاتا ہے۔ جو ہر آفتاب حکمت کا مرجع و
مآب ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَنَفَخْتُ فِيهِ رُوحِي (ص) جب میں اپنی رُوح سے اس میں پھونک دوں

اور فرماتا ہے۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ — اسے ہمارے نزدیک مرتبہ اور اچھی باز گشت ہے۔ (ص)

ہر نفسِ ناطقہ انسانی میں یہ روح علوی ودیعت ہے۔ جو انوار حکمت کو قبول کر سکتا ہے۔ اس لئے اس کی استعداد فطری کی تکمیل کا راہ الیٰ یوم القیمۃ ہر عہد میں کشادہ کر دیا گیا ہے۔ سید و سرور محمدن المصطفیٰ احمدن المجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف بنی آدم میں شمولیت اللہ عزوجل کی جانب سے اس حقیقتِ عظمیٰ کا اعلان ہے۔ کہ اے بنی آدم تمہارے نفوس میں ہم نے وہ استعداد ودیعت کر دی ہے۔ جو اس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں تمہارے نفوس کو ان انوار حکمت سے درخشاں کر سکتی ہے۔ جن سے وہ بزرگ ترین خلائق مشرف و منور ہے۔ چنانچہ سورۃ مزمل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے اس حکیم مطلق نے تمام بنی نوع انسان کے لئے تذکرہ کو عام کر دیا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ .... اے مزمل ....

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ — یہ تذکرہ ہے پس جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عارفین اور کاملین صحابہ نے عہد سمع و طاعت استوار کرتے ہوئے اس آفتاب حکمت کی جانب اپنی چشم بصیرت کھول دی۔ اور اس نے ان کے ارواح کو لمعات نور سے بمطابق وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ...... الخ (مریم) زندہ جاوید کر دیا ہے۔ اور ان کے ارواح جو نوعی حیثیت سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جلنیت سے مشرف ہیں۔ ان لمعات نور کی درخشانی سے حضور کے نفس مبارک میں جلوہ گر ہیں۔ اس جلنیت اور استعداد کی تکمیل کرتے ہوئے آفتاب ہائے انوار ہو کر درخشاں ہو گئے۔ علیٰ ہذا یہ تسلسل الیٰ یوم القیمۃ جاری ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کافۃ النّاس کی طرف بعثت کا مدعا و مقصود اور اس کی شرح و بیان ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ — جس طرح ہم نے تم ہی سے رسول بھیجا۔ جو ہماری آیات تم پر تلاوت کرتا ہے اور تم

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ)

کو پاک کرتا ہے۔ اور تم کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اور تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے۔ جس سے تم ناواقف تھے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں حکمتِ الٰہی کا پرتو جلوہ ریز ہو چکا ہے۔ اور بشری اضطراب سے حضور کا نفس مقدس پاکیزہ اور منزہ ہے۔ جو للّٰہیت کاملہ اور ماسوی المقصود سے تنزیہہ ہے۔ اور موجب صرف توجہ کلی ہے۔ اس پاکیزہ ملکہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کتاب اور ان کے معانیٔ اوّلیہ کی تعلیم دی۔ اور یہ تعلّم دستور کی لفظی حیثیت ہے۔ جو اصول و فروع اور کلیات و جزئیات امور کی جامع ہے۔ اور اس کے حقائق یعنی انوار حکمت ان کے نفوس پر جلوہ گر فرمائے۔ اور یہ ملکۂ تعلّم کی معنوی تجلی ہے۔ جو نور اصول کے ساتھ کہ وہ جامع فروغ ہے۔ وسعت فرعی کی تدریجی ارتقاء کو محیط ہے۔ اور اس ہر گونہ تعلّم کو اُمّت میں نفاذ پائندہ حاصل ہے۔ گویا ہر زمانہ میں عہد سمع و طاعت کا مرجع دست مبارک مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ نفسِ انسانی کے اجزائے ترکیب (لطافت و کثافت) جب تنویر اور استقلال تنویر سے اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں۔ جو ان کی فطری استعداد کی ایفا ہے۔ اور لطیف اور نورٌ علیٰ نور عزّ و جل کی معرفت کے ساتھ اتحاد حقیقت ہے۔ تو ان کی یہ فطرت عدل جملہ بنی نوع کے لئے میزان العدل یا اسوۂ حسنہ ہے۔ جو ذی ارادہ نورانی قوّتِ فعّالیہ کے ساتھ نفس ناطقہ انسانی کو حقائق معرفت کی طرف انابت کے در کشائی کا موجب ہے۔ اور نفس ناطقہ اپنے تقاضاؤں کی ایفا کو متشکل دیکھ کر تاریکی مشکلات کو شعوری حیثیت سے حل کر لیتا ہے۔ اور شعوری واعترافی و عملی حیثیت سے اپنی چشم بصیرت اس منوّر صاحب اسوہ کی جانب وا کر دیتا ہے۔ تو اس کی فطرت درخشان جلبی اشتراک کے سبب نور کتاب سے اس نفس ناطقہ میں تصرف کرتی ہے۔ اور یہ اس کی قوّتِ تعلّم کتاب سے قوّتِ تزکیہ ہے۔ اور جیسے نفس ناطقہ کی لطافت و کثافت کا تقاضا تدریجی کشف و تحمل ہے۔ ایسے ہی موثر و فعّال نفس ناطقہ کی اس قوّت کا تقاضا اس نفس کے لئے جو اس کے ساتھ رُوح علوی کے ترشح یعنی تصدیق شعور اور اعترافی تعلق سے جو اتحاد عنصری ہے۔ وابستہ ہو جاتا ہے۔ اور عمل سے اس شعور و اعتراف کی تصدیق کرتا ہے۔ بتقاضائے تدریج ارادی و عملی تصرف ہے۔ اور کشف و تحمل یا اُن علوم سے بہرہ ور کرنے کا ذریعہ ہے۔ جن سے وہ خود فائز المرام ہے

گویا معلم و متعلم کے ارواح علوی و بخاری شعوری اور اعترافی اور عملی تصدیق سے باہم متحد ہو جاتے ہیں - اور یہ تعلق روحانی کا ارواح میں سیران پائندہ ہے - اور یہ اتحادِ روحانی فطرت تعلّم ہے - جو صاحب کتاب و حکمت سے اس کے تلمیذ رشید کے لئے تزکیہ سے وراثت علم متحقق کرتی ہے - اور اس حقیقت اتحاد پر نفس ناطقہ کی تشخیص شاہد ہے - کہ شعور و اعتراف و عمل چونکہ ارواح علوی و بخاری کے ترشحات و اثمار ہیں - اس لئے اُن کا فیصلہ علوی و عنصری حیثیت سے تمام ارواح متعلقہ میں ضرور اتحاد کو فطرت مشترکہ قرار دے دیتا ہے - سیدو سرور محمد ن المصطفٰے احمد ن المجتبٰے رسول اللہ مزکی اُمّت معلّم کتاب و حکمت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فعال اسوۂ حسنہ نے جو اُمّت کے لئے میزان العدل ہے - صحابہ کے ارواحِ مقدس کی رہنمائی کی - اور وہ شعوری اور اعترافی اور عملی تصدیق سے اس نور درخشاں سے منور اور ضیا گیر ہوئے - اور اس تعلق کے سیران پائندہ نے ان کو مزکّی و معلّم ہونے کا شرف بخشا - علیٰ ہذا یہ تواتر و تسلسل یہ ملکہ تعلّم اس اتحاد روحانی سے جو فطرتِ تعلّم ہے - قیامت تک کے لئے ملّتِ اسلامیہ میں جاری کر دیا گیا - اللہ عزّ و جل فرماتا ہے -

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْ	اور اسی طرح ہم نے تمہیں اُمّتِ وسط
نُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ	بنایا ہے - تاکہ تم لوگوں پر شہادت دو
عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ)	اور رسُول تم پر شاہد ہو -
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم بہترین اُمّت ہو - جو لوگوں کے لئے
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ	مقرر کی گئی ہے - کہ تم امر بالمعروف اور
الْمُنْكَرِ (آل عمران)	نہی عن المنکر کرو -

ملت اسلامیہ ملّتِ وسط ہے یعنی جماعتِ عدل ہے - اسی کے نفوس میں دستور عدل کا تحقق یعنی تکمیل حکمت کا اہتمام (جو نفسِ ناطقہ کی ہر چہار قوٰی پر امر بالعدل سے قوّتِ نظری میں بطور نتیجہ یا ثمر متحقق ہوتا ہے -) تعلّم کتاب سے اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمہ نفاذِ پائندہ حاصل کر چکا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جائز استحقاق ہے - اور تمام عالم پر دلیل افضیلت ہے - اور بنی نوعِ انسان کے فکر اور قول و عمل پر حق احتساب یا شہادت ہے - اس لئے کہ کتاب قائم بالقیط عزّ و جل کا ترشح ذاتی ہے - اور اس کی نورانی معنویّت یعنی حکمت کے ساتھ نفسِ ناطقہ کی نورانی حقیقت نورانی اتحاد سے متحقق ہو جاتی ہے - جو معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے -

اور مدعائے تخلیق انسانی ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ فعال یا میزان العدل تعلم کتاب و حکمت کی لفظی و معنوی حیثیت کے اجرائے متواترسے کافۃ النّاس کے انکار رد افعال کے لئے ملّتِ اسلامیہ کے حق احتساب کے جواز پر الیٰ یوم القیٰمہ ہر عہد میں شاہد ہے۔ جو تمام کائنات انسانی میں حکیم ملّت اسلامیہ کی افضلیت پر حجت روشن اور دلیل ساطع ہے۔ اور الیٰ یوم القیٰمہ کائنات انسانی پر اس کا حق شہادت ہے۔

اے مثال انبیاء پاکان تو ہمگر دل یا جگر ہا کان تو
اے فلک مشتِ غبار کوئے تو اے تماشا گاہِ عالم روئے تو (اقبال)

محمّد سعید

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران)

عَدَالَتُ

جُعِلَت لِیَ الاَرضُ کُلُّھَا مَسجِدًا

تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی (بخاری و مسلم)

تمام عالم کو قائم بالقسط ملّتِ اسلامیہ کے روبرو پست ہو جانا چاہیئے اس کا امر بالعدل دلیل افضلیت ہے۔

محمد سعید

عدالت

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ (النساء)

نفسِ ناطقۂ انسانی میں رُوحِ بخاری روحِ علوی کا محل ہے۔ جس پر انسان کا فطری لگاؤ اور شعور شاہد ہے۔ اور روحِ علوی کا نورانی کشف یا معرفت الٰہی رُوحِ علوی کی حقیقت ہے۔ جس پر مضمون وَنَفَخْتُ[1] فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ شہادت دیتا ہے۔ اور رُوحِ بخاری معتدل خلقی نسبت سے جو اُسے قائم بالقسط عزّ و جل سے حاصل ہے۔ کہ رُوحِ علوی کا اِس سے تعلق اس حقیقت پر شاہد ہے۔ فطری طور پر فع موانع اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو تقاضائے تحمّل نور ہے۔ اور حیات و بقائے اِنسانی اور ان کے لوازم کی طرف اسے فطری لگاؤ حاصل ہے۔ پس رُوحِ علوی جو اللہ عزّ و جل کی حکمت غالبہ کا پر تو ہے۔ وہ اس قائم بالقسط عزّ و جل کی طرف رُوحِ بخاری کے فطری رجوع کو شعوری حیثیت عطا کرتا ہے۔ اور شعور علوی جب عنصری رجوع کے ساتھ مختلط ہو جاتا ہے۔ جو اقتضاح محبت الٰہی ہے۔ تو گویا نفسِ انسانی کا فطری تقاضا اپنی ایفا کے لئے ایسا صراطِ مستقیم چاہتا ہے۔ جو بدفع موانع ایفائے تقاضا ہائے کشفِ شعور اور رجوع عنصری پر کہ وہ حقیقت محبت الٰہی ہے۔ منتج ہو۔ علیٰ ہذا

---

[1] اور جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں ..... الخ (ص)

ایفائے حوائج عنصری میں اس کے فطری لگاؤ کو بھی وہ روح علوی اس شعور کے ساتھ فطری طور پر پابند کر دیتا ہے۔ جس پر احتیاج تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن شاہد ہے۔ گویا روح علوی کا روح بخاری کے ساتھ تعلق اس عنصری رجوع اور اس کی دافع موانع حیثیت پر شعوری قدرت کا تحقق ہے۔ جسے ارادہ کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور اسے ہی قوتِ عملی یا مبداء اعمال کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ بہ استقلال تدریجی ارتقاء ہے۔ جو انجام کار تعدیل سے تکمیل پاتا ہے۔ پس اس کی پہلی حیثیت فطری رجوع پر شعوری قدرت کے تحقق سے قوت نظری میں تمکین فکر سے قائم ہوتی ہے۔ اور اس کی دوسری حیثیت اعمال پر قدرت فکری ہے۔ وہی مبداء اعمال یا قوتِ عملی ہے۔ اور ارادہ اپنی دونوں حیثیتوں کے ساتھ مجموعی طور پر بمطابق آیہ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ خلافت عامہ کی استعداد ہے۔ جو تمام نوع انسانی میں مشترک ہے۔ اور یہی نفسِ انسانی اور اللہ عزّ وجل کو پہچاننے کی قوتِ ہے۔ اور اس معرفت علیہ کے تحقق سے وجو ارادہ کی تکمیل و تعدیل ہے۔ اور اس کی تیسری حیثیت علیہ ہے۔ اور فطری رجوع اور شعوری تقاضاؤں کی ایفائے کامل ہے[1] فردیت استخلاف فی الارض مشروط ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ مستخلف عزّ وجل اپنی عظمت ارادہ کا بیان اس طرح فرماتا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یٰسین)	سوائے اس کے نہیں کہ جب اس کا حکم ارادہ کرے کسی چیز کا تو اس کو کہتا ہے۔ ہو جا تو۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔

پس خلیفۃ اللہ فی الارض کی تمکین دین یا نفاذ عدل یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستخلف عزّ وجل کے ارادہ کی نیابت کاملہ ہے۔ اور ارادی جلالِ عدل کی شوکت عظمیٰ ہے۔ کیونکہ حکم مستلزم ارادہ ہے۔ جیسے کہ آیۂ بالا سے ظاہر ہے۔ اور یہ بدیہہ ہے کہ روح بخاری اور روح علوی کا نفس ناطقہ میں وجود اساس قیام بالقسط یا عدل ہے۔ یعنی ترازو کے ہر دو جوانب کا تعین ہے۔ اور تحقق قسط و اعتدال بدعائے نزول کتب اور میزان ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ	تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات ظاہر کے ساتھ اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔

---

[1] وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ ...... الخ (نور)

یعنی انبیاء کے نفوس میں حقائق کتاب کے تحقق سے ہم نے میزان العدل کو متمکن کر دیا ہے۔ جس کی ادراکی اور تحریکی شرح متشکل ان کا اسوۂ حسنہ ہے۔ جو ان کے نفوس کے کشف و تحمل سے ان کی حیثیت فعالیہ ہے۔ کہ نفوس متعلقہ میں بہ قسط اس مستقیم تصرف کرتی ہے۔ یعنی حقائق کتاب کو منتقل کر دیتی ہے۔ یہی ارادی حیثیت کے ساتھ قوت تعلیم کتاب ہے۔ اور یہی ان میں تمکین میزان العدل سے اس کا تواتر ہے۔ اور آج دور مصطفوی میں کافۃ الناس کے تزکیۂ نفوس سے ان کے قیام بالقسط کا ذریعہ ہے۔ یعنی ارادی حیثیت کے ساتھ قوت تزکیہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت کشف و تحمل کا تحقق ہے۔ جو بمطابق فرمان ربانی

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۔ (القارعۃ) — پس جس کی موازین بھاری ہو گئیں پس وہ زندگی خوش میں ہے۔

یعنی قوت نظری و عملی بار ہر دو جانب میزان ہے۔ اور ان کی الگ الگ مستقل تعدیل ہے۔ اور ان کا کشف و عدل قوت غضبی و شہوی اور ان کا دفع موانع و تحمل الگ الگ جانب موازین کے بار ہیں۔ یعنی ہر ایک قوت کی ایک وہ حیثیت ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اور دوسری اس کے تقاضا کی ایفا ہے[1] اور یہ اس کی مستقل الگ تعدیل ہے اور ثقل میزان ہے۔ اور نفس ناطقہ میں جملہ قویٰ کی الگ الگ مستقل تعدیل کا مجموعی تحقق ثقل موازین ہے۔ میزان آلہ ہے۔ اس کے صیغۂ جمع میں اسی حقیقت علیہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور تخفیف[2] موازین یہ ہے کہ قوائے نفس کی خلقی حیثیت قائم نہ رہے۔ ایسے شخص کو اللہ عزوجل نے ابکم[3] و گنگ سے تعبیر فرمایا ہے۔ ہر چہار قویٰ کا منبع چونکہ روح بخاری و روح علوی ہے۔ اس لئے قوائے لطیف و کثیف کا کشف و تحمل وزن نفس میں میزان العدل کی مجموعی استقامت ہے۔ اور ہر دو اوزان میں صحیح تقسیط و تعدیل متحقق کرتی ہے۔ قیامت کے دن انہی موازین[4] القسط پر افکار و اعمال کا احتساب ہوگا۔

یہی امت وسط کا میزان مصطفوی پر تحقق قسط و وسط سے کافۃ الناس کے افکار و افعال

---

[1] بحالیکہ نفس ناطقہ کے جملہ تقاضاؤں کی ایفا نفس کی مجموعی تعدیل کو متحقق کرتی ہے (عنوان عفت مطالعہ فرمائیں)
[2] وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (القارعۃ) [3] وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ ......الخ (النحل) [4] وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ....الخ (انبیاء)

پر دنیا و آخرت میں حق احتساب و شہادت ہے۔ پس ایفائے حوائجِ عنصری میں فطری لگاؤ کی شعوری پابندی اپنی فطرت میں سلامت و اعتدال بھی اسی وقت پاتی ہے۔ جب نفسِ ناطقہ میں کشف و تحمّل متحقق ہو جاتا ہے۔ اور وہ دستورِ عدل یعنی کتاب میں استغراق کو مستلزم ہے۔ کیونکہ وہ قائم بالقسط عزّوجل کا ترشّح ذاتی ہے۔ اور رُوحِ علوی بمطابقت وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں) رُوحِ قائم بالقسط عزّوجل ہے۔ اور روحِ بخاری کو اس عزّوجل کے ساتھ معتدل خلقی نسبت حاصل ہے۔ گویا یہ اعتدالی تعلق اور معتدل نسبت دستورِ عدل میں کہ وہ قائم بالقسط کا ترشّح ذاتی ہے۔ استغراق سے نفسِ ناطقہ میں عدل کو متحقق کرنے کی استعداد ہے اور دلیل تمکین موازین القسط ہے اور اس آیۂ ربانی میں بالقسط کا مقصود ابتدائی ہے۔

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ (یونس) — تاکہ جزا دے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے عدل کے ساتھ

آمَنُوا میں قوتِ ادراک اور وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ میں قُوّتِ تحریک کی تخصیص ہے۔ گویا مومنین صالحین سلوک جادۂ اعتدال سے جو ان کی فطرت تخلیق یعنی اساسِ عدل کا تقاضا ہے۔ مومن اور صالح ہیں۔ اور انجام کار جب اُن کی فطرت میں عدل متحقق ہو جاتا ہے اور میزان العدل متمکن ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت ان کا ایمان اور عمل صالح ان کے ترشّحاتِ اعتدالیہ کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی قائم بالقسط عزّوجل اور عبد قائم بالقسط کے درمیان اعتدالی جنسیّت کی دلیل سے تحقق محبّت الٰہی ہے۔ گویا یہ فرمان ربانی ابتدائے تعدیل سے کمال تعدیل تک کے جملہ مدارج اعتدالیہ کا جامع ہے۔ پس عمل صالح پر وہ قدرت فکری جسے قُوّتِ عملی کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ صالحات کے لئے اپنے ارادی تسلسل کے ساتھ جو وجہ صالحات ہے۔ جب اپنی حقیقت عدل سے متحقق ہو جاتی ہے۔ تو گویا وہ اپنی حیثیّت متمکنہ کے ساتھ قُوّتِ نظری ہے۔ جس میں حقائق ایمانیہ اپنی شہودی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں۔ اور یہی قوّتِ عملی کا اعتدال یا فضیلت عدالت ہے۔ جو اپنی عادل ارادی حیثیّت کے ساتھ بطور فطرت نفس ناطقہ کے اعمال پر غالب و قادر ہے۔ گویا قوّتِ ادراک ان ادراکات صحیحہ پر جو قوّتِ نظری کے مسلمات صحیحہ ہیں۔ ارادی مواظبت سے جو وجہ عمل تحریک یا اعمال صالح ہے ان کے ساتھ تبدریج جنسیّت پیدا کر کے ان کے حقائق کے برداشت کی استعداد پیدا کرتی

جاتی - اور قبول کرتی جاتی ہے - اور قوّتِ ادراک میں ان کا تحقق قوّتِ نظری و عملی دونوں کو معتدل کر دیتا ہے اور جیسے قوت نظری میں اعترافات صحیحہ کا وجود اور قوت عملی کے ذریعہ جو مستلزم عمل قوت تحریک ہے - ان کے حقائق کا تحقق منشاء اعتدال کی ایفا ہے - اسی طرح قوّتِ عملی میں اس استعداد کا وجود جو عمل صالح کا ادراکی ذریعہ ہے - اور اس کے تقاضا کی ایفاء قوت عملی کی صحیح تعدیل ہے -

اللہ عزّ وجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے - چنانچہ وہ عزّ وجل فرماتا ہے -

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولوا العلم (اور وہ قائم بالقسط ہے -

اور فرماتا ہے -

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل) اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے -

اور وہ عزّ وجل مومنین کو قیام بالقسط کا حکم دیتا ہے - اور ان کے قسط و اعتدال کی تصدیق فرماتا ہے - ارشادِ ربانی ہے -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (نساء) اے مومنین قائم بالقسط ہو جاؤ -

اور ارشاد ہے -

هَلْ يَسْتَوِيْ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النحل) کیا وہ اور وہ برابر ہو سکتا ہے جو آمر بالعدل ہے اور صراط مستقیم پر ہے -

اور یہ ملّتِ وسط کے لئے تشریف استخلاف فی الارض پر دلیل ساطعہ ہے کہ وہ آمر بالعدل اور قائم بالقسط عزّ وجل کے ترشحاتِ عدل (کتاب مجید) میں استغراق سے جو نفس ناطقہ کے نظری تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے - قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے - استغراق ارادہ اور عمل سے متحقق ہوتا ہے - اور ارادہ اساس عمل ہے -

گویا قوتِ عملی ترشحاتِ ذات الٰہی میں استغراق کی استعداد ہے اور تحقق استغراق ایفائے استعداد استغراق ہے - جو قوّتِ عملی کی صحیح تعدیل ہے - اور آیات بالا میں جملہ مومنین کو خطاب کی دلیل سے تا قیامِ قیامت اُمّتِ مرحومہ میں میزان العدل کے نصب مستقل سے جو وزنِ نفس میں بار ہر دو جوانب کی تعدیل و تنصیف صحیح کو متحقق کرتی ہے - یا قوت تزکیہ و تعلّم کے اجرائے

مسلسل سے متواتر جاری کر دیا گیا ہے۔ پس ملّتِ وسط کا فردِ عادل اپنے نفس پر والدین پر اقربا پر اور تمام تر نظام منزلی میں اور ملیؔ اور ملکی فیصلوں میں اور بین الدول تحکیم امور میں فیصل عادل ہونے کا فطری استحقاق رکھتا ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ...... الخ (نساء)

اے مومنین قائم بالعدل ہو جاؤ۔ اللہ کے لئے گواہ بنو۔ خواہ وہ گواہی تمہارے نفوس پر ہو یا تمہارے والدین پر یا تمہارے اقربار پر۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (حجرات)

اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان کی صلح کرادو۔ اگر ان میں ایکدوسرے پر زیادتی کرے تو اس کے ساتھ لڑو۔ جو زیادتی کرنے والا ہے۔ تا آنکہ وہ حکم الٰہی کی طرف رجوع کرے۔ پھر جب وہ رجوع ہو جائے تو ان کے درمیان انصاف کیساتھ صلح کرادو۔ عدل کرو۔ اللہ تعالےٰ عادلین کو محبوب رکھتا ہے۔

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (مائدہ)

اگر تم حکم کرو تو ان کے درمیان عدل سے حکم کرو۔ اللہ تعالیٰ عادلین کو محبوب رکھتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (مائدہ)

اے مومنین اللہ کے لئے شاہد ہو جاؤ۔ قائم بالاعتدال ہو کر اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر پر آمادہ نہ کر دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

قرآن حکیم یعنی دستور عدل کی تعمیل اس کے معانی ادلیہ اور اس کی نورانی معنویت کے فہم سے متحق ہوتی ہے۔ اور وہ نفسِ ناطقہ میں اس کے معانی ظاہر کے ساتھ اس کی حقیقی شکل وصورت کا تحقق ہے۔ جو نورٌ علیٰ نور کی معرفت[1] کے ساتھ متحد الحقیقت ہے اور نفس ناطقہ میں اس کا تحقق جو مستلزم استغراق اور عمل اور ارادہ یا قوتِ عملی ہے۔ نورِ نفسی[2] اور دستور عدل کی نورانی معنویت

---

[1] کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور کا ترشح ہے۔ [2] کیونکہ وہ نفس ناطقہ میں کشف روحِ الٰہی ہے۔

اور نورِ معرفت الٰہی کو متحد الحقیقت قرار دیتا ہے ۔ جو ادراک کی دونوں حیثیتوں کو شہود سے معتدل اور موثر کر دیتا ہے ۔ ایک وہ حیثیت جو مبداء اعمال ہے ۔ اور اسے اعمال پر شعوری قدرت حاصل ہے ۔ جسے قوت عملی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ اور دوسری قوتِ نظری جو نفس ناطقہ انسانی میں ادراکی یا شعوری حیثیت کی بالارادہ ایسی تمکین ہے ۔ جسے نفسِ ناطقہ انسانی کا شعوری اثر کہنا چاہیئے ۔ گویا وہی اعمال کی طرف توجہ فکری سے قوتِ عملی کی حیثیت اختیار کرتی ہے ۔ جو نورانی شہود سے متحقق ہو کر فضیلت عدالت کے نام سے معنون ہے ۔

نورانی شہود کا تحقق نورٌ علیٰ نور کے ساتھ نورانی جنیت سے اس کیف رضا کو مستلزم ہے ۔ جو قوت عملی میں تکمیل اعتدال کا ہم معنیٰ ہے ۔ یعنی عادل ارادہ امور اور مہمات میں ارادہ فعالٌ لِّمَا یُرِیْد عزّ و جل کے ساتھ اختلاف نہیں کرتا ۔ اور دستور عدل کے ساتھ اس کا نورانی اتحاد قانون ربانی کو اس کی فطرت قرار دے دیتا ہے ۔ یعنی قوتِ عملی کے ملکاتِ اعتدالیہ ۔ صبر ۔ عدل تسلیم ۔ تقویٰ ۔ اخلاص ۔ عزم ۔ توکل ۔ شکر ۔ مکافات ۔ تودد ۔ وفا کے اجتماع سے اس دلیل کے ساتھ کہ وہ شرح ارادہ ہیں ۔ قوت عملی میں حقیقت عدل تکمیل پاتی ہوئی قوتِ نظری میں فکر صحیح یا ایمان کے حقائق شہودیہ یا نورانیہ کو متحقق کر دیتی ہے ۔ جو آیۂ ذیل سے مقصود ہے ۔

نُوْرٌ عَلیٰ نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَاءُ ؕ (النور)	نورٌ علیٰ نور ہے ۔ اللہ ہدایت دیتا ہے اپنے نور کیطرف جسے چاہتا ہے ۔

پس نفس ناطقہ کی نورانی حقیقت ذات نورٌ علیٰ نور کے ساتھ معیت و عینیت حاصل کر لیتی ہے ۔ اور مشیتِ ربانی کے ساتھ اسے نورانی اتحاد میسر ہو جاتا ہے ۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے ۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ)	اُن صابرین کو بشارت دے ۔ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے ۔ تو وہ کہتے ہیں ۔ ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔ انہیں پر اُن کے پروردگار کی طرف سے درود اور رحمتیں ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں ۔

علیٰ ہذا قائم بالقسط عزّ و جل کے ساتھ یہی نورانی جنیت اس کی نورانی حدود کے ساتھ اس عادل نفس ناطقہ کی نورانی فطرت کو اتحاد حقیقت عطا کرتی ہے ۔ پس اس کی قوتِ عملی فطرتاً اس احکام کی تعمیل کرتی ہے ۔ چنانچہ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے ۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔ (البینہ)　　تحقیق اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوتے ۔

اور یہی اس مالک الملک عزوجل کی زمین پر قائم بالقسط ملتِ وسط کا استحقاق فضل ہے ۔ اور دستور عدل کے نفاذ کا استحقاق ہے ۔ جو تمام بنی نوع انسان کے نفوس میں اُن کے تقاضائے فطری کی ایفاء یعنی تمکین عدل کا واحد ذریعہ ہے ۔ پس تمام عالم کو قائم بالقسط ملتِ اسلامیہ کی عزت عدل کے روبرو پست ہوجانا چاہیئے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ۔　　تحقیق زمین کے وارث ہوں گے میرے عباد صالح ۔ (الانبیاء)

حق وراثت ارض صرف عباد صالحین کو پہنچتا ہے ۔ اور حقیقت وراثت اس وقت سطح ارض پر تمکین پاتی ہے ۔ جب وعدہ استخلاف فی الارض کا تحقق ہو ۔ جسکی امین اُمتِ وسط یا ملت اسلامیہ ہے ۔ اور اس میں تواتر میزان العدل اس حقیقت پر شہادت مستمرہ ہے ۔ کیونکہ وہ مستخلف قائم بالقسط عزوجل کی صفت عدل (قیام بالقسط) سے اتصاف کا ذریعہ ہے ۔ اور وہ قوت فعالیہ ہے ۔ جو مزکیؔ امت و معلمؔ کتاب و حکمت رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں اس عزوجل کے ترشحؔ ذاتی یعنی کتاب کی نورانی معنویت کے تحقق سے ودیعت ہے ۔ اور اس نے ان نفوس ناطقہ کے اوزان تخلیقیہ کثافت و لطافت کو جو تصدیق شعوری واعترافی و عملی کے ذریعہ منفعل حیثیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال سے وابستہ ہوئے ۔ قائم بالقسط کرتے ہوئے جو تزکیہ سے علوم کتاب کی ودلیعت ہے اور اُن کے نفوس میں قوتِ فعالیہ کا تحقق ہے ۔ اس تواتر و تسلسل کو قیامت تک کے لیے جاری فرمایا ۔ یہی میزان العدل کا نصب مستقل ہے ۔ جو ہر عہد میں ملتِ وسط کے اوزان نفوس یعنی لطافت و کثافت میں قیام بالقسط یا تحقق اعتدال کا ذریعہ ہے ۔ جو مدعائے آیہ[1] وسط ہے اور تمام عالم پر ملت وسط کی دلیل فضل ہے ۔ اور اس سے وہ ہر حیثیت کے ساتھ آمر بالعدل ہے ۔ اور قائم بالقسط عزوجل کیساتھ اعتدالی جنیت کی دلیل سے دنیا و آخرت میں وہ فوز العظیم سے مشرف ہے ۔ اور امانت استخلاف فی الارض سے مایہ دار ہے ۔

---

[1] وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (البقرہ)

صبر

اُولٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا (فرقان)

نفسِ ناطقہ میں نظری نگاہ پر شعوری قدرت کے تحقق سے قوت نظری میں شعوری تمکین بتحقق
ہوتی ہے۔ پس فطری نگاہ سے مختلط شعوری یا فکری توجہ قوتِ تحریک یا اعمال پر قادر ہے۔ اور
یہ دونوں ارادہ کی حیثیتیں ہیں۔ اور یہی قوت۔ نظری کی شعوری تمکین کے انکشاف کا ذریعہ ہے
جو تدریجی کشفِ شعور کے ساتھ ساتھ بالتدریج تکمیل و تعدیل پاتا ہے۔ گویا قوتِ نظری میں فکر صحیحہ
کا تحقق اور اس کا کشف اور قوتِ تحریک کا منہیات مطلوب سے صبر اور مکارہ یا امور پر صبر ارادہ
اور قوت عملی میں شعوری قدرت کی شہادت کے ساتھ تمکین صبر کو مستلزم ہے۔ اس لئے اس
خاکسار نے صبر کو فضیلت عدالت کی نوع اوّل قرار دیا ہے۔ جو قوت عملی میں اس کیفیت سے
تمکینِ عدل ہے۔ کہ اوامر کی حقیقت کے ساتھ کہ اُن کا مقصد نفسِ ناطقہ میں فردیت توحید
کا تحقق ہے۔ شہود و نور سے جلیت پیدا ہو جاتے۔ اور وہ کمال رغبت سے اُن کی تعمیل
کرے۔ علیٰ ہذا حوائجِ عنصری کی ارادی الغا جیسے تحریک پر قدرت حاصل ہے۔ تعمیل آئین عدل
کے لئے ہو۔ بحیثیت خواہش نہ ہو۔ یعنی ارادہ نواہی سے بہ کمال نفرت محفوظ ہو جاتے۔ پس
جب قوتِ عملی اس حیثیت کے ساتھ عادل ہو جاتی ہے۔ تو اضطراب جو غیر منکشف کثافت و
رذائت ممزجہ کا نتیجہ ہے۔ نفسِ ناطقہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس میں عدل یا اطمینان
متحقق ہو جاتا ہے۔ جو نفسِ انسانی کے نورانی کشف و تحمل کا ثمر ہے۔ یہی حقیقت صبر ہے۔
جو قوت عملی میں اس کے صبر سے متمکن ہو جاتی ہے۔ اور بصیر قائم بالقسط اور صبور اور نور
علیٰ نور اللہ عزّ و جل کی عادل اور نورانی معیت عظمیٰ ہے۔ جو مقصود آیہ ذیل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ) اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پس تاریک محسوساتِ بشری یاس و فرحت اس کے نفسِ ناطقہ کو متاثر نہیں کر سکتیں۔
(سورۂ ہود آیات نمبر ۹۔ ۱۰۔ ۱۱ مطالعہ فرمائیں) یعنی اطمینان حقیقت صبر ہے۔ جو افکار و اعمال کی
ہر نہج میں جمعیت و استقلال کا موجب ہے۔ صبر کی وہ حیثیت جو فکر و عمل کے مرجع فطری

یعنی توحید کی نورانی معنویت کو نفسِ ناطقہ میں جلوہ ریز کرتی ہے ۔ اور جملہ حالات و واقعات کی مناہج مختلفہ میں جن کا مسلم کے لیے مقصد وہی مرجع فطری ہے ۔ نتائج صبر کو متمکن کر دیتی ہے وہ اوامر و نواہی پر مشتمل دستورِ عدل کی پابندی پر ادراک و تحریک کا صبر ہے ۔ جس پر ارادہ کو قدرت حاصل ہے ۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے ۔

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ (مریم) ۔ اس کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر صبر کر ۔

پس جب ترشحات عدل میں استغراق سے نفسِ ناطقہ میں صبر کی حقیقتِ متحقق ہو جاتی ہے ۔ جو عدل یا اطمینان کامل ہے ۔ تو مرجع فطری یعنی اللہ عزّ و جل کے لئے مال اور جان پیش کرنے میں قوتِ عملی کو تاریک اضطراب لاحق نہیں ہوتا ۔ جیسے حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السّلام نے اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر اپنی قربانی اور ذبح کو اطمینانِ قلب سے قبول کرتے ہوتے فرمایا ۔

یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (والصافات) اے باپ کر جس امر کا تجھے حکم دیا گیا ہے ۔ انشاء اللہ تو مجھے صابرین سے پائے گا ۔

اور مومنین کے متعلق آیۂ ذیل اسی سنت کی تکمیل متابعت کو واضح کرتی ہے ۔

وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ (حج) وہ صبر کرنے والے ہیں اس پر جو انہیں پہنچے ۔

پس جب دعوت الی الحق یا تمکین عدل کے جادۂ مستقیم میں مفرط افراد اور جماعتیں مسلم صابر کے ساتھ ہنگامہ آرا ہوتی ہیں ۔ تو اُس کا عادل ارادہ یا عزم ہرگز کسی سے نہیں دبتا ۔ اور نہ کسی مفرط فرد یا جماعت کی قولی و فعلی اطاعت قبول کرتا ہے ۔ اللہ عزّ و جل فرما دیتا ہے ۔

فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَا تُطِعْ مِنْھُمْ اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا (دہر) اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کر اور اُن سے کسی گنہگار اور کافر کی ہرگز اطاعت نہ کر ۔

تا آنکہ انجام کار بمطابق فرمان ربّانی

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ (مومن) صبر کر اللہ کا وعدہ سچا ہے ۔

مستخلف اللہ عزّ و جل کا وعدۂ استخلاف جو اس اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلّم اور ملت اسلامیہ کے ساتھ اس نے استوار کیا ہے ۔ پہنچ جاتا ہے ۔ اور وہ اس کے ساتھ روئے ارض پر غالب و قاہر ہو جاتی ہے ۔ پس مُسلم صابر جس کے نفسِ ناطقہ میں بصبر عبودیت یا معرفتِ الٰہی جو اس

کے رُوحِ علوی و بخاری کا کشف و تحمل ہے۔ متحقق ہو چکی ہے۔ وہ رجحانِ کثافت سے پاک ہو جاتا ہے۔ جو ارضیات میں خواہش علو ہے۔ یا استکبار فی الارض ہے۔ اور اس کی کثافت کشف لطافت سے منور ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا ارادہ تاریک کثافتی تاثرات سے مطہر ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تحت جملہ مکارم و محاسن اِس کے ترشحاتِ صبریہ قرار پاتے ہیں۔ پس دستور عدل قرآنِ حکیم کی روشنی میں یہ بیان ہے کہ عفو و درگزر بطور فطرت اس سے صادر ہوتا ہے۔ جو دلیل فضل ہے۔ کیونکہ نورٌ علیٰ نور عزّ و جل عفو و غفور ہے۔ عفو ایسی عادل اور فعال حیثیت ہے جو نفوس میں اثر کرتی ہے۔ اور عدل کی طرف ان کو جھکا دیتی ہے۔ بجائیکہ خود کسی غیر عادل اثر کو قبول نہیں کرتی۔ علیٰ ہذا طعن و تشنیع پر وہ فطرتاً صبر کرتا ہے۔ اور وہ فرط کے ساتھ قول و فعل میں ایساریہ اختیار کرتا ہے۔ جو فرط کی وحشت جہل سے عدل کے لئے باعث سلامت ہو۔ اور وہ بصبر قائمٌ بالقسط عزّ و جل کی عبادت پر مداومت کرتا ہے۔ وجو اس کی تنویر و اعتدال کا موجب ہے۔ اور وہی استمرادِ عدل کا تبسّث ہے۔ اور معتدل خلقی نسبت اور اعتدالی تعلق کے سبب اپنے مرجع فطری یعنی توحید میں استغراق کے ساتھ ماسوی التوحید سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ پس اس کا اعتدال کامل جو فردیّت توحید میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ تمام جزئیات امور میں اس کے ارادہ کو عدل عطا کرتا ہے۔ لہٰذا وہ کسب طیبات کے نتائج کو اعتدال سے خرچ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی کثافت و لطافت کی جد و جہد کا ثمر ہے۔ علیٰ ہذا صنفی حوائج آئینی تجدید و تعدیل کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ کیونکہ کائناتِ انسانی کثافت کے اشتراک ساریہ کے سبب تحقق عہد زوجیّت اور آئینی تجدید کا تقاضا کرتی ہے۔ اور نفاذ آئین عدل اور اجرائے حدود و آئین قصاص میں اور جہاد میں کہ یہ سب تعدیل ہر گونہ حیات کے ذرائع ہیں۔ اس کے عزمِ عادل کو افراط و تفریط ہرگز متاثر نہیں کر سکتی۔ اور زور اور لغو چونکہ فرط ہے۔ اس لئے فطرت عدل کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں رہتا۔ اور ترشحاتِ ربانی کے حقائق اعتدالی حیثیت کے ساتھ مستقلاً اور دائماً قبول کرتا رہتا ہے۔ اور اس کی تدریجی وسعت قبول میں ان کی نورانی معنویّت بالتدریج تا ابد متحقق ہوتی رہتی ہے۔ پس وہ ان تمام تعلقات کے حقوق کو جو فطری عہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صاحبان تعلق کے نفوس میں تکمین عدل کی جد و جہد سے جو نتائج حقیقی ہے اور ان کو فعالی حیثیت عطا کرتی ہے۔ فعال اور قائمٌ بالقسط عزّ و جل سے استمداد کے ساتھ ادا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ جو اس کی فطرت فعال کا تقاضا ہے۔ اور عہد فطری کی ایفا ہے

اسی سے اجتماع ملی میں استحکام بلاتفریق متحقق ہوتا ہے۔ اور یہی میدان جہاد میں صبر اور مصابرت اور ربط کی دلیل تمکین ہے۔ پس اس کی قوتِ عمل ضعف و استکانت، اور وھن اور ظلم سے بلند اور منزہ ہو جاتی ہے۔ گویا اس کی انفعالی حیثیت قبول نور یا عدل سے مملو ہو کر فعال حیثیت حاصل کرلیتی ہے۔ تو کوئی مفرط اثر جو مضطرب نفس میں نتیجہ فائدہ و نقصان کی صورت میں مرتب ہوتا ہے۔ اسے ہرگز متاثر و متغیر نہیں کرسکتا۔

الحاصل مسلم صابر کی قوت عملی، تہذیب اخلاق، تدبیر منزل۔ سیاست مدن اور بین الدول میں اپنی عادل اور مطمئن اور مستقل اور مستحکم اور غیر مضطرب حیثیت کے ساتھ وراثتِ ارض کے استحقاق سے تشریف پاتی ہے۔ اسی کے لئے یہ منشور ربانی ہے۔

وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (اعراف) — صبر کرو تحقیق زمین اللہ کے لئے ہے۔ وہ اس کا مالک بنا دیتا ہے اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے۔

اور آخرت میں وہ غرفہ بلند و بزرگ پر شرف تمکین پاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا — اُن کو بدلہ میں غرفہ (بالاخانہ) ملے گا۔ اس عوض میں کہ وہ صبر کرتے رہے۔

اور معیتِ[1] الٰہی دنیا و آخرت میں اس کی شوکت با جلال و جمال پر دلیل قاطع ہے۔

عدل

وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (نحل)

فطری نگاہ پر شعوری قدرت کے تحقق سے نفسِ ناطقہ میں شعوری تمکین ارادہ کی ایسی حیثیت

---

[1] اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (البقرہ)

ہے۔ جیسے تمکین فکر پر قدرت حاصل ہے۔ ارادہ کی دوسری حیثیت قوّت عملی ہے۔ جو اعمال پر قادر ہے۔ اور فکر کے حقائق کو منکشف کر دیتی ہے۔ جو اس کا عدل ہے۔ اور اعمال میں اعتدال کو متحقق کرتی ہے۔ گویا فکر و عمل دونوں کی تعدیل کا ذریعہ ہے۔ اور خود اپنی اساس پر بالتدریج معتدل ہو جاتی ہے۔ اور ایسی تقسیم کو جس کے نتیجہ پر دونوں حصے بالکل مساوی ہوں عدل کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ کثافت و لطافت کے تقاضاؤں کی ایفا کے عادل جو میزان العدل پر اوزان جوانب کی صحیح تنصیف ہے۔ ارادہ سے متحقق ہوتی ہے۔ اس لئے اِس خاکسار نے عدل کو انواع عدالت سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل)	اور جو آمر بالعدل ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔

یہ فرمانِ ربّانی جامع ہر گونہ امر بالعدل ہے۔ یعنی تہذیب شخصی، تدبیر منزل۔ سیاست مدن اور بین الدول میں امر بالعدل کو مسلم عادل کی فطرت ارادی قرار دیتا ہے۔ کیونکہ امر مستلزم ارادہ ہے۔ اور جملہ فروع عدل اسی اصول بزرگ کی شروع ہیں۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل)	اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت مقدسہ میں عدل سے ہر گونہ امر بالعدل کے ساتھ تعدیل فعالیہ خصوصیت کے ساتھ مقصود ہے۔ جس پر اس کا احسان سے مقدم الذکر ہونا دلیل ساطع ہے۔ کیونکہ احسان منزل و مدن میں تصرف عدل سے تو دیعۂ عدل ہے۔ جو نفس فعّال کا ابدی اور فطری تقاضا ہے۔ اور ذوی القربیٰ کے لئے ایتاء تمام بنی آدم کو تقدیم و تاخیر کے ساتھ احاطہ کر لیتی ہے۔ جو تمام کائنات انسانی میں نفاذ عدل و احسان ہے۔

اور آیات ذیل میں خصوصیت کے ساتھ نظام منزل میں تعدیل مقصود ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ع (نساء)	اُن کے ساتھ معاشرت کرو معروف کیساتھ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (نساء)	پھر اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم اُن میں عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی دلہن کرنا چاہئے، اور جو کنیز تمہارے قبضہ میں ہو۔

۱۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسین) جب اس کا ارادہ کرلیتا ہے...... الخ

تمدن اجتماع افراد اور امارت اور تجارت وغیرہ سے متحقق ہوتا ہے۔ اور فرد اساس ملت ہے۔ اس لئے جملہ افراد ملت کی اصلاح اور تحفظ ملی و مدنی فرض ہے۔ پس یتامیٰ جن کی تربیت کا منزلی ذریعہ موجود نہیں ہے۔ اُن کے حقوق کا تحفظ مدنی نظام کے عدل و قسط سے تمکین پاتا ہے۔ جو ان کے لئے دیگر انفرادی یا منزلی ذرائع کی تعدیل و تقسیط کے ربط و استمرار کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ملتِ اسلامیہ کو اجتماعی خطاب کے ساتھ حکم دیتا ہے۔ جو ہر گونہ ذرائع حیات کو محیط ہے۔ اور امارت جو محور مدن ہے۔ جس پر بنی نوع کی وحدت اصل شاہد ہے۔ اس خطاب میں فطرتاً مقصود بخصوصی قرار پاتا ہے۔

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ (النساء) یتمیٰ کے بارہ میں قائم بالاعتدال ہو جاؤ۔

تمدن کی اقتصادی بنیاد تجارت ہے۔ تجارت میں قسط و اعتدال اقتصاد میں اصول عدل کی تمکین ہے۔ جو اساس عدل پر تخلیق انسانی کی دلیل سے بین الدول اعتماد کا ذریعہ ہے۔ جو تجارت کے فروغ کا موجب ہے۔ اور اس سے اقتصاد ترقی پاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ (انعام) اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ اور تول کرو۔

علیٰ ہذا القیاس امارت جس سے تمدن نظم و ضبط پاتا ہے۔ جو نوع انسانی کی وحدت اصل کی دلیل سے اس کا فطری تقاضا ہے۔ اپنے جملہ لوازم میں عدل سے استحکام پاتی ہے۔ اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو عزوجل فرماتا ہے۔

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ (شوریٰ) اور کہہ دے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل سے حکم کروں۔

کیونکہ عنصریات میں جو ہر گونہ معاملات مدنی اور اقتصادی پر مشتمل ہیں۔ انسانی اساس عدل یعنی لطافت و کثافت جو ہر گونہ نظام کی بنیاد ہے۔ کیونکہ وہ فرد کی اساس تخلیق ہے۔ خواہ وہ غیر منکشف اور غیر مستقیم ہو۔ بہ دلیل مشاہدۂ عنصریات تعدیل کوائف کو اتحاد اساسی کی وجہ سے قبول کرتی ہے۔ گویا عدل فطرت نظام ہے۔ اس لئے معاملات اور معاہدات کے تصفیہ میں عدل جو ہر گونہ داخلی نظام میں باعث استقلال و استحکام ہے۔ ان کی بالعدل کتابت کو لازم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہی اُن کی توثیق و وضاحت کا ذریعہ ہے۔ اور امیر کے لئے صحت فیصلہ میں آسانی کا سبب ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ط (بقرہ) — اور تمہارے باہمی معاہدہ کو کوئی لکھنے والا انصاف کیساتھ لکھ دے۔

چونکہ فیصلہ میں عدل ہر گونہ وضاحت چاہتا ہے۔ پس مدعی یا مدعا علیہ اگر خود اپنے حق کو وضاحت کے ساتھ پیش نہیں کر سکتا۔ تو اس کی طرف سے وکیل کو وضاحت حالات کے ذریعہ امر بالعدل پہ معاونت کرنی چاہیے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ط (البقرہ) — پھر جس کے ذمہ حق عائد ہوگا وہ کم عقل ہو یا ضعیف ہو یا خود ادائے مطلب نہ کر سکتا ہو۔ تو اس کا وکیل انصاف کے ساتھ دستاویز معاہدہ کا مطلب ادا کرتا جائے۔

علیٰ ہذا شہادت بالعدل حالات کی صحت اور وضاحت کو متحقق کرتی ہے۔ پس اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ط (مائدہ) — اے مومنین اللہ کے لئے قائم بالقسط ہو کر گواہ ہو جاؤ۔

اور وہ قائم بالقسط عزوجل مفرط موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا دینے کا حکم دیتا ہے۔ جو فیصلہ عدل میں مزاحم ہوں۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ط (بقرہ) — اور نہ مال حاکموں تک پہنچاؤ (رشوت فی الحکم) تاکہ لوگوں کے مال میں سے گناہ کے ساتھ کچھ کھا جاؤ بحالیکہ تم جانتے ہو۔

الحاصل مسلم عادل کی ہر جنبش لب اس کا ترشح عدل ہے، اسکا فیصلہ تمکین عدل ہے۔ اس کی کتابت توثیق عدل ہے۔ اس کی وکالت وضاحت عدل ہے۔ اس کی شہادت توضیح عدل اور اساس عدل ہے اس کی فطرت فرط سے پاک ہو چکی ہے۔ گویا دستور عدل کے ہر قانون کی نورانی معنویت اس کی نورانی فطرت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ قائم بالقسط عزوجل نے صیغۂ امر سے اسی نورانی جنسیت اور اتحاد معنویت کے تحقق کا اسے حکم دیا ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا .... الخ (انعام) — اور جب بات کہو تو عدل کرو۔

پس جب مسلم عادل کے ارادہ میں یہ نورانی عدل متحقق ہو جاتا ہے۔ جو قول و فعل پہ

قادر ہے۔ تو وہ بمطابق فرمان ربّانی

وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء) جب تم لوگوں کے درمیان حکم کرو تو عدل کے ساتھ حکم کرو۔

تمام داخلی اور خارجی اور بین الدول امور میں عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ اس کے اس استحقاق پر اس کی عادل فطرت ارادی شاہد ہے۔ اور قائم بالقسط فعّالٌ لِّمَا یُرِیْد عزّوجل کے ساتھ اس کی یہی نورانی جنسیت قیامت کے دن اسے ظلّ الٰہی سے مشرف و معزز کرے گی۔ جو آج سطح ارض پر اس کی محبت[1] کا ذریعہ ہے۔ اس دلیل سے کہ وہ عزّوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ اور مسلم عادل بحیثیت مخلوق اس کے ترشحات اعتدالیہ میں استغراق سے قیام بالقسط اور امر بالعدل سے شرف پاتا ہوا اس کی جنسیت و معیت و عندیت سے مایہ دار ہے۔ پس اس کے ترشحات ارادی دستورِ عدل میں استغراق کی دلیل سے دستور عدل کی شرح ہیں۔ اور چونکہ نفس ناطقہ اساس عدل پر استوار ہے اور اس کی تکمیل اس میں تمکین عدل ہے اس لئے تمام کائناتِ انسانی کا مایۂ تہذیب و نظام ہیں۔

تسلیم

وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (نساء)

تسلیم کے لغوی معنی متابعت کے ہیں۔ پس تمام کائنات انسانی کے مرجع فطری یعنی توحید یا فردیت الوہیت اور محور فکر و عمل یعنی کافۃ النّاس کی طرف داعی توحید محمدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان جو واحد جہانگیر توسیع ملّی کی دلیل کے ساتھ قوت نظری میں فکر صحیح کی تمکین ہے۔ بالارادہ فکری اور ظنی متابعت ہے۔ اور اس کی حقیقت قوت عملی کے ذریعہ جسے تحریکی جدوجہد پر قدرت

---

[1] بخاری کتاب المحاربین باب فضل من ترک الفواحش [2] اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (مائدہ)

حاصل ہے۔ قوتِ نظری میں فکرِ صحیحہ کے نورانی کشف سے جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اور یہی اس کی حقیقت تکمیل ہے۔ جو آیۂ ذیل سے مقصود ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً (البقرہ) اے مومنین تسلیم میں کاملاً داخل ہو جاؤ۔

اور اس لیے اس کو عدالت کی صنف علیہ قرار دیا گیا ہے۔ اور چونکہ تدریج انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ اس لیے اس کے تدریجی مدارج ہیں۔ پہلے قوت نظری میں فکرِ صحیح کی ارادی تمکین پھر داعی توحید صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال کے ساتھ شعوری اور اعترافی تصدیق کے ذریعہ بالارادہ انفعالی الحاق۔ پھر قوتِ عملی یا ارادہ کی قوت تحریک پر قدرتِ کاملہ سے اعمال صالح کے ساتھ شعور و اعتراف کی کامل تصدیق عملی جو فکرِ صحیحہ کے حقائق کو نفسِ انسانی میں منکشف کر دیتی ہے۔ کیونکہ نفسِ انسانی کا یہ فطری فیصلہ ہے کہ اس کی اس نورانی حقیقت فکر کو نفسِ ناطقہ کی مجموعی جد وجہد معتدل[1] تعلق اور اعتدالی[2] نسبت کی دلیل سے ترشحات اعتدالیہ الٰہیہ میں استغراق کے ذریعہ منکشف کر سکتی ہے جو معرفت الٰہی اور اسوۂ حسنہ نبوی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور توحید و رسالت کے ساتھ نفس کے اختلاف کو مٹا دیتی ہے۔ جو معنویت تسلیم ہے۔ اور مندرجہ ذیل فرمان ربانی کے مقصود کی حقیقت ہے کہ وہ مسلم کی زندگی اور موت اور مال و جان کی مرجع فطری عزّوجل کے لیے تخصیص سے معنی دافع حرج اور مضمون تسلیم کو مکمل کر دیتی ہے۔

ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (النساء) پھر نہ پائیں اپنے نفوس میں حرج اس امر کے متعلق جس کا تو فیصلہ کرے اور وہ تسلیماً تسلیم کرلیں۔

نماز فرض۔ نماز نفل۔ زکوٰۃ فرض اور صوم فرض اور صوم نفل اور صدقات نفل الغرض جملہ فرائض و نوافل کی تشخیص انسانی تدریجی استعداد کی وجہ سے ہے۔ ورنہ تکمیل تسلیم کے لیے فرائض و نوافل دونوں یکساں طور پر ضروری ہیں۔ اور وہ مال و جان کے ایثار کامل سے متحقق ہوتی ہے۔ انسان کثافت ارضی اور لطافت علوی سے مرکب ہے۔ اور اس کی روح بخاری تقویم کثافت و لطافت سے لطیف بھاپ کی حیثیت میں رونما ہوتی ہے اور روح علوی سے تعلق کا محل ہے۔ اس لیے جسمانی تطہیر روح بخاری و علوی کو کشف و تحمل کے لیے توجہ شعوری ....

[1] یعنی روح علوی کا قائم بالقسط عزّوجل کی جانب سے تودیعہ معتدل تعلق کی حقیقت ہے۔

[2] ترکیب عناصر میں کمال اعتدال قائم بالقسط عزّوجل کے ساتھ اس کی اعتدالی نسبت ہے۔

وعنصری کے ساتھ مستعد کردیتی ہے۔ پس غسل اور وضو یا تیمم کے بعد نماز فرض جو مسلم اور کافر میں علامت امتیاز ہے۔ اس توجہ نفس کے انجاح مقصد کا ذریعہ ہے۔ اور وہ اپنی حقیقت کے ساتھ اس وقت متحقق ہوتی ہے۔ جب بمطابق

وَهُمْ فِيْ صَلَوَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ط (مومنون) اور وہ اپنی نمازوں میں خاشع ہیں۔

اس کا غیب وفکر جو فاتحۃ الکتاب کی تین ابتدائی آیات سے ظاہر ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ سے (جس میں صیغہ جمع متکلم عالمگیر وحدت اسلامیہ کا مظہر ہے) شہود ناپیدا کنار کے ساتھ تبدیل ہوجاتا ہے۔ اور یہ حقیقت عظمیٰ اس کے ترشح ذاتی یعنی اسم ذات (اللہ جو اس کے کلام میں خود اس کی طرف سے نازل ہوا ہے) اور اس کے کلام میں بالتدریج اور مسلسل استغراق سے (یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور نماز فرض ونفل میں ترتیل قرآت سے) متحقق ہوتی ہے۔ اور اس عزوجل کی ذات میں استغراق اس کے اخلاق سے تخلق کا موجب ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ترشحات کا استیلا اور بقا ہے۔ اور جملہ مکارم وفضائل اسی استغراق .... کے نتائج واثمار ہیں .... جو اضطراب نفس کے چاہ تاریک سے شہود کی ناپیدا کنار نورانی وسعت میں منتقل ہونے کا عروۃ الوثقیٰ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط (لقمن)

جو اللہ کی طرف اپنا منہ جھکا دے اور وہ محسن ہو۔ پس تحقیق اس نے مضبوط رسہ سے تمسک کیا ہے۔

علیٰ ہذا صوم احکام ربانی کی تعمیل میں کثافت نفس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور اس سے تاثرات یا حجابات کثافت کی تخریب لطافت علوی کو مجلا کرتی ہے۔ اور وہ نفس میں تمکین عدل کا ایک سبب ہے۔ کیونکہ عنصری ماحول کثافتی رجحانات کی طرف نفس ناطقہ کو جھکا سکتا ہے۔ پس تخریب حجاب کثافت سے لطافت اپنے اصل کی طرف رجوع یا اپنے کشف کے لئے ایفائے تقاضائے فطرت کا حق ادا کرنے پر پوری طرح مستعد رہتی ہے۔ اور کثافت تحمل کشف لطافت کے لئے اپنی استعداد تحلیہ میں پوری استقامت پالیتی ہے۔ اور ایک ماہ معین میں تمام ملت اسلامیہ کیلئے روزہ کو فرض گرداننا محیط عالم وحدت وجمعیت اسلامیہ کا علم بردار ہے۔ اور اسے مرز وبوم کی قیود سے مستثنیٰ قرار دیتا ہے۔ علیٰ ہذا زکوٰۃ جو نصاب کے ساتھ مشروط ہے۔ ملی ضروریات کی ایفا کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے انفرادی ضروریات کی ایفاء ملی استحکام کا سبب ہے۔ کیونکہ فرد اساس

ملت ہے۔ جو نسبی قیود سے بالا تر ہے اور ملت اسلامیہ کی وسعت کو نسب اور ملک سے آزاد قرار دیتا ہے۔ اور مال چونکہ کثافت و لطافت کی متفقہ جدوجہد سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا قائم بالقسط عزوجل کے لئے خرچ کرنا جو اس کا مرجع فطری ہے۔ روح بخاری وعلوی کو اپنے مقتضیات کی ایفائے عادل کے لئے امر بالعدل پر مستحکم کرتا ہے۔ فریضۂ حج محورِ مرکزیت مسجد ارضی کے گرد تمام اُمت کے تدادر کو متحقق کرتا ہوا اسے ملکی حدود سے بلند کر دیتا ہے۔ اور اپنی شرائط دلوازم کے ساتھ اس توجیہہ نفس کی ظاہری شکل و صورت ہے۔ جس سے رُوحِ بخاری و رُوحِ علوی اپنے مرجع فطری میں اپنی حیثیت کو کھو دیتا ہے۔ یہ فطری فیصلہ کی ایفاؤ تعمیل ہے۔ پس مُسلم حنیف کے ترشحات تمام کائنات انسانی کے لئے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل کی دلیل سے معیار اعتماد ہیں۔ اور سلیم اور عادل دستورِ حیات کی شرح متشکل ہیں۔ جس کے روبرو کافۃ النّاس کو تکمیل فطرت کے لئے جُھک جانا چاہیئے۔

تقوٰی

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (زمر)

خیر و شر میں تمیز کی استعداد کا نام تقوٰی ہے۔ ہر گونہ فطری لگاؤ پر شعوری قدرت کا تحقق اپنی فطرت میں استعداد تقوٰی ہے۔ جسے اعمال پر بحیثیت مبداء قدرت حاصل ہے اور یہ قوت عملی کا خاصہ ہے۔ اور اس کی حقیقت کشف شعور ہے۔ جو اس کا عدل ہے۔ اور ہر گونہ فطری لگاؤ کا ایفائے عادل ہے اور تدریج کے ساتھ تکمیل پاتا ہے۔ پس اللہ عزوجل کی جانب فطری رجوع پر قدرت شعوری سے فکر صحیح کی تمکین تقوٰی کا ابتدائی درجہ ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ...... الخ (البقرہ)	ہدایت ہے (کتاب) اُن متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لائے ہیں۔

زاں بعد وہ رجوع فطری کے ساتھ مختلط شعور جب مبداء عمل یعنی قوت عملی کی حیثیت اختیار کر لیتا

---

[1] جزائے تمکین استخلاف فی الارض مطالعہ فرمادیں۔

ہے۔ اور قوت تحریک اس کی مطاوعت میں اعمال صالحہ پر مواظبت کرتی ہے۔ تو یہ اس کی دوسری تدریجی اور ارتقائی حیثیت ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا ط	اگر وہ بستی والے ایمان لاتے اور اتقا کرتے

انجام کار تقویٰ کا درجۂ علیہ اور اس کی تکمیل یا اس کی حقیقت مرجع فطری کی طرف اس شعور انسانی اور فطری رجوع کا کشف و تحمّل ہے۔ اور وہ قوتِ عملی کے ذریعہ ادراک و تحریک میں متحقق ہوتا ہے جو فکر صحیحہ کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ کیونکہ رجوع و شعور سے ہی فکر صحیحہ تمکین پاتا ہے۔ اور وہی اس کی جدّوجہد کا فکری ثمر ہے۔ پس معرفت الٰہی اور نفس انسانی کا کشف و تحمّل اور تقویٰ ایک متحدہ حقیقت فعالیہ ہے جو نفس مسلم میں متحقق ہوتی ہے۔ یہی آیۂ[1] وَاعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ اور[2] وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔[3] کا مقصودِ معنوی ہے۔ یہی لطافت علیہ کا نورانی انکشاف ہے۔ جس سے کثافت کا تحمّل نور جو اس کا عدل ہے۔ شر کو نفس ناطقہ سے خارج کر دیتا ہے اور خیر کو اس کی فطرت عدل قرار دے دیتا ہے۔ مندرجہ ذیل فرمان ربانی میں اسی درجہ علیہ کی وضاحت ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ	اے مومنین اللہ سے اتقاء کرو۔ جو حق اتقا
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ط	ہے۔ اور نہ تمہاری موت واقع ہو۔ مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

یعنی توحید و رسالت کے ساتھ اختلافِ نفس کا مٹ جانا ایفائے حق تقویٰ ہے۔ جو حقیقت تسلیم ہے۔ وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ میں یہی آفتاب معنویت درخشاں ہے۔ پس تقویٰ اسلام ہے۔ یعنی استعداد انسانی کی ایفا سے عادل ہے۔ اور وہ فطرتِ نفس کی تصدیق ہے۔ پس یہی حقیقت تقویٰ ہے۔ جو اس فرمان ربّانی سے مقصود ہے۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ	اور جو سچائی لے کر آیا اور اس کو سچ مانا۔
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (زمر)	وہی لوگ متقی ہیں۔

اس لئے نفسِ ناطقۂ انسانی کا مرجع فطری یعنی اللہ عزّوجل اپنے نزدیک عزّت و کرم کو صرف

---

[1] ذکاتے ابراہیمی اسی حقیقت پر شہادت ہے (عنوان ذکا[illegible] مطالعہ فرمائیں) علیٰ ہذا حوائج عنصری کی آئینی تجدید اسی مقصد فطری کا ایفا ہے [2] جان لو کہ اللہ متقین کیساتھ ہے (توبہ) [3] اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ (فرقان)

مسلم متقی کا حق قرار فرماتا ہے۔ جو فطرتِ انسانی کے صادق تقاضاؤں کی مطابقت ہے اور تمام عالم پر دلیل افضلیت ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (حجرات) — تحقیق تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو تم میں سے متقی تر ہے۔

اور مرجع فطری کی طرف نفوس ناطقۂ انسانی کا دعوت دہندہ بحیثیت داعی ملت اسلامیہ کا محور فکر و عمل ہے۔ اسی کرم اور عزت کے فطری استحقاق کو اپنے آخری خطبہ میں اس طرح ملت وسط کی خصوصیت قرار دیتا ہے۔

ایھا الناس الا ان ربکم واحد و ان ابا کم واحد الالا فضل لعربی علی عجمی و لا احمر علی اسود و لا لاسود علی احمر الا بالتقوی (سیرۃ النبی از شبلی)

اے لوگو! بیشک تمہارا پروردگار ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے مطلع ہو جاؤ کہ عربی کو ہرگز عجمی پر کچھ فضیلت نہیں ہے اور نہ سرخ کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر لیکن تقوے (معیار فضیلت ہے۔

پس تقویٰ جسے اللہ عزوجل نے[۱] اسلام سے تعبیر فرمایا ہے۔ معیار فضیلت ہے۔ یعنی صرف مسلم یا متقی ہی عرب و عجم اور اسود و احمر پر فضیلت کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور صرف اسے ہی تمام روئے زمین کی جائز وراثت کا حق پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ صرف وہی معیت الٰہی سے شرفیاب[۲] ہے۔ اور قائم بالعدل عزوجل اور احکم الحاکمین کی جمالی وجلالی صفات کا جلوہ گاہ ہے۔ اور وہی عاقبت[۳] کا رشاہ باجبروت کا ہم نشین[۳] ہے۔ اور مصدق فطرت نفس ہے۔

---

۱ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ فلا تموتن الا و انتم مسلمون (...) ۲ و العاقبۃ للتقوی (طٰہٰ) ۳ اِنَّ المتقین فی جنٰت و نھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر (قمر)

اخلاص

فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ؕ (زمر)

مبداءِ اعمال (قوت عملی) کا مقصدِ عمل کے لئے خالص ہونا ہی عمل کو اپنی حیثیت میں مستقیم قرار دیتا ہے کثافت ارضی و لطافت علوی کے تمام تر مقتضیات کا مقصد بہ دلیل تخلیق بمطابق فرمان ربانی

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ؕ (ذاریات) میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے خلق فرمایا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اللہ عزوجل کی ذات پاک ہے یعنی شعور اور ایفائے حوائج عنصری میں کامل للّٰہیت کا تحقق مقصد تخلیق ہے۔ جو رُوحِ الٰہی اور رُوحِ بخاری یعنی حقائقِ نفس کا کشف و تحمل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ (انعام) تو کہہ دے میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت اللہ کے لئے ہے۔ جو جہان والوں کا پروردگار ہے۔

گویا انسان جو سب مخلوق سے بزرگ تر ہے اور اسے اپنی بہترین تقویم کے سبب خالقِ حقیقی کی نیابت کا شرف حاصل ہے اسکی معتدل خلقی ساخت اسکے خلقی مقتضیات کو قائم بالقسط خالق حقیقی عزوجل کے لئے خالص کرنے کی مقتضی ہے۔ مگر اس کی علوی لطافت اور ارضی کثافت کی ترکیب میں جو فی الحقیقت استحقاق خلافت کی استعداد ہے۔ عناصر محل لطافت یا مادہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس کا ارضیات کی طرف رجوع بھی اس کی ایک ایسی فطرت ہے۔ جو تزکیہ کے بغیر خلقی ساخت کے حقیقی مقصد للّٰہیت کے لئے اعتدال نہیں پا سکتی۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَ تَقۡوٰىہَا ۪ۙ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا ۪ۙ وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا ؕ (شمس) اس نے اس میں الہام کر دیا۔ اس کے فجور اور اس کے تقویٰ کو۔ وہ کامیاب ہوا۔ جس نے اسے پاک کر لیا اور ناکام ہوا۔ جس نے ناپاک کیا۔

گویا مبداءِ اعمال یعنی قوت عملی[1] تزکیہ کے بغیر اللہ عزوجل کے لئے خالص نہیں ہو سکتی اور تدریج

---

[1] عنوان تزکیہ مطالعہ فرمائیں۔

اِلسانی فطرت ہے۔ پس میزان[1] العدل پر تعدیل اوزان نفس سے بالتدریج مبداء اعمال میں خلوص متحقق ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ رُوح بخاری وعلوی کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔ جسے اعمال پر قدرت ہے اور کشفِ فکر کا ذریعہ ہے۔ اور ارضی وعلوی حقائق کی ترکیب سے پیدا شدہ اضطراب فطری بہ کشفِ لطافت اور بہ تنویر کثافت الفائے تقاضا کی دلیل سے مبدّل بہ اطمینان ہوجاتا ہے۔

پس حقیقت علوی کے تقاضائے کالقانع عادل یعنی اس کا نورانی کشف اور کثافت ارضی کا فطری رکاؤ سے تحمل نور حقیقت فکر وعمل کو نورٌ علیٰ نور عزّوجل کے لئے خالص قرار دیتا ہے۔ گویا منکشف اور مستقیم نفسِ ناطقہ کا فکر وعمل اِس عزوجل کے لئے اور اسی کے حکم کی پیروی میں متحقق ہوتا ہے۔ فکر و عمل میں اللہ عزّوجل کے لئے خلوص یعنی للٰہیت اور حقائق نفس کا کشف وتحمل یعنی عدل چونکہ متحد الحقیقت ہے اسلئے اخلاص نفس انسانی کے فطری تقاضا کی الفاء ہے۔ اور فردیت الوہیت کی جو نفس کا مرجع فطری ہے۔ فکری وعملی تصدیق ہے۔ اور حقیقت عبادت ہے۔ جو مندرجہ ذیل فرمان ربانی میں حکم اور اطلاع سے مقصود ہے۔

فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ؕ اِلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ (زمر) — اللہ کی عبادت کر اس کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے مطلع ہوجاؤ کہ اطاعت خالص صرف اللہ کے لئے ہے۔

پس کافۃ النّاس میں صرف مسلم کو ہی امر بالمعروف یا امر بالعدل کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اور چونکہ صرف مرجع فطری کو ہی مقصودِ فکر وعمل ہونے کا استحقاق ہے۔ اس لئے ارضیات جس نفس انسانی کے مقاصد افکار و اعمال ہوں تو گویا وہ اس کا مرجع قرار پانے سے اس کی الہ ہیں۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ (فرقان) — کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا اِلہ بنا لیا ہے۔

اور یہ نفس اِنسانی کا اضطراب میں مفرط بہاؤ ہے۔ جو عدل اور تقدس کی کیفیت سے اس کو محروم کردیتا ہے۔ پس فطرت اِنسانی ایسے غیر عادل اور مفرط نفوس کے مفسد ترشحات کے نفاذ کو سطح ارض پر کائناتِ اِنسانی میں ناجائز قرار دیتی ہے۔

---

[1] عنوان عدالت مطالعہ فرمایا جائے۔

عزم و توکل

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط (آل عمران)

ہر دو حقائق نفس کی معتدل تخلیقی نسبت اور اعتدالی تعلق کے تقاضا سے تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل سیاست مدن اور بین الدول میں نفس ناطقہ کے جملہ افکار و افعال جاریہ کا حقیق بالقصد وہی عزّوجل ہے۔ اور نفس ناطقہ میں فطری لگاؤ پر شعوری قدرت کے تحقق سے فکری تمکین اور اعمال پر اس کی بحیثیت مبداء قدرت یہ ارادہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ اور وہ اس وقت مکمل یا معتدل ہو جاتا ہے۔ جب مرجع فطری کے لئے نفس ناطقہ کی فکری و عملی حیثیت مقصد شعوری و رجوعی یعنی معرفت الٰہی سے متحقق ہو جاتی ہے۔ جو نفس ناطقہ کا کشف و استقامت ہے اور وہی ارادہ کی ظنی حیثیت کا شہود سے تحقق ہے۔ جو مرجع فطری عزّوجل کے لئے خصوصیت فکر و عمل پر اقتدار ارادی کو فطرت قرار دیتا ہے۔ گویا ارادہ صرف وہ ہے۔ جو نفس ناطقہ کے تقاضا ہائے فطری کی ایفائے عادل کا ذریعہ ہے اور جملہ شعبہ ہائے حیات میں نفس ناطقہ کے افکار و اعمال پر قادر ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل نے مرسلین کو اولوالعزم یعنی صاحب ارادہ کے مقدس اور بزرگ نام سے معنون فرمایا ہے۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف)

پس تو صبر کر جیسے مرسلین سے اولوالعزم درسل) نے صبر کیا۔

گویا ارادہ کی اعمال پر قدرت نفس کا اعمال کی طرف رجوع فطری کے ساتھ شعوری انعطاف ہے۔ جو اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ تعدیل و تکمیل پاتا ہے۔ کیونکہ رُوح الٰہی تو دیعہ الٰہی ہے۔ اور اس کی حقیقت نور ہے۔ اور رجوع فطری نورانی کشف کے لئے استعداد تحمل ہے گویا ارادہ کی بحیثیت مبداء افکار و اعمال نورانی معنویت اور تکمیل شعور اور اس کا تحمل ہم معنیٰ ہیں

تمام کائناتِ انسانی کی وحدت اصل جو واحد اجتماعِ ملی کو فطرتِ انسانی کا ضروری تقاضا قرار دیتی ہے۔ اور صرف اس اجتماع یعنی ملّت وسط کے جواز پر فیصل ناطق ہے۔ جو انسانی اساس تخلیق یعنی کثافت و لطافت کے تقاضاؤں کی ایفاء سے قائم بالقسط یا عدل ہے۔ عزم کو بھی اسی دلیل سے اجتماع حق کی فطرت قرار دیتی ہے۔ اور چونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اس لئے افراد کے مختلف معیشی اور منزلی اور ملکی ماحول میں اُن کا تداول یافتہ شعور مرکزیت جماعت یعنی امیر پر تمام تر شعوری اجتماع کو جو مشورہ سے تحقق پاتا ہے۔ وحدت اصل کی دلیل سے لازم قرار دیتا ہوا اجتماع ملّی کی تاسیس اور توسیع اور تشدید میں مناہج کو اس طرح واضح کر دیتا ہے۔ کہ اس میں رجحان کثافت اور تاریکی کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جس پر نفوس ملّت کا کشف و تحمل شاہد ہے۔ اور امیر کے ساتھ انفعالی تعلّق سے اُن کا وہ نورانی کشف و تحمل ارتقائی اور تدریجی وسعت پاتا رہتا ہے۔ اور اسے فعّالی حیثیّت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو ملّت وسط کے ہر فرد کا مقام کائنات انسانی کے افکار و افعال پر حق احتساب و شہادت ہے۔ پس عادل مسلمین کا ملّتِ اسلامیہ کے نفس فعال پر اجتماع ان کے نفوس کے نورانی کشف و تحمل کا باہم سیران مشترک ہے۔ جو ایک محور یعنی امیر کے گرد تداور مشورہ سے ملّت کی اجتماعی حیثیّت کو متحقق کرتا ہے۔ اور امیر کے ارادہ کو تمام ملّت کا مجموعی ارادہ قرار دیتا ہے۔ مرسلین کا اولوالعزم ہونا ارادہ کی انفرادی حیثیت کے ساتھ اس اجتماعی حیثیّت پر شہادت ہے۔ جو امیر کے نفس فعال کا فطری تقاضا ہے۔ اور ملت کے نفوس میں سیران مشترک اور تداور مشورہ کی دلیل سے اپنے نفوذ اور تصرف کا حق پہنچا ہے اور جماعت اور فردگی ہر گونہ حیات اسی فعالی اور انفعالی تصرّف و قبول سے استحکام و استمرار پاتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط (آل عمران)

معاملہ میں ان سے مشورہ کر پھر جب تو عزم کرے۔ تو اللہ پر بھروسہ کر۔

پس جب نفس ناطقہ میں روح الٰہی کا کشف اور روح بخاری کا تحمل متحقق ہو جاتا ہے۔ جو ارادہ کی تکمیل و تعدیل ہے اور وہ معرفت الٰہی کے ساتھ نورانی اتحاد حقیقت سے متحد ہے۔ جس پر آیات نُورٌ عَلٰى نُورٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَاءُ[1] اور لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَ[2]

[1] نور علیٰ نور ہے اپنے نور کی جانب ہدایت دیتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے [2] اُن کیلئے انکا اجر ہے اور انکا نور ہے۔

نُورُهُمْ کا تطابق شاہد ہے۔ اور نفس ناطقہ کی تشخیص اور تجزیہ دلائل ساطعہ اور براہین محقق کے ساتھ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر میں اس حقیقت کا موضح ہے۔ تو افکار و اعمال میں قدرت ارادی معرفت الٰہی کے ساتھ نورانی اتحاد فطری سے نتائج افکار و اعمال کی ترتیب کو نفس ناطقہ کے مرجع حقیقی عزوجل کے دستِ قدرت کے ساتھ جسے کائنات انسانی اور اس کے ماحول پر قدرت خلق و تصرف حاصل ہے۔ بہ چشم شہود مختص قرار دیتا ہے۔ یہی حقیقت توکل ہے۔ جو ارداح علوی و بجاری کے کشف و تحمل سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ قائم بالقسط عزوجل کے نورانی ترشحات یا دستور عدل میں استغراق یعنی عبادت الٰہی کو مستلزم ہے۔ جو نفس کی حقیقت کو حکم ربانی کی نورانی معنویت اور معرفت الٰہی کے ساتھ اتحاد حقیقت عطا کرتی ہے۔ اور یہی مقصود آیۂ ذیل ہے۔

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (ہود) پس اس کی عبادت کر اور اس پر توکل کر۔

پس حقیقت عزم جو عدل سے متحقق ہوتی ہے۔ صرف صاحب دستور عدل اول المسلمین محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ملتِ اسلامیہ کو حاصل ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ فعال سے وابستگی کی دلیل کے ساتھ نفس ناطقہ کی فطری حیثیت کا قیام اور اس کا عدل ہے۔ اور وہ تمام ترمفرط گروہ یا ان کے افراد جن کے نفوس ابکم ہیں۔ اور ان کی تخلیقی حیثیت اپنی اساس عدل سے ساقط ہو چکی ہے۔ اور وہ نفس کے صرف تاریک کثافتی رجحانات کے حجابات میں مستور ہو چکے ہیں۔ اور ان کی علوی حیثیت اپنے اصل سے غافل ہو کر صرف عنصریات میں مستغرق ہے۔ ان کے ناپاک مبادیٔ اعمال کو ہرگز ارادہ یا عزم سے معنون نہیں کیا جاسکتا۔ پس کائنات انسانی میں ان کے ناپاک ترشحات کے نفاذ کو فطرت انسانی ناجائز قرار دیتی ہے۔ کیونکہ صرف ارادہ ہی اپنی حقیقت عدل کے ساتھ مکمل و متحقق ہو کر نفاذ امر کے حق سے مشرف و معزز ہے۔ جو ارادہ الٰہی کی نیابت ہے۔ اور تقاضائے مضمون خلائف الارض کی ایفا ہے اور شرط استخلاف فی الارض ہے۔ آیۂ ذیل اسی حقیقت علیہ پر شہادت ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا ۔ ۔ ۔ ۔ الخ جب اس کا امر کسی چیز کا ارادہ کرلیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ الخ
(یٰسین)

---

۱ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ (زمر)

اور وہ صرف ملتِ وسط کا عزم و عدل ہے۔ جو قائمَ بالقسط عزوجل کے ارادہ کی نیابت ہے۔ اور کائنات میں صرف اسی کے نفاذ کو فطرت انسانی جائز قرار دیتی ہے۔

اِعۡمَلُوۡٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا (سبا)

شکر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے کام کی پوری قدر کی جائے۔ پس قائم بالقسط عزوجل نے خلقت انسانی میں تاسیس عدل و تسط فرماتے ہوئے جو دلیل مضمون خلائف الارض ہے۔ اور نوع انسانی کے لئے ملکوت ارضی و سماوی کی وجہ تسخیر ہے۔ اور اس کی تکمیل یعنی قیام بالقسط یا تعدیل نفس سے استخلاف فی الارض مشروط ہے۔ نفس ناطقۂ انسانی کے فکر و عمل کو اپنی عبودیت کے لئے خالص اور مخصوص فرمانے کا حکم دیا ہے۔ یہی مضمون شکر ہے۔ اور صرف وہی اس کا حقیق ہے۔ خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت داوٗد علیہ السّلام کی اولاد کو وہ عزوجل مخاطب کرکے فرماتا ہے۔

اِعۡمَلُوۡٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ (سبا) اے آل داوٗد شکر بجا لاؤ۔

آیۂ بالا میں اِعۡمَلُوۡٓا سے ارادہ یا مبادیٔ اعمال میں ملکۂ شکر کا استقلال مقصود ہے۔ جیسے ہر گونہ اعمال پہ قدرتِ ارادی حاصل ہے۔ اور یہی معنوی جامعیّت کا تقاضا ہے۔ اور ہر حکم ربانی سے مقصود تعمیل نفس ناطقہ میں اس کی نورانی معنویّت کا تحقق ہے۔ پس یہی قدرت ارادی شکر کی نورانی حقیقت کو تکمیل عمل سے ارادہ میں متحقق کرتی ہے۔ جو معرفت الہٰی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ میں رُوح الہٰی کا کشف ہے اور اللہ عزوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور یہی حقیقت عظمیٰ اس آیۂ ربّانی میں درخشاں ہے۔

وَمَنۡ يَّشۡكُرۡ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ ۚ (لقمان) جو شکر کرتا ہے وہ اپنے نفس کیلئے شکر کرتا ہے۔

مضمون خلائف الارض نوع انسان اور اس کے حاصل و ثمر شرافت استخلاف فی الارض کا یہ تقاضا ہے۔ کہ مستخلف عزوجل کے انعام عظمیٰ کا عبودیت کاملہ سے شکر ادا کیا جائے۔ جو مستخلف عزّوجل کی اس رضامندی کو مستلزم ہے۔ کہ یہ تقاضائے تقسیط حقوق الوہیت و عبدیّت عبد شکور پر نزول فرماتی ہے۔ اور وہ نور ہے۔ کیونکہ راضی عزوجل کا ذاتی ترشح ہے قرآن حکیم میں خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا اسی حقیقت کی شرح ہے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ۔ (نمل)

اے میرے پروردگار مجھے توفیق بخش کہ میں تیرے اس احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا ہے شکر کروں اور وہ نیک کام کروں۔ جو تجھے رضامند کرے۔

اس دعائے سلیمانی میں اَوْزِعْنِیْ سے ارادہ میں استقلال ملکہ شکر مقصود ہے۔ جیسے عمل صالح پر قدرت حاصل ہے۔ اور مرجع فطری کے لئے نفس ناطقہ کے فکر و عمل کی اسی خصوصیت کو ہی عبادت کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ جو حکم الٰہی کے رد برو طریق معبد کی مانند نفس ناطقہ کا بچھاؤ ہے۔ اور یہی فردیت الوہیت عزوجل کے رد برو تقاضائے عبدیّت ہے۔ اور مضمون شکر ہے۔ جو نیابت الوہیت کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (زمر)

بلکہ اللہ کی عبادت کر اور شکر گذاروں سے ہو۔

پس ادراک و تحریک یا فکر و عمل یا ارادہ و فعل کو اللہ عزوجل کی عبادت اور رضامندی میں مصروف کرنا اس کا شکر ہے۔ اس لئے سانس چونکہ سطح ارض پر انسان احسن التقویم کی اساس حیات ہے اور انعام الٰہی کے نزول کا محل ہے۔ پس ہر سانس پر شکر تقاضائے ایفائے حق نعمت ہے۔ اور ہر سانس کے ساتھ مفہوم شکر اس طرح متحقق ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی نفس مرجع نفس یعنی ذکر الٰہی سے فارغ نہ ہو۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ [1] (اعراف)

اپنے پروردگار کا ذکر کر اپنے نفس میں عاجزی اور خوف سے اور کم آواز سے صبح کو اور شام کو اور غافلوں سے نہ ہو۔

---

[1] وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ ...... الخ (مزمل)

اور ذکر الٰہی شکر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ط (البقرہ) — تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر کرو اور کفر نہ کرو۔ (ذکر شکر ہے)

پس ایک سانس کی غفلت بھی کفر ہے۔ اسی دوام ذکر کو اللہ عزوجل نے آیت مندرجہ ذیل میں بیان فرمایا ہے۔

یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (آل عمران) — (وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے۔

حدیث قدسی ہے۔

یقول اللہ یا ابن اٰدم اذا ما ذکرتنی شکرتنی وَاِذَا نسیتنی کفرتنی ط (رواہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیہ۔ فتح العزیز) — اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اے ابن ادم جب تک تو میرا ذکر کرے گا۔ میرا شکر کرے گا اور جب مجھے بھلا دے گا تو تو کفر کرے گا۔

ذکر الٰہی مستلزم اطاعت الٰہی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نورٌ علٰی نور اور لطیف ہے۔ اور کثافتی رجحان یعنی عصیان نفس پر غالب ہو جائے۔ تو ذکر الٰہی اپنی حقیقت نورانیہ کا حامل نہیں ہو سکتا۔ پس ذکر اطاعت الٰہی کے ساتھ اندرون نفس میں بالتدریج فردیت الوہیت کی تمکین سے ماسوی التوحید خواہشات کو خارج از نفس قرار دیتا ہے۔ جو مقصود[1] لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے۔ گویا فرمان ربانی فَاذْکُرُوْنِیْ ...... الخ سے مقصود یہ ہے۔ کہ تم اطاعت کے ساتھ میرا ذکر کرو۔ جو میرا شکر ہے تو میں بمطابق

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ (البقرہ) — اور جو خوشی سے نیکی کرتا ہے۔ پس اللہ قدردان علیم ہے۔

تمہارا ذکر کروں گا۔ جو میری طرف سے تمہارا شکر ہے اور چونکہ وہ عزوجل نورٌ علٰی نور ہے۔ اس لئے اس کا شکر فرمانا اس کے نور کی جلوہ گری ہے اور حقیقت شکر ہے۔ اور مومن شاکر کے مبداء اعمال یا ارادہ میں نور[3] افشاں ہے۔ اور اسے کثافتی رجحانات سے پاک قرار دیتی ہے جو کافۃ الناس کی جانب پیام حفظ و تشکر ہے۔ جو اُن کی تعبیر پر ان کے لئے دلیل امن ہے۔

۱ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ (فرقان) ۲ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الہ الا اللہ ..... الخ (مشکوٰۃ) ۳ نورٌ علٰی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء (نور) ۴ وَھُمْ صَاغِرُوْنَ ط (توبہ)

مکافات

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن)

کسی سے اگر فائدہ پہنچے تو اس کے مثل فائدہ پہنچانے یا اگر کسی سے نقصان پہنچے۔ تو نقصان پہنچانے میں حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہونے کو مکافات کہا جاتا ہے۔ مکافات اعتدال ارادہ کا لابدی نتیجہ ہے۔ شکر قوتِ عملی میں خالق حقیقی کے انعام عظمیٰ کے لئے حق عبودیت کی ادائیگی کا معتدل ملکہ ہے۔ اور مکافات اسی حقیقت کا ایک پہلو ہے۔ جو بنی نوع کے ساتھ تعاون باہمی میں اعتدال جاری کرتا ہے۔ یعنی جیسے ربوبیت الٰہی کا تقاضا ہے۔ کہ شکر کیا جائے جو عبودیت کاملہ سے متحقق ہوتا ہے۔ اور ربوبیت اور عبدیت کے تقاضاؤں کی ایفاء میں صحیح تعدیل و تنصیف ہے۔ ایسے ہی انسانوں میں باہم فوائد و نقصانات کی معتدل مکافات حقوق کی صحیح تقسیط و تنصیف ہے۔ جس کی حقیقت تکمیل قوت عملی (مبداء اعمال) کے اعتدال سے متحقق ہوتی ہے۔ اور صرف مسلم کی قوتِ عملی میں ہی اعتدال بطور فطرت متمکن ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی قوتِ عملی عبودیت اور شکرِ الٰہی سے بالتدریج شہود کی بنیادوں پر اعتدال سے استحکام و استمرار پاتی ہے۔ پس والدین کے ساتھ احسان اور ذوی القربیٰ اور مسافر اور مساکین اور ہمسایہ اور ہمنشین وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اس کی قوت عملی معتدل مکافات کا عمل انجام دیتی ہے۔ (کیونکہ تعلقاتِ بالا کی فطری نوعیت ادائیگی حقوق چاہتی ہے۔ اور ایفائے حقوق حقیقتِ مکافات ہے) اور وہ احسان کی جزا احسان دیتا ہے (کیونکہ ہر محسن کے حق میں مکافات اقتضائے عدل و انصاف ہے۔ اور وہ مسلم کی قوتِ عملی میں مضمون وَکَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ کا پرتو عدل ہے۔ پس اس کی معتدل مکافات میں رجحان کثافت یا ہوائے نفس کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اعمال میں للٰہیت اس کے مبداء اعمال کے اعتدال کا لابدی تقاضا ہے۔ گویا مسلم کی معتدل مکافات اس کی سلیم فطرت کے ترشحات ہیں۔ اور

---

۱ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن) ۲ اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں۔ (الانعام)

حقیقت عدل کے مظاہر ہیں ۔ جو اس کی قوتِ عملی میں جلوہ گر ہے ۔ اور اس کے عدلِ فطری پر یہ شواہد ہیں ۔ اس لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

من لایشکر النّاس لایشکر اللّٰہ (ترمذی) — جو انسانوں کا شکر نہیں کرتا ۔ وہ اللہ کا شکر نہیں کرتا ۔ (یعنی مکافات نفس معتدل میں حقیقت شکر کی تمکین پر شہادت ہے)

مسلم کے ارادہ کا مقصود اللہ عزّوجل ہے ۔ اور فکر ارادی وعمل کا اپنے مرجع فطری کے لئے خالص ہونا ہی مبداء اعمال کی حیثیت ارادی اور اس کے اعتدال پر دلیل ہے ۔ اس لئے صرف مُسلم کا عمل مکافات ہی حامل اعتدال ہے ۔ اور صرف مسلم کا احسان ہی اس کے مبداء اعمال کے عدل کا مظہر ہے اور کائناتِ انسانی میں اجرائے اعتدال ہے ۔

اور جس غیر عادل قوت عملی کا مقصد عمل اس عزوجل کی ذات پاک نہیں ۔ جو مرجع فطری ہے ۔ اس کی اعمال پر ارادی قدرت ظنِ تاریک اور خواہش عنصری کا مظاہرہ ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

وَمَا یَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الانفس ط (نجم) — وہ نہیں پیروی کرتے مگر خیال اور اس کی جو اُن کا نفس چاہے ۔

پس وہ لوگ اپنے خیالات کی پیروی میں ہی اچھے یا بُرے اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں ۔ اور یہ قوت عملی کا فرط ہے ۔ اس لئے کہ اُن کے نفسِ ناطقہ میں صحت رجوع متحقق نہیں ۔ پس اگر وہ اچھا سلوک کریں ۔ جو صرف عنصریات میں ان کے شعوری تداول کا نتیجہ ہے ۔ تو مسلم کی عادل قدرت ارادی کو تعتیطِ عمل کا ثبوت دینا چاہئے ۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے ۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ (الممتحنہ) — اللہ تمہیں نہیں روکتا ان لوگوں کے متعلق جو دین کے بارے میں تم سے نہیں لڑے اور تم کو وطن سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کیساتھ عدل کرو ۔

اور فرماتا ہے ۔

وَاِنْ جَنَحُوْا المسلم فَاجْنَحْ لَھَا ..... الخ (انفعال) — اور اگر وہ صلح کے لئے جھکیں تو تو بھی جھک جا ۔

اور مومنین کے درمیان بمطابق فرمانِ ربانی
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (فتح) وہ آپس میں رحیم ہیں۔
وحدتِ اسلامیہ کے تقاضاؤں سے وہ رحم و تفضّل جو ملّت کے ارداح بخاری وعلوی کا باہم سیران مشترک ہے۔ متقاضی احسان ہے۔ کیونکہ وہ اس اعتدالی تعلق کے حقوق کی ایفا ہے۔ جو دستور عدل پر اتحاد فکر و عمل سے کہ وہ میزان العدل مصطفوی پر نفس ناطقہ کے فطری تقاضاؤں کے ایفائے عدل یا تقسیط کا ذریعہ ہے۔ متحقق ہوتا ہے۔ چنانچہ بروایت صحیح البخاری جریر ابن عبد اللہ البجلی کو بیعت فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے شرط لینا وَالنّصحَ لِکُلِّ مُسْلِم[1] اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ علیٰ ہذا ایسی قوّتِ عملی کے ذریعہ جس میں اعتدال مستدرج سے قوت تحریک پر قدرت عادل کا ملاً متحقق نہیں ہے۔ جب اساس ملت کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ تو اس کے لئے معتدل مکافات بھی ملّی حیات کا ایک مستحکم ذریعہ ہے۔ کیونکہ عدل فطرت نظام ہے۔ اِس لئے کہ نفسِ ناطقہ کی اساس تخلیق عدل ہے۔ اور چونکہ فرد اساس ملّت ہے۔ اور تمکین اعتدال مستلزم تدریج ہے۔ اسی لئے بہیبتِ اجرائے حدود و قصاص لازمہ تہذیب و نظام ہے۔
چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔
وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ..... الخ (بقرہ) تمہارے لئے بدلہ میں زندگی ہے۔
اور حق قصاص متحقق ہونے کے بعد بمطابق فرامین ربانی

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ (بقرہ)
پس اگر اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو معروف کے ساتھ اس کی پیروی اور احسان اسکی ادائیگی (کرنی چاہیئے)

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ...... الخ (فصلت)
بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ برائی کا جواب بھلائی سے دے۔ پس وہ شخص جس کے اور تیرے درمیان عداوت ہے۔ ایسے ہو گا جیسے قریبی دوست!

عفو و احسان اخوت کے تقاضائے تعدیل مکافات کی کمال تحسین ہے۔ کیونکہ اعتدال ارادی

---

[1] ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی عن جریر

اعتدال تحریک کو مستلزم ہے۔ اور اعتدال تحریک کظم غیض سے متحقق ہوتا ہے جو عدل غضب ہے اور عفو و احسان اسی اعتدال قوتِ غضبی کے شواہد ہیں۔ جس پر قوتِ عملی یا ارادہ کو قدرت حاصل ہے۔ اور وہ عدل سے اپنی حقیقت اعتدالیہ کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ جو مرجع فطری کے لئے تکرد عمل کے شعوری انعطاف اور رجوع فطری کا کشف و محمل ہے۔ اور وہ صرف قائم بالقسط مسلم کے نفس ناطقہ میں جلوہ ریز ہے۔ کیونکہ وہی دستور اعتدال کا حامل ہے۔ جو سِرّ تہذیب و نظام ہے۔ اور اُس کا مایۂ فضل ہے۔

تودّد

لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (شوریٰ)

تودّد کے معنی محبت کرنے یا محبت چاہنے کے ہیں۔ قوت عملی میں اعتدالی ان حقوق کی ادائیگی کو مستلزم ہے جسے فطرت تخلیق حیثیت تعلق عطا کرتی ہے۔ کیونکہ تقاضا اور ایفاء جوانب میزان ہیں۔ اور اعتدال صحت قسطاس ہے۔ اور انسانی خلقت رُوحِ بخاری و رُوح علوی کے اتحاد یا تنصیف وزن سے تکمیل پاتی ہے۔ یہ اتحاد ارواح ترکیب عناصر (کثافت ارضی) اور لطافت علوی کے امتزاج سے متحقق ہوتا ہے۔ پس انسانی خلقت کی فطرت تعلقات کو دو اقسام میں منقسم کرتی ہے۔ ایک تو وہ تعلقات ہیں۔ جو کثافت ارضی کی باہم وابستگی سے متحقق ہوتے ہیں۔ جسم انسانی میں رُوح بخاری جو ترکیب عناصر کا نتیجہ ہے۔ اور روح علوی کے تعلق کا محل ہے۔ جس طرح اس میں ترکیب عناصر سے نتیجۃً وہ فطری لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ کثافتی حوائج کو وہ پورا کرتا ہے۔ اسی طرح اولاد۔ والدین۔ بھائی۔ اقربا کے ساتھ بھی فطری لگاؤ اس میں موجود ہے۔ مگر چونکہ اپنی ذات کے متعلق کثافتی حاجات کا ایفا اس کی فطرت کا بلا واسطہ تقاضا ہے۔ اور اس کا نتیجہ براہ راست اس کے جسم پر متحقق ہوتا ہے۔ بحالیکہ ارواح بخاری و علوی کا باہم حلولی تعلق کثافتی تعلقات کو شعوری حیثیت بھی عطا کرتا ہے۔ اس لئے تعدیل النفس کے بغیر جو بہ دلیل کشفِ شعور ایفائے حوائج عنصری میں تحقق اعتدال ہے۔ حرص نفس سے نجات نہیں

ہو سکتی اور نہ ان حقوق کی ادائیگی فطرت سلیم قرار پا سکتی ہے ۔ چنانچہ قائم بالقسط عزوجل نے اہتمام تعدیل یعنی اپنی عبادت کی تبعیت میں ان فطری حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے ۔ اور وہ ادائیگی فطری نگاہ میں اور اس پر شعوری قدرت کے تحقق میں اعتدال سے فطرت عادلہ کا ترشح ہے ۔ یعنی قوت عملی کے عدل سے ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو ۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو ۔ اور ذی القربٰی اور مساکین اور صاحب قرابت ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور مسافر اور ان کے ساتھ جو تمہارے ملک ایمان ہیں ۔

پس مسلم عادل کی قوت عملی قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات میں استغراق سے ان حقوق سے متعلقہ اپنے معتدل ایفائی ترشحات و نتائج کو ترتیب فطری کے ساتھ ان تعلقات میں جو اس کے والدین اور تمام اقرباء میں جو والد یا والدہ کی طرف سے اس کی کثافت ارضی کے ساتھ شریک ہیں ۔ اور ان تعلقات میں جو ترکیب عنصری کا ذریعہ ہیں ۔ اور ان کی بنیادوں پر دو دمانوں میں کثافتی اشتراک کی بنیاد پڑتی رہے ۔ اور ان تعلقات میں جو ان کا اولین اثمار ہیں ۔ اور ان تعلقات قرابت میں جو ان کے توسط سے وقوع پذیر ہوتے ہیں ۔ اور تمام انسانی تعلقات میں جو در حقیقت ایک معدن کے متعدد جواہر اور ایک انسانی یا آدمی دودمان سے افراد ہیں ۔ استحقاق اولیت و ثانویت اور تقدیم و تاخر کے ساتھ جاری و ساری کر دیتی ہے ۔ جو ان کثافتی تعلقات میں تودد کا ذریعہ ہیں ۔ اور وہ ان کے فطری تقاضا کی ایفا ہے ۔

علی ہذا خلافت انسانی میں لطافت علوی کی ترکیب ان تعلقات کے حقوق کی ایفا چاہتی ہے ۔ جو ارواح میں ترشحات لطافت کے سیران سے متحقق ہوتے ہیں ۔ لطافت علوی اس شعور کا ذریعہ ہے ۔ جو حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکتا ہے ۔ اور حق کو اختیار کر سکتا ہے ۔ پس ان تعلقات کی بنیاد اس شعور علوی سے قائم ہوتی ہے ۔ جس کا منبع روح الٰہی یا لطافت ہے ۔ چنانچہ بمطابق فرمان ربانی

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ج (اعراف) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ۔ انہوں نے کہا

کیوں نہیں۔

اعتراف عبودیت اسی علوی شعور کا اعتراف حقیقت تھا۔ کیونکہ یہ اعتراف فہم ربوبیت سے سبب ہے۔ جو رجوع فطری کے فہم کو بھی مستلزم ہے۔ اور وہ تعلق جو اسی مقصد کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلا واسطہ یا حضور کے خلفاء کے ذریعہ بالواسطہ شعور و اعتراف حقیقت اور رجوع فطری کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے۔ اس علوی تعلق کو متحقق کرتا ہے۔ جسے دلیل رجوع اور اعتراف وغیرہ سے عنصری حیثیت بھی حاصل ہے۔ اور اصطلاح الٰہی و نبوی میں اسے ابوت و بنوت سے بمطابق

انما انا لکم مثل الوالد وقال اللہ تعالیٰ وازواجہ امہاتہم (احزاب) — تحقیق میں تمہارے لئے مثل والد کے ہوں اور اللہ عزوجل فرماتا ہے اور آپ کی ازواج تمہاری مائیں ہیں۔

تعبیر کیا گیا ہے۔ اور آیۂ حَسُنَ اولٰئِکَ رَفِیقًا[1] میں ابنیاء۔ صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اس تعلق کو اتحاد نوعیت حاصل ہے۔ اور یہ لطافت علوی یا شعوری کا ارواح میں اشتراک ہے۔ جس کی حقیقت وہ نورانی شہود ہے۔ جو ان ارواح میں جو اس تعلق کے ذریعہ منکشف ارواح علوی سے وابستہ ہیں۔ مسلسل جلوہ گر ہوتا رہتا ہے۔ بحالیکہ تحمل سے اس تعلق کو عنصری حیثیت بھی حاصل ہے۔ اور اس کی دونوں حیثیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال پر جامع ملت اسلامیہ ہیں۔

چوں گل از برگ مارا بو یکیست — اوست جان ایں نظام و او یکیست

(اقبال)

پس ان حقوق کی ادائیگی جو مکارم و فضائل کی تکمیل کا سبب ہے۔ کیونکہ کشف و تجمل اصل مکارم ہے۔ اور تعلق کو اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق کرتی ہے۔ اس تودد کا بمطابق احکام ربانی رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ[2] اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ[3] مستحکم ذریعہ ہے۔ جس کی بنیادوں پر اخوت اسلامی اور اجتماع ملی کی عمارت تعمیر و ترفیع پاتی ہے اور اعلائے کلمۃ الحق کا مقدس مقصد انجام پذیر ہوتا ہے۔ کہ ارواح و اجسام میں اس کی حقیقت کی تمکین بمطابق وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ[4]

---

[1] وہ بہترین رفیق ہیں۔ (النساء) [2] آپس میں رحیم ہیں (فتح) [3] مومن بھائی بھائی ہیں (حجرات) [4] میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ عبادت کریں۔ (الذاریات)

وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ مقصود تخلیق ہے۔ پس جب قوت عملی میں اعتدال کے ذریعہ جسمانی اور روحانی تعلقات کے حقوق کی ایفاء سے ملکۂ تودّد متحقق ہو جاتا ہے۔ تو باہم جسمانی اور روحانی مقتضیات و معاملات میں امر العدل اس کا ابدی تقاضا ہے۔ جو استمرار تودّد کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ انسانی اساس تخلیق عدل پر رکھی گئی ہے۔ الحاصل ایفائے حقوق سے بہ دلیل کشف و تحمل مکارم و محاسن (حکمت و عدالت، شجاعت و عفت) کا تحقق ہی اس تودّد کا ذریعہ ہے۔ جس سے تہذیب و نظام بمطابق[1] وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کو استمرار و استقلال حاصل ہوتا ہے۔ جس کی حقیقت سے بہ دلیل عدل صرف ملت اسلامیہ بہرہ ور ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث نبوی اس حقیقت کی شرح ہے۔

الا اخبرکم باحبکم الی واقربکم منی مجالس یوم القیٰمۃ احاسنکم اخلاقا والموطؤن اکنافا الذین یالفون ویولفون (الکامل للمبرد)	کیا تم کو میں مطلع کردوں۔ تم میں سے ان لوگوں کے متعلق جو مجھے محبوب ہیں اور قیامت کے دن بلحاظ نشست مجھ سے قریب تر ہوں گے جن کے اخلاق بہتر ہیں۔ اور ان کے کندھے روندے جاتے ہیں۔ اور ان سے محبت کیجاتی ہے۔

یعنی وہ لوگ محاسن اخلاق یا عدل نفس سے بہرہ ور ہیں۔ اور اسی سے باہم اعتماد ہموار رہتا ہے۔ کیونکہ عدل تقاضائے اساس تخلیق انسانی ہے اور عدل اور صراط مستقیم لازم و ملزوم ہیں۔ (مقدمہ صفحہ ۲۲ ملاحظہ فرمائیں) اس لئے وہ کشف و تحمل سے جادۂ نبوت پر گامزن ہیں۔ اور نبوت کے ساتھ یہ معیت و جنیت ہی قرب مجلس نبوی کا ہم معنیٰ ہے۔ جو روحانی قرابت سے متحقق ہوتی ہے۔ پس وہ فطری حقوق کی ادائیگی سے جسمانی اور روحانی تعلقات کی ایفا کرتے ہوئے باہم اور منزل و مدن میں استقلال تودّد کا سبب ہیں۔ اور فطری تعلق کا ایفا گویا ان کی عملی صداقت ہے۔ جو ان کے مبداء اعمال کا معیار کمال و عدل ہے۔ پس بمطابق فرمان نبویؐ

لایومن احدکم حتی یحب مایحب لنفسہٖ (مسند احمد)	تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن (یعنی مومن صادق) نہیں۔ جب تک وہ بنی نوع کیلئے وہ امر پسند نہ کرے۔ جو اپنے لئے پسند رکھتا ہے۔

---

[1] اللہ کی رسی متفقہ طور پر تھام لو۔

ان کا مقابل قوتِ عملی ابنائے جنس کے لئے امراض روحانی یعنی فجور اور تکالیف جسمانی میں مبتلا ہو۔ قوتِ انسانی کے حق تعلق کے ایفاسے کمال قوتِ نظری یا صداقت ایمانی کا عملی مظاہرہ کرتی ہے وہ بمطابق

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (توبہ) صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

ان کے ساتھ معیت و تودّد کا معیار اعتماد ہے۔

چنانچہ بنی ثقیف کی سخت مزاحمت کے باوجود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے حق میں دعائے ہدایت

اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا وَائْتِ بِهِمْ (ابن سعد) اے اللہ ثقیف کو ہدایت بخش اور ان کو توفیق دے کہ آئیں۔

اور سخت تکالیف اور مصائب جھیلنے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت ہدایت پر بالدوام کمال استقلال بمطابق۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب) البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اقتدائے پسندیدہ ہے۔

اُمت کے لئے فطری تعلقات کی ایفائے عادل سے شفقت و تودّد و صداقت کا اُسوہ حسنہ ہے۔ اور نفس ناطقہ میں معرفتِ الٰہی کے تحقق سے اس کا فطری ترشح ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (شوریٰ) تو کہہ دے کہ میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں مانگتا۔ لیکن قربیٰ میں تودّد (گویا اللہ عزوجل کی جانب ہدایت پر تودّد دلیل روشن ہے۔ اور ہدایت سے تودّد اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے)۔

پس یہ حقیقت علیہ ملت اسلامیہ کے لئے اس احکم الحاکمین کی کائنات میں اس کی وراثت مطلقہ کے جائز حق پر دلیل ہے۔ اور کائنات انسانی کی تہذیب و تدبیر و سیاست کا استحقاق ہے۔ کیونکہ اس کے حقوق کی ایفاء کے اہتمام کامل سے مایہ دار ہے۔

وفا

اُوفُوا بالعَهدِ اِنَّ العَهدَ کَانَ مَسئُولاً (بنی اسرائیل)

وفا کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ گویا کثافتِ ارضی اور لطافتِ علوی کے تقاضاؤں کی ایفا سے عادل وفا ہے۔ جو اس ملکہ وفا کے ذریعہ انجام پذیر ہوتی ہے۔ جو قوتِ عملی (مبداء اعمال) ہیں اس کے اعتدال سے متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ قوتِ عملی کو ہی اعمال پر قدرت حاصل ہے۔ اور وہی قوّت نظری کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ خالق حقیقی نے اساس عدل کثافت و لطافت کی ترکیب سے انسان کو حسن تقویم کا شرف بخشا۔ یہ حسن تخلیق اس قائم بالقسط عزّ و جل کی جانب سے احسن المخلوقات پر قیام حق یا تفویض امانت ہے اور فطرت انسانی کا اس عزّ و جل کیساتھ وثاق عہد ہے — جس کا ایفا نفس انسانی کا فطری تقاضا ہے۔ اس لئے کہ توثیق عہد سے پہلے ارادہ یا فکر وثاق عہد کا موجب ہوتا ہے۔ اور ارادہ خاصہ فطرتِ نفس ہے۔ جس پر اس کی تخلیق واقع ہوئی ہے۔ گویا فطرتِ انسانی فی الاصل عہود و مواثیق کی اولین بنیاد و اساس ہے۔ پس جن حقوق کے استقرار کی فطرت اپنی خلقی حیثیت سے تقاضا کرتی ہے۔ وہ فطری حقوق و عہود ہیں۔ جو خالق و مرکب حقیقی کے ساتھ انسانی اجزائے ترکیب کی تخلیقی و ترکیبی نسبت نے قائم کئے ہیں۔ پس ان کی ایفاء نفس ناطقہ میں روحِ الٰہی کا کشف اور روح بخاری کا تحمل کشف ہے۔ جن سے فطرت نفس مرکب و مخلوق ہے۔ اور اس کی ضد فطرت انسانی کی اساس اعتدال کو فرط سے بدل دیتی ہے۔ اور اس کے فکر و عمل کے اعتماد کو کھو دیتی ہے۔ پس عنصریات میں اس کے فکر و اعتراف و عمل کی تگ و تاخت عدل کے ساتھ گو ایک گونہ مشابہت پیدا کر لیتی ہے۔ مگر وہ اعتدالِ نفس کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ فرطِ نفس (ہولائے نفسانی) کے تقاضاؤں سے وہ عنصری حوائج کے ایفاء میں ایک گونہ راہ پیدا کر لیتی ہے۔ اور یہ فطرت انسانی کی اساس تخلیق سے جو عدل پر استوار کی گئی ہے۔ غیر فطری اور ناجائز فائدہ کا حصول ہے۔ اور اس عہد فطری کی شکست ہے۔ جو قائم بالقسط عزّ و جل کے ساتھ نفس انسانی کی معتدل ترکیب اور حسن تقویم نے امتزاج کثافت و لطافت کی دلیل سے فطرتاً راسخ کیا ہے۔ پس اولین حیثیت ان حقوق و عہود کو حاصل ہے۔ جو اللہ عزّ و جل کے ساتھ فطرت انسانی نے بحیثیت تخلیق استوار

کیے ہیں ۔چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے ۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (انعام)

اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ اس نے تمہیں نصیحت کی ہے ۔ممکن ہے تم نصیحت حاصل کرو۔

یعنی اللہ عزّوجل متنبہ فرماتا ہے ۔کہ تم اس فطری عہد کی ایفاء کرو۔ تاکہ وفائے عادل یعنی کشف وتحمل تمہارے نفوس میں متحقق ہوجائے ۔جو تمہاری اس فطرت یعنی لطافت وکثافت ممزّجہ کا تقاضا ہے ۔جو اساس عدل ہے ۔پس نفس انسانی بہ دلیل تقاضائے فطری قائم بالقسط عزّوجل کی جانب سے احتساب عہود کو لازم قرار دیتی ہے ۔چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے ۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا

عہد ایفا کرو بالتحقیق عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا ۔

پس اس فطری حق کی وفا سے جب نفس ناطقہ میں اعتدال متحقق ہوجاتا ہے ۔ تو ان سب حقوق وعہود کو جو ثانیاً فطری حیثیت سے استوار ہیں ۔مثلاً والدین ،اقربا اور اخوتِ انسانی کے حقوق اور ہر ذی روح یا غیر ذی روح کے حقوق جو اس کے ساتھ شریک کثافت ہیں ۔ اس کی معتدل فطرت کے ذریعہ وفا پاتے ہیں ۔

علیٰ ہذا ارادی عہود ومواثیق کی ایفاء اسی ملکۂ وفا یا اعتدال سے اعتماد پاتی ہے ۔جو فطری عہد کی ایفاء سے نفسِ انسانی میں متحقق ہوتا ہے ۔ اور معنیٰ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (فتح)

جنہوں نے تیری بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی ۔

اس فطری عہد کا ادراکی وتحریکی افتتاح ہے ۔جو کامل فکری وعملی توثیق سے اپنی حقیقت وفائیہ کے ساتھ متحقق ہوتا ہے ۔جو کثافت ولطافت کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے ۔یا اسلام کی حقیقت ہے ۔جس سے نفسِ انسانی ان تمام عہود ومواثیق کو جو بنی نوع کے ساتھ وہ استوار کرتا ہے ۔اور ان کی تعمیل کا اللہ عزّوجل نے حکم دیا ہے ۔فطرتِ سلیم کے تقاضاؤں سے بہ کمال سلامت اور بہ ملکۂ وفا انجام دیتا ہے ۔گویا احکام ربانی اس کی فطرتِ سلیم کے ساتھ سازگار ہوجاتے ہیں ۔

یعنی ایفائے عقود ۔وفائے عہود ۔ایفائے امانات اس کی فطرت وفا کے فطری ترشح کی صورت میں جزئیات عقود عہود اور امانات میں جلوہ ریز ہوتی ہے ۔پس مسلم عادل بمطابق[1] یا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

---

[1] اے مومنین عقود یعنی وعدوں کو پورا کیا کرو۔ (مائدہ)

اَوْ بِالْعُقُوْدِ عقدِ بیع میں اور ناپ اور وزن میں وفا کرتا ہے اور معاملات میں عقدِ شرکت کو حسن شرکت سے انجام دیتا ہے۔ اور قسم اور نذر کے تقاضاؤں کو پُورا کرتا ہے۔ اور عقدِ نکاح کے لوازم میں معروف کے ساتھ معاشرت کرتا ہے۔ اور بمطابق وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا[1]۔ جُملہ عہود اور معاملات کی جو باہم قول و قرار سے توثیق پاتے ہیں۔ جزئیات کی رعایت کے ساتھ ایفاء کرتا ہے حتّٰی کہ اگر ایک طبقہ کے بعض لوگ عہد اور معاملہ پر قائم رہیں۔ اور بعض توڑ دیں۔ تو ہر دو کے حالات کو ایفائے عہد اور حسنِ معاملہ میں ملحوظ رکھتا ہے۔ پس ایفائے عہود فطری وارادی حقیقت ایمان ہے۔ اور یہی دین مکمل ہے۔ چنانچہ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ (احمد طبرانی وابن حبان) جس میں عہد نہیں اس میں دین نہیں۔

علیٰ ہذا جیسے کہ اُوپر مذکور ہے۔ استحقاق ایک واجب الادا امانت ہے۔ حسن تقویم استحقاق عبودیت ہے۔ جو خالق حقیقی نے فطری حیثیت سے اِنسان کے سپُرد کیا ہے۔ چنانچہ امانت و عہد کو اللہ عزّ و جل نے بمطابق حکم

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (مومنون) اور وہ جو اپنی امانات اور عہدوں کی رعایت کرنے والے ہیں۔

کلیہ کی صورت میں بیان فرماتے ہوئے امانت کو حیثیت اولیہ عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ بطور فطرت حقوق اولاً امانات ہیں۔ اور ثانیاً عہود ہیں۔ اور اس کی ادائیگی حقوق عبودیت کی ایفا ہے۔ گویا ادائے امانات اور ایفائے عہود ہم معنیٰ اور شریک مقصد ہیں۔ اور ایفائے عہود میں جزئیات کی رعایت جزئیات امانات کی شرح ایفا ہے۔ پس جملہ فطری حقوق و عہود امانات ہیں۔ اور مشورہ اسرارِ مجالس، ملازمت، اجارہ، زوجیت اور جان اور ناموس اور مال وغیرہ میں حقوق امانت کی رعایت جزئیاتِ امانت یا ایمان میں تکمیل ایفا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (طبرانی کبیر) یعنی فطری امانت کی ایفاء یا فطری عہد کی وفا سے اس کے نفس میں مرجع فطری پر ایمان یا فکر صحیحہ کی حقیقت متحقق نہیں ہے۔ پس جزئیاتِ عہود امانات کی ایفا و رعایت کے ساتھ اس کی فطرت لفس سدا الحقیقت نہیں ہو سکتی۔ اور مومنین کاملین بمطابق

---

[1] وہ ایفا کرنے والے ہیں اپنے عہدوں کی جب وہ عہد استوار کرلیں۔ (بقرہ)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ	ان مومنین نے بالتحقیق فلاح پائی جو.....
...... وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ	.... اور جو اپنی امانات اور
رَاعُوْنَ (المومنون)	وعدوں کی رعایت کرتے ہیں۔

ادائے امانات اور ایفائے عہود و مواثیق فطری و ارادی سے فکر صحیحہ کے حقائق کو ارادہ وفکر میں جیسے اعمال پر قدرت حاصل ہے۔ جلوہ گر کر کے فلاح حقیقی کے ذروۂ اوج پر جلوہ فگن ہیں۔ اور ان کی حقیقت نفس ایفاؤ رعایت عہود و امانات (قانون ربانی) کے ساتھ متحد الحقیقت ہے اور بمطابق

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ	وہی ہیں وارث جو وراثت پائیں گے فردوس
الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (مومنون)	کی اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وہ وراثت مطلق سے بہرہ یاب ہیں۔ جس کی حقیقت نفس انسانی ہیں روح الٰہی کا کشف اور روح بخاری کا تحمل کثیف ہے۔ کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور ہے اور جملہ ملکوت اس نورٌ علیٰ نور کی صفت خالقیہ کی متحمل ہیں۔ اور وراثت فردوس کا ذکر اہتمام شان اور بقائے ابدی کی اہمیت ظاہر کرتا ہے۔ اور وراثت مطلق کا مظہر جزائیہ ہے۔

پس ملکۂ وفا کا تحقق جو مقتضیات لطافت و کثافت کا عادل ایفا ہے۔ قوت عملی میں تحقق اعتدال کا دیباچہ و تتمہ ہے۔ اور فضیلت عدالت کے رسوخ کا مقدمہ و تکملہ ہے۔ جو نفس ناطقہ میں قدرت ارادی سے بہ کمال عدل حقائق فکر کو تمکین و استقلال دیتا ہے اور وہی نفس ناطقہ انسانی کی فطرت تخلیق کا مدعا و مقصود ہے۔ کیونکہ وہ مرجع فطری عز و جل کی جانب رجوع فطری اور اس پر شعوری قدرت کے تحقق کے تقاضوں کی وفا ہے۔ اور یہی ارادہ یا قوت عملی میں ایفائے تقاضا ہائے لطافت و کثافت سے ملکۂ وفا کا تحقق ہے۔ پس فطرت انسانی اپنے تقاضا ہائے خلق کی دلیل ایفا سے قائم بالقسط ملت اسلامیہ کو تمام کائنات انسانی پر عزت و کرم کا جائز حق عطا کرتی ہے کیونکہ صرف اسی کی قوت عملی دلیل قیام بالقسط اور امر بالعدل ہے قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ اور اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کی وراثت عظمیٰ سے مایہ دار ہے۔ اور یہی اس کے استحقاق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر حجت قاطع ہے جو اس کی شوکت فطرت ہے۔

محمد سعید

---

۱ اعراف ۲ نحل (وہ عز و جل آمر بالقسط اور آمر بالعدل ہے) — اللہ عز و جل قائم بالقسط ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کا قیام بالقسط اس حقیقت پر شہادت ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ المُنكَرْ

(آل عمران)

..... لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ ط

...... تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں ۔ ہم نے لوہا شمشیر اور اس کے اسباب معادن ذخیرہ نازل کیا۔ جس میں سخت جنگ ہے (حدید)

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدًا

تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنادی گئی (بخاری)

صرف شجاع ملت اسلامیہ ہی غلبۂ شمشیر کے ساتھ محافظ اعتدال ہے اور تمام عالم کو اپنی قوت و عزت کے رُوبرُو جُھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے ::

محمد سعید

شجاعت

یا ایّھا الّذین اٰمنوا صبروا وصابروا ورابطوا (آل عمران)

بیشک نفس ناطقہ میں حکمت و عدالت حکیم اور فعّال لّمایرید عزّوجل کی حکمت غالبہ اور ارادہ کا جلوہ نور ہے۔ جس سے مسلم حکیم و عادل تہذیب شخصی۔ تدبیر منزل سیاست مدن اور سیاست بین الدول میں بالعلم والارادہ آمر بالعدل ہے۔ مگر اس امر بالعدل کی عملی تمکین کا ذریعہ جو لازمہ حکمت و عدالت ہے۔ نفس ناطقہ کی قوت تحریک جسم ہے۔ جسم انسانی کثافت و لطافت دونوں کا جامع ہے۔ یعنی اس میں ترکیب عناصر یا کثافت سے روح بخاری نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ جو اس روح علوی یا لطافت کا محل ہے۔ کہ وہ بفحوائے وَنفخت فیہ من رّوحی روح الٰہی ہے۔ پس بمطابق فاعبدہ واصطبر لعبادتہ پس اس کی عبادت کر اور اس کی عبادت کے لئے صبر کر۔

ادراکی بنیادوں پر قوتِ تحریک کے ذریعہ جسم انسانی کی جملہ عبادات الٰہی کے لئے جد وجہد اور اس پر مداومت رُوحِ بخاری اور رُوح علوی میں حقیقت عدل کو متحقق کرتی ہے جو رُوحِ الٰہی کا کشف اور روحِ بخاری کا تحمل ہے۔ اور یہی مطابق آیۂ[1] اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ نفسِ انسانی کے خلقی تقاضوں کی ایفائے عادل یا تعدیل وتکمیل نفس سے اس دلیل کے ساتھ کہ وہ قیام بالقسط ربانی کا جلوہ عدل ہے۔ نورٌ علٰی نور کی نورانی عظمت[2] غالبہ کی نیابت ہے۔ جو افضیلت پر افضیلت رکھتی ہے جس کی نورانی وسعت علم کشف رُوح الٰہی کی دلیل سے ملکوت کو محیط ہے[3] اور نفس مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اجداد از ابد سے لامتناہی غایات کے ساتھ متحقق ہے۔ نور پر نور اپنے معانی کے لحاظ سے ایک حد تک محدود نہیں ہو سکتا اس لئے اس کی نورانی تجلیات تدریج ارتقا کے ساتھ تجلی گاہِ مقدس میں تا ابد غایات لامتناہی کے ساتھ متحقق ہوتی رہتی ہیں۔ اور دلیل یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ سے اس عظمت باہرہ کو ملّتِ اسلامیہ میں تسلسل کے ساتھ الٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ جاری کر دیا گیا ہے۔ جو قائم بالقسط اور آمر بالعدل مستخلف عزّوجل سے تفویض استخلاف فی الارض پر دلیل قاہرہ ہے۔ اور چونکہ رُوحِ الٰہی نفس انسانی میں اللہ عزّوجل کی جانب سے ودلیت کیا گیا ہے۔ اس لئے منکشف اور فعال نفسِ ناطقہ سے انفعالی تعلق کے تحقق پر عبادت الٰہی ہی اس کے ذریعہ ہے۔ اور رُوحِ بخاری چونکہ اِس کا محل ہے۔ اس لئے وہی متحمل کشف ہو سکتا ہے۔ اور یہی یعنی نفس انسانی میں امتزاج لطافت وکثافت قائم بالقسط عزّوجل کی جانب فطری رجوع پر جو رُوحِ بخاری کا خاصہ ہے۔ شعوری قدرت کے تحقق سے جو رُوحِ الٰہی کا ترشح ہے۔ محبت الٰہی کی استعداد ہے۔ جو شعور رجوع کے کشف وتحمل سے جسے وصالِ الٰہی یا انجام محبت کہنا چاہیے۔ تعدیل وتکمیل پاتی ہے۔ کیونکہ وہ فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور فطرتِ نفس حامل رُوحِ الٰہی ہے۔ اور یہ کشف وتحمل یا وصال الٰہی ہر دو ارواح کے حلولی تعلق کی دلیل سے حال ومحل کی مجموعی جد وجہد سے متحقق ہوتا ہے۔ اور تقاضائے کثافت یعنی قائم بالقسط عزّوجل کی جانب فطری رجوع کے ساتھ دیگر کثافتی مقتضیات کے سبب جو اسی حلولی تعلق کی دلیل سے عنصریات میں شعوری تداول کو مستلزم ہیں۔ کشف شعور اور ایفائے رجوع یعنی تحمل کشف کے جادۂ مستقیم کا سلوک یعنی تعدیل نفس ودفع موانع کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا قوت تحریک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قوت شہوی کہ وہ مرجع فطری کی جانب فطری رجوع کی ایفا سے جو تحمل کشف ہے۔ مقتضیات کثافت کی تعمیل

---

[1] بالتحقیق تو خلق عظیم پر ہے (پ ۲۹ قلم) [2] اور ان کو کتاب وحکمت سکھا دے۔

[3] وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُھُمَا وَھُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ جس کی نورانی وسعت علم کشف روحِ الٰہی کی دلیل سے ملکوت کو محیط ہے

میں اعتدال پالیتی ہے۔ جسے فضیلت عفت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور دوسری قوت غضبی جو کشف شعور اور مرجع فطری کی جانب فطری رجوع کے جادۂ ایفا سے یعنی وہ مجموعاً لتعدیل نفس کے صراط مستقیم سے اس دلیل کے ساتھ تاریک حجابات ارضی یا کثافتی موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ کہ کشفِ شعور جو خاصۂ رُوح الہٰی ہے۔ اور تحمل جو تقاضائے روح بخاری ہے۔ ادراکی اساس پر جسم انسانی کے مکارۂ ماموریہ پر صبر اور نواہیٔ مطلوب سے صبر کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ جو نفس ناطقہ کی ہر چہار قویٰ من جملہ خود قوتِ غضبی کے جادۂ تعدیل سے دفع موانع کو مستلزم ہے۔ جو عادل متدرج قوت غضبی کا عمل ہے۔ اور تعدیل چونکہ تقاضائے فطرت نفس کی ایفا ہے۔ اس لئے اس میں تمکین اطمینان ہے۔ یعنی قوت غضبی کا عدل یا اس کا اطمینان بحیثیت دافع موانع نفس ناطقہ کی جملہ قویٰ میں مشترک اور جاری وساری ہے۔ گویا وہ پُرجلال اطمینان اساسی ہے۔ اور خلقی عظمت تکمیل میں روح رواں ہے۔ یہی فضیلت شجاعت ہے۔ جسے تحریکی اعتبار سے نفس ناطقہ میں اساسی اور مطمئن حیثیت حاصل ہے۔ کظم غیض کے ساتھ قولِ حسن اسی حقیقتِ عظمیٰ کے شواہد سے ایک شاہد عادل ہے۔ پس وہ بمطابق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا (آل عمران)

اے مؤمنین صبر کرو اور مصابرت کرو اور اس پر مداومت کرو۔

انفرادی صبر سے مُسلم شجاع کے نفس ناطقہ میں اس کے جادۂ عدل سے موانع کو ہٹاتی ہوئی ملّتِ شجاع کے جماعتی صبر یعنی مصابرت یا مفرط جماعتوں کے مقابلہ و مقاتلہ میں جبر سے تمام کائنات انسانی میں انفرادی اور منزلی اور مدنی عدل اور بین الدّول تمکین اعتدال کے جادۂ مستقیم کو موانع سے پاک اور بے روک کر دیتی ہے۔ کیونکہ فطرت انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اور اس کے انفرادی اعتدال کی متقاضی ہے اور تمام کائنات انسانی کی وحدتِ مرجع نظری وحدت اصل اور شعوری شہادت کے ساتھ کافۃ النّاس کے لئے فیصل بالحق ہے کہ انہیں جماعت واحد ہوجانا چاہیئے۔ جو فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفاء سے قائم بالقسط ہو۔ اور وہ ملّتِ وسط ہے۔ پس جیسے نفسِ ناطقہ کی تعدیل اس کے فطری تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔ اور اس کے جادہ اعتدال سے دفع موانع عادل قوت غضبی کا عمل ہے۔ ایسے ہی واحد اور جائز اجتماع مِلّی کے جادۂ اعتدال سے دفع موانع پر بھی وہی عادل قوت غضبی یعنی شجاعت فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت سے لوازم اجتماع یا اسباب قاہرہ کی اس متاعی قوت یعنی تلوار کے ساتھ قادر ہے۔ جسے حیات و

موت انسانی پر بحیثیت اسباب قدرت حاصل ہے۔ اور فرد و جماعت کی اسی اساسی و تعمیری نسبت اور اپنی قدرت غالبہ کی دلیل سے وہ از روئے اسباب اجتماع افراد اور استقلال اجتماع پر داخلاً ہیبت منتظمہ کے ساتھ اور خارجاً دفع موانع سے قاہر و غالب ہے۔ گویا شجاعت نفس فرد اور نفس جماعت کی پر جلال قوت ہے۔ اور شمشیر بحیثیت اسباب رُوحِ اجتماع ہے۔ اور دونوں کا اتحاد حیات و موت افراد پر قدرت کی دلیل سے داخلی ضبط معتدل کے ساتھ موانع راہ عدل مفرط جماعتوں کو جو گونا گوں نقاط فرط پر مجتمع ہیں۔ جادۂ اجتماع عدل سے ہٹا دیتا ہے۔ اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت فرد کی شجاعت کو ملت کی شجاعت کے ساتھ شمشیر کی معیت میں لازم و ملزوم قرار دیتی ہے۔

پس شجاعت اطمینان اساسی کی حیثیت سے نفس فرد اور نفس اجتماع کے جادۂ اعتدال کے سفر میں خواب و بیداری، یسر و عسر، نعماء و ضرائے مدح و ذم۔ حیات و موت۔ فرحت و الم۔ صلح و جنگ اور ہر گونہ کثیف موانع سے اپنے فطری اطمینان کے سبب متاثر نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کی کیفیت عمل کی ہموار رفتار میں لغزش پیدا ہوتی ہے۔ یعنی جس طرح تکمیل اعتدال نفس کے راستے سے دفع موانع میں اسے مطمئن حیثیت حاصل ہے۔ وہ منزل و مدن اور امور بین الدول میں معتدل اور ہموار اور مطمئن اور غیر مضطرب حیثیت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تحکیم و فصل کا پُر جلال مظاہرہ کرتی ہے۔ اور ان تمام موانع کو اپنی فطری شوکت عدل سے بمطابق

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ؕ (حج)	اجازت دی گئی انہیں جن سے جنگ کیا جاتا ہے۔ بعوض اس کے کہ وہ ظلم کیے گئے ہیں اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

قوت روح اجتماع یعنی شمشیر کے ذریعہ اس صراط مستقیم سے ہٹا دیتی ہے۔ جو نفس ناطقہ اور کائنات انسانی میں افراط و تفریط کی دو کجیوں کے درمیان راہِ عدل ہے۔ اور اسی دلیل سے اسے استقامت حاصل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا	تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات طاہرہ

جز و (ب) عنوان ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں۔

مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (حدید)

کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں اور ہم نے لوہا نازل کیا۔ جس میں شدید جنگ ہے۔ اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں۔ اور تاکہ اللہ جان لے۔ کہ کون اس کی اور اس کے رسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ اللہ قوی و غالب ہے۔

کتاب دستورِ عدل ہے۔ یعنی میزان العدل یا آئینِ تنصیف و تقسیط وزن ہے۔ اور اسی کے نورانی نفاذ سے میزان العدل میں قوتِ وزن یعنی ملکۂ تعلّم و قوتِ تزکیہ متحقق ہوتی ہے۔ اور شجاعت اس قوتِ وزن میں استقامت یا تسلسل ہے۔ جو نفسِ ناطقہ میں تعدیلِ وزن کو مفرط جھکاؤ سے بچاتی ہوئی اس نفسِ فرد میں جو انفعالی تعلّق سے نوال نفسِ ناطقہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ نفسِ فعّال کے جادۂ تصرف سے نفسِ منفعل کے حسّی موانع کو ہرگونہ تصرّف عدل سے ہٹاتی ہوئی۔ اور نفسِ منفعل میں قبولِ عدل کو متحقق کرتی ہوئی فرد و ملّت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے نفسِ اجتماع کے جادۂ اعتدال کو حدید یعنی شمشیر اور اس کے اسباب معاون کے ذریعہ موانع مفرط سے پاک اور بے روک کر دیتی ہے۔ جس سے اول المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں شجاع ملّتِ اسلامیہ اس وقت سطحِ ارض پر غالب و قاہر ہو جاتی ہے۔ جب مستخلف عزّوجل اس کے لئے فیصلۂ استخلاف فی الارض ناطق فرما دیتا ہے۔ جس پر اس کی استحقاقی استعداد یعنی تواتر میزان العدل شاہد پائندہ ہے۔ گویا شجاعت مستخلف قوی و عزیز عزّوجل کی قوت و عزت غالبہ کا پرتو ہے۔ پس وہ ان تمام جلالی ملکات صدق۔ تحمل۔ کبرِ نفس۔ ثبات و سکون۔ قوت۔ حکم۔ حلم۔ تواضع۔ رحم کیساتھ جو تشریحِ شجاعت ہیں۔ کائناتِ انسانی کے انفرادی اور وحدتِ اجتماعی کے تقاضائے اول کی ایفائے عادل کے جادۂ مستقیم کو موانع سے پاک کرتی ہوئی قوی و عزیز عزّوجل کے لئے اپنے جلالی اعمال کو للّٰہیت کاملہ کی دلیل سے خالص قرار دیتی ہے۔ جو اس عزّوجل کی اس حیثیت سے نصرت و مدد ہے۔ کہ وہ رجحان کثافت سے پاک ہے۔ اور اس کے آنکار و اعمال روحِ الٰہی کے نورانی کشف اور روحِ بخاری کے تحمل کشف سے اللہ عزّوجل کے

لئے خالص ہیں۔ اور کائناتِ انسانی میں اسی قیام بالقسط کو جو قائم بالقسط عزّ وجل کا اعتدالی جلوہ ہے۔ اور اساس عدل پر مخلوق فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے۔ اپنی شمشیر قاہرہ کے ساتھ قائم کر دیتی ہے۔ جس کا عمل اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ کی شرح متشکل ہے۔ اور حدید کی دوسری حیثیت جو اقتصادی اور صنعتی اور معیشی فوائد کو متحقق کرتی ہے۔ اور وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ سے مقصود ہے۔ اور انفرادی ضروریات کی ایفا اور جماعتی نظام کی تشکیل و بقا میں مدد گار ہے۔ اور جماعتی نظام کے ذریعہ ہی تحقق پاتی ہے۔ اسباب اجتماعی کا دوسرا پہلو ہے اس لئے دونوں پہلو ایک ہی حقیقتِ عظمیٰ کی شرح ہیں۔ اور وحدتِ اجتماعی کی تخصیص ان پر صرف ملتِ اسلامیہ کو خصوصیّت فضل عطا کرتی ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ قسط و وسط انفرادی و اجتماعی کی دلیل سے جو تقاضائے نفس فرد اور نفس جماعت ہے۔ قائم بالقسط عزّ وجل کے لئے انہیں خالص قرار دیتی ہے۔ جو حقیقت نفسِ انسانی کے تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔ کیونکہ وہ حامل رُوحِ الٰہی ہے۔ اور یہی دو ارواح علوی و بخاری کا نفس انسانی میں اجتماع اساس قیام بالقسط ہے۔ اور فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت سے قسطِ اجتماعی نفس جماعت کا فطری تقاضا ہے۔ پس یہی خلوص اور للّٰہیت یا ایفائے تقاضائے فطرت نفس یا تمکین عدل شجاع ملتِ اسلامیہ کے لئے قبضۂ شمشیر کے استحقاق کو مخصوص قرار دیتا ہے۔ اور مفرط قوت غضبی کی ہر حیثیت کو اس کے فرط و فتنہ کی دلیل سے حق شمشیر سے محروم کرتا ہوا اس کی تصغیر کے لئے فیصل بالحق ہے۔ گویا صرف شجاع ملتِ اسلامیہ ہی محافظ اعتدال ہے۔ اور دلیل قیام بالقسط اور امر بالعدل سے جو قائم بالقسط اور آمر بالعدل کا تجلیٔ جمال و جلال ہے ایک مسلم صحیح الاعتدال تمام روئے عالم و ملکوت ارضی و سماوی سے بہتر ہے۔ الحاصل وعزّ وجل بمطابق

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِؕ (آل عمران)	اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اور اولو العلم (اللہ) قائم بالقسط ہے۔

قائم بالقسط ہے اور محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم دستور قسط اور میزان قسط کے حامل ہیں۔ تاکہ کافۃ النّاس وحدتِ اجتماعی کی وسعت محیطۂ عالم میں عزّت شمول سے قائم بالقسط ہو جائیں۔ پس بمطابق منشور ربانی

مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ط (حدید) — کون اس کی اور اس کے مرسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ تحقیق اللہ قوی اور غالب ہے۔

کون تعدیل نفس یا قیام بالقسط انسانی کے راستہ سے موانع کو ہٹاتا ہوا یعنی میزان العدل میں تنصیف وزن کو مفرط جھکاؤ سے بچا کر اپنی ہر چہار قویٰ کو بدفع موانع شجاعت سے معتدل کر دیتا ہے۔ اور اسی دافع موانع پر جلال قوت کے ساتھ روح اجتماع یعنی شمشیر اور اس کے اسباب معاون کے ذریعہ وحدت جماعت اور وحدت امارت کی عزت غالبہ کے ساتھ مفرط رکاوٹوں کو دباتا ہوا اور نفاذ قیام بالقسط کا مقدس فرض ادا کرتا ہوا جو اس قوی و عزیز قائم بالقسط عزوجل کی قوت و عزت یا قیام بالقسط کی سطح ارض پر شوکت تمکین ہے۔ (جس پر مضمون وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شاہد ہے) ملت اسلامیہ یا انصار الٰہی و نبوی کے اس عادل اور شجاع اور جائز واحد اجتماع میں شامل ہو جاتا ہے۔ جس کے ساتھ مستخلف اور احکم الحاکمین عزوجل نے فردیت، استخلاف فی الارض یا وراثت ارض کا وعدہ فرمایا ہے۔ جس پر اس کی قوت شجاعت کی ہیبت جلال شاہد ہے۔ جو فضل مطلق اور کبریائی پر دلیل ساطع ہے۔

پس خلیفۂ شجاع ان تدبیروں سے اسی ذی ارادہ و علم اور حامل نور جلالی قوت کی دلیل کے ساتھ بہتر اور مترتب ہے۔ جو حضور خداوندی میں بمطابق

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ط (انبیاء) — وہ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور اس کے حکم سے وہ کام کرتے ہیں۔

فطری اور غیر ارادی عبادت میں مصروف ہیں۔

غائب از شہ بر کنار تعزیا — ہم چو حاضر او نگہدار د وفا
نزد شہ بہتر بود از دیگراں — کہ بخدمت حاضر اند و جاں فشاں (رومی)

اور وہ سطح ارض پر نفس ناطقہ میں قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات عدل یعنی کتاب یا دستور عدل (کہ وہ جامع جملہ حقائق ہے) کی نورانی معنویت کے استقلال سے قائم بالقسط ہو کر جو

---

۱ عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کیلئے اور مومنین کیلئے (منافقون) ۲ قائم بالقسط ہو جاؤ (نساء)

مدعائے انزال کتاب و میزان ہے بحیثیت نفاذ[1] آئین جو مستلزم علم مقدمات علوی و عنصری ہے۔ حقیقت[2] عَلَّمَ اٰدَمَ الاسمَآءَ کُلَّھَا کی تصدیق کر دیتا ہے۔ اور قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات میں استغراق جو اس کے رُوحِ الٰہی کا کشف اور روح بخاری کا تحمل کشف ہے۔ یعنی اس کے نفس ناطقہ کی نورٌ علیٰ نور کے انوار سے تنویر مطلق ہے۔ اس کی راہ میں اسے ماسوی اللہ یعنی اپنی جان اور مال اور ازواج اور عیال اور اقربا اور مساکن طیبہ سے بےخبر کر دیتی ہے۔ گویا ان تمام موانع کو اس کی ہیبت شجاعت جہاد و قتال فی سبیل اللہ سے ہٹا دیتی ہے اور وہ بمطابق[3] کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اور یا[4] دَاؤُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ۔ مضمون[5] وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ اور[6] اَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ اور[7] وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ کی ایفا سے اساس حکمت پر جو مستلزم جملہ فضائل ہے۔ دافع موانع اور متمکن عدل قول فیصل اور شمشیر اور اس کے اسباب معادن کے ذریعہ اس خلافت الٰہی کو زمین پر اپنے حقائق قوت و عزت کے ساتھ قائم کر دیتا ہے۔ جو بمطابق[8] اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً مزرع انسانی کا حاصل و ثمر ہے اور کتاب[10] اور میزان العدل اور شمشیر سے قیام و تمکین پاتی ہے۔ اور اسے مستخلف عزوجل کی بارگاہ میں مضمون وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ[9] سے شرف پائندہ حاصل ہے۔

پائندہ و پائندہ باد   اے ملت اسلامیہ

وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ

(مطلع ہو جاؤ کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے)

کیونکہ وہ اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا یعنی قیام بالقسط اور قائم بالقسط وحدت اجتماع کی تمکین میں مددگار ہے۔ (بخاری)

---

[1] آمر بالمعروف اور ناہ عن المنکر [2] اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے (البقرہ) [3] جس طرح اس سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) [4] اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ [5] ہم نے اس کے ملک کو مستحکم کیا۔ اور اسے حکمت اور قول فیصل عطا کیا (ص) [6] ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا (سبا) [7] ہم نے لوہا نازل کیا (حدید) [8] تحقیق میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (بقرہ) [9] اور بالتحقیق اسے (داؤد کو) ہمارے نزدیک بڑا مرتبہ اور اچھی منزلت ہے۔ [10] کتاب قائم بالقسط عزوجل کا ترشح ہے۔ اس لئے دستور عدل ہے۔

صدق

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ط

مسلم شجاعؑ کی قوت غضبی میزان العدل پر استقامت قسطاس سے یعنی خود قوتِ غضبی کے
عادل متدرج عمل سے جب قسط میں متحقق ہو جاتی ہے۔ تو اس کا نقطۂ اعتدال یا صحت وزن
شوکت صدق ہے۔ جو تصدیق فطرت نفس کی دلیل محقق کے ساتھ تحقق و تمکین پاتی ہے۔ اور
وہ اولاً نفس ناطقہ میں بدفع موانع مکنوناتِ فکری کی صحت ہے۔ یعنی مرجع فطری عزوجل پر ایمان
اور اس کے احکام کا قبول ہے۔ کہ وہ ایفائے ہر گونہ رجوع فطری اور تعدیل یا تکمیل شعور
نفس کا بدفع موانع افتتاح ہے۔ اور ثانیاً مکنونات فکری کی عمل سے تصدیق کامل ہے۔ جو
نفس ناطقہ کی صحتِ فطرت یا شوکت صدق کا دوسرا ارتقائی مرحلہ ہے۔ یہ تصدیق عملی اوامر کی
تعمیل اور نواہی سے اجتناب، ادائیگی فرائض و نوافل پر مواظبت اور باساء اور ضراء اور میدان
کارزار میں ہر گونہ مجاہدہ و جہاد پر ربط و مداومت کی جامع کامل ہے۔ اور یہی ریب و شبہات
سے بلند استقامت نفس ہے۔ جس کی معنویت نفس ناطقہ کی کمال تعدیل یا اس کا تیسرا ارتقائی
درجہ ہے۔ یعنی نفس ناطقہ میں حجابات کشف روح الٰہی کے رُخِ تاباں سے بالتدریج
ہٹ جاتے ہیں۔ اور اس کی درخشاں نورانی حقیقت اس کے محل روح بخاری پر جلوہ ریز
ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت تحقق حقیقت نفس کمال صدق ہے۔ جس میں موانع کثیف کا اندفاع
یا حجاب ارضی کی تصقیل عادل متدرج قوتِ غضبی کا عمل ہے۔ گویا عدل غضب وجہ تمکین صدق
ہے۔ (اور مافی النفس یا حالات خارجیہ کی قول و فعل سے درست ترجمانی صدق فطری کے
ترشحات یا جزئیات صدق ہیں) پس نفسِ انسانی میں کشف و تحمل اس دلیل کے ساتھ کہ وہ
حامل روح الٰہی اور رُوح بخاری ہے۔ حیثیتِ فعالیہ کا تحقق ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد
ہے۔ اور نفس انسانی میں نور ارادہ کے ساتھ محل نفاذ ارادہ کے حقائق ودیعت ہیں۔ گویا
شجاع صادق بنی نوع کے ان نفوس میں اپنی فعالی خصوصیت کے ساتھ اثر کرتا ہے۔ جو انفعالاً

اسے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور وہ ان کے حسی موانع کا ان کے جادۂ قبول عدل سے اندفاع ہے۔ اس فرمانِ ربانی میں اسی فعال شوکت صدق اور انفعالی کیفیت قبول کی وضاحت ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ) — اے مومنین اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

دور مصطفوی چونکہ الی یوم القیمہ جملہ دہور و عہود زدرز کار کو محیط ہے۔ اس لئے اُمتِ مصطفوی کی مجموعاً تصدیق صدق مستلزم تواتر صدق ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ — جو صدق کے ساتھ آیا اور (جس نے) اس کی تصدیق کی وہی متقی ہیں۔

پس وہ مسلم جس نے اولاً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر و عمل سے کامل تصدیق کی۔ اس میں تقویٰ کے وہ حقائق جلوہ گر ہو گئے۔ جو صادق و مصدق میں نوعی اشتراک رکھتے ہیں۔ ان نورانی حقائق کا نفس فعال اور منفعل میں یہی اشتراک نوعی جو نفس منفعل میں فعال حیثیت کو متحقق کرتا ہے۔ سر تواتر صدق ہے۔ اور استخلاف فی الارض کی تمکین پر شہادت مستمرہ ہے۔ جس سے شجاع ملتِ اسلامیہ اس عہد منور میں روئے ارض پر غالب و قاہر ہو جاتی ہے جب نفس دہر کے اختلاطی تضادوں سے متخلف عزوجل کے فیصلہ استخلاف سے اس کی شمشیر عادل اس شجاعت قاہرہ سے متحد قرار پاتی ہے۔ جو خلیفۂ شجاع کے جادۂ تعدیل نفس اور استحکام تعدیل جماعت سے ہر گونہ موانع ریلبیہ اور ضراء باساء اور باس کو مجاہد وجہاد مال و جان سے ہٹاتی ہوئی اس کے لئے قبضۂ شمشیر کے استحقاق کی تصدیق کر دیتی ہے۔ گویا خلیفۃ اللہ فی الارض ہر گونہ موانع کو شوکت فعالیہ اور ہیبت شمشیر سے ملتِ اسلامیہ کے تقدس جماعت کے جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتا ہے۔ اور حقیقتِ شجاعت و صدق اُسکے نفس مبارک میں سطح ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (احزاب)

ملکۂ تحمّل اپنی حقیقت اور معنویّت کے ساتھ اس امانت کی ایفا ہے جو بمطابق

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین پر
فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَ	پیش کی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ کہ اسے
حَمَلَھَا الْاِنْسَانُ (احزاب)	اٹھائیں اور ڈر گئے اور انسان نے اسکو اٹھا لیا (احزاب)

انسان نے اپنے کندھوں پر اٹھائی اور وہ بمطابق اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[1] استحقاق استخلاف فی الارض کے لوازم کی ایفا ہے۔ جس سے آج امّتِ وسط یا ملّتِ اسلامیہ بمطابق لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ[2] مشرف اور ذرو ۂ قوت و عزت جلال پر جلوہ فرما ہے۔ پس رُوحِ[3] متخلف عزّ وجل اور رُوحِ بخاری سے ممزّجہ فطرتِ نفس کی ایفائے عادل حمول امانت متخلف کی ایفا ہے۔ اور رُوحِ بخاری چونکہ روحِ متخلف کا محل ہے۔ اس لئے وہ رُوحِ متخلف کے کشف یا عدل کا متحمل ہو کر اعتدال پاتا ہے۔ گویا تحمّل روحِ بخاری کا خاصہ ہے۔ اور اس کی معنویّت یعنی حقیقت برداشت مرجع فطری عزّ وجل کی طرف خصہ رجوعی کے ساتھ دیگر مقتضیات عنصری کے سبب مستلزم اکراہ ہے۔ اور اکراہ کی حقیقت دفع موانع سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ قوتِ غضبی کے اعتدال عمل یعنی شجاعت کو مستلزم ہے۔ تا آنکہ وہ اکراہ و تکلف قوتِ غضبی کے عمل عادل متدرج سے قوتِ غضبی میں تحقق عدل پر فطرت قرار پاتا ہے اور یہ استقلال تحمّل اور اس کے مضمون کا استقرار ہے۔ پس مسلم

---

[1] میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں (بقرہ) [2] اُن کو ایسے ہی خلیفہ کرے گا جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) [3] فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (ص)

شجاع بمطابق وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا[1] مکارہ ماموری پر صبر یا اکراہ اور نواہی مطلوب
سے صبر کے ذریعہ اس صراط مستقیم سے جو اس کی ذات میں ابدی سیران الانوار ہے موانع کو ہٹاتا ہوا
اس کے جمالی اعتدال کی تجلی کا متحمل ہو کر قائم بالقسط ہو جاتا ہے۔ اور اس کی قوت نظری میں شجاعت
کے ذریعہ ترشحات عدل یعنی کتاب مجید میں استغراق سے ایفائے رجوع فطری اور کشف شعور کے
ساتھ حکمت متحقق ہو جاتی ہے۔ جو مستلزم جملہ فضائل ہے اور اس عزیز و حکیم[2] کے انوار حکمت کا
پرتو ہے۔ گویا نفس انسانی میں عزت شجاعت تحمل کشف سے تحقق حکمت کا ذریعہ ہے۔ اور
فرض فطری کی ایفا ہے۔

پس مسلم شجاع اس شوکت علمی کے تحمل سے اپنے نورانی استدلال کے ذریعہ ان تمام موانع باطلہ
استدلال ظنیہ کو جو آفتاب برہان حق کی ضیا پاشیوں کے سامنے حجابات ابدی ہیں۔ چیرتا ہوا لمعات
نور کو بے حجاب کر سکتا ہے۔ یعنی اس کا پرتو حکمت فصل الخطاب[3] یا قول فیصل اپنی حیثیت خطاب
یا حیثیت تحریر کے ساتھ کہ یہ دونوں حیثیتیں حقیقت تحملیہ کی آئینہ دار ہیں۔ واقع موانع اور متمکن
عدل ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ اس نورانی حکمت کی اساس پر ہے۔ جو تمام عالم کو اپنے معارضہ
میں عاجز کر دینے والی کتاب[4] مجید کے معانی ظاہر کے ساتھ اس کی نورانی معنویت ہے۔ یعنی
حق کی طرف دعوت بالحکمت نفس ناطقہ میں قرآن مجید کے معانی اولیہ اور معانی ثانویہ (حکمت)
کے تحقق سے سطح ارض پر جلوہ فگن ہوتی ہے۔ پس اللہ عزوجل اول المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (نحل)	لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور پند احسن کے ذریعہ دعوت دے اور ان کے ساتھ بطریق احسن مجادلہ کر۔

اور فرمان جَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا ط (ان کے ساتھ قرآن سے جہاد کر (فرقان)) اسی حقیقت
علیہ پر شہادت ربانی ہے۔ اور اس اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں وارث کتاب

---

۱ جو ہم میں کوشش کرتے ہیں ہم اپنے راستے ان کو دکھا دیتے ہیں۔ ۲ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ
(البقرہ) ۳ ہم نے اس کے ملک کو مستحکم کیا اور اسے حکمت اور فصل الخطاب بخشا۔ ۴ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ
رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ...... الخ (بقرہ)

ملتِ اسلامیہ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃ اس جہاد علمی کی شوکت استعداد سے مایہ دار ہے اور فصل الخطاب اپنی حیثیت قاہرہ کے ساتھ اس وقت سطح ارض پر متمکن ہو جاتا ہے۔ جب بمطابق آیات[1] لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور[2] یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ اور وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ[4] اس وارث کتاب ملت اسلامیہ میں فیصلہ استخلاف فی الارض متخلف عزوجل ناطق فرما دیتا ہے۔ اور یہ تحمّل کشف سے فعّالی حیثیت کا اقتضا ہے اور چونکہ تحمّل جامع حقائق ارضیہ بالاعتدال روح بخاری کا خاصہ ہے۔ اور نفس ناطقہ میں دفع موانع سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے اس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ سطح ارض پر حقیقت تحمّل کی تمکین جو مستخلف قوی وعزیز عزوجل کے انوار ساطعہ کی نور افشانی ہے۔ دفع موانع سے ہی فرد وجماعت کی تعمیری نسبت کی دلیل سے جو تقاضائے نفس فرد ہے۔ جس پر اس کی وحدت اصل شاہد ہے۔ قوّتِ روح اجتماع یعنی شمشیر سے متحقق ہوتی ہے۔ پس دافع موانع قوت یعنی شجاعت اور شمشیر کا اسباب باسؔ واقتصاد کے ساتھ اتحاد جادۂ اعتدال سے جو اجتماع ملیؔ کو مستلزم ہے۔ تمام موانع کو ہٹا دیتا ہے۔ اور یہ مضمون تحمّل کاملی اور اجتماعی حیثیت سے ایفا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا	بے شک وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (انفال)	اپنے مال وجان سے جہاد کیا۔

الحاصل حقیقت تحمّل نفسِ فرد اور نفسِ ملت میں تدریجی رفتار کے ساتھ روح الٰہی کے انکشاف کی متحمل ہے۔ اور اسی دلیل سے منکشف قوّتِ فعالیہ کے ذریعہ جو افراد ملت میں کشف کے پیران مشترک کی وجہ متصرفہ ہے۔ وحدت اجتماع کی تحدید پر دلیل قاطع ہے۔ اور شجاع ملتِ اسلامیہ کے اس استحقاق پر دلیل روشن ہے۔ کہ وہ نفس فرد سے جو جامع حقائق علوی وعنصری ہے۔ دفع موانع کی دلیل کے ساتھ تمام کائنات میں جادہ عدل سے جو مستلزم اجتماع ملیؔ ہے جس پر کائنات انسانی کی وحدت اصل جو اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور قیام بالقسط

---

[1] اُن کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) [2] اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے [3] وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (حدید) [4] جنگ — ہم نے اس کے ملک کو مستحکم کیا اور اسے حکمت اور فصل الخطاب بخشا (ص)

چاہتی ہے۔ اور رُوحِ الٰہی کا کشفِ مشترک شاہد ہے۔ جو وجہ تحمّل مشترک ہے، دفع موانع کا جائز حق رکھتی ہے۔ یہی حقیقت تحمل ہے۔ جو اکراہ کے بعد بالتدریج دفع موانع سے فطرت قرار پاتی ہے۔ اور آج عہد مصطفوی میں مضمون [1] لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی شان کے ساتھ شوکت [2] اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور ایفائے مضمون وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ کی مصدق ہے۔

کبرِ نفس

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (احقاف)

قائم بالقسط قوی و عزیز اور کبیر و حکیم عزّوجل کے اعتدال جلال کی مظہر نفس ناطقہ میں اس کی عادل قوت غضبی ہے۔ جسے شجاعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تمام ملکوت اسمٰ عزّوجل کے مظاہر صفاتیہ ہیں۔ اور من جملہ ارض اس دلیل سے کہ جامع حقائق علوی و عنصری خلائف الارض اِنسان کے لیے محل تکلیف ہے اور موجب احتساب ہے۔ اور قرارگاہ شوکت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ جو امر [3] بالارادہ، ربانی کا پرتو جلال ہے۔ مظہر صفت جلال الٰہیہ ہے۔ اور نفس ناطقہ اِنسانی میں کثافتِ ارضی کو کمال اعتدال سے قائم بالقسط عزّوجل نے ترکیب دیا ہے۔ اس لیے بلاشبہ رُوحِ بخاری کی عادل دافع موانع حیثیت مظہر جلال الٰہیہ ہے جس پر اس قوی و عزیز اور کبیر و حکیم نورٌ علیٰ نور کے انوار میں نفسِ ناطقہ کا استغراق جو اسمیں روح ذوالجلال

---

[1] ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔ جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) [2] میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں (بقرہ) [3] وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ [4] إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یٰسین) [5] تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمٰن) فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (ص) میں تطابق فرمائیں۔

والاکرام کا کشف ہے۔ اس دلیل سے شاہد ہے۔ کہ ہر گونہ مجاہدہ، جہاد سے متحقق ہوتا ہے۔
اور وہ مستلزم دفع موانع ہے۔ اس لئے بلاشبہ دلیل ارضیت کے ساتھ جو مظہر صفت جلال الٰہیہ
ہے۔ شجاعت اس قائم بالقسط عزوجل کے اعتدال جلال کا پرتو ہے۔ پس جب نفس ناطقہ
میں متحقق ہو جاتی ہے تو ان فرامین ربانیہ

نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ	نور علی نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔
وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (احقاف)	اور اسی کو ہے کبریائی آسمانوں اور زمین میں اور وہ غالب و حکیم ہے۔
وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (منافقون)	اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے

کی شہادات قاہرہ کے ساتھ اس دلیل تطابق سے کہ نور مستلزم کبریائی یا تکبر اور جملہ صفات
الٰہیہ ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کی ذات نورٌ علی نور ہے اور کبریائی مستلزم عزت و سکت ہے۔
اور عزت و حکمت اللہ عزوجل نورٌ علی نور کے ساتھ نورانی جنیت کے سبب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین
کے نفوس ناطقہ میں متحقق ہے مسلم شجاع مفرط اضطرابات اور تاثرات اور موانع کو نفس
ناطقہ و نفس ملت کے جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتا ہے۔ اور چونکہ نفس ناطقہ میں تحقق عدل
اس میں روح الٰہی کا کشف ہے۔ جس کا روح بخاری متحمل ہے۔ اس لئے وہ کبر الٰہی کا کشف
ہے۔ جس میں شوکت دفع موانع خاصہ شجاعت ہے۔ پس یہ متکبر اور فعالٌ لما یرید عزوجل
ہے بہ دلیل اہدائے نور جو مستلزم جملہ صفات الٰہیہ ہے۔ وراثت کبریائی یا حیثیت فعالیہ
اس دلیل کے ساتھ کہ جامع حقائق علویہ و ارضیہ کائنات انسانی کی وحدت اصل وحدت اجتماع
کی متقاضی ہے۔ نفس ملت میں اس کے انفعالی تعلق کی استعداد قبول پر تعالی نفوذ کے ساتھ
متصرف ہو کر اجتماع ملی کو متحقق کرتی ہوئی فردیت الوہیت کی عزت نیابت یا وراثت کو اس
ذات سطح ارض پر متمکن کر دیتی ہے۔ جب مستخلف عزوجل تکبر امر بالارادہ سے خلائف الارض نوع
انسانی کی حاصل دعش فردیت استخلاف[1] فی الارض کا فیصلہ نافذ فرما دیتا ہے۔ جو امر ...

وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (بقرہ) [1] لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ...... الخ (نور) [2] اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (حدید)

نہی عن المنکر کی شہادت کے ساتھ اس کی کبریائی اور عزت غالبہ اور امر بالارادہ کی نہایت قاہرہ ہے۔ اور فعالی و انفعالی تسلسل و تواتر کی دلیل سے کشف و تحمل جو تمکین کبریائی کی قوت فعالیہ ہے اور مسلسل ملتِ اسلامیہ میں جاری ہے۔ اس کی تمکین مبرم پر شہادت مستمرہ ہے۔

وہ قائمٌ بالقسط متکبر عز و جل آسمانوں اور زمین میں شوکت کبریائی کے ساتھ قوی و عزیز ہے۔ اور وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ تو بلا ریب جب مسلم شجاع کی عادل قوت عضبی کثافتی موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا دیتی ہے۔ اور نور کبریائی یا قوت و عزت اس کے نفس ناطقہ میں متحقق ہو جاتا ہے۔ جو رُدرِح متکبر عز و جل کا کشف اور رُدرِح بخاری کا نورانی تحمل کشف تکبر ہے تو اس کی شوکتِ کبر نفس ہر گونہ تاثرات حیات و موت، صلح و جنگ، مدح و ذم، یسر و عسر، غنا و فقر خوف و حزن، عزت و ذلت باساء و ضرّاء اور کارزار سے ہرگز متاثر نہیں ہو سکتی۔ تمام دنیا اس کی ہیبت میں کھو جاتی ہے۔ اور کوئی مخلوقی ہیبت اس کو اپنے اثر میں نہیں لے سکتی۔ کیونکہ اللہ عز و جل کی کبریائی تمام ملکوت کو محیط بالقوت و العزت ہے۔ اور کبر نفس انسانی پر توصمدیت و غنا و تکبر و قوت و عزت الٰہی سے مایہ دار ہے۔ جو ملت اسلامیہ کے لئے متکبر عز و جل کی وراثت فعالیہ کا اجرائے مسلسل ہے۔ اور تعفف و غنا، لغو سے ذہنی و قولی و فعلی اعراض کامل، اعتدال گفتار و کردار طہارت کاملہ، معمولی اور غیر معمولی حالات میں ذہنی و عملی تمکین و سکینہ اور راہِ حق میں ملامت سے بے خوفی باساء اور ضرّاء اور میدان جنگ میں استقامت کامل دولت و فقر اور فرحت و یاس سے تقدس الغرض جملہ اخلاق عظیمہ یا للٰہیت کاملہ شوکت کبر نفس کے مظاہر جلیلہ ہیں۔ اوّل المسلمین یعنی ملّتِ اسلامیہ کے اوّلین مظہر کبریائی حق محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عتبہ ابن ربیعہ قریش کی جانب سے حاضر ہوا اور مکہ کی ریاست اور دولت کے ذخائر اور اچھے گھرانے میں شادی کی پیش کش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط (حم سجدہ)	اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دے کہ میں تمہارے جیسا ایک بشر ہوں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ کہ تمہارا الٰہ ایک الٰہ ہے۔ پس اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور استغفار کرو۔

یہ واقعہ اور مضمون آیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت کبر نفس کی ترجمانی کے ساتھ کافۃ الناس کو فردیت الربیت یا کبریائی ربانی میں استغراق کی طرف دعوت جاریہ ہے۔ یعنی استقامت نفس کی جانب صلائے عام کی حیثیت سے حامل معنیٰ تواتر ہے۔ جو کشف تکبر (روح الہٰی) اور تحمل کشف تکبرت متحقق ہوتا ہے اور فعالی حیثیت کے استقرار سے تسلسل حیثیت فعالیہ اور منفعلہ کا موجب ہے۔ جو نفس ملت میں شوکت کبریائی کا پیران مشترک ہے۔

ترشح کبر یعنی قرآن حکیم اور اس کی شرح سنت نبویؐ میں کافۃ الناس کو خطاب اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جاریہ کی وضاحت ہے۔ اور کمالات نبوت کے اجرائے مسلسل پر شہادت بینہ ہے۔ جو جملہ عہود و دھور میں الیٰ یوم القیامۃ عہد مقدس مصطفوی کی نیابت صحیحہ سے ایفائے مقصد بعثت ہے اور ملت اسلامیہ بہ تواتر شرف کبریائی پر دلیل ساطعہ ہے۔ جس سے شجاع ملت اسلامیہ تمام کائنات پر قوت اور عزت کا جائز استحقاق رکھتی ہے اور یہی وراثت شرف تکبر متخلف و متکبر عزوجل کی جانب سے اس کے لئے تشریف استخلاف فی الارض پر شہادت مستمرہ ہے۔

اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال)

.........فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ......الخ (فتح)

جب نفس ناطقہ انسانی میں ایفائے رجوع ذاتی اور تکمیل شعور سے بدفع موانع عدل متحقق ہو جاتا ہے۔ اور اسکی دافع موانع قوت غضبی اعتدال سے دفع موانع میں فطری حیثیت حاصل کرلیتی ہے۔ اور اس میں اکراہ نہیں رہتا۔ تو جزع و بطر جو جادۂ اعتدال نفس میں موانع مفرط ہیں۔ شدائد اور کامیابیوں کے رونما ہونے پر فکر و عمل میں نفس کی رفتار عدل کو متاثر نہیں کر سکتے۔ یہ ثبات کی حقیقت ہے۔ جو قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات عدل یعنی قرآن حکیم اور ذکر الٰہی پر ربط و مداومت

یا اس میں استغراق جاریہ سے استقرار و استمرار پاتی ہے۔ اور اسی دلیل سے مستلزم للہیت ہے۔ جو کشف، رُوحِ الٰہی اور رُوحِ بخاری کے تحمل کشف کی حجت ساطعہ سے حقیقتِ نفسِ انسانی ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ و جل حکم دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (انفال)

اے مومنین جب تمہیں کسی دشمن گروہ سے دو چار ہونے کا موقعہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو کثیر ممکن ہے تم فلاح پاؤ۔

اور ثبات اس شوکت سکون کو مستلزم ہے۔ جو اضطرابات سے دو چار ہونے پر نفس کی کیفیت اعتدال کا استقلال ہے۔ جو کوائف ثبات کی تشخیص سے اس کے حقائق فکر و عمل میں متحقق کر دیتا ہے۔ اور منازل جدوجہد کی مطابقت کے ساتھ فکر و عمل میں حقیقتِ اثبات کے تحقق کی وجہ اساسی ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا۔ (فتح)

تحقیق اللہ راضی ہوا مومنین سے جب کہ وہ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ پس اللہ نے جانا جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا۔ پس اُن پر سکون نازل کیا اور اُن کو فتح قریب عطا کی۔

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ (فتح)

جب کہ کفار نے اپنے دلوں میں عار اور ننگ جاہلیہ کو جگہ دی پس اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکون نازل فرمایا اور انہیں کلمۃ التقویٰ پر استقلال بخشا۔

مضمون آیات بالا اس حقیقت پر شہادت بینہ ہے کہ ثبات و سکون ملتِ اسلامیہ کے نفس فعال کے تصرف فعالیہ سے نفس ملت میں اس وقت متحقق ہو جاتا ہے۔ جب وہ شوکت استخلاف فی الارض کے ساتھ جائز واحد ملتِ اسلامیہ کو اوّل المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر جمع کر دیتا ہے۔

اور سکون کے ساتھ لزوم رضائے الٰہی اس حقیقت پر دلیل روشن ہے۔ کہ ثبات و سکون نورانی ترشح صمدیت ہے۔ جس پر متکبر عزّ و جل کے ترشحات میں نفس ناطقہ کا استغراق شاہد ہے

جو نفس انسانی میں کشف و تملّ روح متکرّر ہے۔ اور تصرف فعّالیہ کو مستلزم ہے اور مسلم شجاع کے نفس کو اضطرابات سے پاکیزگی اور تنزیہہ عطا کرتا ہے۔ یہ شوکت ثبات و سکون ہے۔ جو بہ دلیل ملّیت رجحانات کثافت سے پاک اور مقدس ہے اور اس علویت کو مستلزم ہے۔ جو فوائد و نقصانات کے تاثرات سے نفس ناطقہ کو کشف روح علوی کے تحمّل کی دلیل سے علیٰ وجہ قرار دیتی ہے۔ اور اس منور درجہ علیا سے دہن اور ضعف و استکانت اس کی عادل و ضع بہ الع قوت غضبی کی فطرت سے خارج ہوجاتا ہے۔ اور اس کے افکار اور اقوال و افعال میں ثبات و استقرار حاصل ہوجاتا ہے۔ جو الفائے تقاضا کے نقطۂ اعتدال پر استقامت بزرگ ہے۔

الحاصل صاحب ثبات و سکون ملّت اسلامیہ عادل الفائے تقاضائے فطرت نفس کی وجہ سے تمام ناجائز اجتماعات کو عدل فطرت کے روبرو جھکا لینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ جن کی فکری و قولی و عملی جدوجہد الفائے عنصریات میں اس شعور تاریک کے تداول کے ساتھ مصروف ہے۔ جس کا تقاضائے کشف دب چکا ہے اور بہیمیت کی تصغیر کے لئے صاحب ثبات و سکون ملّت اسلامیہ ہی فطرت نفس فرد و ملّت کے فیصلہ کی روشنی میں دلیل عدل اور وحدت اجتماع کے ساتھ قوت روح اجتماع یعنی شمشیر کے ذریعہ جائز اور فطری استحقاق رکھتی ہے۔ جس کے سامنے تمام کائنات انسانی نفس ناطقہ کے فیصلہ کی دلیل سے طوعاً یا کرہاً اس وقت ضرور جھک جاتی ہے۔ جب مزرع انسانی خلائف الارض کا حاصل و ثمر صاحب الفائے تقاضاہائے نفس فرد و ملّت استخلاف فی الارض اپنی شوکت قاہرہ کے ساتھ سطح ارض پر متمکن ہوجاتا ہے۔

قوّۃ

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (انفال)

نفس ناطقہ میں ارادۂ فطرت سے فکر صحیحہ کی بنیاد پر قوّتِ عملی یا ارادہ اور اس کی مبداء اعمال ہے قوّتِ عملی کی اساس پر قوّتِ تحریک اپنا تحریکی عمل انجام دیتی ہے۔ مگر اس میں قوت غضبی تمکین حد بالا رادہ اور ارادہ اور غضب و شہوت کی تعدیل میں فطری اور ارادی اور تحریکی حقیقت سے اس لیے دافع موانع ہے کہ روحِ بخاری روحِ علوی کیلئے حجاب ہے۔ پس فکر و ارادہ و عمل میں دفع موانع امتزاج لطافت و کثافت کی دلیل سے درجات فطری و ارادی و تحریکی کے ساتھ فطرت نفس کا تقاضا ہے۔ یہ تدریج ارتقا ہے۔ جو نفوس افراد و جماعت و دہور میں جاری و ساری ہے۔ اور متقاضئ عدل ہے۔ کیونکہ فطرت انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ جو اس تمام نظام کی وجہ اساسی ہے۔ پس نفس ناطقہ میں امر بالعدل نظام منزلی میں امر بالعدل، سیاست بدن میں امر بالعدل اور سیاست بین الدول میں نفوذ اعتدال تا آنکہ جائز واحد ملت عادل میں تمام عالم کا اجتماع امر بالعدل کی ارتقائی صورتیں ہیں۔ جو تدریجی حیثیتوں سے مستلزم دفع موانع ہیں۔ اور چونکہ فطرت نفس اجتماع ملّی اور اس میں وحدت و فردیت کی متقاضی ہے۔ جو ملّتِ وسط کی وسعت میں تمام عالم کا اجتماع ہے۔ اس لیے سلوک جادۂ اجتماع ملّی دفع موانع کی تدریجی اور ارتقائی حیثیتوں سے اور اجتماعِ افراد کے ساتھ لزوم اسباب کی دلیل سے دافع موانع اسباب کو مستلزم ہے۔ جو حیات و موت انسانی پر متناعی قدرت کی دلیل سے تلوار اور اس کے اسباب معاون ہیں۔ اور تدریج ارتقاء ان اسباب کے تہیّا کو اس فضیلت شجاعت کی بحیثیت متاع ارتقائی درجہ قرار دیتا ہے۔ جو نفس فرد میں اس کے جادۂ عدل سے دافع موانع ہے۔ کیونکہ شمشیر[2] باس شدید کے ساتھ ملّتِ اسلامیہ کے شجاع دست عسکری کے ذریعہ فرد و ملّت کی اساسی و تعمیری یا ارتقائی نسبت کی دلیل سے تمام مفرط موانع کو جائز واحد ملّتِ وسط کے جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتی ہے۔

---

[1] عنوان تدریج ارتقاء و مطالعہ فرمائیں۔ [2] عنوان ترکیب عسکری مطالعہ فرمایا جائے۔ [3] وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ (حدید)

اور چونکہ اجتماع اسباب انفرادی و منزلی و مدنی اور بین الدول وسائل سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی فطرتِ اجتماع تمام کائنات میں تمکینِ عدل کی متقاضی ہے۔ جو فطرتِ نظم کائنات ہے۔ اور اس پر نفس ناطقہ کی تشخیص شاہد ہے۔ جو جامع جملہ حقائق علوی و عنصری ہے اور اسی دلیل سے تمام کائنات اس کے لئے[1] مسخر ہے اور اسی کا ماحول ہے۔ اور متقاضی عدل ہے۔ اور تحقق عدل سے کمال حاصل کرتا ہے۔ اور عادل وحدت اجتماع اسی کے تقاضا کی ایفا ہے۔

پس مسلم شجاع دافع موانع عادل قوّتِ غضبی یعنی شجاعت کے ساتھ کہ صرف وہی دلیل عدل سے قبضۂ شمشیر کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ اتحاد شمشیر سے اپنی ہیبت قاہرہ کے ذریعہ ملک کے داخلی استحکام میں استمرار پائندہ کے ساتھ جادۂ اجتماع ملّی سے تمام مفرطہ موانع کو ہٹا دیتا ہے۔ گویا شجاعت اور شمشیر لازم و ملزوم ہیں۔ اور شمشیر کی حیثیت تمام اسباب معادن کے اجتماع سے تحقق پاتی ہے۔ آیات ذیل کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے۔

...... وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَأْسٌ شَدِیْدٌ ...... الخ (حدید)	اور ہم نے لوہا نازل کیا۔ جس میں شدید کارزار ہے۔
وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ (انفال)	اور اُن کے لئے تم سے جو ہو سکے یعنی زور و قوّت اور گھوڑے باندھنا تیار رکھو کہ اس سے دوسروں کو جنہیں تم نہیں جانتے۔ اللہ جانتا ہے۔ مرعوب کرو۔

گویا شجاعت نفس ناطقہ میں استعدادِ راسخ ہے اور اس حجّتِ قاطع سے کہ تمام کائنات انسانی کی وحدتِ اصل وحدت اجتماع کے لئے فیصل ناطق ہے۔ اور امّتِ وسط بدلیل عدل نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اس لئے صرف وہی جائز واحد اجتماع ہے۔ اور حیات عنصری جو رُوحِ الٰہی کا محل ہے۔ مستلزم اسباب عنصری ہے۔ جو انفرادی اور منزلی اور جماعتی اتحاد سے اجتماع پاتے ہیں۔ اس لئے اجتماع ملّی اجتماع اسباب کے ساتھ اُن مفرط کثافتی موانع کو ہٹا دینے سے متحقق ہو سکتا ہے۔ جو عنصری حوائج کی ایفاء میں مفرط ہیں۔ اور فرط فطری سے اعتدال ایفائے تقاضائے عنصری و علوی میں سنگِ راہ ہیں۔ اور یہ دافع موانع اسباب یعنی شمشیر اور اس کے

---

[1] وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ (حاشیہ)

اسباب معادن کے لئے ملّتِ اسلامیہ کی شجاعت انفرادی و ملّی سے جو فعّالی و انفعالی تعلّق سے متحقق ہوتی ہے۔ لزوم اتحاد پر حجّت قاطع ہے۔ پس فطرت نفس تقاضائے فردیت اجتماع اور اسباب و اجتماع ملّی کے باہم لزوم سے جائز واحد ملّتِ اسلامیہ کے حق میں اس کی شجاعت انفرادی و ملّی کی دلیل سے جو للّٰہیت کاملہ ہے۔ اور تکمیل فطرتِ نفس ہے۔ شمشیر اور اس کے اسباب معادن کے حصر استطاعی کے لئے فیصل ناطق ہے۔

حکم

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء)

عادل مستدرج قوّت غضبی کے دافع موانع عمل سے جو نفس ناطقہ کے ہر چہار قوی میں جاری و ساری ہے۔ مرجع فطری عزّوجل کی طرف فطری رجوع نفس کے ایفاء اور کشف شعور کے تحقق پر فعّالی و انفعالی تصرف و قبول کے ساتھ مُسلم شجاع کے نفس ناطقہ میں حکمت متحقق ہو جاتی ہے۔ جو نور کتاب ہے اور علم ہے۔ [1] وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اسی حقیقت پر شہادت زبانی ہے۔ اور علم استعداد استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ مستخلف [2] عزّوجل اپنی ذات کے علم سے اپنی فردیت الوہیت پر شہادت کے ساتھ قائم بالقسط ہے۔ اور علیم و حکیم ہے۔ اور یہی علم ذات الٰہی یا رؤیت نور [3] الٰہی اولوالعلم کا مایۂ علمی ہے۔ اور علم ملکوت کو مستلزم ہے [4] وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اسی شوکت عظمیٰ کا بیان روشن ہے۔ پس علم مقدمات علوی و عنصری اس حکم کی استعداد ہے۔ جو امر بالا ارادہ مستخلف عزّوجل

---

[1] اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے (جمعہ) [2] شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) [3] نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (نور)
[4] اور اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے۔

کی نیابت قاہرہ ہے۔ اور یہی اساس علمی پر شوکت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور خاصئہ استخلاف فی الارض ہے۔ اور سطوتِ فعالیہ ہے۔ جو نفس فرد و ملت سے حسی موانع مفرط کو ہر گونہ تصرف سے ہٹا دیتی ہے آیۂ ذیل میں خلافتِ الٰہیہ کے اسی حکم بالعلم کی عظمت قاہرہ جلوہ فگن ہے۔

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء) ہم نے دونوں (داؤد و سلیمان) کو حکم اور علم عطا کیا۔

پس یہ حکم بالعلم بمطابق فرمان ربانی نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[1] احکم الحاکمین اور حکیم و علیم مستخلف عزّ و جل کے انوار جلالیہ کا پرتو ہے۔ اور اس کے ساتھ نورانی معیّت و جلنیت کے تحقق سے شہادتِ الٰہی یا شہود ربانی کو مستلزم ہے۔ جو اس کی نیابت پر دلیل قاطعہ ہے۔ اور خلیفۃ اللہ کے حکم بالعلم کو امر بالارادۂ الٰہی کا قائم مقام قرار دیتا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ (انبیاء) اور داؤد اور سلیمان جب کھیت میں حکم کر رہے تھے۔ جبکہ قوم کی بکریاں اس میں چر چکی تھی اور ہم اُن کے حکم پر شاہد تھے۔

مستخلف عزّ و جل قائم بالقسط ہے۔ اور خلیفۂ شجاع اس کے ترشح عدل یعنی کتاب مجید میں استغراق اور میزان العدل میں استقامت قسطاس سے نفس ناطقہ میں اعتدال کو متحقق کرتا ہوا قائم بالقسط ہو جاتا ہے۔ پس وہ اپنے عدل نفس کی دلیل سے جو کمال علم ہے۔ کیونکہ قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ و جل علیم و حکیم ہے۔ منزل و مدن میں اور بین الدول میں حکم بالعلم کا شہادت شجاعت کے ساتھ جائز استحقاق رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ نفاذ حکم اور تصرف فعالیہ کی قدرت ہے۔ اور نقطۂ عدل پر استقلال و استقرار نفس کا ملکۂ راسخہ ہے۔ پس وہ تدریجی ارتقاء کے ساتھ جو نفس ناطقۂ انسانی اور اساس نفس پر استوار اور اس کے لئے مسخر تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اپنے نفس پر بدفع موانع امر بالعدل سے حکم بالعلم کا استحقاق پیدا کرتا ہوا منزل و مدن کو داخلی اور خارجی موانع سے پاک کر دیتا ہے۔ اور عدل کی بنیادوں پر مستحکم کر دیتا ہے۔ تا آنکہ تمام کائناتِ انسانی کو فطرتِ نفس کے فیصلہ سے عدل کے روبرو جھکا دیتا ہے۔ گویا

---

[1] نور علی نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔

وہ تدریجی ارتقاء کے ساتھ تدریجی حیثیت سے نفاذ عدل کا مقدس فرض بے ضعف و دہن
اپنی ہر حیثیت حاضرہ کے ساتھ برق آسا انجام دیتا ہے۔ الحاصل وہ حکم بالعلم سے جو متخلف عزو
جل کے علم و حکم کی نیابتِ قاہرہ ہے۔ اور بدلیل دفع موانع اِس نعالیہ شجاعت
نفسی و متاعی کے ساتھ لزوم رکھتی ہے جو قوی و عزیز عزّوجل کی قوّت و عزّت کا پرتو جلال ہے۔
روئے ارض پر قاہر و غالب ہو جاتا ہے۔

حلم

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝[1] (ہود)

عادل متدرج قوّتِ غضبی کے معتدل دفع موانع سے جب نفسِ ناطقہ میں شجاعت متحقق ہو
جاتی ہے جو اس دلیل سے کہ ارض مظہر صفتِ جلال ہے۔ کیونکہ محل شوکتِ حکم ہے۔ اور نفس
انسانی میں قوّتِ غضبی اس کی معتدل ترکیب سے متحقق ہوتی ہے۔ اس قوی و عزیز ذوالجلال
والاکرام کا پرتو جلال ہے۔ وہ عزّوجل اپنی ذات میں نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے ابدائے انوار جلال
جملہ صفات الٰہیہ کے تجلّی کو مستلزم ہیں۔ گویا نفسِ ناطقہ میں تجلّیٔ قوّت و عزت و جلال الٰہی دلیل
لامتناہی وسعت نور سے حلیم[2] عزّوجل کے پرتوِ حلم کو مستلزم ہے۔ اور اپنی حیثیت واسعہ میں شوکت
غالبہ کی حجّت روشن سے جو استعداد قدرت حکم محیطۂ ارض ہے۔ دلیل وسعت سے علم یا وسعت
حوصلہ کو جو جامع عفو اور لطف و مغفرت و رفق وغیرہ ہے۔ لازم قرار دیتی ہے۔ پس مسلم شجاع کو
تعدیل غضب کی دلیل واسعہ سے قوّتِ غضبی ہرگز مغلوب نہیں کر سکتی اور ناسازگار حالات و
واقعات سے فرطِ غضب اس کی قوّتِ غضبی کے نقطۂ عادل پر ہرگز مؤثر نہیں ہو سکتا چنانچہ انفرادی
حقوق کی دلیل ملک سے حلم کے ساتھ انفرادی عفو و درگزر اسی اعتدال غضب پر حجّت روشن ہے

---

[1] بیشک ابراہیم بردبار، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ [2] اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (آل عمران)

اور اس حقیقت کی موضح ہے۔ کہ مسلم شجاع قوتِ غضبی پر قدرت عادلہ سے حلیم وعفوٌ ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے یہ حلم وعفو بنی نوع کے نفوس میں اپنی شوکت عدل کے ساتھ اثر کرتی ہے۔ گویا مسلم شجاع کی سطوت فعالیہ کے تصرف عادل کے لئے اندیشہ ناک حالات میں فاتحۃ الابواب ہے۔ اور نفوس انسانی کی استعدادِ انفعالیہ یا اس کے جادۂ قبول عدل سے دافع موانع مفرطہ[1] حیسہ ہے۔ ضد و عدل ہیں۔ اور محلّ عفو ہیں۔ یہ فرمان ربانی اسی حقیقت عظمٰی پر شہادت ہے۔

........وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ — اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف

عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران) — کر دینے والے اور اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے

اللہ عزّوجل کی طرف سے محبت کا ظہور اس عزّوجل کے ساتھ نورانی جنسیت پر دلیل منوّر ہے اور نور قوتِ فعالیہ ہے۔ کیونکہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ عزّوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور عفوٌ حلیم ہے۔ اور عفو بالحلم ابدلئے نور سے نورانی جنسیت الٰہی ہے اور وہ عزّوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ گویا عفوٌ بالحلم اہتمام تمکین عدل ہے۔ اور اعتدال غضب کا فعل مؤثر ہے۔ پس حدود وقتال اور بنا بر ملک و غیر ملکِ حقوق اور مطابق مصالح ملّی عفو و قصاص دلیل عدل سے جو للّٰہیت کاملہ ہے۔ اور فطرتِ نفس کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے۔ نتائج حلم کے ساتھ متحدٌ الحقیقت ہیں۔ کیونکہ یہ تمام اہتمام اساس عدل پر استوار اس نفس ناطقۂ انسانی کے تقاضائے عادل کی ایفا ہے۔ جو اساس ملّی ہے۔ اور اسی دلیل سے حیاتِ انسانی کی حفظ و بقا کا آئینہ دار ہے۔

الحاصل مسلم شجاع وسعت حلم سے[2] شوکتِ عدل کی اثر انگیزی کے ساتھ بنی نوع پر مظاہرۂ عدل انہیں عدل کی طرف متوجہ کرتا ہوا بحیثیت محسن جلال قوت و عزت کے ساتھ جو اساس علم ہے۔ آیئن عدل کو سطح ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔ اور امام ملتِ حنیفہ ابراہیمؑ حلیم کی فاتحۃ التصرف سنت حلم سے بنی نوع کا حق فطری جو اس کے نفس فعال کا فطری فعل ہے۔ اوّل المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں ادا کرتا ہے۔ اور اپنی وسعت فطرت کی حقیقت کو مبرہن کر دیتا ہے۔ جو تمام بنی نوع انسانی پر افضیلت اور کائنات انسانی کو احاطہ کر لینے کے استحقاق جائز پر دلیل قاطع ہے۔

---

[1] غلطی کرنے والے کی غلطی اور اس کے تاثرات [2] اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (توبہ) [3] آیات مرقومہ بر صفحہ ۱۲۰ عنوان حکمت میں مطالعہ فرمائیں۔

تواضع

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا ط (بقرہ)

نفسِ ناطقہ میں عدل غضب جب متحقق ہو جاتا ہے۔ تو قوتِ غضبی استقامت قسطاس کی دلیل مستحکم سے غضب انگیز یا مفرط محرکات کے سبب حسن قول کے محور عدل کے گرد جو متقاضیٔ صحت وزن ہے۔ اور ایفائے تقاضائے حسن تقویم یا ترکیب معتدل (حامل روح بخاری وعلوی) کا ترشح ہے۔ اس دلیل ساطع کے ساتھ صحت تداور میں متزلزل نہیں ہوتی۔ کہ متکلم کا ترشح ذاتی اس کا کلام ہے۔ پس جب نفس ناطقہ میں عدل متحقق ہو جاتا ہے۔ جو حسن تقویم یا اساس عدل پر استوار نفسِ ناطقہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ تو مفرطات غضبیہ، بے رُخی۔ گفتار و رفتار میں اتراہٹ اور غرور، طعن بُرے القابات اور نامناسب طرز خطاب وغیرہ سے عادل فطرت نفس تقدس وطہور پالیتی ہے اور قول حسن اس دلیل سے کہ حسن عدل ہے۔ کیونکہ نفس احسن التقویم کے تقاضاؤں کی ایفائے راست ہی حسن ہو سکتی ہے۔ جو اس کا عدل ہے۔ اس کی فطرت عادلہ قرار پاتا ہے۔ یہی آیاتِ ذیل سے مقصود ہے۔ جو تواضع کی شوکت عدلیہ کا مظہر ہے۔

وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط (بنی اسرائیل) — میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ بات کریں جو اچھی ہو۔ (معتدل یا مناسب حال جو مفرطات غضبیہ سے پاک ہو)

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا ط — لوگوں سے گفتگو کرو اچھی

یعنی قرآن حکیم کی نورانی معنویت کے ساتھ نفس کی نورانی حقیقت کے اتحاد سے حکم ربانی کے ساتھ اس کی نورانی فطرتِ نفس متحد الحقیقت ہے۔ جو دلیل کشف وتحمل سے اس کے تقاضاؤں کا ایفائے راست ہے اور اس کا عدل ہے۔ اور عدل نفس یعنی کشف وتحمل تدریج ارتقار اور اس دلیل سے کہ دفع موانع

نفس ناطقہ کے ارادۂ فطرت سے فکر صحیحہ کی تمکین کو اور اس ارادہ کو جو مبدا اعمال ہے اور قوت تحریک کو انکے اعتدال کیلئے مستلزم ہے اور دفع

حیثیت فعالیہ کو فطرتِ ارتقائیہ قرار دیتا ہے۔ جو نفوس منفعل میں تصرف سے کثیف دتحمل کے تحقق پر حیثیت فعالیہ کا اجرائے مسلسل ہے۔ جو تمام ملت اسلامیہ کو نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم پر جمع کر دیتی ہے۔ اور تمام ملت میں اس تعلق کے سیران مشترک کی دلیل سے جو فعالی و انفعالی حیثیت سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اتحاد فکری و عملی و متاعی کو مستلزم ہے۔ اساس عدل پر استوار نفس انسانی کو مکمل کرتی ہوئی اس کے ترشحات حسن کے ساتھ نفوس ملت میں باہم جنسیت عدل کے تحقق سے اس وحدت کو مستلزم ہے۔ جو ہر گونہ کوائف و حالات اجتماعی کو اجساد کثیرہ میں ارواح متحدہ مشترکہ کے لئے تصرف فعالیہ کی شہادت کے ساتھ جو موجب اجتماع ملی ہے۔ یکساں طور پر مرتب کرتی ہے۔ اور یہی قرآن حکیم کے فرمان ذیل کے ساتھ ملت اسلامیہ کے نفس فعال اور نفس ملت کا اتحاد حقیقت ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (حجر) اور اپنا بازو مومنین کے لئے جھکا دے۔

جو مفرط محرکات غضبیہ سے نفس فعال کو مطہر قرار دیتا ہے۔ اور وہ نفس فعال دلیل انفعال نفس ملت سے ملت میں اسی قدس و طہر کو جاری کر دیتا ہے۔ جس سے وہ خود سرفراز و بلند ہے۔ اور اس کا اجراء اس کا فطری فعل ہے۔ علیٰ ہذا یہ قدس و طہر نتائج فرط غضب یعنی ظلم و انظلام سے نفس ملت کے جادۂ اعتدال کو پاک اور بے روک کر دیتا ہے۔ اور تمام دافع موانع دستوری جزئیات عدل کا جامع ہے۔

یہی تواضع کی حقیقت ہے۔ جو ملی وسعت سیران تعلق کی دلیل سے جائز واحد اجتماع یعنی ملت وسط میں جو اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کی وحدت اصل کا تقاضا ہے۔ تمام کائنات انسانی کو احاطہ کر لینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ اور حجاب حسیات کثیف سے نفس انسانی کو دلیل نور سے بلند اور مطہر قرار دیتی ہے (چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بزرگ ہے۔ کہ جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ اسے بلند کر دیتا ہے)

اور اس وقت سطح ارض پر متمکن ہو جاتی ہے۔ جب قاہر و غالب متخلف عز و جل جس کی شوکت حکم سموٰت اور ارض کو محیط ہے۔ سطح ارض پر سلطان استخلاف فی الارض کی تمکین مقدر فرما دیتا ہے۔ جو اس مزرع انسانی خلائف الارض کا حاصل و ثمر ہے۔ جس کے لئے تمام نظام کائنات ارضی و سماوی مسخر ہے۔ اور وہ اپنے پُر شوکت و شجاعت عہد میں اوّل المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر تصرف فعالیہ کے ذریعہ تعلق وحدت

کے سیران مشترک سے جامع ملتِ اسلامیہ ہے۔

رحم

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (فتح)

شجاعت قوّتِ غضبی کا محور عدل ہے۔ جو صحت وزن کو مستلزم ہے۔ جس کے گرد وہ اعمال شجاعت کے تدادر کو صحتِ وزن کے ساتھ قائم رکھتی ہے۔ گویا عدل غضب وزن نفس میں استقامت قسطاس ہے۔ جو ظلم (بے رحمی) اور انظلام (قبول ظلم) سے قوّتِ غضبیہ کو بچالیتی ہے۔ اسی مقدس کیفیت کا نام رحم ہے۔ جو قوّتِ غضبی کی دلیل ارضیت سے مظہر صفت رحم جلال رحمٰن ورحیم ہے۔ جو دافع ظلم و بے رحمی ہے۔ اور بنی نوع کے لئے متمنّی و طالب ہر گونہ صلاح و فلاح ہے۔ اور اس سے ملتِ اسلامیہ کا نفس فعال بدلیل کشف و تحمل جو قوت فعالیہ ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ میں منفعلاً سیرانِ مشترک کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اور موجب تواتر حیثیت فدالیہ ہے۔ کیونکہ کشف و تحمل کو نفس ملت میں متحقق کرتی ہے۔ شہادت ربانی[1] بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ سے رحیم شجاع ہے۔ اور ملت اسلامیہ انفعالی سیرانِ مشترک کی دلیل سے شہادت ربانی رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کے ساتھ باہم سیرانِ رحم سے وحدتِ ملّی کی مظاہرہ ہے۔

اور چونکہ کائنات انسانی بدلیلِ وحدتِ اصل وحدتِ اجتماع کی متقاضی ہے۔ جس پر تدریج ارتقاء شاہد ہے۔ اور نفسِ انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ جو اس میں امتزاج لطافت و کثافت ہے۔

---

[1] لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ) (تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔ تمہاری تکلیف اس پر شاق گذرتی ہے۔ اور تم پر وہ بہت راغب ہے اور مسلمانوں پر بہت شفیق اور رحیم ہے[2] وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (فتح) جو آپ کے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ وہ کفار پر سخت ہیں۔ اور آپس میں رحیم ہیں۔

اور وہ متقاضی کشف و تحمل یا عدل ہے۔ اور دستور عدل اور میزان العدل کی حامل صرف اُمّتِ وسط یا ملّتِ اسلامیہ ہے۔ اور ملّت اجتماع افراد کو مستلزم ہے۔ جو دفع موانع سے متحقق ہوتی ہے۔ اور متاعِ حیثیت کے ساتھ دافع موانع قوتِ شمشیر ہے۔ پس شجاع ملّتِ اسلامیہ بدلیل کشف و تحمل جو تبسّم شمشیر کا جائز استحقاق ہے۔ کیونکہ متاع، نفس انسانی کے لئے مسخر ہے۔ اور مسخراتِ فطرت انسانی کا جائز حق محافظ فطرت کو پہنچتا ہے۔ قوتِ شمشیر کے ذریعہ کائناتِ انسانی میں نفاذ عدل کے بیادۂ مستقیم کو پاک اور بے مدرک کر دینے کا جائز حق رکھتی ہے اور یہ بنی نوع کے نفوس پر اسکا رحم ہے جو اس حدیث نبوی صلعم سے مقصود ہے۔

لا یؤمن احدکم حتیٰ یحب للناس ما یحب لنفسہٖ (مسند احمد)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں۔ (یعنی حق ایمان کو ادا نہیں کرتا) جب تک وہ بنی نوع کے لئے اس امر کو پسند نہ کرے جسے وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اور اس حقیقت پر یہ شہادت قاہرہ ہے۔ کہ شجاع ملّتِ اسلامیہ میں حیثیتِ فعالیہ کے تواتر و تسلسل کی دلیل سے دستِ نبوی جو دستِ الٰہی ہے۔ جملہ عہود و دہور میں الیٰ یوم القیامہ کافۃ الناس کو اسی رحم فعال کے ساتھ آتش فرط سے بچانے میں مصروف ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث نبوی اسی حقیقتِ عظمیٰ کی وضاحت ہے۔

مثلی کمثل رجل استوقد نارًا فلما اضاءت ما حولھا جعل الفراش وھذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا وجعل یحجبھن و یغلبنہٗ فیقتحمن فانا اخذ بحجزکم عن النار وانتم تقتحمون (بخاری)

میری مثال اس شخص کی ہے۔ جس نے آگ جلائی جب آگ نے اپنے اردگرد کی چیزوں کو روشن کیا۔ تو پروانے اور جانور جو آگ میں گرا کرتے ہیں۔ اس میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا۔ اور وہ اس پر غالب آجاتے ہیں۔ پھر گھستے ہیں۔ پس اسی طرح میں تم کو دوزخ سے روکتا ہوں اور تم اسمیں گھستے چلے جاتے ہو۔

فلعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم (کہف)

پس شاید کہ تو اپنے نفس کو ان کے پیچھے ہلاک کرنے والا ہے۔

۱؎ اے ہمارے پروردگار تو نے ہر چیز کو ... رو شے رحمت و علم۔ (مومن)

اسی جاریہ رحم مصطفوی پر شہادت ربانی ہے۔ گویا نزول کتاب اور میزان العدل اور نزول شمشیر رحمٰن ورحیم قائمٌ بالقسط متخلف عزوجل کی اس صفت رحم کے مظاہر جلیلہ ہیں۔ جو بمطابق رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْئٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْماً تمام ملکوت ارضی وسماوی کو محیط ہے۔ جو اس عزوجل کا قسط یا عدل ہے کیونکہ رحم اپنی ذات میں (بحیثیت دافع ظلم) عدل ہے۔

اور جامع روح الٰہی اور حقائق ملکوتیہ نفس انسانی کے لئے قائمٌ بالقسط عزوجل کی محیطۂ عالم صفت وسعت رحم سے اتصاف کا کتاب ومیزان وشمشیر سے بدلیل کشف وتحمل نفس اور بدفع موانع ظاہرہ ملت اسلامیہ کا نفس فعال محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحدت رسالت کے ساتھ ذریعہ وواسطہ ہے۔ اور اس دلیل کے ساتھ کہ تمام کائنات انسانی کا نسلی مرجع انسان اول ہے۔ جس کی حیثیت فصل میں اس کی زوجۂ مطہرہ کا وجود گم ہے۔ اور کثافت ارضی کا جو تمام کائنات انسانی میں مشترک ہے۔ خالق وہی متخلف واحد عزوجل ہے۔ جس کی طرف سے تمام کائنات انسانی میں ارواح بخاری پر ارواح علوی ودلیعت ہیں۔ فطرت انسانی فیصل ناطق ہے۔ کہ کائنات انسانی کو اس فردیت رسالت کی وحدیت میں متحداً جمع ہو جانا چاہیئے۔ جو اُن کے مرجع فطری عزوجل کی وسعت رحمت محیطۂ عالم کی اولاً بالفردیت کائنات انسانی کی وحدت اصل کی دلائل کے ساتھ علم بردار ہے۔ پس وہ تمام عالم کے لئے فیصل بالحق ہے۔ کہ اسے اس جائز واحد اجتماع میں جمع ہو جانا چاہیئے۔ جو اس ذات رسالت پر مجتمع ہے۔ اور قائمٌ بالقسط عزوجل کی صفت عدل یا وسعت رحم سے اتصاف کا ذریعہ ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ یہ فطرت انسانی کا اس دلیل کے ساتھ فیصلہ ہے۔ جس کے سامنے تمام کائنات انسانی کو سر دعہد میں اپنی گردن جھکا دینی چاہیئے۔ کہ وہ وسیع رحیم قوت فعالیہ اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف نفس فعال سے تواتر وتسلسل کے ساتھ الٰی یَوْمُ الْقِیٰمَۃ ملت اسلامیہ میں اس کیفیت کے ساتھ جاری ہے۔ کہ تصرف فعال منکشف رُوح الٰہی کا کہ رُوح بخاری اس کا متحمل ہے۔ خاصہ ہے۔ اور ان نفوس میں فطرتاً نفوذ کرتا ہے۔ جو اس کے ساتھ علوی وعنصری حیثیت سے متحد ہیں۔ اور ان کو منکشف ومتحمل کر دیتا ہے۔ بحالیکہ تمام نفوس انسانی جامع ارواح بخاری وعلوی ہیں۔ اور یہ جامعیت ہی اتحاد علوی وعنصری کو متحقق کرتی ہے۔ پس ملت اسلامیہ تمام عالم کو اپنی وسعت رحمت میں احاطہ کر لینے کا جائز حق رکھتی ہے۔ اور یہی وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ کا مدعا ومقصود ہے۔ اور یہی فردیت رسالت پر اس سے اتصال جملہ عہود ودہور کے ساتھ

دلیل قاطع ہے ۔ اور یہی ملّتِ اسلامیہ میں تمکین استخلاف فی الارض پر شہادت مستمرہ ہے ۔ کہ وہ اپنے عہدِ غالب میں اسی وحدتِ اصل اور وحدتِ مرجع فطرت کی شہادت[1] کیساتھ توحیدِ مستخلف کی دلیل سے فردیّت و وحدت یعنی نیابت فردیّت الوہیت سے مایہ دار ہے اور اس وقت سطح ارض پر متمکن ہو جاتی ہے جب مستخلف عزّ وجل کائناتِ انسانی کی قابلِ رحم اختلاطی کیفیت کے تقاضا سے اپنی وسعت رحمتِ محیطۂ عالم کو حاصلِ خلائف الارض مزرع انسانی منفرد واحد استخلاف فی الارض کی صورت میں متشکل کر دیتا ہے ۔ جو اس دلیل سے کہ تمام نظام کائنات ارضی و سماوی نفس انسانی کے لئے مسخر ہے تمام ملکوت کو محیط ہے ۔ اور اس کی تمکین دفع ظلم سے جو نقطہ عدل غضب یعنی رحم سے فراہم متحقق ہوتی ہے ۔ اور ان دلائل سے کہ ظلم نقیض و ضدِ عدل ہے ۔ جو اس حقیقت پر شہادت ہے کہ جملہ موانع راہ عدل ظلم ہیں اور ہر چہار قویٰ کی تعدیل جو اساس اعتدال نظام منزلی و مدنی ہے ۔ دفع موانع کو مستلزم ہے ۔ دفعِ موانع یا عدلِ غضب یعنی رحم عدل و قسط ہے ۔ وارث و سیع و رحیم قوتِ فعالیہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۂ شجاعِ قائم بالقسط عزّ وجل کے ترشحاتِ عدل یعنی کتاب اور میزان العدل اور شمشیر کے ذریعہ جو قیام بالقسط پر استوار فطرتِ انسانی کے فیصلہ سے کہ وہ مستلزم اسباب اور وحدت اجتماع ہے اور بحیثیت اسباب شمشیر کا حق عدل یا رحم کو پہنچتا ہے ۔ جزئیات رحم کی استقصائے کامل سے یعنی اجرائے حدود و قصاص سے کہ وہ بدلیل عدل موجب حیاتِ انسانی ہیں ۔ جو اساس عدل پر استوار ہے اور اسی دلیل سے تقاضائے رحم ہے ۔ اور مفرطات غضبیہ سے پاک چھوٹوں بڑوں کے ساتھ مناسب حال رحیمانہ سلوک سے اور بین الدول حالات میں جہاد دافع ظلم سے اور ضعیفوں اور عورتوں، بچوں، مسافروں، قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور رحم سے اور قتل حق میں طریق قتال میں رحم سے حتیٰ کہ عام حالات میں ذبیحہ جانوروں کے طریق ذبح میں رحم سے اور ہر قسم کے جانوروں کے ساتھ عام سلوک میں رحم وغیرہ وغیرہ سے جو مظاہر عدل غضب ہیں ۔ محیطۂ عالم وسعت رحم سے جو وسعت رحمتِ الٰہی کا پرتو جلال ہے ۔ جس پر اس کے نفس ناطقہ میں رُوحِ الٰہی کا کشف اور تحمل کشف جو استعداد استخلاف فی الارض ہے ۔ سلطان استخلاف کے ساتھ شاہد ہے ۔ ملّت کے داخلی استحکام کو موانع ظلمیہ سے پاک کرتا ہوا دیکھو نکہ افرادِ ملّت میں تمکین عدل بتقاضائے تدریج ارتقاء اوقات مستدرجہ کے ساتھ متحقق ہوتی ہے ۔ اور نزد ابتداء سے تعدیل نفس تک کی جملہ ارتقائی حیثیتوں میں سے ہر حیثیت کے ساتھ اساس ملّت ہے اور یہ خطرہ ہے جو انسداد چاہتا ہے ، سطح ارض پر کائنات انسانی میں نفاذ عدل کے جادۂ مستقیم

[1] ترتیب عسکری حزب ص ۲۹ [illegible]

کو جو جائز واحد ملت وسط کا جادۂ اجتماع ہے۔ کہ وہ تمام روئے عالم کو فطرت انسانی کے فیصلہ سے احاطہ کرلینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ فردیت سلطان استخلاف کے ساتھ جو تقاضائے فطرت کائنات انسانی ہے۔ موانع فرط و ظلم سے پاک کردیتا ہے۔ الحاصل قوتِ قاہرہ دافع ظلم سے جو اس کی محیطۂ عالم وسعتِ رحم ہے۔ قصر خلافت کو بنیادِ مستحکم پر شدید کردیتا ہے۔

محمد سعید

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدًا (بخاری)
تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی۔

صرف عفیف ملّتِ اسلامیہ کا دامن پناہ امن ہے۔ اس لئے سطحِ ارض پر مسندِ سیادت کا صرف اُسے ہی جائز حق پہنچتا ہے۔

محمّد سعید

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوَاتِ... قُلْ اَؤُنَبِّئُکُمْ (آلِ عمران)

بے شک نفسِ ناطقہ میں شجاعت دافعِ موانع شوکتِ قاہرہ کا تحقق ہے۔ جو نفسِ ناطقہ اور کائناتِ انسانی کے جادۂ اعتدال سے موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ مگر فطری لگاؤ کے ساتھ جلوۂ عدل کے اس تحمل کی استعداد جو دفعِ موانع سے متحقق ہوتی ہے۔ قوتِ تحریک کی دُوسری قسم قوت شہوی ہے۔ اللہ عزّ و جل کے دستِ قدرت و خلق نے ترکیب عناصر سے بطور نتیجہ نفسِ انسانی میں بخار لطیف یا رُوحِ بخاری خلق فرمائی۔ جو اس عزّ و جل کی طرف عنصری طلب کو اور ارضی شہوات کے ایفاء کو بدفعِ موانع متحقق کرتی ہے۔ اور عناصر کی ترکیب میں کمال تحسین یا اعتدال اس علیّ الکبیر عزّ و جل کی صفت قیام بالقسط یا عدل کا تصرّف ہے۔ اور اس طلب و ایفا میں تعدیل کو اس کیفیت کے ساتھ کہ

تقاضا اور اس کا ایفا اس حیثیت سے کہ نفسِ انسانی کے جملہ تقاضاؤں کی ایفاءِ فطرتِ عدل ہے۔ فطرت تکمیل قرار دیتا ہے۔ کیونکہ نفسِ ناطقہ میں تمکین فکرِ صحیحہ اور اس کا کشف ادراک و تحریک کی مجموعی جدوجہد میں فکر و عمل کے عدل کو مستلزم ہے۔ جو لطافت و کثافت میں کشف و تحمل یا حقیقتِ اعتدالیہ کو جلوہ گر کرنے کا ذریعہ ہے۔

زمین چونکہ اس نورٌ علیٰ نور کے نورانی دستِ قوت سے مخلوق ہے۔ اس لئے نفس انسانی میں اس عزّوجل کے دست قائمٌ بالقسط کے ساتھ ترکیبی تعلق کی نسبت سے اس میں وہ استعداد بالیقین ضرور موجود ہے۔ جو اس عزّوجل کی رُوح یعنی حقیقتِ علوی کی متحمل ہو سکے۔ تاکہ کثافت اعتدالی جنسیت کے ساتھ موجب تحمل اعتدال ہو۔

یعنی اس نورٌ علیٰ نور قادرِ ذوالجلال نے اپنے قائمٌ بالقسط دستِ قدرت سے انسان میں عناصر کی اس کمال اعتدال سے تقویم[1] احسن فرمائی۔ جو اس کے قیام بالقسط کا احسن ترین تخلیقی تصرّف ہے۔ پس اس نورٌ علیٰ نور سے خلقی نسبت کے ساتھ تقویم عناصر میں کمال تحسین کی دلیل سے اس قائمٌ بالقسط عزّوجل نے نفس انسانی میں رُوحِ بخاری سے اپنی رُوح[2] متعلق فرمائی۔ گویا وہ ترکیب عنصری میں کمال اعتدال کا لابدی استحقاق ہے۔ تاکہ نفسِ انسانی حقائق علوی و ارضی کی ترکیب یا تقویم[3] سے اساس قیام بالقسط پر استوار ہو کر اس علوی غلبہ و قہر کے پرتو کے ساتھ جو ملکوت اور عناصر پر غالب و قاہر ہے۔ زمین میں عنصری جنسیت کے سبب اس خالق حقیقی کا قائم مقام ہو۔ جو مقصود آیۂ[4] وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ ہے۔ اور ارضی و علوی تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے اس قائمٌ بالقسط (جو اپنی ذات میں نورٌ علیٰ نور ہے) کے نور میں استغراق سے قائمٌ بالقسط ہو کر کہ وہ بمطابق[5] وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۔ حسن تقویم کے تقاضا کی ایفاء ہے۔ جو اسی دلیل تحسین سے حسنِ[5] مآب کو مستلزم ہے۔ اور وہ علمی[6] شہادت کے ساتھ اعتدالی جنسیت کی دلیل سے قائمٌ بالقسط عزّوجل کی عندیت و معیت ہے۔ استعداد نیابت کی حقیقت کو متحقق کر دے۔ کہ وہ شرط استخلاف[7] فی الارض ہے۔ جو مزرعِ انسانی کا حاصل و ثمر ہے۔ اور تقاضائے فطرتِ نفس کی ایفائے

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (والتین) [2] فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (ص) [3] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (والتین) [4] اسی نے تمہیں زمین میں خلفاء بنایا۔ [5] وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ (تحقیق اسے (داؤدؑ کو) ہمارے نزدیک بڑا مرتبہ اور اچھی منزلت ہے (ص) [6] شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) [7] ...... لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ...... الخ (نور) — اور اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں۔

عادل کے دلائل ساطعہ کے ساتھ ملّتِ وسط کا مایۂ فضل و کبریائی ہے۔

پس اس خلقی نسبت کے سبب جو عناصر کو اللہ عزّ وجل سے ہے۔ اور بالخصوص ان کی ترکیب میں کمال اعتدال سے جو اس کے قیام بالقسط کا تخلیقی تصرف ہے۔ انسان عنصری حیثیت سے اس کی طرف فطری لگاؤ کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ جو عنصری حیثیت سے محبت الٰہی کی حقیقت ہے۔ اور خاصۂ قوتِ شہوی ہے۔ اور رُوحِ بخاری کے ساتھ رُوحِ علوی کے تعلق سے نفس انسانی میں وہ قوتِ شعور و تمیز ودلیعت ہو گئی ہے۔ جو حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکتی ہے۔ اور دلائل فارقہ قائم کر سکتی ہے۔ جو اپنے خاصہ اور تقاضا کے ساتھ اس روح الٰہی کے نورانی کشف کا افتتاح ہے۔ اور وہ نفسِ انسانی میں علوی حیثیت سے محبت الٰہی کی حقیقت کا تودلیعہ ہے۔ اور یہ محبت الٰہی کی دونوں حیثیتیں اساسِ عدل ہیں۔ اور یہی موسس عدل اتحادی نسبت ہر دو ارواح میں وجہ تعلق اور دلیل تعلق ہے۔ گویا وہ قائم بالقسط نورٌ علیٰ نور عزّ وجل انسان کا فطری طور پر معبود و مقصود ہے۔ اور اسی فطری استعداد کی ایفاء جو تعدیل نفس ہے۔ دلیل قیام بالقسط یا ابدائے نور سے آیۂ کریمہ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کا مضمون بزرگ ہے۔ کیونکہ نورٌ علیٰ نور عزّ وجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ اور چونکہ کثافت پردۂ غیب ہے۔ جو رُوحِ الٰہی کی عظمت کا تقاضا ہے۔ اور اس کی نورانی حقیقت اس میں پنہاں ہے۔ اور ان تمام کثیف بشری حوائج کا موجب ہے۔ جنہیں اس کا نتیجہ ترکیب یعنی رُوحِ بخاری اپنے فطری اور حیوانی لگاؤ کے سبب معائن کیفیت کے ساتھ نفسِ انسانی میں متحقق کرتا ہے۔ اس لئے یہ غیب و معائنہ ایک اضطراب ہے۔ جو قوتِ شہوی کو ان ارضی محسوسات کی طرف جھکا دیتا ہے۔ جن کی وہ معائنہ ہے۔ اور نفس انسانی کے اندرون میں اس وقت تک بپا رہتا ہے۔ جب تک علوی شعور اور عنصری لگاؤ جو فطری طور مطلوب حقیقی عزّ وجل کی شناخت اور اس کی طرف رجوع کے لئے انسان کو حاصل ہے۔ بدفع موانع کشف و تحمّل سے متحقق نہ ہو جائے۔ اور کشف و تحمّل کے بغیر اس اضطراب میں امن اور اس خطرہ سے نجات ہرگز میسّر نہیں ہو سکتی۔ جو نورانی حقیقت شہودیہ کے اوجھل ہونے سے تاریک ناراستیٔ ادراک و تحریک کا موجب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ شعور غیر منکشف جس کی حقیقت نور ہے۔ اپنی تکمیل طلب فطری کیفیت کے ساتھ علویات و عنصریات میں صحت کاملہ سے متبادل نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ہذا کثافت جو استعدادِ تحمّل سے مایہ دار ہے۔ تحمّل سے قبل اضطراب فطری کی دلیل سے اپنے تقاضاؤں کی ایفاء میں فطری حیثیت کے ساتھ ہرگز معتدل نہیں ہو سکتی۔ یہی تحمّل شہود یعنی تحمّل نور الٰہی یا تحمّلِ کشفِ رُوحِ الٰہی دفع موانع سے جو خاصۂ قوتِ غضبی

قوتِ شہوی میں تمکین اعتدال یا فضیلت عفت ہے۔ فطری لگاؤ کے ساتھ جو قوتِ شہودی کا خاصہ ہے۔ جو مطلوب حقیقی عزّ و جل کے ساتھ نفسِ انسانی کے نظری تعلق کی ایفاء سے تمام ارضی محسوسات کو اپنے ایفاء میں بطور فطرت معتدل کر دیتی ہے۔ یعنی قائم بالقسط عزّ و جل کے ترشّح عدل کتاب کی نورانی معنویت میں جو روح الٰہی کے نورانی کشف کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ استغراق سے جو تحمل کشفِ روحِ الٰہی کا موجب ہے۔ نفسِ انسانی کا قیام بالقسط ہے۔ اور ترشّح عدل کی سترح متشکل سنّت نبوی کی پیروی ہے کہ وہ اسی دلیل سے حامل میزان العدل ہے۔ نفسِ ناطقہ کے جوانب میزان میں تفسیط و تثقیل وزن سے متحقق ہوتا ہے۔ اور یہی تواتر میزان العدل ہے۔ قوت شہوی کا ارضی منہیات مطلوب سے سیر جو اپنی حقیقت میں غیر معتدل اور مفرط ہونے کے سبب نواہی ہیں۔ کیونکہ اللہ عزّ و جل قائم بالقسط ہے۔ اور نفسِ انسانی اساس قیام بالقسط پر استوار ہے اور اس کی تکمیل اس کا قیام بالقسط ہے۔ اس لئے مفرط فکر و عمل قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ و جل کی جانب رجوع یا عروج کے جادۂ مستقیم میں جو ہر دو اجزائے نفس کا کشف و تحمل ہے موانع ہیں) اور مکارۂ مامور پر صبر دفع موانع سے جو قوت غضبی کا خاصہ ہے۔ نفس ناطقہ کے فطری لگاؤ کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ جو قوّت شہوی کا خاصہ ہے۔

مکارہ مامور وہ اوامر ہیں۔ جن کی تعمیل جسم پر گراں گذرتی ہے۔ جو مطلوب علوی کی طرف صراط مستقیم کا افتتاح ہے۔ اور اُن میں قوّت شہوی کی حیثیت دوگونہ ہے۔ ایک حیثیت تو وہ ہے۔ جو مطلوب علوی کی طرف فطری رجوع کے اقتضا سے عمل صالح کے لئے جسم کو حرکت میں لاتی ہے۔ اور دوسری حیثیت وہ ہے۔ کہ جسم تکلیف اور مشقت میں پڑنے سے رکتا ہوا جسمانی آرام چاہتا ہے۔ جو قوت شہوی کا مطلوب لذیذہ ہے۔ اور باعثِ اکراہ ہے۔ علیٰ ہذا منہیات مطلوب میں بھی قوت شہوی کی حیثیت دوگونہ ہے۔ ایک یہ کہ وہ اپنے فطری لگاؤ سے غیر عادل ارضی حوائج کی طرف جھکتی ہے۔ جن سے روکا گیا ہے۔ اور وہ قائم بالقسط عزّ و جل کی جانب روندہ جادۂ مستقیم میں موانع ہیں۔ اور دوسری حیثیت یہ ہے۔ کہ اپنے فطری رجوع کے ساتھ اُن موانع کے باوجود مطلوب حقیقی کی طرف جھکتی ہے۔ اور قوّت غضبی اُن موانع کو جادۂ رجوع سے ہٹا دیتی ہے۔ تا آنکہ کثافت کے تحمل شہود سے قوتِ شہوی کی مکارہ مامور کیلئے تحریک جسم فطرتاً قرار پاتی ہے اور تکلف و اکراہ اس سے خارج ہو جاتا ہے علیٰ ہذا ارضی منہیات مطلوب سے بھی وہ فطری حیثیت کے ساتھ رُک جاتی ہے۔ کیونکہ کثافت کی خلقی استعداد تحمّل نور الٰہی سے تکمیل و تعدیل پاکر جملہ ارضی تقاضاؤں کی بطور فطرت عدل کیساتھ ایفا کرتی ہے۔ یہی معنیٔ عفّت ہے۔

گویا بمطابق فرمان ربانی

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (والشمس) اس نے اس میں الہام کر دیا۔ اس کے فجور اور اس کے تقویٰ کو۔

فجور و تقویٰ ہر دو استعداد ہیں۔ جو مبداء اعمال میں روح بخاری اور روح علوی کے امتزاج سے متحقق ہیں۔ ارضی شہوات کی طرف مطلق فطری لگاؤ اور ان کا غیر منکشف یعنی مطلق شعوری قوت کے ساتھ انجام پذیر ہونا استعدادِ فجور یہ ہے۔ اور اللہ عزوجل کی طرف مطلق عنصری طلب اور مطلق شعوری قوت کے ساتھ حق و باطل میں تمیز اور اختیار حق جو انفتاح کشف یا روح علوی کا اپنے اصل کی طرف رجوع ہے۔ استعدادِ تقویٰ ہے۔ اور ان ہر دو استعداد با سے ارادی کو قوت تحریک پر قدرت حاصل ہے۔ اور چونکہ کثافت ارضی پردۂ غیب ہے۔ اور منبع فجور ہے۔ اس لئے اس کی تسفیل عنان گیری شعور کے زیر تحت ارضی قوتیں سے متحقق ہوتی ہے۔ پس مزکیٰ و مصطفیٰ کثافتِ ارضی رُوح علوی کے کشف کو تزکیہ و تصفیہ کی دلیل جنسیت سے برداشت کرتی ہے یعنی فکر یا ایمان صحیحہ کی بنیاد پر عمل صالح تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہے۔ جو حقیقتِ تقویٰ کو نفس ناطقہ میں متمکن کر دیتا ہے۔ اور قوائے ادراک و تحریک من جملہ قوتِ شہوی میں اعتدال متحقق کرتا ہے۔ اور یہی اس فرمان ربانی سے مقصود ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (والشمس) بے شک اس نے فلاح پائی۔ جس نے نفس کو پاک کر لیا۔

وہ کامیاب ہوا جس نے نفس الٰہیہ کے عروج و سفلی تقاضاؤں کی ایفاء سے نفس ناطقہ میں عدل کو متحقق کیا۔ یعنی نفس انسانی جو اجتماع جملہ حقائق کی دلیل سے مصداق آیۂ خلافت الارض ہے۔ تزکیہ سے جو وجہ تعدیل ہے۔ استعدادِ نیابت کی حقیقت کو متحقق کر دیتا ہے۔ جس سے فردیت استخلاف فی الارض مشروط ہے۔ کیونکہ قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزوجل نفس کی علوی و عنصری حیثیت سے اس کا مطلوب ہے۔ اس لئے اس محبت الٰہی کی ایفاء بہ دلیل تنویر (کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور ہے) کثافت کے جملہ تقاضاؤں کی ایفاء میں تسفیل کثافت سے تسلط و عدل کو فطرت قرار دے دیتی ہے۔ جو سطح ارض پر نفوس انسانی اور منزل و مدن اور جملہ نظام کائنات میں تمکین اعتدال کا ذریعہ ہے۔ یہی للٰہیت ہے۔ جو شرطِ خلافتِ الٰہی ہے۔ اور ایفائے تقاضائے فطرتِ نفس ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ..... الخ (آل عمران)	انسانوں کے لئے زینت دی گئی شہوات کی محبت عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے ڈھیروں اور نشاندار گھوڑوں اور جانوروں اور کھیتوں سے یہ ہے دنیا کی زندگی کا سامان اور اللہ کے نزدیک بہترین بازگشت ہے تو کہہ دے کیا تم کو مطلع کردوں اس سے بہتر کی طرف ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے پروردگار کے نزدیک اتقاء کی۔

یعنی تمام ارضی شہوات میں اعتدال نفس میں تمکین اتقاء سے متحقق ہوتا ہے۔ جس پر رب قائم بالقسط عزوجل کی عندیت شاہد ہے۔ اور حقیقت اتقاء مستلزم تزکیہ یا تصیقل کثافت ہے۔ جو اس عزوجل کے لئے عنصری طلب یعنی قوت شہوی کے خاصہ کی ایفاء ہے۔ جو بدلیل تصقیل رفع موانع کو مستلزم ہے۔ اور تحمل کشف لطافت کو متحقق کرتی ہے۔ گویا قوت شہوی مطلوب حقیقی عزوجل کی طرف استمرار رجوع کی استعداد ہے۔ جو فطری لگاؤ کے ساتھ کشف روح الہی کی بارفع موانع متحمل ہوتی ہے اور تحقق کشف روح الہی سے تدریجی ارتقاء کی شہادت سے نفس ناطقہ میں قوت فعالیہ کو متحقق کرتی ہے جو تنور تزکیہ ہے اور وہ نفس ناطقہ میں بدلیل کشف و تحمل ارواح علوی و بخاری کی متحد قوت ہے۔ اور ادراکی اساس پر تحریکی جدوجہد سے ادراک میں متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ فطری رجوع کے استمرار و ایفاء کی دلیل سے استقلال استقامت قسطاس ہے۔ دبجائیکہ دفع موانع اس میں استقامت قسطاس ہے۔

جو اساس ایمان پر مداومت عمل صالح سے حقیقت ایمان کا انکشاف جاریہ و مستدرجہ ہے۔ یعنی رؤیت مابہ الایمان یا نور الہی یا کشف روح الہی کی روح بخاری متحمل ہوجاتی ہے۔ اور یہی بدفع موانع جو خاصہ شجاعت ہے۔ فطری لگاؤ کے ساتھ جو قوت شہوی کا خاصہ ہے تنویر کثافت ہے۔ جو حقیقت عفت ہے۔ اور تمام ارضی شہوات مذکورہ میں تمکین اعتدال ہے۔

پس فضیلت عفت اپنی جملہ اصناف جو شرح عفت میں تزکیہ۔ حفظ۔ حیا۔ نفق۔ کسب طیبات متانت نفس۔ نظم بالعلم کے ساتھ مطلوب و مقصود نفس متخلف عزوجل کے تحمل انوار سے تکمیل پاتی ہے۔ اور تنویر کثافت اسے ان تمام محاسن افعال کی ظاہری صورت کے ساتھ متشکل کرتی ہے۔ یعنی مسلم عفیف کی قوت شہوی اپنے فطری اعتدال سے جو قائم بالقسط متخلف عزوجل کا پرتو عدل ہے۔

اس امن کی آئینہ دار ہے۔ کہ جان و مال و آبرو کو اسی کے دامن میں پناہِ امن مل سکتی ہے ۔ اعتدال اپنے فعّال فطری تقاضا سے فرطہ کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ اور عدل کو مستتر رکھتا ہے۔ اس لئے وراثت ارض کا فطری استحقاق صرف مسلم عفیف کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ وراثتِ ارض خلائف الارض نوعِ انسانی کا نظم و نسق ہے۔ جس کی فطرت اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور مسلم عفیف استعداد نیابت کی تکمیل یعنی قیام بالقسط سے مایہ دار ہے۔ جو رُوحِ متخلف کے کشف کا تحمّل ہے۔ اور نفس ناطقہ کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ اور نظم و تدبیر عادل کا استحقاق ہے۔ کیونکہ متخلف عزوجل تمام ملکوت اور جامع حقائق علویہ و سفلیہ نوعِ انسانی پر یہ نظم و تدبیر بالقسط قاہر و غالب ہے۔ اور مسلم عفیف بدلیل تحمّل کشف کمال رغبت کے ساتھ سطح ارض پر تقاضاہائے کثافت کی ایفا میں معتدل ہے اور بدلیل استمرار رجوع و ایفا حفظِ اعتدال اس کی قوتِ فعالیہ کا فطری تقاضا ہے۔ جو خاصئہ عفت ہے۔ اور بدلیل دفع موانع مستلزم شجاعت ہے۔ اور متخلف فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ عزوجل کی قدرتِ فعالیہ کا اس کے نفس عفیف میں بدلیل تحمل کشف رُوحِ الٰہی تجلّی عدل ہے۔

چنانچہ ملّتِ اسلامیہ کے سب سے پہلے فعّال عفیف محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں تقوےٰ کو معیار فضیلت قرار دیا گیا۔ جو موجب تزکیۂ ہے۔ کہ عربؔ کو عجم اور عجم کو عرب پر اور سُرخ کو سیاہ اور سیاہ کو سُرخ پر کچھ فضیلت نہیں۔ لیکن تقویٰ سے (فضیلت متحقق ہوتی ہے) یہ اوّل المسلمین یعنی عفیف اوّل صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ترشحات فعّالیہ ہیں کہ صرف مُسلم عفیف ہی سطحِ ارض پر جہاں بانی اور سلطنت اور افضلیّت کا حق رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا مبداءِ اعمال متقی ہے۔ اور اسی دلیل سے اس کی قوتِ شہوی میں تزکیہ سے عفت راسخ ہو چکی ہے۔ جو حفظِ فطرتِ نفس اور ایفائے تقاضائے فطرتِ نفس کی دلیل ہے تمام عالم انسانی پر ملّتِ اسلامیہ کی دلیل افضیلت ہے۔ اور دلیل قسط و عدل سے شرطِ استخلاف فی الارض ہے کیونکہ متخلف عزّوجل قائم بالقسط ہے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسی موقع پر خطاب تحریم قانونِ عفاف کی وضاحت ہے۔ جس کے ساتھ مُسلم عفیف کی فطرتِ نفس متحدّ الحقیقت ہے۔ کیونکہ عفیف اوّل کی حقیقتِ نفس نورانی معنویّت کتاب یعنی دستورِ عدل کے ساتھ اتحادِ حقیقت رکھتی ہے۔ اور اس کے ترشحات دستورِ عدل

---

[1] مسند احمد

کی شرح ہے۔ اور مسلم عفیف حیثیتِ فعالیہ کے تواتر سے جس پر نفسِ انسانی میں روح الٰہی کا تودلیعہ اور اس کا کشف شاہد ہے۔ بہ دلیل تحمّل کشفِ روحِ الٰہی اس عفیف اوّل کا وارث قرار پاتا ہے۔

انّ دمائکم و اموالکم و اعراضکم علیکم	تمہارا خون۔ تمہارا مال، تمہاری آبرو اسی طرح
حرامٌ کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم	محترم ہے۔ جس طرح یہ دن اس مہینہ میں
ھذا فی بلدکم ھذا	اور اس شہر میں محترم ہے۔

پس اسلامی مال و جان و آبرو کی حرمت کے ساتھ تصیغر الدول ایفائے عہد کی دلیل سے اُن تمام مفرط اقوام کے جان و مال و آبرو کے حفظ کو ملتِ اسلامیہ کی عادل فعال حیثیت کا تقاضائے فطرت قرار دیتا ہے۔ جو اپنے ادراک و تحریک کو اعتراف تصیغر سے ملتِ اسلامیہ کی عزتِ عدل میں گم کر دیتی ہیں۔ اور اُن پر اس کا حکم آمر متسرف ہو جاتا ہے۔ علی ہذا تمام کائناتِ انسانی میں نفاذِ عدل اور اس کی تمکین اشتراک نوعی کی دلیل سے اس کی فطرت فعّال کا فطری تقاضا ہے۔

پس غیر عادل اور مفرط قوت شہوی کو دنیا کی مسند سیادت کا جائز حق ہرگز نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس کا دامن جان و مال و آبرو کے لئے ہرگز پناہِ امن نہیں۔ اس لئے کہ اس کی فطرت میں اس دلیل سے کہ وہ دستورِ عدل سے بیگانہ ہے۔ نورِ عفّت متحقق نہیں ہے۔ جو حوائج ارضی میں عدل کو فطرت قرار دیتا ہے۔ اور کائنات انسانی کے لئے پناہِ امن ہے۔ جس سے بدلیل کشف و تحمّل نورِ صرف عفت ملتِ اسلامیہ فائز المرام ہے۔ اور اس روشن دلیل کے ساتھ اسے سطحِ ارض پر مسندِ سیادت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں تا ابد نورانی جنّیت کے ساتھ عندیت پروردگار سے ذروۂ فوز العظیم پر جلوہ گر ہے۔

---

۱ کتاب مجدر حجز ترشح عدلیہ الٰہیہ سے

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (والشمس)

فجور و تقویٰ کا الہام یا ان کی استعدادی حیثیت متحد المعنیٰ ہے۔ جو نفس انسانی میں ودیعت کی گئی ہے۔ اور نتیجہ کثافت و لطافت ممتزجہ ہے۔ گویا اپنی حیثیت الہامیہ یا استعدادیہ کی دلیل سے وہ قوت ارادی کے دو پہلو ہیں۔ جنہیں تحریک پر بالترتیب اس طرح قدرت حاصل ہے۔ کہ قوت شہوی ارضی شہوات کی طرف اپنے فطری لگاؤ سے جو بلحاظ نوعیت حیوانات اور انسانوں میں مشترک ہے۔ رجوع کرتی ہے۔ بحالیکہ نفس انسانی میں کیفیتِ شعوری ودیعت ہے۔ اور مطلوب حقیقی کیطرف اعمال صالحہ یعنی معروف کی تعمیل اور منکرات سے اجتناب کے ساتھ جو مستلزم قوت دافعہ موانع یعنی عدل غضب ہے۔ جسے اکراہ و اجتناب پر قدرت حاصل ہے۔ گامزن ہوتی ہے۔

انسان چونکہ بمطابق وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ عمومی حیثیت کے ساتھ اس خلافت الہیہ سے مشرف ہے۔ جو تمام بنی نوعِ انسان میں مشترک ہے۔ اس لئے یہ ضروری تھا۔ کہ اس میں روح مستخلف (لطافت) اور جائے قرار خلافت یعنی حقائق ارضیہ (کثافت) کے تقاضاؤں یعنی تقویٰ و فجور کو ضرور ودیعت کیا جاتا۔ پس وہ اسی دلیل جامعیت سے عناصر پر غالب و قاہر ہے۔ اور اس دلیل سے کہ حقائق اشیاء کا وجود مسلمات ہیں۔ خلافت عامہ کی حقیقت جسے اپنے عہد میں خصوصیت فردیت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ مستخلف عزوجل واحد و فرد ہے۔ ان اجزائے ترکیبیہ (لطافت و کثافت) کی تعدیل یا تکمیل سے مشروط ہے۔ جو ان کی حقیقت ہے۔ اور اپنی حیثیت کے ساتھ حقیقت شرطیہ پر شاہد ہے۔ کیونکہ عدل لطافت روح مستخلف کا کشف ہے۔ اور نتیجہ کثافت روح بخاری اس کی متحمل ہوتی ہے۔ اور کثافت ارضی جائے قرار خلافت ہے۔ اور ان اجزائے ترکیبیہ کی تعدیل و تکمیل بدلیل امتزاج کیفیت حجابی کی وجہ سے مستلزم تصقیل و تصفیہ ہے۔ جو تزکیہ سے متحقق ہوتی ہے۔ گویا تزکیہ تقویٰ و فجور میں تحقق اعتدال کا ذریعہ ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی کے جملہ تقاضاؤں کی ایفاء اس کا عدل ہے۔ اس لئے استعدادِ تقویٰ کی ایفاء جو اس کا

عدل ہے۔ کشفِ رُوحِ الٰہی یا اہدائے نورِ الٰہی سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور فجور میں اعتدال کثافت ارضی کے تقاضائے تحمل نور کے ایفاء سے متحقق ہوتا ہے۔ جو نفسِ انسانی کو شہوات ارضی کی ایفاء میں عادل کر دیتا ہے۔ تقویٰ و فجور استعداد ارادی کے دو پہلو ہیں۔ انہیں فعلی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ فعل استعدادِ ارادی کے ماتحت قوت تحریک کا نتیجہ ہے۔ جو استعدادِ ارادی پر موثر ہے۔ کیونکہ کثافت محل لطافت ہے۔ پس اساسِ فکری پر قدرت ارادی کے ساتھ قوت شہوی کا مطلوب علوی کی طرف اقدام یعنی اعمال صالحہ کا جسمانی حیثیت سے اس کے ذریعہ ظہور اور منکرات سے جسمانی حیثیت کے ساتھ اس کا اجتناب اس دلیل سے کہ تقیل و مستقلہ کثافت ہی نفس ممزج میں شعور کے تقاضائے کشف کے ماتحت رافع حجاب کثافت ہوسکتی ہے۔ استعداد ارادی یا تقویٰ و فجور میں اعتدال پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ خالق حقیقی عزوجل کے ترشحات اعتدالیہ میں استغراق ہے۔ جو نفس انسانی میں کشفِ لطافت سے تنویر کثافت کو متحقق کرتا ہے۔ اور یہی کشف و تنویر بدلیل تصفیہ و تصقیل کثافت تزکیۂ نفس ہے۔ جو قوتِ تحریک کے فعلِ مسلسل سے پردۂ غیب کو بدلیل نورانی جنسیت کثافت نفسِ انسانی میں رُوحِ الٰہی (لطافت) کے رُخِ تاباں سے دُور کر دیتا ہے۔ گویا نفس ناطقۂ انسانی نورٌ علیٰ نور[1] کے انوار ذات میں بمطابق يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَاءُ مستغرق ہوتا ہوا۔ اس کی صفاتِ عادل کا جلوہ گاہ ہو جاتا ہے۔ جو اس میں کشفِ رُوحِ الٰہی اور رُوحِ بخاری کا تحمل کشف ہے۔ پس تزکیۂ نفس اس نورانی قوت کو مستلزم ہے۔ جو ادراکی اساس پر تحریکی فعل سے ادراک میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور بدلیل اہدائے نور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اور نورٌ علیٰ نور عزّوجل یعنی نفسِ انسانی میں بدلیلِ کشفِ رُوحِ الٰہی شوکتِ فعّالیہ سے مایہ دار ہے۔ یہی قوت تزکیہ ہے۔ جو بنی نوع کے ان نفوس منفعل میں متصرف ہوتی ہے۔ جو اس کے ساتھ تصدیق شعوری و اعترافی و عملی کے ساتھ کہ وہ عہد بیعت یا سمع و طاعت ہے۔ محقق انسال[2] میں اور اس کی ایفاء حقیقت تصدیق شعور و اعتراف و عمل ہے۔ اور ارواح فعّال و منفعل میں اس تعلق کے سیرانِ پائندہ کی تکمیل ہے۔ اور تدریجی تصرف کی دلیل ہے۔ جس پر تدریج ارتقاء اور تدریج قبول شاہد ہے۔ یعنی نفس انسانی میں لطافت علوی اور کثافت ارضی کا مرجع فطری وہ عزّوجل ہے۔ پس علوی و عنصری رجوع کی ایفاء ترشحات لطافت و کثافت کے ذریعہ متحقق ہوتی ہے۔ اور اس کی ایفائے متشکل بیعت ہے۔ جس میں شعور صحیح اور تحریک جسم (اعتراف اور دست گیری) اس کا رُخ

[1] نورٌ علیٰ نور (نور) [2] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔ (نور)
[2] عنوان تدریج ارتقاء ملاحظہ فرمائیں۔

او جسد ہے۔ اور اُن کا کشف و تحمل حقیقتِ عہد بیعت ہے۔ اور نفسِ فعال میں رُوحِ بخاری پر نورانی کشف اس کے ہاتھ کو دستِ[1] الٰہی قرار دیتا ہے۔ کیونکہ رُوحِ بخاری تمام جسد میں جاری و ساری ہے اور رُوحِ الٰہی کا محل ہے۔ پس نفسِ فعال کے دستِ مبارک پر عہد بیعت مرجع فطری عزّ و جل کی طرف بمطابق[2] فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ تکمیل ایفائے رجوعِ فطری کے لئے تعقید عہد سمع و طاعت ہے۔ اور چونکہ حقائق اشیاء مسلمات ہیں۔ اس لئے اس ادراک و تحریکی عہد کی ایفا جو دستورِ عدل کتاب مجید اور ذکرِ الٰہی میں استغراق ہے اور اسے عمل صالح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ فکرِ صحیحہ یا ایمان کے ساتھ اتحادِ عملی ہے جو رجوع الی المرجع ہے۔ اس کی حقیقت ہے اور دلیل تمکینِ حقیقت سے قوت تزکیہ کے تدریجی تصرف کو مستلزم ہے۔ اور بصورت غیر ایفا بدلیل انفعال قوت تزکیہ کی حیثیت فعّالیہ ناکث العہد نفس انسانی پر متصرف نہیں ہوتی۔

الحامل فعّال عزّ و جل نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ مبارک میں حقائق وحی و شہود اور شرحِ صدر اپنے دستِ مبارک سے متحقق فرما کر جو ترشحات اعتدالیہ الٰہیہ (کتاب مجید) میں استغراق کو مستلزم ہے لامتناہی کشف و تحمل سے فعّال قوت تزکیہ جلوہ گر فرمائی۔ اور اس نے اس دلیل سے کہ بنی نوعِ انسان کے نفوس ارواحِ علوی و بخاری کے حامل ہیں۔ اُن[3] عارفین و عادلین صحابہ کے نفوس کو جو آپ کے نفسِ فعّال کے ساتھ عہد بیعت کے ذریعہ منفعلاً وابستہ ہوئے تصرف فعّالیہ سے تدریجی[4] ارتقاء کی شہادت کے ساتھ منکشف اور فعّال فرمایا۔ اور یہی اس فعّالی اور انفعالی تعلق یعنی تسلسل قوّتِ تزکیہ کا ملّتِ اسلامیہ میں اجرائے مسلسل ہے۔ اور ہر عہد میں مقصد بعثت مصطفوی کا ایفاء ہے۔ اور ملّتِ اسلامیہ کے ہر عہد کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر جمع کرتا ہُوا دست الٰہی کے ساتھ متصل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ "مقدمہ تذکرہ" (مصنفہ خاکسار) سے عنوان بیعت کا کچھ حصہ معمولی تجدید کے ساتھ درج ذیل ہے۔ جو ملّتِ اسلامیہ کے ہر عہد کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ فعّال کے ساتھ ترشحات فعّالیۂ مصطفوی کی روشنی میں متصل قرار دیتا ہے۔ اور یہ اتصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ تزکیہ کا ارواحِ ملّت میں نیراں پائندہ ہے۔ اور مقصود یہ آیۂ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

---

[1] إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (فتح)
[2] پس بشارت مناؤ اس بیع کی جو تم نے اس سے کی ہے (توبہ) [3] اخلاق نبوی صفحات ۵ تا ۱۲ مطالعہ فرمائیں۔
[4] عنوان تدریج ارتقاء مطالعہ فرمائیں [5] اور اُن کو پاک کردے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھادے۔

وَالْحِکْمَۃَ کی ہر عہد میں اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ تکمیل ایفا ہے۔
بروایت بخاری حضرت مجاشع اور ان کا بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہجرت پر بیعت چاہی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ تو اہل ہجرت کے لئے ہو چکی پھر انہوں نے عرض کی کہ اب آپ کس بات پر ہم سے بیعت لیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اسلام اور جہاد پر (عبادت کے ذریعہ حقیقت اسلامیہ تک پہنچنے یعنی عرفان پہ اور جہاد پر جو عبادات و شرائع کی تعمیل سے موانع کو ہٹا دیتا ہے)

خلوت و شمشیر و قدان و نماز
اے خوش آں عمرے کہ رفت اندر نیاز (اقبال)

اور بخاری کتاب الایمان میں عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بحالیکہ آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی بایعونی (میری بیعت کرو) کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے۔ اور نہ کوئی بہتان اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اٹھاؤ گے۔ اور پھر فرمایا۔ ولا تعصونی فی المعروف (یعنی صالحات میں نافرمانی نہ کرو گے) عہد نبوی میں قرآن و سنت کے ہر حکم کے بالمشافہ مخاطب صحابہؓ کرام تھے۔ مگر ہر حکم جملہ اُمّت کے لئے قیامت تک ہر عہد میں نافذ و ساری رہے گا۔ اسی طرح حکم بَایِعُوْنِیْ کا نفاذ بھی تسلسل چاہتا ہے۔ تاکہ ہر عہد میں اس حکم کی تعمیل ہوتی رہے۔ اور جس طرح صحابہ کرام (بحالیکہ وہ پہلے سے شرفِ ایمان و صحبت سے مشرف تھے) تقویٰ کی مخصوص بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور بمطابق

فبایعناہ علی السمع والطاعت	ہم نے آپ سے سمع و طاعت پر
(بخاری (عن عبادہ ابن صامت)	بیعت کی۔

عہد سمع و طاعت یعنی مرجع فطری عزّ و جل کی طرف تکمیل رجوع فطری کے لئے تعقید عہد سے شرف پایا۔ اسی طرح مومنین کو ہر عہد میں ارشاد بایعُونِی کی تعمیل ضرور کرنی چاہیئے۔ بحالیکہ طریق تعمیل کی دیگر احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل صراحت موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طوبی لمن رانی وامن بی وطوبی لمن	عمدگی ہے اس شخص کو جس نے میری
رای من رانی ولمن رای من رای	زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور عمدگی
من رانی وامن بی طوبی لھم وحسن ماٰبٌ	ہے اس شخص کو جس نے اس شخص کی زیارت
(جامع الصغیر سیوطی و مصداق حرفہ۔ بروایت عبداللہ ابن بسر)	کی جو میری زیارت کر چکا ہے۔ اور اس شخص

کو جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میرے زیارت
کر نے والے کی زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا عمدگی ہے ان سب
کو اور اچھی بازگشت

اور

طوبیٰ لمن رانی ولمن رای من	عمدگی ہے اس شخص کو جس نے مجھے
رانی ولمن رای من رانی	(عالم و معلم کتاب و حکمت کو دیکھا۔ جس
(عبد حمید عن ابی سعید ابن عساکر من واثلہ	نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ اور
(جامع الصغیر سیوطی)	اُس کو جس نے میرے دیکھنے والے کے
	دیکھنے والے کو دیکھا۔

یعنی شمع اوّل سے اگر مسلسل صدہا چراغ روشن ہوتے چلے جائیں۔ تو آخری چراغ سے حصول ضیا شمع اوّل سے تنویر کے قائم مقام ہے۔ علیٰ ہذا دریائے نور کے منبع سے سیراب ہونا یا مجازی مسلسل سے جرعہ آشامی اسی دریائے نور سے فیض کامی ہے۔ چنانچہ بحوالہ تاریخ طبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نجاشی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت بالتوسل یعنی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت اور اپنے مکتوب میں ان الفاظ کے ساتھ اعتراف بایعتك وبایعت ابن عمك (میں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے چچا زاد بھائی سے بیعت کی) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فتح مکہ کے دن فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عورتوں کو بیعت فرمانا (شیخ اسماعیل حقی البروسوی نے رُوح البیان میں سورۂ ممتحنہ[1] کی تفسیر میں متعلقہ روایات کا ذکر کیا ہے) اور بروایت بخاری حضرت علقمہ تابعی کا سفر شام اور دعائے حصول جلیس صالح اور حضرت ابی درداء کا حصول جن کا پایۂ علم (بروایت ترمذی) مستند ہے۔ اور حضرت خثیمہ ابن ابی سبرہ کا سفر مدینہ تاکہ وہ رفیق صالح کو دیکھیں۔ جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ احادیثِ بالا کی عملی تشریحات ہیں سفر خثیمہ کو دارمی نے اس طرح روایت کیا ہے۔ کہ خثیمہ ابن سبرہ نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ اور اللہ سے التجا کی۔ کہ وہ مجھے جلیس صالح (رفیق اور ولی کامل) عطا فرمائے۔ چنانچہ مجھے

---

[1] ....اِنَّمَا جَآءَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ .... الخ (ممتحنہ)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حاصل ہو گئے ۔ اور میں آپ کی خدمت میں بیٹھا۔ اور آپ سے عرض کی ۔ کہ میں نے جلیس صالح کے حصول کے لئے التجا کی تھی ۔ چنانچہ آپ مجھے مل گئے ۔ تو آپ نے پوچھا۔ تو کہاں سے ہے؟ میں نے عرض کی ۔ اہل کوفہ سے ہوں ۔ اور آیا ہوں تاکہ خیر حاصل کر دن ...... الخ (خیر سے مراد بمطابق[1] مَنْ يُؤْتَى الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا الخ کتاب و حکمت ہے ۔ کیونکہ حکمت اسرار کتاب ہیں ۔

برگ و ساز ما کتاب و حکمت است این دو قوت اعتبار ملت است

اور خیر بمطابق[2] وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ[3] مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ قرب و معرفت الٰہی ہے جو حقیقت کتاب و حکمت ہے) اور جلیس صالح سے مراد بمطابق آیہ

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ	اور جو اطاعت کرے اللہ کی اور رسول
مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ	کی پس وہ لوگ ساتھ ہیں ان لوگوں کے
مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ	جن پر اللہ نے انعام کیا ہے ۔ انبیاء صدیقین
وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (نساء)	شہداء صالحین سے اور یہ لوگ بہتر ہے رفیق ہیں ۔

ایسا رفیق ہے ۔ جو انعام شدہ لوگوں صالحین سے ہو (حضرت ابوہریرہ رضی کا بلند علمی پایہ (بروایت بخاری) مستند ہے ۔

پس جب یہ ثابت ہو چکا کہ حصول خیر کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت التقویٰ لازم ہے ۔ جس سے خلفائے راشدین اور صحابہ عارفین مشرف ہوئے اور احادیث نبویہ اور صحابہ و تابعین کے عمل سے مضمون تسلسل بھی واضح ہو چکا ۔ تو بلاشبہ صدیقین ، شہداء ، صالحین کے لئے قیامت تک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ تسلسل و تواتر تمسک بیعت[4] متحقق ہے ۔ اور ان ہر چہار گروہ منعمین سے ہر ایک کا بہترین رفیق ہونا مضمون تواتر کو آفتاب کی طرح درخشاں کرتا ہے ۔ کیونکہ قوت[5] تزکیہ باعث تسلسل ہے ۔ اور قیامت تک ملت کے جملہ عہود و دہور کو بذریعہ

---

[1] جسے حکمت عطا کی گئی اُسے خیر کثیر عطا کی گئی [2] اور اگر وہ ایمان لاتے اور اتقا کرتے ۔ تو اللہ کے نزدیک (عندیت پروردگار سے) مثوبت خیر حاصل ہوتی ۔ [3] کتاب و حکمت ۔ [4] اور اس سے کہ کتاب و حکمت ہی انعام الٰہی ہے ۔ کیونکہ وہ وزنی عمل خیر کا نورانی ترشح ہے اور وہ محل انعام الٰہی ہیں [5] نفس فعال اوّل صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف فعالیہ سے کشف روح الٰہی اور انکے تحمل کو متحقق کرتی جاتی ہے جو اس کا تسلسل ہے ۔

تسلسل رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کر رہا ہے۔ نبوت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے وابستہ ہونا مضمون آیۂ کی تکمیل ہے۔ اور اسی طرح رفاقت نبوی کا کامل تحقق ہوتا ہے۔
علیٰ ہذا جب زمین پر اللہ عزوجل آیت استخلاف کا منشار پورا کرنا چاہیں۔ تو لابد ہے۔ کہ بمطابق

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (نور)

اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ ان سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔

اور

......اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء)

..........زمین کے وارث ہوں گے میرے عباد صالح

خلیفہ حق صالح ہو۔ یعنی انعام شدہ گروہ سے ہو۔ اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بمطابق طوبیٰ لمن رانی...... الخ بذریعہ تواتر و تسلسل ارشاد نبوی بالعُرْوَۃِ کی تعمیل سے وابستہ ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر مبارک سے دریائے علم و نور حضرات صالحین کے سینوں سے ہوتا ہوا اس کے سینۂ فیض گنجینہ میں موجزن ہو۔ جس طرح خلفائے راشدین کے سینوں میں علم و نور کا دریائے بے پایاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے زورِ توجہ سے جاری فرمایا تھا۔ تاکہ وہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر تعلق و تمسک کی حقیقت اور مقصود کے ساتھ اپنے عہد میں جامع ملتِ اسلامیہ ہو۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

(اقبال)

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (مومنون)

انسان اپنی ترکیب خلقت یعنی کثافت ارضی اور حقیقت علوی کے تقاضائے امتزاج سے اپنی مقتضیات حیات میں ترشحاتِ حقائق ترکیبیہ (ادراک وتحریک) کے متحدہ نظم وضبط سے شخصی و منزلی و مدنی، تہذیب و تدبیر و سیاست کو استوار کر سکتا ہے۔ اور جب تک تہذیب و نظام کی تاسیس ہر دو خلقی حقائق کی خشت و گل سے مستحکم نہ ہو۔ وہ غیر فطری نظام فطرتِ انسانیت کو منہدم کر دیتا ہے۔ حقیقتِ علوی کا ترشح وہ شعور ہے۔ جو خیر و شر اور نظام و فساد میں استعداد تمیز ہے۔ اور کثافتِ ارضی سے وہ قوت مرتب ہوتی ہے۔ جو خیر و نظام کو بدفع موانع عملی جامہ پہناتی ہے۔ پس ادراک و تحریک کا اتحاد صحیحہ جو مرجع فطری عزّ و جل کی طرف رجوع صحیح سے متحقق ہوتا ہے۔ کائنات انسانیت کی شخصی اور معاشرتی اور ملی رُوح رواں ہے۔ اور یہ انسان کی خلقی حیثیت کا تقاضا ہے۔ کہ وہ جسمانی قوّت کو جو اس عزّ و جل کی طرف عنصری رجوع سے مایہ دار ہے۔ اور وہ استعداد جمیلہ ہے۔ اور تحمل نور وجہ تعدیل کثافت ہے۔ شعور کی معیت میں استعمال کرے۔ جس کی حقیقت اس کا نورانی کشف عدل ہے۔ چنانچہ قوائے تحریک کا ارضیات میں محل و معمل شعوری اتحاد سے قیام چاہتا ہے۔ اور حفظ و بقائے انسانی کے لئے ارضیات میں اس شعوری حیثیت کا نفاذ جو متقاضی تہذیب و تدبیر و نظم ہے۔ جس پر احتیاج تہذیب اخلاق و تدبیر منزل اور سیاست مدن شاہد ہے۔ دستورِ عدل کے زیر اہتمام اس معاہدہ کو مستلزم ہے۔ جو دو نفوس مرد و عورت کے درمیان نکاح کے مقدس نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور یہ معاشری یا منزلی نظم و نسق کا افتتاح ہے۔ اور ملتِ کی تاسیس و تعمیر کا ذریعہ ہے اور اس احسن التقویم کے نسلی قیام و بقا کا موجب ہے۔ جس کا اندرون جلوہ گاہ انوارِ صمدیت ہے۔

گویا قوتِ شہوی کا ارضیات میں نفاذ اگر تدبیر معاشری کے بغیر ہو۔ تو وہ شعور کے ہوتے ہوئے شعور سے معرا حیوانیت کا مظاہرہ ہے۔ اس لئے اس کے غیر فطری نفاذ کو فطرتِ انسانی

ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور تعقید معاہدۂ نکاح اور اس کے حفظ کے لئے فیصلن بالحق ہے۔ گویا اس معاشری حفظِ مطلق کا تحقق اغیار سا معاہدہ سے حفظِ فروج کو مستلزم ہے۔ اور یہی اس فرمانِ ربانی سے مقصود ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (مؤمنون) اور وہ اپنے فروج کی حفاظت کرتے ہیں۔

ورنہ بصورتِ دیگر فطرتِ انسانی کی تشخیص و تجزیہ اس ناکث العہد نفس کو حیطۂ حقیقتِ انسانی سے خارج قرار دیتا ہے۔ کیونکہ ایفائے عہودِ فطری و ارادی بدلیل تقاضا ہائے فطری حقیقتِ نفس ہے۔ اور نکاح فطری و ارادی حیثیت سے ایک مقدس عہد ہے۔ جس پر شعوری معیت کیساتھ فطری لگاؤ شاہد ہے۔ چنانچہ دستورِ عدل شریعتِ اسلامیہ کا اس انہدامِ انسانیت پر احتساب شدید اسی حقیقت کا مظہر ہے۔

گویا معاہدۂ نکاح کا حفظ جو انسانیت کے نظامِ معاشری کی فطرت کا تحفظ ہے۔ اس دلیل سے عفیف ملتِ اسلامیہ کا فطری خاصہ ہے۔ کہ اس کا ترشحاتِ اعتدالیہ الٰہیہ (کتاب مجید) میں استغراق معنویت دستور کے ساتھ اس کی فطرتِ نفس کو متحد الحقیقت قرار دیتا ہے۔ یعنی اس کے نفوس افراد میں عدل یا کشف لطافت سے تنویر کثافت جملہ ارضی تقاضاؤں کی ایفائیں عمل متحقق کر دیتی ہے۔ جو بہ دلیل تنویر للٰہیت ہے کیونکہ اللہ عزوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے ارضیات میں اس کی قوتِ شہوی کا نفاذ خواہش رانی کے لئے نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (نازعات) اور اس نے اپنے نفس کو خواہش سے روکا

پس تمام کائناتِ انسانی کے لئے عفیف ملتِ اسلامیہ کا دامن پناہِ حفظ دامن ہے۔ کیونکہ اس کی عفیف قوتِ شہوی دستورِ عدل کے ساتھ معنوی اتحاد کی دلیل سے، جان و مال و آبرو کے لئے دلیل حفظ ہے۔ اور اسی شہادتِ آمنہ کی روشنی میں قربِ فواحش اس کی فطرتِ عفیفہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اسی حجتِ ساطعہ سے اس کا معاہدۂ نکاح نورانی معنویت آیات مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ اور مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ کی شرح متشکل ہے۔ اور آیۂ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے بعد وَهُوَ الَّذِیْ

---

۱ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (انعام)

۲ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً .... (بنی اسرائیل) ۳ حفاظت میں لانے والے نہ مستی نکالنے والے (نساء) ۴ حفاظت میں آنے والیاں نہ مستی نکالنے والیاں (نساء) ۵ اسی نے تمہیں زمین میں خلفاء بنایا ہے۔

چنانکہ خلائف الارض کا مقصود جو نسلی تواتر سے سطح ارض پر تمکین پاتا ہے۔ اس کی ایفاء کے لئے عادل عنصری حیثیت رکھتا ہے۔ پس اس کی عفتِ فطری تمام کائناتِ انسانی پر دلیل فضل ہے۔ اور برہان استحقاقِ استخلاف فی الارض ہے

حیاء

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ (قصص)

کثافت و لطافت کے امتزاج سے قوتِ تحریک کی اس حیثیت کو جو ارضی شہوات سے متعلق ہے۔ لطافتِ علوی کا ترشح یعنی شعور (جس کی معنویت نور ہے) فطری طور پر اختلافِ کثافت و لطافت کے تقاضا سے عریاں گوارا نہیں کرسکتا۔ پس اس ناگوارائی کیفیت کا نتیجہ حیا ہے۔ اور کشفِ لطافت سے تنویر کثافت فکر و عمل میں میزانِ عدل کی دلیل سے کثافت کے تقاضاؤں کی ایفاء کو عدل متشکل قرار دیتی ہے۔ جو فطرتِ نفس کی مطابقت ہے۔ اور گوارائی کیفیت ہے۔ اور حقیقتِ حیاء کی تکمیل ہے۔ گویا یہ ناگوارائی کیفیت یعنی حیا کشفِ لطافت سے تنویر کثافت کے لئے فطرتِ نفس کی دعوت ہے۔ جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ لباس اور ستر عورت اسی فطری تقاضا کا نتیجہ ہے۔ جو تمام بنی نوعِ انسان میں بطور فطرت مشترک ہے۔ گویا یہ مقدس ملکہ حفظِ فطرِ نفس ہے۔ اس لئے ایک پاک دامن مؤمنہ حفظِ فطرت کی دلیل سے اسی کی شرح متشکل ہے چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ (قصص) — پس ان میں سے ایک اس کے پاس آئی شرماتی ہوئی رفتار سے۔

نبی برحق کے لئے ضروری ہے کہ وہ بعثت سے قبل حافظ فطرت اساسی ہو جو بنیاد تکمیل

۱؎ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ ...... الخ (نور)

فطرت ہے۔ اور دست تربیتِ الہٰی سے مکمّل فطرت ہو۔ کیونکہ مدّعائے بعثت تکمیل نفوس انسانی ہے۔ اور یہ حفظِ فطرت اور تکمیل فطرت اس کے دعویٰ حق پر شاہدانِ صادق ہیں۔ اور نوعِ انسانی کے لیے جہتہائے روشن ہیں۔ کہ وہ سمع و طاعت سے مقصدِ تخلیق نفوس کو تکمیل نفوس سے جو ان کی تعدیل ہے، مکمل کریں۔

چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایّام طفولیّت کا واقعہ جب تعمیر کعبہ کے وقت حضرت عباس کے فرمانے سے آپ نے اپنا تہبند اپنے دوش مبارک پر رکھ لیا۔ تو آپ بیہوش ہو گئے۔ اسی حفظ فطرت پر دلیل ہے۔ اور یہ بدیہہ ہے۔ کہ تکمیلِ فطرت حقیقتِ اساسی کے قیام کو مستلزم ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل روایت حفظِ اساسِ فطرت مصطفویٰ اور اس کی حقیقت تکمیلیہ پر شہادت ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرھا	رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے

پس اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی میں یہ فطری ملکہ حقیقتِ اسلامیہ کے سیرانِ پائندہ کی دلیل سے ملّت عفیف میں الیٰ یوم القیٰمہ جاری و ساری ہے۔ جو حفظِ فطرت اور تکمیل فطرت کی دلیل سے تمام کائناتِ انسانی پر دلیل فضل ہے۔ کیونکہ مُسلم عفیف کے جملہ اعضا اور جوارح کثافتی اضطرار سے بطورِ فطرت حفظ پا لیتے ہیں۔ اور عنصریات کی ایفاء میں وہ تعدیل شہوات سے عادل فطرت نفس کے تقاضاؤں کا مقدّس فرض ادا کرتا ہے۔ اور اس لیے اس کا دامن پناہ حفظ و امن ہے۔

اور چونکہ کشفِ لطافت سے تنزیر کثافت کے لئے حیا فطری دعوتِ نفس ہے۔ اس لئے جادۂ تکمیل دعوت میں عدلِ اساسی کی دلیل سے یہ کیفیّتِ حیا اس کے لئے حجاب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل روایت اسی کیفیّت کی تصدیق ہے۔

لِعْمَ النِّسَاءُ الْاَنْصَارِ لَمْ یَکُنْ یَمْنَعُھُنَّ الْحَیَاءُ اَنْ یَتَفَقَّھْنَ فِی الدِّیْنِ (مسلم)	انصار کی عورتیں بہترین عورتیں تھیں کہ حیا ان کے فہم دین حاصل کرنے میں حاصل نہ ہوتی تھی۔

علیٰ ہذا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اجرائے حدود و قصاص چونکہ اضطرارِ فرطیہ کی شکست برائے احیائے کے اس دلیل سے ذرائع ہیں کہ وہ ادراک و تحریک پر نتائج موت و حیات کے ساتھ مؤثر ہیں۔ اس لیے وہ حفظِ فطرت کے لئے تبقاضائے فطرت حجاب رافت سے محجوب نہیں ہوتا۔ جو ان اللہ

لَا یَسۡتَحۡیِ مِنَ الۡحَقِّ کی وراثت فاضلہ ہے۔ کیونکہ وہ آمر بالعدل عزّ و جل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور حیا کشف لطافت سے تنویرِ کثافت کی دعوت ہے۔

پس اللہ عزّ و جل نے شکستِ فطرت کو حسب درجات تدریجیہ قتل نفس کی مثل یا قریب قرار فرماتے ہوئے اجرائے حدود کے ساتھ ان محرکات سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ جو اس فطری کیفیت کی تخریب کا موجب ہیں۔ سورہ نور آیات ۲، ۴، ۲۰ ۱، ۳۰، ۳۱ مطالعہ فرمائیں۔

فحشاء اس لئے شکستِ فطرت ہے۔ کہ وہ ارضی اضطرار میں ایسا بہاؤ ہے۔ جس میں بوقت فحشاء نفس ناطقہ کی حیثیت لطافت یا کیفیتِ شعوری کے حقائق بیکار ہو جاتے ہیں۔ گویا اس وقت حیثیت نطق کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا فحشاء کی تہمتِ کاذبہ کی کثافت اضطراریہ کی عریانی ہے اور صرف اس کی اس کیفیتِ فرطیہ مافی النفس کا ترشح ہے۔ کیونکہ خارجاً اور فی الاصل اس کا کچھ وجود نہیں ہوتا یا وہ اس کی ایسی غیر عادل شعوری کیفیت کا نتیجہ ہے۔ جو کوائفِ خارجیہ اور ان کے حقائق میں تدادلِ کاملہ سے عدل کے ساتھ متحقق نہیں ہے۔

اور چونکہ نفسِ ناطقہ کا خالقِ حقیقی صرف وہ عزّ و جل ہے۔ اس لئے اس کے ترشحات عدل میں استغراق سے ہی اُن محرکات کو جو تخریب فطرت کا موجب ہیں۔ فطرتِ نفس سے خارج کرتے ہوئے اعتدال فطرتِ نفس قرار پا سکتا ہے۔

ورنہ بصورت دیگر اُن مفرط محرکات میں بہاؤ سے وہ کیفیتِ فطری یعنی حیا مٹ جاتی ہے۔ جو مضطرب ارضیات کو گوارا نہیں کر سکتی۔ جس پر اس کی کیفیت تمشی علی استحیاء شاہد ہے۔ جو تکمیل فطرتِ نفس کی استعداد ہے۔ گویا غیر متمدّن اقوام کی عریانی اور بے حیائی مرگِ انسانیت کی ظاہری شکل و صورت ہے۔ اور ان کے نفوسِ ناطقہ کی حیثیتِ خلقیہ کے فقدان و عدم پر شاہد ناطق ہے یعنی وہ نفوس ابکم[۱] ہیں۔ ان سے خیر و فلاح یا انسانیت (کشف لطافت اور تنویر کثافت) ہرگز متوقع نہیں ہو سکتی (کیونکہ وہ دستورِ عدل (کتاب جو ترشح عدلیہ ہے) میں استغراق منوّرہ نے بے گانہ ہیں۔

پس صرف مسلم عفیف جو دلیل[۲] عدل سے حافظ فطرت اور مکمل فطرتِ انسانیت ہے۔ کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں یعنی وحدت[۳] اجتماع اور قبضۂ شمشیر اور وراثتِ ارض کا جائز حق رکھتا ہے۔ اور نفوس مفرط کو مرگ فطرت کی دلیل سے اپنی عزت عدل و حیا یا حیاتِ انسانیت کے روبرو جھکا[illegible]

ا، ۲ سورۂ نمل آیت نمبر ۷ مطالعہ فرمائیں۔ ۳ تمہید صفحہ نمبر ۸ اور عنوان شجاعت مطالعہ فرمائیں۔

کا استحقاق رکھتا ہے۔ گویا فطرت نفس مُسلم عفیف کے فضل اور نفس مفرط کی تصغیر کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور نفس فرد اور نفس جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت ملّت وسط کے فضل اور برتری کے لئے شاہد ناطق ہے۔

وَاسْمَعُوا وَاَطِيعُوا وَاَنْفِقُوا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (تغابن)

ان تمام عنصری اسباب کا منبع و مخرج ارض ہے۔ جو ایفائے ارضیات کے ذرائع ہیں اور مال رسم و زر، مسلمات شعوری کے مطابق جو مستلزم نظام منزلی و مدنی ہے۔ ان اسباب کی حیثیت کلیہ کا جامع مختصر ہے۔ اس لئے نفسِ انسانی کثافت داخلی کے ساتھ خارجی کثافت کی جنسیت سے مال کی طرف جو اس کے ارضی ماحول میں ایفائے حوائج عنصری کا ذریعہ ہے۔ بقائے حیات عنصری کے لئے جو محل رُوحِ علوی ہے۔ رجوع کرتا ہے اور شعور اس دلیل سے کہ وہ ترشح رُوحِ الٰہی ہے۔ اس میں ضبط و عدل چاہتا ہے۔ اور وہ اجتماع منزلی و مدنی اور اس میں اس یسران رجوع کا جو اشتراک کثافت کا نتیجہ ہے۔ تہذیب و تدبیر و سیاست سے تحقق ہے۔ گویا بقائے حیاتِ عنصری کے لئے یہ رجوع فطرت ہے۔ اور اس کی تہذیب اور تشکیل و استمرار نظامِ منزل و مدن کے لئے رجوع اور یسران رجوع شعوری تقاضا کی دلیل سے تقاضائے فطرت فرد ہے۔ یہ ہے وہ عدل اساسی جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کی تکمیل ایفائے حاجت کے لئے مدعاتے رجوع کو مخصوص کرتی ہوئی خواہش کو فطرت سے خارج کر دیتی ہے۔ جسے اعتدال شعور کے ساتھ لزوم حاصل ہے۔ اور یہ حقیقتِ عدل ہے۔ جو خالق نفس قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ و جل کے ترشحاتِ عدلیہ کتاب مجید میں استغراق یعنی اسلام سے نفس ناطقہ میں متحقق ہو سکتی ہے۔ پس مکمل فطرت مسلم عفیف اپنے

نفس پر حق فطرت کی ادائیگی کے لئے خرچ کرتا ہے۔ جس میں حرص نفس کو دخل نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا من جملہ ایفائے کامل از روئے نفق ان تمام حقوق کی ایفاء میں جو بسران لطافت و کثافت سے نوع انسانی میں متحقق ہیں۔ وہ نہ تو حرص کیساتھ اپنے نفس کو ترجیح دیتا ہے۔ اور نہ یک گونہ غیر معتدل رجحانات میں مبتلا ہوتا ہے۔ یعنی حق نفس اور جملہ حقوق فطری کو بدلیل کشف[۲] و تحمل للّٰہیت کے ساتھ بالعدل ادا کرتا ہے۔

کیونکہ دستورِ عدل میں استغراق کی دلیل سے اس کی حقیقتِ نفس آئین ہائے عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (تغابن)

سنو اور مانو اور خرچ کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور جو حرص نفس سے بچایا گیا۔ وہی کامیاب ہیں۔

(ترتیب آیہ سے ظاہر ہے کہ سمع و طاعت (استغراق) بدلیل نفق حرص نفس سے نجات کا ذریعہ ہے)

اول المسلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُسوۂ حسنہ ملّت عفیف میں حقیقت اسلامیہ کے بسران مشترک کی دلیل سے عفت ساریہ پر شاہد پائندہ ہے۔ بروایت بخاری اس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابو ذر کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اے ابا ذر مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ کہ میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی باقی رہ جائے۔ مگر یہ کہ کسی کا قرض ادا کرنے کے لئے رکھ لوں۔ (یہ شوکت نفق تھی) اور اس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے تواتر تزکیہ و تعلّم جو دستورِ عدل یعنی کتاب مجید میں استغراق کا الیٰ یوم القیامۃ تسلسل جاریہ ہے۔ تکمیل دستور کے ساتھ تعدیل نفس کی شہادت مستمرہ سے جو نفوس افراد کی دستور عدل کے ساتھ اتحاد حقیقت ہے۔ اسلامی نظام عدل کی پائندگی اور استمرار پر شاہد ناطق ہے۔ جو حرص نفس سے پاکیزہ و مقدس ہے۔ یعنی دستورِ عدل کی نورانی معنویت جو اس دلیل سے جملہ مقتضیات ذہن کو محیط ہے۔ کہ وہ بحیثیت تکمیل دستور قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ و جل کا ترشح ہے۔ یعنی اس میں تکمیل آئین کے لئے مقنن عزّ و جل کا امر بالارادہ شامل ہے۔

---

[۱] عنوان تودد مطالعہ فرمائیں۔ [۲] جو خاصہ شعوری و جوعی کی بدفع موانع ایفاء ہے۔

اور وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ جس کی تدبیر تمام ملکوت پر بالقسط قاہر و غالب ہے۔ مسلم عفیف کی تدریجی استعداد قبول میں تا ابد متحقق ہوتی رہتی ہے۔ جو اس کا حق اجتہاد اور نفاذ امر ہے۔ اور تعالی اور انفعالی تسلسل کی دلیل سے ملتِ اسلامیہ کے ہر عہد میں جاری و ساری ہے۔ جو اسے مکمل فطرت اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ مبارک پر جمع کر دیتا ہے۔ اور یہ حقائق اس کے لئے امر بالعدل عزوجل سے شرف استخلاف فی الارض پر دلائل ساطعہ ہیں۔ جو کتاب مجید اور میزان العدل اور شمشیر کے ساتھ حقائق عدل کو اندفاع حرصِ نفس اور امراض ہویٰ سے جو موانع فطریہ ہیں، سطح ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔ اور آج عہد مصطفوی میں نبوت اور استخلاف فی الارض مصطفوی کے ذریعہ تکمیل دستور اور اس کے تسلسل سے کافۃ الناس پر تکمیل حجت کے بعد استخلاف فی الارض متخلف عزوجل کے تقاضائے رحم سے ہے۔ کہ وہ انحطاطی کوائف دہریہ اپنے دست متخلف سے تصرف کرتا ہوا اسے شوکت سجود و طہر سے مملو کر دیتا ہے۔ جو نفس زمانہ میں سطوت عفت کا میزان جلال ہے۔ کیونکہ وہ نفس دہریہ غالب ملتِ اسلامیہ کے نفوس کو بدلیل تحمل نور جو متخلف عزوجل کی طرف عنصری رجوع کی ایفاء ہے۔ حرص و ہوا سے تقدس و طہور عطا کرتی ہے۔ اور چونکہ فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔ اس لئے تمام روئے عالم پر ملتِ اسلامیہ کے فضل قاہر کے جواز اور لزوم کے لئے شاہدِ ناطق ہے۔ اور تمام نظام ہائے باطل کی تقیعز کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو حرص و ہوا پروری یا اشتراک فی الہویٰ کے مظاہر فطریہ ہیں۔ اور مرگ فطرت تخلیقیہ کے نتائج بہیمیہ ہیں۔ اور وہ (شوکت سجود و طہر) اس متخلف عزوجل کے ترشحات عدل میں استغراق ہے۔ جو ہر گوشۂ عیب سے سبحان و قدوس ہے۔ اور اس کی سطوتِ غالبہ تمام ملکوت ارضی و سماوی کو محیط ہے۔ اور اسی دلیل سے ملتِ اسلامیہ امین استخلاف فی الارض ہے۔ اس لئے اسلام تدریجی استعدادِ نفس کی دلیل سے زکوٰۃ فرض اور صدقات نفل وغیرہ کی تدریجی تفریق کو قائم کرتا ہوا جو غیب سے رویت اور فکر سے کشفِ فکر یعنی عدل اساسی (کثافت و لطافت) سے حقیقت عدل یعنی کشفِ لطافت اور تنویر کثافت کی طرف انتقال درجات کی مطابقت ہے۔ مسلم عفیف کو یہ حکم دیتا ہے جو حرص نفس سے تقدس کامل ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ۚ (توبہ)

اللہ نے مومنین سے اُن کے نفوس اور اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں (اور جنت قائم بالقسط عزوجل کے تقاضاء قیام

بالقسط سے تقاضائے رُوحِ الٰہی یعنی لقائے
مرجع فطری عزّوجل اور تقاضائے رُوحِ بخاری
یعنی تحمّل لقاء اور معتدل جزائے متعدل
الیفائے عنصریات ہے۔

اور مُسلم عفیف دستورِ عدل کے ساتھ حقیقتِ نفس کے نورانی اتحاد کی دلیل سے حرص نفس سے پاک ہوجاتا ہے۔ یعنی بدلیل للّٰہیت یا تکمیل فطرت نفس اللہ کے راہ میں مال وجان کے ایثار سے ہرگز نہیں رکتا۔ پس منزلی و ملیّ ضروریات کی ایفاء میں تاریک کثافتی رجحانات اس کے جادۂ نفق میں حائل نہیں ہو سکتے۔ اور حرص سے تقدس چونکہ ترشحّ عدل فطرت ہے۔ اور عدل جملہ قوائے نفس میں سیران مشترک سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے جملہ ارضی موانع محرکات غضبیہ یا ریائیہ وغیرہ اس کی فطرت عفیف پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ یعنی عدلِ غضب کی دلیل سے غضب اس کے دستِ نفق کو روک نہیں سکتا۔ اور بدلیل کشفِ رُوحِ الٰہی اور تحمّل کشف تنویر کثافت اس کا مقصد نفق للّٰہیت کے ساتھ خصوصیت پاتا ہے۔ اور وہ بدلیل عدلِ فطری عدل نفق کو ملحوظ رکھتا ہے۔ کہ کثرت نفق سے کسب طیبات کے ذرائع متاثر نہ ہوں۔ اور نہ ایسی قلت کا اظہار کرتا ہے۔ جو وسعت استطاعت نفق کے ساتھ مطابق نہ ہو۔ وہ پسندیدہ چیز کو اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اور احسان کا بدلہ ضرور احسان سے ادا کرتا ہے۔ اور احسان میں پیش دستی کرتا ہے۔ مگر احسان نہیں دھرتا۔ آرام و تکلیف ہر حالت میں خرچ کرتا ہے۔ وہ مقروض کو ڈھیل دیتا ہے۔ یا معاف کر دیتا ہے۔ غلاموں کو چھڑاتا ہے۔ اس کے احسانات اور صدقات بنی نوع کے لئے وسیع ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس کی فطرت عادل کے ترشحاتِ فعّالیہ ہیں۔ کیونکہ عدل بدلیل کشف رُوحِ الٰہی اور تحمّل کشف حیثیّت فعّالیہ ہے۔ جو نفسِ انسانی میں متحقق ہو جاتی ہے۔ اور کثافت بہ تحمّل کشف جو بدفع موانع اس کے خاصّہ رجوعی کی ایفا ہے۔ اس تاریک سفلیت سے نزہت و قدس پا لیتی ہے۔ جسے حرص و ہوا کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ کہ وہی جمعِ مال[1] کے لئے محرک ہے۔ اور اسی کی گوناگوں کیفیتیں اس کو متحرک کر دینا چاہتی ہیں۔ اور ملّت عفیف بدلیل عدل ان یک گونہ رجحانات وحرص و ہوا سے پاک ہے۔ اور للّٰہیّت سے مکمّل فطرتِ نفس ہے۔ اور اس کا نظامِ عدل بالتواتر جملہ دہور و عہود میں تکمیل

---

[1] وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۨ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا .... الخ

ہر گونہ دستور کے ساتھ جس پر اس کا حق اجتہاد اور نفاذِ امر شاہد ہے ۔ تعدیل نفوس کو متحقق کرتا ہوا جو منزل و مدن اور سیاست بین الدول میں اساس تعدیل نظام ہے ۔ اِلیٰ یَوْمِ القیٰمۃ جاری و ساری ہے۔ پس صرف ملت عفیف بتقاضائے لزوم[1] وحدت اجتماع فطرت فرد و ملت کی تکمیل جاریہ کی دلیل سے تمام کائناتِ انسانی کو احاطہ کر لینے کا جائز حق رکھتی ہے ۔

اس تکمیل فطرت فرد و ملت پر فعالی اور انفعالی تعلق کا یسران شاہد ہے ۔ جو اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام ملت میں مرورِ ایّام کے ساتھ ہر عہد میں جاری ہے ۔ اور امیر فعّال کے نفس غالب پر اپنے عہد میں اس تعلق کی حقیقت کے ساتھ تمام ملت کو جمع کر دیتا ہے ۔ جو اتحادِ ارواح علوی و عنصری کو متحقق کرتی ہے ۔ اور اسی سے وحدتِ اجتماع اور اس کا جواز و لزوم اپنے حقائق کے ساتھ تحقق پاتا ہے ۔ کیونکہ وہ فطرت نفوس کا اجزائے ترکیبۂ نفس کے فیصلوں کے ساتھ فطرتِ انسانی کے تقاضاؤں کی ایفاء[2] ہے ۔ پس وہی تعلق یسرانیہ نظامِ ملّی میں خلیفۂ حق کے نفسِ فعّال کو نفق اموال و نفوس کا محور قرار دیتا ہے ۔ جو اپنے عہد میں بدلیل کشف و تحمل قوتِ فعّالیہ کے ساتھ نفوس ملت میں اُن کے تدریجی مراحل تعدیلیہ میں متصرف ہو کر ان کی انفعالی کیفیت قبول کی دلیل سے انہیں للّٰہیت یا عدل کامل میں متغرق کرتا ہوا حرص و ہوا سے پاک کر دیتا ہے ۔ پس تمکین استخلاف فی الارض ملتِ اسلامیہ کے فضل قاہر کی دلیل سے نفس دہر میں تقدس عفت کا یسران مؤثر ہے ۔ جو کائناتِ انسانی پر آیۂ عدل و احسان کی ایفائے عادل ہے ۔ کیونکہ وہ علم بردار تکمیل فطرت نفوس ہے ۔ جو حرص و ہوا سے تقدس و طہور ہے ۔ اور یہ ملتِ اسلامیہ کے استحقاق فضل پر شہادتِ فطرت ہے ۔

---

[1] ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں ۔ [2] انفعالاً قبول عدل اور حیثیتِ فعّالیہ کا تصرف اور پھر نفس منفعل میں تمکین قوتِ فعالیہ اور اسی دلیل سے تشکیل ملت اور اس کا تواتر جو وحدت مرجع کی دلیل سے وحدتِ جوازِ ملّی کی ایفائے جاریہ ہے ۔

کسب طیبات

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ (بقرہ)

نفسِ فرد اپنی ترکیب خلقت میں جامع جملہ حقائق علوی و سفلی ہے۔ یعنی کثافت ارضی میں اعتدال ترکیب سے نتیجۃً اس میں رُوح بخاری مخلوق ہے جو رُوح الٰہی کا محل ہے۔ اور ہر نفس انسانی میں یہ اجتماع حقائق اس کے لئے تسخیر ملکوت کی دلیل ہے۔ پس نفسِ انسانی انفرادی طور پر اپنی خلقت میں استقلال رکھتا ہے۔ اور یہ اس خالق حقیقی عزّ و جل کی نیابت کا فطری استحقاق ہے۔ جس سے ہر فرد متصف ہے۔ اور اسی استعداد سے فردیت امارت تحقق پاتی ہے۔ جو تقاضائے فطرتِ نفس نوع انسانی ہے۔ پس اس کا شعور جو حقیقتِ علوی کا ترشح ہے۔ اور کثافت جو محل شعور ہے۔ اور حفظ و بقائے نسل و حیاتِ عنصری کا شعوری معیت کے ساتھ ذریعہ ہے۔ دونوں اپنے فطری مستقل تقاضاؤں کی ایفاء کے لئے متقاضیٔ جدوجہد ہیں۔ - اپنی جدوجہد کے نتائج کے لئے انفرادی مستقل حیثیت کے طلبگار ہیں۔ یعنی لطافت و کثافت مزجیہ کی جدوجہد اور اس سے کشفِ نور کا اور اسباب حیات کا فردِ ساعی پر متحقق اور جمع ہونا اس کے فطرت نفس کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اس کی خلقی حیثیت نفس کا تحفظ ہے۔ اور جو ہر فطرت کا اپنی حقیقت کے ساتھ قیام ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور عزّ و جل ہے اس پر کشفِ نور کا تحقق جو شعوری اور تحریکی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ معاشیات میں اس کے ان متحدہ نتائج سعی کو بھی نفس فرد پر مجتمع ہونا چاہیئے۔ جو عنصریات میں شعوری تداول اور کثافتی جدوجہد کا ثمر ہیں۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ نفس منوّر کا وہ شعوری تداول اور تحریکی جدوجہد بدلیل کشفِ نور و تحمّل نور کثیف کیفیت حرصیہ سے پاک ہو جاتی ہے۔ جو رجوعی تقاضائے نفس کے ایفاء سے تکمیل فطرت ہے۔ اور حقیقت عفت ہے۔ اور دستورِ عدل میں استغراق (اسلام) سے متحقق ہوتی ہے۔ کیونکہ فطرت نفس اساس عدل پر استوار ہے۔ اور کتاب قائمٌ بالقسط اور آمر بالعدل عزّ و جل کا ترشح ہے۔ جو عدل ہے۔ اور سنّتِ نبوی اس کی شرح متشکل ہے۔

گویا طیبیت کے ساتھ وجود کشفِ نور سے تحقق پاتی ہے۔ کیونکہ وہ عزّ و جل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور

کشفِ نور یا اہداۓ نورِ رُوحِ الٰہی کا کشف ہے، کسبِ طیّبات کے نتائج کا نفس فرد پر اجتماع تقاضائے فطرت نفس فرد ہے۔ اور حیثیت طیبّہ فطرتِ نفس کی پیروی یعنی دستور عدل کے تتبّع سے متحقق ہوتی ہے۔ کیونکہ نفس کے عدلِ اساسی کا تقاضا دستورِ عدل کا نزول ہے۔

اور چونکہ وہ اجتماعِ نتائجِ رُوحِ الٰہی کے ترشّح یعنی شعور کی معیّت میں محلّ شعور کثافت کی جدوجہد سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اللہ عزّ وجل خالقِ نفس ہے۔ اس لئے ان نتائج معاینہ کا اس عزّ وجل کے لئے مخصوص کر دینا بھی تقاضائے فطرتِ نفس ہے۔ اور وہ دستورِ عدل یعنی ترشحاتِ الٰہیہ کی پیروی میں اُن کا نفق ہے یا اُن کی حیثیت کا فنا و استغراق ہے۔ جو فطرتِ نفس کے تقاضاؤں کی ایفاء کی دلیل سے جملہ شخصی و منزلی و ملّی و انسانی حقوق کی اس ایفاء کا اہم ذریعہ ہے۔ جو مدّعائے بعثت انبیاء اور تواتر کمالاتِ مصطفوی اور نزول کتب اور نزول میزان العدل اور نزول حدید اور استخلاف فی الارض کا مدّعا و مقصود ہے۔ اور نوعِ انسانی کی ہر گونہ تکمیل سے اُن کی صلاح و فلاح ہے۔ اور اُن کے علوی و عنصری تقاضاؤں کی ایفائے عادل کے لئے جدوجہد ہے۔

اور محور نفق وہ امیرِ فعّال ہے۔ جسے نوعِ انسانی کی وحدتِ مرجع فطری اور وحدتِ اصل کی دلیل سے اپنے عہد میں فردیت کے ساتھ نفسِ ملّت (یعنی دلائل بالا کی روشنی میں جائز واحد اجتماع) پر حیثیت فضل حاصل ہو جاتی ہے۔ اور دستورِ عدل میں استغراق کی دلیل سے وہ اس آیۂ عزّتِ فضل کے مصداق ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (نساء)	اے مومنین اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں سے جو صاحب امر ہو۔

اور یہی مرکزیت و محوریتِ امارت جائز واحد اجتماع کے لئے (جس کی وسعت بدلیل عدل تمام کائناتِ انسانی کو جو اساسِ عدل پر استوار ہے احاطہ کر لینے کا جائز حق رکھتی ہے) تفریق سے نجات اور حبل الٰہی سے اعتصام[1] جمعی کو متحقق کرتی ہے۔ جو فطرتِ نفسِ انسانی کے تقاضا کی ایفاء ہے۔ یعنی واحد مرجع فطری عزّ وجل کی طرف ملّت کے اس رجوعِ جمعی کی ایفائے جمعی

---

[1] وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران)

ہے۔ جو تمام نفوس ملّت میں سیران مشترک کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اور اس سیران رجوع کا منبع نفاذ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ فعّال سے انفعالی تعلق متواترہ کے ذریعہ وابستہ و منفعل اور دلیل کشف رُوحِ الٰہی سے فعّال واحد اولوالامر عہد ہے یا خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ جس کی شوکت فردیّت اور تکمیل آمریّت (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) تمام آفاق کو احاطہ کرلینے کا دلائل بالائے کے ساتھ جائز حق رکھتی ہے۔ اور نفس انسانی کے افکار و اعمال کا سطح ارض پر اپنے عہد میں وہ محور ہے اور اسی کے گرد افکار و اعمال اور اُن کے متحدہ نتائج میں صحت تدبر اور متحقق ہو سکتی ہے۔[1] وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ اسی شوکتِ عظمےٰ پر شہادت ہے۔

متانتِ نفس

(استقامت و وقار)

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ[2] (الذاریٰت)

ذوالقوّۃ المتین عزّوجل کی متانت فی القدرت کی مظہر مُسلم عفیف کے نفسِ ناطقہ میں بدلیل تنزیہ کثافت اس کی متانت عفت ہے۔ اور نفسِ انسانی میں رُوحِ بخاری رُوحِ الٰہی کا محل ہے اور وہ کشف رُوحِ الٰہی کے تحمّل سے جو خاصۂ رُوحِ بخاری ہے۔ نفسِ انسانی میں متحقق ہوتی ہے۔ اور کثافت کے جملہ تقاضاؤں کی ایفائے عادل کا موجب ہے۔ گویا وہ بدلیل ایفائے جملہ تقاضائے نفس فطرتِ نفس میں تمکین استقامت ہے۔ یا کوائف خلقیہ نفس کی تکمیل سے قوائے نفس میں متانت یا استواری و استحکام ہے۔ جس کی ظاہری شکل و صورت وقار نفس ہے۔

---

[1] وحدت مرجع فطری، وحدت مرجع نسلی جائز واحد اجتماع پر حیثیت فضل امیر اور اس کی شوکتِ فعّالیہ اور جائز واحد اجتماع کا استحقاق احاطۂ عالم [2] آیۂ استخلاف (سورہ نور)...... جو اس کے بعد کفر کرے گا (ان کی خلافت سے انکار کرے گا) وہ فاسق ہیں۔

[2] تحقیق اللہ ہے وہی رزاق، صاحب قوّتِ استوار در قدرت خود (اسکی شدّتِ قوّت دلیل متانت قدرت ہے۔ عبد الرحمٰن زمخشری از تفسیر کشّاف)

چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ...... (روم)

پس تو باطل سے ہٹتے ہوئے اپنے رُخ کو دین پر مستقیم کر دے۔ وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی پیدائش میں تغیر نہیں یہی دین مستقیم ہے۔

یعنی وہ فطرت اللہ نفسِ انسانی میں تمکین اساس عدل ہے۔ جس پر شوکت استقامت شاہد ہے۔ کیونکہ نفسِ استقامت وجود قسطاس چاہتا ہے۔ اور وہ جوانب میزانیہ کو مستلزم ہے۔ جو نفسِ انسانی میں لطافت و کثافت کے توذیعہ سے متحقق ہیں۔ اور وہ عدل اساسی ہے۔ اور اس کی تکمیل حقیقت عدل ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ استقامتِ نفس ہے۔ اور اسلام اس حقیقت عدل کی تمکین کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ قائم بالقسط اور مقسط عزّوجل کے ترشحات عدلیہ میں استغراق ہے۔ یعنی اسلام جوانب میزانیہ نفس میں ثقل موازین اور صحت تنصیف وزن سے عدل اساسی کو مکمل کرتا ہوا استقامت میزان یا استقامت نفس کو متحقق کر دیتا ہے۔ (یہاں یہ حقیقت زیر نظر رہنی چاہیئے کہ استقامتِ قسطاس معیارِ[1] عدل ہے۔ اور استقامت میزان یا استقامتِ نفس اس کا نتیجہ ہے۔ جو ہر دو حقائق کے خاصہ ہائے شعور[2] کی اور ہر گونہ رجوعی کی ایفاء ہے۔ اور اسی لئے یہ دین قیم یا مستقیم ہے۔ کیونکہ اس فطرت یا عدل اساسی کے تقاضاؤ کی تکمیل ہے۔ جس پر نفسِ انسانی کو اس عزّوجل نے استوار کیا ہے۔

پس کشف لطافت اور تنویر کثافت اور ان حوائج عنصری کی بالعدل ایفاء (جو نفسِ انسانی کی اس فطری حیثیت عنصری یا کثافت کے نتائج ہیں۔ جو محل لطافت یا شعور ہے۔ اور بقائے حیاتِ عنصری کا ذریعہ ہے۔ اور اس پر شعوری قدرت کا تحقق اس کی تنویر کا متقاضی ہے۔ جو ایفائے حوائج میں دلیل تمکین عدل ہے۔) نفسِ انسانی میں تمکین متانت ہے۔ یا رسوخ فطرت ہے۔ جو ہر دو حقائق کے جادۂ ایفاء میں اضطراب عمل کو فطرت سے خارج کر دیتی ہے۔ کیونکہ

---

[1] اور وہ صحت قسطاس میں تمکین محکم ہے۔ جو مفرط جھکاؤ سے جوانب میزانیہ کو بچاتی ہے۔ اور وہ دافع موانع قوّتِ شجاعت کا فعل ہے۔ [2] یہ اتحاد شعور در رجوع کیفیت ارادی ہے۔ اور اپنے تقاضائی کی ایفاء میں دفع موانع کو مستلزم ہے۔

عدل اساسی یا تقاضائے تکمیل عدل اضطراب ہے۔
اور اس کی تکمیل اطمینان ہے۔ یہی وقار نفس ہے۔ پس مُسلم عفیف کی گفتار و رفتار و کردار جو ترشحات نفس ہیں۔ ہر گونہ کیفیات لغویہ اور بطر و جزع اور نخوت و عجز سے اور اسکی حیثیت لباس اور کوائف متعلقۂ جسم مظاہر فرطیہ سے المختصر اس کی شوکتِ عمل ہر گونہ افراط و تفریط سے تقدس کے ساتھ جو اس کے ادراکی و تحریکی عدل پر شہادت ہے۔ اپنی عادل نہج جاریہ میں مُستقیم قرار پاتے ہیں۔
اور وہ تحمل کشف کی ادراکی و تحریکی جدوجہد کے ساتھ تمام دیگر تحریکی تقاضاؤں کی جن پر شعور کو قدرت حاصل ہے۔ بالعدل[1] ایفاء کرتا ہوا اس دلیل سے نفس میں متانت یا استقامت و وقار کو تمکین دیتا ہے کہ وہ تحمّل کشف کی خاصیت تدریجیہ[2] نفس کی مطابقت ہے اور ہمہ دو اجزائے ترکیبیہ نفس کے تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔ کیونکہ ایک حیثیت نفس کا تعطل یا اس کی ایفاء میں افراط و تفریط تخریب فطرت ہے یا انتشارِ قویٰ (بدحواسی) ہے۔ جو ضد استقامت نفس۔ ہے۔ اس لئے کہ ہر دو اجزائے ترکیبیہ کو نفس انسانی میں باہم لزوم حاصل ہے۔ پس مندرجہ ذیل ترشح مصطفوی اسی وقارِ نفس کی شرح ہے۔

اذا اسمعتم الاقامہ فامشوا الی الصلوٰۃ	جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف اطمینان
وعلیکم بالسکینۃ والوقار ولا تسرعو	اور وقار سے روانہ ہو جاؤ اور جلدی مت
(بخاری)	کرو (جو گھبراہٹ ہے)

کیونکہ سمع اقامت سے بھاگ دوڑ ایک اضطرابی کیفیت ہے۔ جو اعتدالِ ادراک و تحریک کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ گویا اعمال اور ان کی بنیاد فکری میں رسوخ و استقامت یا وقار بدلیل عدل تکمیل ارادہ و اعمال کا ذریعہ ہے۔ اور یہ ترشح مصطفوی حکم جزئی سے اعتدال عمل کی شرح کلی ہے۔ یا معنویتِ عدل کے ساتھ حقیقت نفس کے اتحاد کا حکم ہے۔ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا..... الخ[3] اسی وقارِ متین پر شہادت ربانی ہے۔ جو وہن اور ضعف و استکانت سے بدلیل متانت نفس پاک ہے اور اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ[4] (جمعہ)

---

[1] تعدیل نفس مطالعہ فرمائیں [2] تدریجی ارتقاء مطالعہ فرمائیں۔ [3] رحمٰن کے بندے زمین پر آہستہ رہتے ہیں ..... الخ (فرقان) [4] جب پکارا جائے واسطے نماز کے دن جمعہ کے تو جلدی کرو اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ (جمعہ)

ضعیف و وہن سے تقدس کی دلیل کے ساتھ اسی تمکین متانت کے لئے منشور رقیم ہے۔ گویا آہستگی اور سرعت کی بنیادِ فکری و ارادی میں متانتِ ایمان بہ تطابق کو الف اُن کے جواز یا لزوم سے تحرکی متانت کو متحقق کرتا ہے وعلیکم بالسکینۃ والوقار اسی حقیقت علیہ کی وضاحت ہے۔ الحاصل متانت و وقار اس دلیل سے کہ وہ کشف رُوح الٰہی سے نفس ناطقہ میں جلوہ ریز ہوتا ہے۔ اور کثافت تحمّل کشف سے منوّر ہو جاتی ہے جو اس کے خاصہ رجوعی کی ایفاء ہے۔ اس متین عزّ و جل کی نفس انسانی میں جلوہ گری ہے۔ اور چونکہ اس عزّ جل کی شدّتِ قوت اس کی قدرت پر دلیل راسخ ہے۔ اس لئے مسلم کی دافع موانع شجاعت یعنی قوّتِ قاہرہ اس کی مستحکم متانت نفس پر حجت قاطع ہے۔ جو استقامتِ فرد و جماعت کے جادۂ عدل سے موانع مفرطہ کو ہٹا دیتی ہے۔ پس کثافت اپنے خاصۂ فطری کے ساتھ متحمل کشف ہو کر جُملہ تقاضاہائے نفس کی ایفاء میں عدل کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہے۔ یہ اس کی استقامت ہے۔ جو استحکام فطرت ہے۔ اور رسُوخ نفس ہے۔ اور مسلم عفیف کا ملکۂ وقار ہے۔ یا اس کی شوکتِ متانت ہے اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت اسے نفس ملّتِ وسط کا خاصہ قرار دیتی ہے۔ جو مستخلف ذو القوّۃ المتین عزّ جل سے اس کے لئے تودیعۂ استخلاف فی الارض پر حجّت قاطع ہے۔ اور ایفائے تقاضائے فطرت نفس کی دلیل سے تمام کائنات انسانی پر ملّتِ عفیف کی دلیل فضل ہے۔

نظم بالعلم

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (علق)

مستخلف عزّ و جل اپنی ذات کے علم سے اپنی فردیّت الوہیّت پر شاہد[1] ہے۔ اور اپنے علم الوہیّت کے ساتھ تمام ملکوت ارضی و سماوی میں قائماً بالقسط ہے۔ یعنی اس کی صفتِ قیام بالقسط اپنے تصرف

---

[1] شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران)

کے لئے جوانب میز ایشہ چاہتی ہے۔ اور وہ ارض و سما ہے۔ جس پر اس کی فردیت الوہیت کا احاطہ اس کی صفت قیام بالقسط کی جلوہ گری ہے اور نفس احاطہ صحت و استقامت قسطاس ہے۔ پس خلائف الارض نفوس انسانی میں علوی و سفلی حقائق کا اجتماع اساس قیام بالقسط ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام ملکوت ارضی و سماوی نفس انسانی کے لئے مسخر ہے۔ اور اس کی تکمیل بحیثیت مظہر صفت الٰہیہ نفس انسانی کا قیام بالقسط ہے۔ جو فردیت الوہیت میں استغراق یعنی اسلام سے نفس ناطقہ میں متحقق ہوتا ہے۔ جو اس میں صحت و استقامت قسطاس و میزان ہے۔ اور وہ کشف روح الٰہی سے کہ وہ معرفت مستخلف عز وجل ہے۔ اور تنویر کثافت سے جو بہ دفع موانع تحمل کشف ہے۔ اور کثافت کے خاصۂ رجوعی کی ایفاء ہے۔ یعنی کشف نور و تحمل نور سے نوراً علیٰ نور عز و جل سے جنسیت کا تحقق ہے اور اس کی عندیت ہے۔ تمام حقائق سماویہ و ارضیہ کا علمی احاطہ ہے۔ اور حقیقت تسخیر ملکوت ارضی و سماوی کی اس کے نفس ناطقہ میں جلوہ گری ہے۔ جو استعداد فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ ترشحات مستخلف عز وجل وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ میں انہی حقائق عظمیٰ کی وضاحت روشن ہے۔

پس استخلاف فی الارض جس سے دورِ مصطفوی یعنی امت وسط بہرہ ور ہے۔ علم کامل کی روشنی میں جو کمال حکمت ہے۔ اور کتاب اور میزان العدل سے قوت نظری میں تحقق پاتی ہے۔ فعال ارادی قوت کے ساتھ قول فیصل سے جو اس کی کثافت منورہ یا عفت کے ذریعہ صفحہ روزگار پر بزبان و قلم دافع موانع شجاعت قاہرہ کی معیت میں جلوہ نگن ہوتا ہے ....

---

[1] وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (انعام) [2] وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ) [3] اور اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے (بقرہ) [4] تحقیق اللہ نے اس کو چن لیا ہے۔ اوپر تمہارے اور زیادہ دی اس کو کشادگی علم و جسم میں (طالوت کو، بقرہ) [5] تحقیق اسے (داؤد کو) ہمارے نزدیک بڑا مرتبہ اور اچھی منزلت ہے (ص) آیات اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً اور یا داؤد اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ اور آیات متعلقہ حضرت طالوت علیہ السلام مطالعہ فرمائیں [6] لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور)

جو لزوم اسباب اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت سے مستلزم شمشیر ہے۔ کائنات انسانی میں فعالی و انفعالی تعلق کے اس بیران کی دلیل سے جس کا وہ محور ہے۔ جائز و واحد ملّتِ وسط کو فردیّت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلّم پر جمع کرتا ہوا کہ ہر دو وحدت مرجع[1] فطری اور وحدت اصل کے تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام کائناتِ انسانی کی طرف بعثت مصطفوی متحقّق ہے۔ اور مکمّل فطرت ملّتِ وسط کی وسعت کافۃ النّاس کو احاطہ کر لینے کا جائز حق رکھتی ہے۔ اور استخلاف فی الارض اپنے عہد میں حامل فردیت ہے۔ تعدیل نفوس اور نظم عادل کو متمکّن کر دیتا ہے۔ جو جامع تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن اور سیاست بین الدّول ہے۔ اس حیثیّت کے ساتھ کہ ملّتِ اسلامیہ کی سیاست بین الدّول اس کی محیطۂ عالم جائز واحد سیاست مدن کا تدریجی مرحلہ ہے۔

پس اے ملّتِ اسلامیہ! سیّد و سرور اوّل المسلمین جامع علم و قلم اِلیٰ یَوْمُ القِیٰمۃ مکمل فطرت محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم کی تبعیّت میں اس دلیل کے ساتھ کہ حقیقتِ اسلامیہ فعالی و انفعالی تواتر و تسلسل سے ملت وسط کے ہر عہد میں جاری و ساری ہے۔ صرف تجھے ہی حق پہنچتا ہے کہ نوعِ انسانی پر جو جامع حقائق علوی و سفلی ہے۔ بدلیل تکمیل فطرت قاہر و غالب ہو۔ پس مستخلف عزّ و جل نے خلائف الارض کو قلم کے ساتھ تحریر کی تعلیم دی تاکہ انجام کار ملّت اسلامیہ کا قلم مستخلف عزّ و جل کے ترشحات[2] عدلیہ یا دستور عدل اور فردیّت نبوت مصطفوی کے جوامع[3] الکلم اور شوکت استخلاف کے فصل[4] الخطاب کو جو شرح استعداد فردیّت استخلاف فی الارض ہے۔ صفحۂ قرطاس پر بے حجابانہ جلوہ گر کرتی ہوئی اسے نظم بالعلم کے ساتھ سطحِ ارض پر متمکّن کر دے۔ جو خاتم نبوّت دورِ مصطفوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں شوکتِ مضمون[5] اِنّی جَاعِلٌ فِی الاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور[6] یَا دَاؤُدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الاَرْضِ کی بمطابق[7] لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ تکمیل

---

[1] تمہید صفحات ۱۹ تا ۲۱ مطالعہ فرمائیں۔ [2] قرآن حکیم [3] عنوان اخلاق نبوی اور قرآن حکیم صفحہ نمبر ۵ ۱۱ - ۱۰۶ مطالعہ فرمائیں [4] وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ وَاٰتَیْنٰہُ الحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الخِطَابِ ہم نے اس کے (خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت داوٗد علیہ السّلام کے) ملک کو مستحکم کیا۔ اور اسے حکمت اور فیصل قوّت بیانیہ عطا کی (ص) [5] میں زمین خلیفہ بنانے والا ہوں [6] اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ [7] انکو زمین میں ایسے ہی خلیفہ کرے گا جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔

وتمکین مستحکم ہے۔

وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِقرَأ وَرَبُّکَ الاَکرَمُ الَّذِی عَلَّمَ بِالقَلَمِ ﴿علق﴾ — پڑھ اور تیرا پروردگار بزرگوار تر ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا

ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم — تا چو خورشیدے بتابد گوہرم

پائندہ و بالندہ باد اے ملّتِ اسلامیہ

محمّد سعید

انجام حقائق نفس اور نفسِ جماعت میں درجاتِ تدریجیہ کی دلیل سے کیفیتِ نیم شعوری کا تحقق اور فردیتِ رسالت اور فردیتِ استخلاف کی طرف اس کا احتیاج

کافۃ النّاس کی اساس تخلیق حقیقتِ علوی اور کثافت ارضی ہے۔ یعنی وہ جوانب میزانیہ کے تحقق سے اساسِ عدل ہے۔ جس پر قصر نفس انسانی تعمیر ہے۔ گویا اسلام حقیقتِ عدلیہ یا ثقل موازین کی دلیل سے وہ فطرت ہے۔ جس پر نفس انسانی کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ اس فطرت کا حافظ اور مکمل ہے۔ مگر عامۃ النّاس کی یہ اساس تخلیق پیدائش کے بعد کوائف ماحولیہ سے اثر لیتی ہوئی اپنی فطری کیفیت مخلوقہ سے تغیر پذیر ہو جاتی ہے۔ اور تفاوتِ ماحولیہ کی دلیل سے تمام نفوس کی کیفیات متفاوت ہوتی ہیں۔ گویا نفوس عامہ کے کوائف میں مدارج ہیں۔

پس بعض نفوس کی رُدح الٰہی یا حقیقتِ علوی کی وہ حیثیت اصلیہ جس کی معنویت نور ہے۔ صحت رجوعِ شعور کے سقوط اور اضطراب ظن و کثافت میں بہاؤ کے سبب قائم نہیں رہتی۔ کیونکہ وہ اللہ عزّ و جل نورٌ علیٰ نور سے بیگانہ ہے۔ اور فردیتِ توحید میں استغراق اس کا شعوری مرجع نہیں ہے۔ گویا اس میں بے نور شعوری کیفیت باقی رہتی ہے۔ یہی نفس انسانی کی موت ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے۔

لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ (یٰسین) تاکہ اس کو ڈرائے جو زندہ ہے اور کافرین پر بات کو محقق کر دے۔

یہی مقصود ختم و حجاب ہے۔ یہی نفس انسانی کا احسن التقویم کے بعد اسفل السافلین کی طرف رجوع ہے۔ اور مسخ نفس ہے۔ اور حقیقتِ علوی کی نورانی کیفیت کا اس سے خروج ہے۔ اور اس کے رُدح بخاری کے لئے وجہ تمام کثافتی رجحانات کا مرجع ہے اور جاذبیتِ عنصری سے مفرط ماحول کے اثر کو قبول کرتا ہوا صحت رجوع شعور کے سقوط کا سبب ہے۔ تحقق عذاب کی دلیل ہے وجہ عنصری جنسیت معذرہ سے متحقق ہوتا ہے۔ جیسے نفس انسانی احساساتِ عنصری کے ساتھ بے نور کیفیات شعوریہ کی معیت میں تا ابد محسوس و معلوم کرتا ہے۔

اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ کیفیاتِ شعوریہ اپنے مرجع اصلی کی طرف رجوع نہ کرنے کی دلیل

سے تا ابد اس کے وصال سے محروم رہتی ہیں۔ کیونکہ ان میں معنویت شعور یا مرجع فطری کے ساتھ نورانی جنیت متحقق نہیں ہوتی۔ یہی مقصود آیہ ذیل ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى ..... الخ (بنی اسرائیل) اور جو اس دنیا میں اندھا رہا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

بعض وہ نفوس ہیں۔ جو عدل کو قبول کرتے ہوئے جو ان کے اساس نفس کی حیثیت خلقی یا ہر دو جوانب نفوس کے وجود و قیام پر دلیل ہے۔ حقیقت عدل یا ثقل موازین کی نفس میں تمکین سے یعنی ارواح الٰہی و بخاری کے کشف و تحمل سے مکمل فطرت ہیں۔ پس وہ اپنے مرجع حقیقی نورٌ علیٰ نور عزّوجل کے انوار میں مستغرق ہو کر تا ابد رضائے الٰہی اور رویت الٰہی سے مشرف و کامران ہیں۔ جو رُوح الٰہی کے نورانی کشف اور رُوح بخاری کے تحمل کشف نور سے نورانی جنیت و عندیت الٰہی کا تحقق ہے۔ جو رُوح الٰہی کے تقاضائے کشفی کی ایفا ہے۔ جو اس آیت منورہ سے مقصود ہے۔

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (قیامہ) اس دن بعض منہ ترو تازہ ہوں گے۔ اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوئے۔

(یعنی لقائے الٰہی اور رویت الٰہی سے)

بحالیکہ رُوح بخاری اپنے تقاضاؤں کے ساتھ اس کا متحمل ہوتا ہے۔ اور اس کا تحریکی عمل صالح جس نے حقائق فکریہ کے رُخ تاباں سے حجاب کثافت اس کی حجابی کیفیت کو منور کرتے ہوئے چاک کر دیا ہے۔ اپنی حقیقت عنصریہ کی دلیل ہے جو اس کا اصل ہے از روئے تقاضائے عدل عنصری اجزا کا استحقاق رکھتا ہے۔ جو تحمل کشف کی دلیل سے پروردگار کی عندیت و معیت میں متحقق ہوتی ہے۔ [illegible] حقیقت ہے۔ جو مقصود آیہ ذیل ہے۔

جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ مُقْتَدِرٍ (قمر) تحقیق متقین باغوں اور نہروں میں نشست صدق میں شہنشاہ باجبروت کے ہم نشین ہیں۔

رُوح احکم الحاکمین اور حقائق ارضیہ یعنی رُوح بخاری کا تحمل کشف استحقاق استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ وہ شوکت حکم اور اس کی حقیقت کا نفس میں [illegible]ض پر اس کی کیفیت نفاذ کی نفس انسانی میں تمکین ہے۔ مگر باہم تفاوتہائے [illegible] انسانی کے قبول عدل میں کثیر درجات تدریجیہ ہیں۔ کہ وہ اپنے کو الف فطرت [illegible] کو قبول کرتے ہیں۔ گویا ادراکی و تحریکی واقعات دہر میں جو تفاوت

باتّے ماخولیہ کا اصل ہیں ۔ تداولِ شعوری سے نفوسِ افراد کی شعوری کیفیتّوں میں درجاتِ تدریجیہ تحقّق پاتے ہیں۔ نیز قبولِ عدل کے بعد اس کی تکمیل تک اصول تدریج کے تقاضا سے مدارج ہیں۔ اور ہر نفس اوقاتِ روندہ میں درجات ارتقائیہ کے ساتھ بڑھتا ہے۔ یا ماحول سے اثر لیتا ہوا قبول عدل کے بعد ابتدائی اقدام سے کچھ زیادہ گامزن نہیں ہو سکتا۔

الحاصل منعِ نفوس سے قبولِ عدل کی صلاحیت تک درجاتِ تدریجیہ اور قبولِ عدل سے تکمیلِ عدل تک تدریجی مدارج ارتقائیہ اور نفوسِ انسانی کی شعوری کیفیتّوں میں تفاوت ان سب کائناتِ انسانی میں اجتماع نفس اجتماع کی نیم شعوری کیفیت پر شہادت ہے۔ جو وحدت مرجع فطری و نسلی کی شہادت کے ساتھ فردیتِ توحید کے تصرف حکمت کی طرف فطری طور پر محتاج ہے۔ تاکہ وہ تعینِ محوریت سے تمام نفوسِ انسانی کے افکار و اعمال میں صحت تداور اور استقامت کا موجب ہو۔ کیونکہ فردیت الوہیتِ ہی ارداحِ الٰہی کو جذب رجوع فطری کی دلیل سے محور الوہیت کے گرد متداور کر سکتی ہے۔ اور چونکہ غیب وظن جوانبِ میزانیہ نفس کی ابتدائی کیفیت خلقیہ ہے۔ اس لیے کائناتِ انسانی یا نفسِ جماعت حقائق نفس یا تصرفِ حکمت کو متشکل دیکھ کر راہ پا سکتا ہے۔ پس فردیتِ الوہیت کی طرف احتیاج کی ایفا فردیت رسالتِ مصطفوی سے متحقق ہوتی ہے۔ کہ وہ کشفِ روح القدس اور تحمل کشف کی دلیل سے نفسِ جماعت کو تصرف فعالیہ کے ساتھ تعینِ محور اور اس کے گرد تداورِ صحیح سے شعورِ صحیح اور عمل صالح میں متحقق کرتی ہے۔ یہی اصول ہے جو فردیت رسالت مصطفوی پر اجتماع عالم کے لیے فیصل ناطق ہے۔ پس وہ دائماً اور مسلسل اِلیٰ یوم القیمہ اپنی تعلمی اور دستوری حیثیت کے ساتھ جائز واحد ملتِ وسط کے نفس اجتماعی پر غالب ہے۔ علیٰ ہذا یہی اصول ہے۔ جو عہدِ فردیت استخلاف فی الارض میں اس کی فردیت محور کے گرد تمام عالم کے تداور کو فطرت قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہ سطح ارض پر اپنے عہد میں فردیت رسالت مصطفوی کی شرح متشکل ہے۔ اور کشفِ روحِ الٰہی اور تحمل کشف سے اس قوتِ فعالیہ جاریہ مصطفویہ کے تصرف کے ذریعہ ملتِ وسط کو فردیت رسالت مصطفوی پر جمع کر دیتا ہے۔ جو مصطفوی فردیت رسالت و خلافت الٰہیہ کے بعد اس کی نیابت کا استحقاق ہے۔ اور استعدادِ نیابت ہے۔ اور تسلسل و تواتر کیساتھ ملتِ اسلامیہ میں جاری رہے۔ اور اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت اور اختتامِ نبوت پر حجت قاطع ہے۔

چنانچہ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ اس

قوتِ فعالیہ سے متحقق تھی۔ زاں بعد اس معیارِ سیادت (یعنی شرطِ وجودِ قوتِ فعالیہ) کے ذریعہ جو اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے سطحِ ارض پر اِلٰی یَومِ القِیٰمۃ مستقلاً نصب فرما دیا ہے۔ انتخابِ امارت کے ترک پر حافظِ فطرت وارثِ کمالاتِ مصطفوی اور محی اصولِ نیابتِ مصطفوی حسین ابن علی علیہ السّلام کی شہادت بتجدید طریقِ صحیحۂ انتخاب کے لئے دعوت متشکل ہے۔ یہی حقیقت علیہ انتخابِ امیر میں صرف کیفیاتِ کشفیہ وتحملیہ سے مایہ دار افرادِ ملت کو جو مظاہرِ تدبیرِ علویہ واقعاتِ دہر میں تداولِ شعوری سے الٰہیت یا کشفِ شعور کی معیت میں پختہ کار ہیں۔ حقِ انتخاب عطا کرتی ہے۔ کیونکہ وہ دلیلِ بالا سے صاحبِ استعدادِ فاضل اولوالامر کی معرفت میں عاقل ہیں۔ بجالیکہ کشف وتحمل میں افضلیت تقاضائے تدریج ارتقا ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور کے نور میں استغراق کی کیفیاتِ لامتناہی اس شوکتِ فاضلہ پر شہادتِ ساطعہ ہے۔ علیٰ ہٰذا یہی حقیقت علیہ اولوالامر فعال اور اس کے صاحبِ کشف و تحمل نائبین کے لئے احتسابِ استعداد[1] وُلاۃ وعمال وغیرہ اور ان کے تعین کے استحقاقِ مخصوصہ پر شہادتِ باہرہ ہے۔ (اور یہی حقیقت علیہ کیفیتِ نیم شعوری کو الحق انتخاب سے محروم کرتی ہوئی جادۂ انتخاب میں شناسائے کشف وتحمل افراد کے تتبع کو لازم قرار دیتی ہے) پس ان دلائل وحجج کے بعد نفسِ زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے حبیبِ رحیم مستخلف عز وجل استخلاف فی الارض کا فیصلہ اس حجتِ غالبہ سے اجتبائے فردیت کے ساتھ نافذ فرما دیتا ہے۔ کہ وہ فردیتِ الوہیت و رسالت کی نیابت ہے۔ جو مضمون[2] اللّٰہُ یَجتَبِیٓ اِلَیہِ مَن یَّشَآءُ کو مستلزم ہے۔ اور نیابت فردیتِ الوہیت ورسالت اس کی فردیت کے لئے فیصل ناطق ہے تو خلیفۃ اللہ اس قوتِ فعالیہ کے ذریعہ (جو تواتر میزان العدل سے اس کے نفسِ مبارک میں متحقق ہے۔ اور امر بالعدل الٰہی کی نیابت ہے۔ جس پر آیات اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ اور وَمَن یَّامُرُ بِالعَدلِ کا تطابق شاہد ہے۔ اور اسی دلیل سے یا کشفِ روحِ الٰہی (علم وحکمت) اور تحمل کشف سے فعالٌ لما یرید عز وجل کی تجلی فعالیہ ہے) نفسِ ملت میں تکمیلِ نفس یا حقیقتِ اسلامیہ (کشف وتحمل) کے پیرانِ مشترک سے (جو فردیتِ رسالتِ مصطفوی پر بالنفس فعالِ اول اور منبعِ کشف وتحمل پر اجتماعِ ملی کا تحقق ہے) استحکامِ جمعیتِ ملی کے ساتھ مسخراتِ نفس پر استحقاقِ جائز سے قبضۂ شمشیر کو سنبھالتا ہوا اور اپنی محورِ فردیت کے گرد تداورِ ملی کی دلیل سے یعنی تصرفِ قوتِ

---

[1] حزبِ بنیادِ مستحکم میں عنوانِ احتسابِ استعداد ولاۃ مطالعہ فرمائیں۔

[2] اللہ جسے چاہتا ہے۔ اپنی طرف چن لیتا ہے .... الخ (شوریٰ)

فعالیہ سے تحمّل شمشیر کو خاصۂ نفس ملت قرار دیتا ہوا ہر گونہ مدا نعِ مفرط کو جادۂ اجتماع جائز واحد ملت اسلامیہ (وسط) سے دُور کر دیتا ہے ۔جو استخلاف فی الارض کی شجاعتِ قاہرہ کے ساتھ بنیاد مستحکم پر تشدید ہے اور سطحِ ارض پر وراثت امر بالعدل الٰہی یا حفظ فطرت انسانی کشف و تحمّل (دین قیم) کی تمکین قاہرہ ہے گویا خلیفۃ اللہ فی الارض مستخلف عزّوجل کی جلوہ گاہ علم و حکم ہے ۔اور دلیل نیابت الٰہی سے شہادت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ نیابت امر بالارادہ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ سے مشرف و کامران ہے ۔جو اس کے تصرّف شجاعت کے ساتھ اتحادِ شمشیر سے سرعت غلبہ و قہر اور تجدید و تعمیر ملت پر شہادتِ قاہرہ ہے ۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے ۔کہ وحدتِ مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے اجتماع تقاضائے فطرت نفس ہے ۔جو تکمیل فطرت کی حجتِ روشن سے ملّت وسط میں تمام عالم کے اجتماع پر فیصل ناطق ہے مگر اساس تخلیق یعنی عدل سے سقوط کی بنا پر مختلف نقطہ ہائے فرط پر انسانی گروہوں کا اجتماع مفرط اجتماعات کی تشکیل کا موجب ہے ۔جنہیں جماعتی حیثیت سے جائز واحد جماعت کے ساتھ تشابہ حاصل ہے ۔اور فطرت نفس تقصیر فطرت کی دلیل سے انہیں ناجائز قرار دیتی ہے ۔علیٰ ہذا ان کی کیفیات شعوریہ میں تفاوت ماحولیہ کی دلیل سے درجات شعوریہ کا تحقّق جو نفس جماعت میں نیم شعوری کیفیّت کو متحقّق کرتا ہے ۔وہ فطری احتیاج ہے ۔جس کے تقاضا سے وہ اس مفرط امارت پر جمع ہو جاتے ہیں ۔جو ادراک و تحریکات میں تداول شعوری سے استقلال شعور و ظن کے ساتھ نفس جماعت مفرط پر غالب آجاتی ہے ۔اور یہ جائز واحد فردیّت امارت اسلامیہ کے ساتھ اس کا تشابہ ہے ۔اور فطرتِ انسانی اس کے حقائق نفس کے فرط و سقوط کی دلیل سے اسے ناجائز قرار دیتی ہے ۔

نفس انسانی میں روح الٰہی ودلیعت ہے اور ہر امر مجاز و حقیقت اور لفظ و معنیٰ اور جسم و روح کے اتحاد سے ہی امر واقع قرار پاتا ہے۔ اس لئے نفس انسانی کے تصرفاتِ عقلیہ کو جو روح الٰہی کے ترشحاتِ شعوریہ ہیں اور نیابتِ الٰہی کے مظاہر مجازیہ ہیں فطرت کے تقاضاؤں کی ایفائے مکمل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

بلکہ روح الٰہی کی نورانی حقیقت کا نفس انسانی میں انکشاف جو نفس انسانی میں نیابت الٰہی کے مقصد کی وضاحت ہے مجاز متذکرہ کے ساتھ حقیقت کے اتحاد منورہ کو متحقق کرتا ہے اور فطرت کے تقاضاؤں کی ایفائے مکمل ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ)

ب

اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم

کے

سوانح عہد نبوت وخلافت پر تبصرہ سے ترتیب دستور تعمیر ملّی اور آئینہائے صلح وجنگ اور قوانین نظم وضبط کی تشکیل وتجدید

خلیفہ) محمدؐ سعید
دار التصنیف والنشر
آلو مہار شریف

جامع صدیقیہ

جعلت لی الارض کلها مسجداً

(تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنادی گئی) بخاری و مسلم

اس اول المسلمین صاحب کتاب و میزان و شمشیر صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ میں حقایق وحی و شہود کے تحقق سے صرف آپ کی حکمت اور قول فیصل ہی دلیل امر بالعدل کیساتھ مایۂ تہذیب و تدبیر و سیاست و تحکیم ہے۔
اور اس کی وراثت سے تمام عالم پر عزت و کرم کا فطری استحقاق صرف ملت اسلام کو پہنچتا ہے۔

محمد سعید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قبل بعثت کعبۃ اللہ الحرام کی تعمیر نو میں نصب حجر اسود

اور بحیثیت ثالث فیصلہ (تحکیم بین الدول کیلئے ملت اسلامیہ کا فطری استحقاق)

وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَ اِسۡمٰعِیۡلُ (البقرہ)

موسسان کعبۃ اللہ الحرام ابراہیم حنیف اور اسمٰعیل ذبیح علیہما السلام کی دعا[1] یعنی اول المسلمین اور خاتم النبیین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل آیۂ طالوتی اور حکمت سلیمانی کے ساتھ مکہ کا ایک قابل اعتماد حکیم اور فیصل تسلیم کیا گیا وہ آیۂ طالوتی کعبۃ اللہ الحرام کی تعمیر میں منجانب اللہ آپ کے دست مبارک سے حجر اسود کا نصب ہے اور حکمت سلیمانی آپ کا اس کے متعلق بحیثیت ثالث فیصلہ ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ قریش نے آپ کے عہد طفولیت میں کعبۃ اللہ الحرام کی عمارت کے متعلق از سر نو تعمیر کی ضرورت محسوس کی کیونکہ بارش کے زمانہ میں شہر کا پانی بند کو توڑ کر جو حرم کی حفاظت کے لئے بنوایا گیا تھا۔ بار ہا حرم کی عمارت کو متاثر کر چکا تھا۔ پس قبائل قریش نے عمارت کے مختلف حصے برائے تعمیر آپس میں تقسیم کر لئے۔ لیکن حجر اسود نصب کرنے کا موقعہ آیا تو سخت جھگڑا پیدا ہوا۔ تلواریں کھچ گئیں۔ بعض لوگوں نے خون بھرے پیالوں میں انگلیاں ڈبوئیں جو اس زمانہ میں قربانی جان کے لئے رسم ادا کی جاتی تھی۔ چار دن تک یہ جھگڑا رہا۔ پانچویں دن ابو اُمیہ ابن مغیرہ نے یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے سامنے آئے وہی ثالث تسلیم کیا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ دوسرے روز وہ مکمل دین خلیقی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے سامنے آیا۔ پس آپ نے فیصلہ دیا۔ کہ سب قبائل سے ایک ایک سردار منتخب کر لیا جائے۔ اور آپ نے چادر بچھا کر حجر اسود اس میں رکھ دیا اور سرداران قبائل سے فرمایا۔ کہ چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں۔ جب چادر مقام مناسب پر پہنچ گئی۔ تو اس خاتم النبیین خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے موقعہ پر نصب کر دیا۔

1۔ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ ...... الخ (البقرہ)

یہ ضروری تھا۔ کہ اس تکمّل دین حنیفی اور متمّم نعمت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت اور خلافت پر اس کی بعثت سے پہلے وہ سب سے پہلا اللہ کا گھر جو تمام عالم میں اساس ہدایت و برکت ہے اور ابراہیم حنیف علیہ السّلام کے مقدس ہاتھوں سے تعمیر ہوا ہے۔ علامات ظاہرہ اور آیات بیّنہ کے ساتھ شاہد ہو۔ جس طرح حضرت طالوت علیہ السلام کے استحقاق سلطنت پر تابوت سکینہ نے شہادت دی جو تبرّکات موسوی و ہارونی سے مایہ دار تھا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرہ)

ان کے نبی نے ان سے کہا۔ اس کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس تابوت لے آئیگا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینہ (اطمینان) ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کے بقیات (تبرکات) ہیں اس کو ملائکہ اٹھا کر لے آئیں گے۔

گویا آپ کے دست مبارک سے نصب حجر آپ کے ہاتھوں دین حنیفی کی تکمیل پر شہادت تھی اور قریش کے توکل پر آپ کا منجانب اللہ ظاہر ہونا اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ کی مانند بلاشبہ اللہ عزوجل کی جانب سے تھا۔

علی ہذا آپ کا بحیثیت ثالث فیصلہ آپ کی خلافت الٰہیہ پر اسی طرح شہادت دیتا ہے۔ جس طرح کھیت کے متعلق فیصلہ میں فہم سلیمانی نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے عہد طفولیت میں ان کی خلافت فی الارض اور حکمت پر شہادت دی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ۝ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ..... الخ (انبیاء)

اور داؤد اور سلیمان جب کھیت میں حکم کر رہے تھے جبکہ قوم کی بکریاں اس میں چر چکی تھیں اور ہم ان کے حکم پر گواہ تھے۔ پس فہما دیا ہم نے وہ سلیمان کو اور ہم نے (ان دونوں میں سے ہر ایک کو حکم اور علم عطا کیا تھا۔

تعمیر کعبۃ اللہ الحرام میں نصب حجر اسود اس نبوت فاضلہ کی علامت ہے جو کافۃ النّاس کی طرف عام ہے۔ اور اس عمومیت محیطہ کے ساتھ اختتام نبوت کو مستلزم ہے۔ کیونکہ کعبۃ اللہ الحرام امام النّاس ابراہیم خلیل علیہ السّلام کے ہاتھوں کافۃ النّاس کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ پس اللہ کے

مقدس گھر کے متعلق آپ کا بحیثیت ثالث فیصلہ آپ کی خلافت الٰہیہ پر آیۂ ظاہر اور علامت روشن ہے۔ کیونکہ وہ فصل الخطاب ہے۔ اور بیت اللہ کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص) — ہم نے اس (داؤد) کے ملک کو مستحکم کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل عطا کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بین القبائل حکیمانہ قول فیصل کے متعلقہ حالات کی ترتیب اس طرح ہے۔

کعبۃ اللہ الحرام تمام عرب کا مرجع عقیدت تھا۔ اس لیے اس کی تولیت اقتدار و منصب کا مرکز تھی اور قبائل قریش حصول اقتدار و جاہ میں باہم رقیب تھے۔

عبدالمطلب کی وفات پر بنو امیہ بنو ہاشم کی بجائے مسند تولیت حاصل کر چکے تھے۔ اس لیے ان ہر دو قبائل میں کش مکش رقابت ایک ضروری امر تھا۔

بنابریں حجر اسود کے نصب کرنے کا شرف جسے حاصل ہوتا اسے اور اس کے قبیلہ کو سیاسی اہمیت حاصل ہو جاتی۔ اس لیے میدان فیصلہ اس وقت درحقیقت قبائل کا ہونے والا مقتل بن چکا تھا۔ اور اسی لیے تعیین ثالث کو توکل پر چھوڑ اگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثالث مان لینے کے بعد بوقت فیصلہ قبائل کے اذہان اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاشمی ہیں۔ اس لیے آپ کا فیصلہ تسلیم ہو جانے سے بنو ہاشم کی فوقیت سب قبائل کو کسی وقت لپنے اثر میں لے سکتی ہے۔ اور یہ اُن کے لیے خطرہ تھا۔ چنانچہ ان حالات کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہتمم بالشان فیصلہ نافذ فرمایا۔ جو آپ کے کمال عدل نفس پر شاہد ہے۔

آپ نے قبائل عرب کی تاریخی حرب و ضرب اور ان کے شعلہ زن احساسات اور جملہ حالات متعلقہ کو ذہن میں محفوظ و ملحوظ و مرتب فرماتے ہوئے۔ قبائل کے ہونے والے مقتل میں کمال اطمینان اور توجہ کامل کے ساتھ بہ استقصائے جزئیات اپنی شوکت فطرت سے اور قوت فیصلہ اور صحت فیصلہ سے جس میں مبحث سے خروج تھا نہ تکمیل مقصد میں تقصیر تھی۔ تمام قبائل کو صلح و آشتی اور تکمیل تعمیر کعبۃ اللہ الحرام کے نقطۂ مقصود تک پہنچا دیا اور بحیثیت ثالث و فیصل بین الدول تحکیم و فیصلہ کی پہلی مشعل فروزاں فرمائی جو اس اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور بالتبع

۱۔ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (زمر)

ملت اسلامیہ کے لئے جملہ ادیان اور اقوام میں فطری استحقاق تحکیم و فیصلہ پر شہادت پائندہ ہے اور ملت اسلامیہ کے لئے لوازم تحکیم و فیصلہ کو واضح اور روشن کر رہی ہے۔ اور بلیت اللہ کو ملت اسلامیہ کے اعمال کی فطرت اساسی قرار دیتی ہے۔ کیونکہ بیت الحرام کو اللہ عزوجل بیتی (میرا گھر بقرہ) کے مقدس خطاب سے مشرف فرماتا ہے۔ اور اسی مضمون بیتی کو زبور مزمور ہشتاد و چہارم میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

اے فوجوں کے خدا تیرے مسکن کس قدر دل پذیر ہیں۔ میری جان صحنہائے خداوند کے لئے مشتاق ہے بلکہ کاہیدہ ہے.......... خوشا بحال اُن لوگوں کو جو تیرے گھر کے ساکن ہیں۔ اور ہمیشہ تیری تسبیح پڑھتے ہیں۔ خوشا بحال اُن لوگوں کو کہ تیری قوت اُن میں ودیعت ہے۔ اور تیرے راستے اُن کے دلوں میں ہیں۔ جب وادی بکا کو عبور کرتے ہیں.......... الخ

ترجمہ از کتاب مقدس مطبوعہ لندن ۱۹۱۴ء بزبان فارسی

وادی بکا مکۃ اللہ المبارک ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۚ (آل عمران)	تحقیق وہ سب سے پہلا گھر ہے جو انسانوں کے لئے تعمیر کیا گیا ہے بکۃ میں مبارک اور جہان والوں کے لئے ہدایت

گویا صحنہائے خداوند اور تیرا گھر سے مراد وہی بیت مقدس ہے جو کافۃ الناس کے لئے اس سطح ارض پر بحیثیت معبد سب سے پہلے تعمیر کیا گیا۔ پس دست مبارک مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تکمیل تعمیر یعنی نصب حجر اسود تمام عالم پر ملت اسلامیہ کی افضلیت کو متحقق کرتی ہے۔ جس میں بلیت روان افضلیت ہے۔

اے تراحق خاتم اقوام کرد ۔ بر تو ہر آغاز را انجام کرد!
اے فلک مشت غبار کوئے تو ۔ اے تماشا گاہ عالم روئے تو
طرح عشق انداز اندر جان خویش! ۔ تازہ کن با مصطفےٰ پیمان خویش (اقبال)

لے وَعَهِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَیۡتِیَ الخ (بقرہ)

تجارت (تکمیل معیشت)

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ...... الخ (نور)

اسباب معیشت کی بنیاد زراعت و تجارت پر ہے۔ اور زمین کے مختلف طبقات پیداوار زراعت و معدنیات کے لحاظ سے مختلف کیفیات رکھتے ہیں اور ضروریات زندگی کی تکمیل مختلف انواع اسباب معیشت کے اجتماع سے مرتب ہوتی ہے۔ اور ان کا اجتماع باہم مبادلہ سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے بنی نوع انسانی کی تکمیلِ معیشت میں تجارت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں تاجر یا متبادل کا حق اجرتِ تبادلہ ہے۔ جو حق کے ساتھ ہو۔ اور اس تبادلہ کا معیشی اثر یا نتیجہ اُن تمام اقوام پر مرتب ہوتا ہے۔ جن کی ضروریات حیات متبادلین کے لئے اس عمل تبادلہ یا تجارت کی وجہ ہیں۔ گویا تجارت کو معیشی نقطہ نگاہ سے ایسی بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ کہ متبادلین کا وسیع معیشی اثر تمام اقوام عالم کو ان کی معاشی احتیاج کی وجہ اور دلیل کے ساتھ احاطہ کر لیتا ہے۔ اور احتیاج ایک انفعالی کیفیت ہے۔ جو نفوس پر طاری ہو جاتی ہے۔ اس لئے تجارت اعلائے کلمۃ الحق کے مقدس مقصد کی ایفا کے لئے اس حیثیت سے سود مند ہے۔ کہ نفوس اقوام اور ملل میں انفعالی حیثیت کا پیدا ہونا انہیں حق سے قریب تر کر دیتا ہے۔ بجائیکہ مسلم متبادل قائم بالقسط ہو اور اس کے ترشحات فکری و عملی نقطۂ عدل پر مستقیم ہوں۔ جو اس کی فعالی حیثیت کی حقیقت ہے۔ اور انفعالی کیفیت میں اثر کر سکتی ہے۔ پس وہ اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت جب سن رشد کو پہنچے۔ تو آپ نے پیشہ تجارت اختیار فرمایا۔ اور مختلف مقامات تجارت میں حجاز سے باہر دور دور تشریف لے گئے۔

قریش بالعموم تجارت پیشہ تھے۔ آپ کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے۔ گویا پیشہ تجارت اختیار کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماحول نے آپ کے ساتھ سازگاری کی یہ تائید غیبی تھی۔ پس بلاشبہ ملت اسلامیہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشہ تجارت اختیار فرمانا تاقیامت دلیل راہ ہے۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں راہ معیشت کو بین الاقوامی جامعیت کیساتھ اختیار کرے۔ اور ہر عہد کے ماحول کے مطابق اپنی تجارتی حیثیت کو تمام عالم میں پھیلا دے۔

اور چونکہ مسلم کی موت و حیات سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔ اور وہ عزّوجل قائم بالقسط ہے۔ اور انسان کی تخلیق میں اس عزّوجل نے قیام بالقسط کی بنیاد قائم فرمائی ہے۔ اس لئے اسے فکر۔ قول۔ عمل۔ معیشت۔ معاشرت۔ تمدن میں قائم بالقسط یا آمر بالعدل ہو جانا چاہیئے۔ اور وہ فطرت کے قیام بالقسط کو مستلزم ہے۔ جو قائمؔ بالقسط عزّوجل کی تصدیق اور اس پر شہادت ہے۔ اور للّٰہیت کی شرح متشکل ہے۔ جس سے نبی برحق بعثت سے قبل اجتبائے الٰہی کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے۔ جو تدریجی استعداد انسانی کی سرعت تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اور وہ تکمیل استعداد حقائق وحی کے برداشت کی قابلیت ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی شوکت عدل یا ضیائے آفتاب مکارم و محاسن سے اقران اور معاصرین کی آنکھوں کو روشن فرمایا اور تجارت کے منافع یا حق تبادلہ کی پاکیزگی جو کسب طیب ہے۔ محقق فرمائی پس حسن شمائل کی بناء پر قوم نے آپ کو امین کے لقب سے ملقب کیا۔ اور طاہرۃ العرب خدیجہ الکبریٰ نے جن کی وسعت تجارت تمام قریش کی متفقہ تجارت سے مقابلہ کرتی تھی اس امانت و دیانت کی بناء پر اپنا سرمایہ مضاعف اجرت پر تجارت کے لئے آپ کے حوالہ کیا۔ اور دوست اور دشمن معاصرین نے آپ کی صداقت اور دیانت کی تصدیق کی

اس پر تاریخ شاہد ہے جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ الحاصل یہ ملّتِ اسلامیہ کے لئے تا دوام سنت جاریہ ہے۔ کہ وہ اس شریف اور بزرگ پیشہ کے ذریعہ تمام روئے عالم میں اسلام مقدس طرح معاشیات کو پھیلا دیں۔ اور ہر مرحلہ پر قائم بالقسط مسلم کی حیثیت سے ایفائے کیل و میزان ایفائے عہد۔ حسن شرکت۔ حسن معاملہ۔ صداقت۔ دیانت وغیرہ وغیرہ مکارم و محاسن سے اس مقدس ذریعہ معاش کو ملت اسلامیہ کی ایسی شریف خصوصیت قرار دیں جس میں آفتاب للّٰہیت پوری تابانی کے ساتھ درخشاں ہو۔ جو مستلزم قیام بالقسط یا ہر چہار فضائل ہے۔ اور اس مسلم عادل کا افکار اقوال و اعمال میں مقصود نگاہ ہے۔ جو کسی وقت رجحان کثافت میں مبتلا نہیں ہوتا

قرب حق از ہر عمل مقصود دار — تا ز تو گردد جلالش آشکار

مال را گر بہر دیں باشی حمول — نِعمَ مالٌ صالحٌ گوید رسول

نیز مختلف کوائف کے ساتھ ہر گونہ معاہدہ ہائے اجرت[1] بھی تجارت کی ہی مختلف انواع ہیں

[1] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کا اجرت پر تجارت فرمانا اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

جن میں قیام بالقسط جو خواہش ارضی سے تقدس کو لازم قرار دیتا ہے۔ اُن عہود و مواثیق کی ایفا ہے جن کی شعور (لطافت علوی) اور اعتراف (کثافت ارضی) تصدیق کرتا ہے۔ گویا ان کی ایفائے عادل فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل کی ایک شق ہے جس میں فرط یا رجحان کثافت کو جو ارضی ماحول کا عنصری جذب ہے۔ دخل نہیں ہوتا۔ اور مسلم عادل کے نفس میں اس کا تحقق اس میں عدل کامل کی تمکین کو لازم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ صرف کشف لطافت اور تنویر کثافت ہی خواہش یا رجحان کثافت سے نفس ناطقہ کو پاک کر سکتی ہے جس کے سرّ اہتمام سے صرف ملّتِ اسلامیہ مایہ دار ہے اس لئے معیشت کو عدل کی بنیادوں پر صرف وہی مکمل کر سکتی ہے۔ گویا ہر گونہ معیشت و تجارت کی تکمیل عادل کا صرف اسے ہی جائز حق پہنچتا ہے۔

دَعوتِ اِلی الحق (تاسیس ملّی)

قُم فَاَنذِر (مدثر)

تسلیم توحید یعنی اللہ عزوجل کی فردیت الوہیّت میں استغراق کی جدوجہد تمام کائنات انسانی کا مرجع فطری ہے۔ پس یہی ملّتِ اسلامیہ کا نقطۂ مقصود ہے۔ کیونکہ نفس ناطقۂ انسانی کے تقاضائے فطری کی ایفائے عادل کا سرّ دستور ہے۔ اسی سے افرادِ ملّت میں اتحاد فکری متحقق ہوتا ہے۔ جو اتحاد عمل کا ذریعہ ہے۔ اور یہ اتحاد افکار و اعمال اجتماع افراد پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ جسے ملت اسلامیہ کے مقدس اور بزرگ نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور جس ذات بزرگ نے اس دعوت توحید کا مقدس فرض ادا کیا ہے۔ جو نفس ناطقۂ انسانی کی کشف و استقامت کا ذریعہ ہے۔ وہ سید المرسلین محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا اس نکتہ مقصود پر افراد ملّت کے افکار و اعمال کا محور وہی ذات بزرگ ہے۔ جو داعی توحید ہے۔ اور اس کا دست مبارک بمطابق یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ مقصود حقیقی یعنی فردیت الوہیّت پر ملّت اسلامیہ کے جملہ عہود و دہور کو الیٰ یوم القیمۃ یعنی عہد اوّل کو بلاواسطہ اور پھر عہود مابعد کو بواسطہ ہائے مسلسل جمع کر دیتا ہے۔ پس توحید و رسالت یا فرد مسلم اساس ملّت ہے اور چونکہ اس کی تسلیم فرد کے نفس ناطقہ میں بحیثیت فکر صحیحہ اور بحیثیت تصدیق فکر یعنی عمل متحقق ہوتی ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے افراد کا اتحاد افکار و اعمال اور نقطہ مقصود

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نفوس ناطقہ میں تحقق توحید امتحدہ نورانی معنویت ہے۔ گویا یہی اتحاد حقیقت اساس اجتماع ملی ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ تدریج ایک اصول ہے۔ جو فطرت کائنات اور فطرت انسانی میں یکساں طور پر جاری و ساری ہے۔ اس لئے لیعمرملی میں جو اجتماع افراد سے متحقق ہوتی ہے۔ فرد کے نفس ناطقہ کی تدریجی خصوصیات کی رعایت کے ساتھ دعوت حق جو افراد کے اتحاد افکار و اعمال سے اجتماع افراد یا تشکیل ملت کا ذریعہ ہے۔ نفوس افراد اور نفس جماعت میں قبول دعوت کا موجب ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید کو بالتدریج نازل فرمایا تاکہ بالتدریج اُسے انسانی تدریجی استعداد پر پیش کیا جائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل)

قرآن اسے ہم نے متفرق کر کے اتارا تاکہ اسے تو لوگوں پر توقف کے ساتھ پڑھے اور اتارا ہم نے اسے آہستہ آہستہ (رفتہ رفتہ)

گویا دعوت الی الحق میں تدریج بھی ایسے ہی ضروری ہے۔ جیسے دعوت الی الحق ضروری ہے یعنی جیسے نفس ناطقہ کی تکمیل و تعدیل جو دعوت الی الحق کا مدعا و مقصد ہے۔ اس کے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے۔ ایسے ہی تدریجی حیثیت کے ساتھ دستور عدل کا پیش کرنا بھی نفس انسانی کی فطرت ممزجہ کے تقاضا کی مطابقت اور ایفا ہے۔ دستور عدل کے بالتدریج تکمیل نزول کے بعد فرائض و نوافل وغیرہ میں تفرلق پائندہ اسی تدریجی اصول کی مطابقت ہے۔ علیٰ ہذا افراد کی انفرادی حیثیت کے بعد اجتماع ملی اسی تدریجی اصول کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ یعنی افراد جب ایک نقطۂ نگاہ پر متحد ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اتحاد فکری جو اساس اتحاد عمل ہے۔ ان کی اجتماعی حیثیت کا سبب بنتا ہے۔ اور نفس جماعت کی تدریجی استعداد کا آئینہ دار ہے۔ اور اس کا محور وہ ذات بزرگ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو افراد کے اتحاد فکر و عمل کا دعوت الی الحق سے ذریعہ و واسطہ ہے۔ اور نفوس افراد کے افکار و اعمال اجتماعی حیثیت سے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ اور وہ عادل جماعت کا اس کے دست مبارک پر اجتماع ہے۔

پس اس تدریجی استعداد نفس انسانی اور نفس جماعت کی رعایت کے ساتھ حکم ربانی سے اس داعی الی الحق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداً راز رسالت جو معلن توحید ہے۔ ان خاص محرمان اسرار اور قابل اعتماد نفوس کے سامنے پیش فرمایا۔ جن کے فکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت فطری یعنی عزت مکارم و محاسن پہلے سے متحقق تھی اور وہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ

رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر عتیق ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت زید رضی اللہ عنہ جیسے ذی قدر اور بزرگ نفوس تھے جن کی استعداد داعی الی الحق کے متعلق استقامت فکری اور اس کی صحبت کے اثر سے قبول حق کے لئے مستعد ہو چکی تھی۔ زاں بعد تبدریج ایسے اصحاب اس حق و سعادت کے مبارک حلقہ میں داخل ہوتے گئے۔ جن کی فطرت ممزجہ میں جستجوئے حق مسخ نہ تھی۔ اور حق معلوم ہونے پر انہوں نے قبول کر لیا۔ مگر یہ سب کام تین سال تک نہایت رازداری کے ساتھ جاری رہا۔ اور یہ ضروری تھا کہ اعلان عام سے پہلے پاکیزہ نفوس کی ایک جماعت حق کو قبول کر لے۔ اور دعوت الی الحق کے اعلان میں وہ حق پرست جماعت ساتھ ہو۔ گویا توسیع حق کے لئے اجتماع ملی میں یہ قلت سے کثرت کی جانب تدریج ارتقا تھا جو نفوس افراد اور نفوس جماعت میں تدریجی ارتقا کی حیثیت سے جاری ہے۔ پس جب حق ایک پاکیزہ اور مقدس نفوس کی جماعت میں متمکن ہو چکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا۔ اے معشر قریش! چنانچہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک فوج آ رہی ہے تو کیا تم باور کرو گے۔ سب نے کہا ہاں۔ کیونکہ تم ہمیشہ سے صادق اور راستباز ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ ایک ہے۔ اور میں اس کا رسول ہوں۔ پس ایمان لاؤ۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے۔ تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ سنکر سب لوگ بہت برہم ہوئے۔ اور چلے گئے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ کعبۃ اللہ الحرام۔ صفا مروہ کی عظمت قریش کے اذہان میں نسلاً بعد نسل متمکن تھی۔

پر عظمت انداز کے ساتھ دعوت واقعہ کی مہتم بالشان حیثیت کا ضروری تقاضا ہے۔ اور عظمت انداز کے ساتھ نفسیات قوم کی رعایت نفوس افراد قوم میں ایک گونہ رجوعی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ جس کی علامت قوم کا وہ اجتماع ہے۔ جو سمع مقصد کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر متحقق ہوا۔ ہر دعویٰ شہادت سے مستحکم ہوتا ہے۔ توحید اور رسالت حقیقت عظمیٰ ہے۔ جس کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوٰی فرمایا۔ اس پر شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت اخلاق اور صداقت کاملہ ہے۔ پس قوم مدعی کی شوکت اخلاق کا اگر اعتراف کر لیتی ہے۔ تو یہ مدعی کے دعوٰی کی صداقت پر مستحکم دلیل ہے۔ اور فی الحقیقت وہ قوم کی مجموعی شہادت ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اظہار دعوٰی سے قبل قوم یا جماعت سے مدعی کے اخلاق۔ صداقت کی تصدیق کی جائے۔ کیونکہ جو دعوٰی مخاطبین کے عقائد آبائی یا ان کی خواہشات نفس کے منافی ہوتا ہے وہ ان کے جذبات کو مشتعل کر دیتا ہے۔ اور یہ اشتعال ایک اضطراب ہے۔ جو شعور نفوس کو مختل کر دیتا ہے۔ پھر ان کا متاثر قول وعمل معیار

اعتماد پر صادق نہیں ہو سکتا۔
پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوٰی سے قبل اپنے دعوٰی کو قوم کی شہادت سے مستحکم فرمایا۔
اور اعلان پر جب لوگوں نے اپنے افکار باطلہ کی تاریک لذات کو پامال ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو بھڑک
اٹھے۔ مگر اس اعتراف یا ان کی شہادت نے جو مدعی کی شوکت اخلاق پر دہ دے چکے تھے۔ غیر محسوس
طور پر اس عظیم شخصیت کے رو برو سخت برہمی کے باوجود ہلاکت آفریں راہِ عمل اختیار کرنے سے
روک دیا۔ اور یہ مدعی حق کی شوکت اخلاق اور نفسیات فہمی کا نتیجہ تھا جو نفس ناطقہ کے کشف یا حق
رو ہی سے متحقق ہوتا ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ قوم کے ہنگامی جذبات قدرت کے لئے یہی نہج
اختیار کی جاتے۔ کیونکہ ایسے ہنگامہ میں خصوصیت کے ساتھ نفس جماعت پر ایک غیر شعوری کیفیت
طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس غیر شعوری کیفیت پر قدرت حاصل کرنے کیلئے ایسے ہی مذکور قادر اثر کی ضرورت ہے جو غیر
محسوس طور سے نفوس پر اثر انداز ہو سکتا ہو۔ بحالیکہ مدعی کی بین القبائلی حیثیت جو دعوت الی الحق میں تدریجی اصول کی مطابقت
کے ساتھ اسے حق کے اعلان عام سے قبل حاصل ہو چکی تھی۔ اس کا بھی نفس جماعت میں پہلے سے
اثر موجود ہوتا ہے۔ اور وہ نفس کی ایک مستقل کیفیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پس ایسے ہنگامہ
میں نفس جماعت کی غیر شعوری کیفیت غیر شعوری حیثیت سے بطور فطرت اس اثر کی بھی پیروی کرتی
ہے۔ الحاصل حالاً و ماضیاً یہ ہر دو صورتیں فطرت نفس فرد اور نفس جماعت کے فہم سے فہم دعوت
کی ارتقائی رفتار میں راستی و استقامت ہے۔

علی ہذا گو وہ ہنگامی طور پر اس وقت کسی حد تک مشتعل ہو جائیں۔ لیکن ان کا وہ اعتراف اور
تصدیق غیر محسوس طور پر اُن کے افکار و اذہان میں ایک قائم رہنے والا اثر کر چکتا ہے۔ جو بعض ایسے
نفوس کو جن کی فطرت میں کچھ جستجوئے حق کام کرتی رہتی ہے۔ کسی وقت حق کے قبول کی طرف
متوجہ کر دیتا ہے۔ اور معاندین چونکہ اس کی صداقت پر ایک دفعہ شہادت دے چکتے ہیں۔ اس لئے
پھر اُن کا اس مدعی حق کے اخلاق و صداقت مستقلہ و مستمرہ کی تکذیب نہ کر سکنا اس کے دعوٰی پر ایک
شہادت مستمرہ ہے۔ جو اقران و معاصر بلکہ آئندہ نسلوں کے افکار و اذہان پر مسلسل اثر انداز ہوتی رہتی
ہے۔ اور یہ اس کا پائندہ اور جاریہ اثر ہے۔

پس حکم ربانی کی تعمیل میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت فصل الخطاب اور دعوت حق
کے اعلان عام کا مقدس افتتاح تھا۔ جس نے شرق و غرب جنوب و شمال اور عہود و دہور روزگار
کو سماع دعوت کے لئے مکلف فرمایا۔ کیونکہ صفا و مروہ شعائر الٰہی ہیں۔ اور انہیں مقدس مقامات میں

جملہ عالم کے لئے امام الناس حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دست مبارک سے قربانی یا للّٰہیت کی بنیاد رکھی گئی۔ پس اس مرکزِ عالم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا خطاب آپ کی کافۃ الناس کی جانب بعثت پر ایسی ہی حجت روشن اور علامت ساطع ہے جیسے نصب حجر اسود اور اس کے متعلق فیصلہ آیۂ طالوتی اور حکمت سلیمانی کا آئینہ دار تھا۔

اس قربان گاہ سے دعوت عام گویا مسلم حنیف کے لئے اعمال میں للّٰہیّت کو جو صحت فکر ہے۔ مقصد قرار دینے کا اعلان عام ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (انعام)

تو کہدے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو جہان والوں کا پروردگار ہے۔

رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وارث کتاب وحکمت ملت اسلامیہ کے لئے تا دوام یہ سنّت قائم فرمادی ہے۔ کہ وہ ہر عہد میں اقوام عالم کو حق کی طرف ان کی نفسیات اور ماحول کی تشخیص کرتے ہوئے تدریجی اصول کی مطابقت کے ساتھ ایسے پرعظمت انداز سے دعوت دیں کہ اقوام عالم میں سماع دعوت کے لئے ایک رجوعی کیفیت پیدا ہو جائے۔ بحالیکہ قائم بالقسط ملت اسلامیہ مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے معیار عدل پر راسخ اور معتمد ہو اور اقوام عالم اس کی شوکت فطرت اور عدل نفس کی تصدیق کے لئے واقعات اور حقائق کی روشنی میں مجبور ہوں۔

علیٰ ہٰذا القیاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو حکم دیا۔ کہ دعوت کا اہتمام کرو۔ تمام خاندان عبدالمطلب کو مدعو کیا گیا۔ کھانا ہوا۔ فراغت پاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں وہ چیز لے کر آیا ہوں۔ جو دین و دنیا کی کفیل ہے۔ اس بار گراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا۔ تمام مجلس خاموش اور حیرت زدہ تھی کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ گو میری آنکھوں کو آشوب ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں۔ اور سب سے نو عمر ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دونگا۔

آبائی عقائد کے خلاف جنہیں قوت نظری میں جگہ حاصل ہوتی ہے۔ کسی نئے مسلک کا پیش کرنا گویا نفس ناطقہ انسانی کے ادراکی نتیجہ کے ساتھ معارضہ ہے جسے قوت غضبی پر بحیثیت مبداء اعمال قدرت حاصل ہوتی ہے۔ جو اپنی ادراکیات کے راستے سے موانع کو ہٹادینے کے لئے شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ اور اسے جذبات عداوت کی تحریک سے معنون کیا جاتا ہے۔ نیز قرابت کو کثافتی اشتراک یا

تصدیق یا اعتراف کے سبب جو کہ ثانی اشتراک کو بھی متحقق کرتا ہے۔ چونکہ نفس ناطقہ میں خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اقربا کو حق کی طرف دعوت متقاضی خصوصیت ہے۔ پس اقربا کو اس مخصوص طریق سے دعوت دینی چاہیئے جو ان کی فکری خصوصیت پر اثر انداز ہو اور ان کے مبادئ اعمال کو متاثر کردے تاکہ دعویٰ یا اظہار پر مسلک جدید کے ساتھ فکری معارضہ میں مدعی کی شوکت اخلاق سے متاثر ہو کر وہ اپنے فکر و عمل میں واضح معاندانہ رویہ اختیار نہ کرسکیں۔ پس مدعی کے اخلاق حسنہ پر جو اس کے نفس ناطقہ میں متحقق ہیں۔ ان کا حرف گیری نہ کرسکنا ان کی شہادت خاموش ہے۔ جو مستقل اور پائندہ اثر رکھتی ہے۔ اور کافۃ الناس کے روبرو ایسی مستحکم دلیل ہے۔ جس کی ہرگز تردید نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اقربا سے زیادہ کوئی دوسرا شخص اخلاقی گہرائیوں سے باخبر نہیں ہوسکتا۔

پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی الحق کی دو ارتقائی منزلیں طے فرمالیں اور قوم کے ذبان اس عظیم الشان دعویٰ کے اصولوں یعنی توحید و رسالت سے باخبر ہوگئے۔ اور اپنے افکار باطلہ کے مخالف اثر کو ان کی ہر دو ادراکی قوتوں نے کسی حد تک برداشت کرلیا۔ اور ایک جماعت یعنی سابق و اوّل ملت اسلامیہ جو تقریباً چالیس افراد پر مشتمل تھی دعوت حق کی تصدیق سے نقطۂ مقصود یا مرجع فطرت یعنی تسلیم توحید پر داعی حق صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے ذریعہ جمع ہوچکی تو ضروری تھا کہ اس مقصد علیہ کو اس مقدس مقام سے واضح اور تمام روئے عالم میں نشر کردیا جاتا جو سطح ارض پر تمکین توحید کا اوّلین مرکز ہے۔ اور اللہ عزوجل نے اسے بَیْتِیَ کے مقدس خطاب سے مشرف فرمایا ہے۔ (جس نے آپ کے عہد طفولیت میں آپ کی نبوت اور خلافت پر شہادت دی۔ اور ازاں بعد اس کے ملحقات یعنی صفا و مروہ سے کوہ صفا پر سے آپ نے اعلان حق کی صلوٰ بلند سے تمام روئے عالم کو مخاطب فرمایا۔ یہ متصلات کعبۃ اللہ الحرام اور فی الحقیقت اسی بیت مقدس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ پر دوسری شہادت تھی اور یہ تمام تدریجی اہتمام تدریجی استعداد انسانی میں تحقق قبول کے لیے ہوا) پس آپ کعبۃ اللہ الحرام میں تشریف لائے۔ اور توحید کا اعلان عام فرمایا۔ یہ آپ کی نبوت فاضلہ اور خلافت الٰہیہ پر کعبۃ اللہ الحرام کی تیسری شہادت تھی۔ تو لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کے ربیب ابن ابی ہالہ دوڑے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچائیں۔ ہر طرف سے ان پر تلواریں پڑیں اور وہ وہیں شہید ہوگئے۔ یہ اسلام کا پہلا شہید تھا جس کے خون نے تمام ملت اسلامیہ کو راہ حق یا تاسیس ملی میں اپنا خون بہادینے کا رنگین پیغام دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سطح ارض پر تمکین توحید ہی آغاز مقصد ہے۔ اور انجام مقصد ہے اور مرکز تمکین یعنی کعبۃ اللہ سے اس کے نشر و اعلا کا تعین فطرت تاسیس ملی ہے۔ اور وضاحت مقصد ہے اور تمام عالم کو احاطہ کر لینے والی وسعت ملی ہیں ضبط فکر و عمل کا موجب ہے۔ کیونکہ اساس فکر ہی پر اعمال صالح اور اکی بنیاد پر قوت تحریک کا فعل ہے۔ اور افعال حرکت جسم سے مرتب ہوتے ہیں۔ پس ایسی عبادت الٰہیہ جو جسم و روح کی کیفیت رجوعی کو شکل و صورت میں متحقق کرتی ہے اور مسلم کے افکار و اعمال میں للٰہیت کو فطرت قرار دینے کا ذریعہ ہے۔ اور للٰہیت کی علامت ہے یعنی نماز جو جامع فرائض و نوافل ہے۔ اور ذکر سے اپنی حقیقت شہودیہ کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ اور اک و تحریک کو منور کرتی ہوئی ان حقائق بالا سے مسلم حنیف کو مشرف کرتی ہے۔ اس کے لئے منجانب اللہ ایک گھر[1] کی تعمیر فطرت عبودت کے تقاضا کی ایفا تھی جسے اللہ عزوجل نے امام الناس حضرت ابراہیم حنیف علیہ السلام کے ذریعہ پورا فرمایا۔ اور وہ بیت الحرام کی تعمیر ہے جو بحیثیت مقام عبادت یا سجدہ گاہ مرکز تمکین توحید ہے۔ اور تمام مساجد جو سطح ارض پر ہیں۔ سب اسی کی پیروی میں بیوت الٰہی ہیں۔ پس اس مرکز تمکین توحید کو نشر و اعلائے توحید سے متعین اور واضح فرماتے ہوتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کا دورہ اور سفر اختیار فرمایا۔ جو کافۃ الناس کی طرف ان کے نفوس ناطقہ کے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل کے لئے دعوت عامہ تھی۔ تاکہ وہ نفوس جو ارضی ماحول میں حقیقت علوی کے تقاضائے کشف اور کثافت کے جاذبہ تحمل کی فطری کیفیتوں سے غافل ہو چکے ہیں وہ متنبہ ہوں یا ان پہ اتمام حجت ہو جائے اور جن کی فطرت میں جستجوئے حقیقت یعنی تقاضائے فطری اپنی حیثیت کے ساتھ موجود ہوں انہیں راہ حقیقت میسر ہو گویا یہ دعوت عامہ اہتمام عدل کا عالمگیر پھیلاؤ ہے۔ جسے اللہ عزوجل نے بنی برحق کے نفس فعال کا فطری تقاضا قرار دے دیا ہے۔ جو کشف و تحمل نفس سے تقاضائے تدریج ارتقا ہے۔ اور وہ محل چاہتا ہے جہاں وہ اعتدال کی ضیا سے متصرف ہو اور وہ نفوس انسانی ہیں جو قبول دعوت سے اس کا محل قرار پاتے ہیں کہ ان میں قوت کتاب و حکمت سے اس کا تصرف انہیں منکشف اور مستقیم کر دیتا ہے۔ اور یہی ملت اسلامیہ کا سرِ وراثت مصطفوی ہے۔ جو تمام کائنات انسانی کو اپنی فعالی اور عادل فطرت کے تقاضاؤں سے اپنا محل تصرف قرار دیتی ہے۔ جو مستلزم دعوت الی الحق اور قبول دعوت ہے۔ پس اعلائے کلمۃ الحق جو نفوس اور منزل اور بدن میں نفاذ عدل ہے۔

---

[1] میرا گھر (بقرہ) — فاذا قضیتم ۃ فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم ...... الخ (نساء)

ملت اسلامیہ کے فطری تقاضا کی ایفا ہے کہ وہ وسعت عالم میں خیمۂ عدل نصب کرتی ہوئی تمام روئے عالم کو کاملاً احاطہ کرے اور اس کا نفس فعال موانع سے ہرگز متاثر نہ ہو۔ اور جادۂ اعتدال سے اس کی عادل قوت غضبی تمام موانع کو شوکت شجاعت سے ہٹا دے۔ نہ شعب ابی طالب کی تین سالہ طویل قید اس کے استقلال کو متاثر کر سکتی ہو۔ اور نہ سفر طائف کی سنگباری اس کی رفتار عمل کو سست کر دے۔ اور جب توسیع ملی کے لئے وطن چھوڑنے کی ضرورت ہو تو کسی حسی مانع سے اس کا فکر و عمل متاثر نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب کے مختلف قبائل کو دعوت اور سفر طائف اور ہجرت اسی عالمگیر توسیع ملی کی اساس ہے۔ جس نے محدود نسلی امتیازات سے ملت اسلامیہ کو بلند کر دیا ہے۔ اور اقوام عالم کے نمائندوں یعنی شاہان وقت کی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی الحق اسی عالمگیر تاسیس وسعت ملی کی وضاحت ہے۔ اور ترتیب عسکری اور قوت شمشیر کے ساتھ جادۂ عدل سے دفع موانع اجرائے حدود و قصاص۔ نظم و ضبط۔ اندفاع ظلم یہ سب کچھ اسی اجتماع ملی سے متحقق ہوتا ہے۔ جو عدل کی بنیادوں پر ترتیب اجتماع پاتی ہے۔ یعنی اس کے افراد کے افکار و اعمال میں عدل متمکن ہو جاتا ہے۔ جو تقاضائے فطرت انسانی کی ایفائے عادل ہے۔ اور منزل و مدن میں امر بالعدل اس کی تدبیر و سیاست میں فطرت قرار پاتی ہے۔ پس ملت صرف ملت اسلامیہ ہے۔ کہ اس کا فرد اور ملت ہر دو دستور عدل اور اجتماع عدل کی شرح متشکل ہیں۔ اور دستور صرف کتاب مجید اور سنت نبوی ہے۔ کیونکہ وہ کامل و محفوظ شرح تمکین عدل ہے۔ اور صرف وہی حق ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ انسانی کے فطری تقاضا کی ایفا کا ذریعہ ہے۔ اس کی طرف دعوت فی الحقیقت منکشف و متحمل نفس ناطقہ انسانی کا فعالی تقاضا ہے جو خاصۃً تدریج ارتقا ہے۔ اور نفوس ناطقہ انسانی کو تکمیل فطرت کی طرف دعوت ہے۔ پس دعوت الی الحق کے لئے فطرت انسانی صرف مسلم عادل فعال کو خصوصیت کا جائز استحقاق عطا کرتی ہے۔ جو اللہ عزوجل کی جانب سے اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں اسے پہنچتا ہے۔

اس لئے تمام کائنات انسانی کے تمام منفرط اجتماعات یعنی دیگر اقوام کو ملت اسلامیہ کے اجتماع عدل میں گم ہو جانا چاہیئے۔ یہ ملت اسلامیہ کی عزت عدل کا فطری اور فعال استحقاق ہے۔ جو قائم بالقسط عزوجل کے قسط و عدل کا پرتو ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل تمام عالم پر غالب و قاہر ہے۔ پس ملت اسلامیہ کی عزت عدل جو قائم بالقسط عزوجل کی فردیت الوہیت یعنی توحید میں استغراق سے اس کیلئے متحقق ہوتی ہے۔ اس کے جملہ اعمال میں قسط و عدل یعنی للّٰہیت کو فطرت قرار دیتی ہے۔ اور اساس اجتماع

ملّی ہے۔ اور تمام عالم کے افکار و اعمال پر ملت اسلامیہ کا حق احتساب و شہادت ہے۔ اور بلا شرکت غیرے دلیل افضلیت ہے۔ کیونکہ اللہ عزّ و جل علی الکبیر واحد و فرد ہے۔ گویا ملت اسلامیہ دعوت الی الحق سے تمام عالم پر غلبہ و قہر کا فطری استحقاق رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ کی کشف و استقامت کی طرف دعوت ہے جو منزل و مدن بین الدول میں فطرت تدبیر و سیاست و تحکیم ہے۔ اور یہی اس کی اساس تعمیر ہے۔ جو وسط و عدل ہے۔ اور اسی پر اس کا قصر اجتماع تکمیل و رفعت پاتا ہے۔ اور تمام دیگر اجتماعات کو اپنی عزت عدل کے روبرو صغیر اور پست قرار دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت علیہ اول المسلمین یا ملت اسلامیہ کے لئے تمام روئے زمین کو اس کی مسجد قرار دینے کا سر بزرگ ہے کہ کوئی مفرط مانع مسلم کی للّٰہیت میں حائل نہ ہو سکے۔ اور انجام کار تمام موانع اس کے اجتماع ملّی کے بحر ذخّار میں گم ہو جائیں۔

ہجرت

توسیع ملّی اور اس میں اسباب قریبہ سے سازگاری

قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا (النساء)

حامل توحید فرد موحّد ملت اسلامیہ کی اساس ہے۔ افراد سے اجتماع ملّی متحقق ہوتا ہے۔ انفرادی حیثیت سے اجتماعی حیثیت کی طرف انتقال تدریجی ارتقا ہے۔ علیٰ ہذا اس میں توسیع و تشدید بھی جو اعلائے توحید ہے۔ نفس فرد اور نفس جماعت کا متحدہ تدریجی ارتقا ہے جو تحقق وسعت کے لئے جد و جہد میں تدریجی مراتب چاہتا ہے۔ چنانچہ دعوت الی الحق کی تاسیسی منازل طے فرماتے ہوئے اور اساس ملت کو متحقق فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلائے کلمۃ الحق یا توسیع ملی کی جد و جہد میں سفر طائف اختیار فرمایا۔ جس میں آپ کو سخت مخالفت اور شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں سے واپسی پر آپ نے حرا سے مطعم ابن عدی کو پیغام بھیجا کہ کیا تم مجھے اپنی حمایت میں لے سکتے ہو۔ مطعم نے یہ درخواست منظور کی اور سلسلہ میں آپ کے ساتھ ہو کر اعلان کیا کہ آپ میری پناہ میں ہیں۔ آپ نے حرم میں نماز ادا فرمائی اور گھر تشریف لے گئے۔ عرب کا قاعدہ تھا۔ کہ پناہ خواہ کو ضرور پناہ دیتے تھے۔ خواہ وہ دشمن ہو۔ علیٰ ہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں بیرونجات سے آنے والے قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور دعوت الی الحق فرماتے۔ دس نبوی میں متصل عقبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساکنین مدینہ منوّرہ سے قبیلہ

خزرج کے چند اشخاص نظر آئے آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم پر سبقت لیجائیں یہ کہہ کر سب نے ایک ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ دوسرے سال بارہ اشخاص مدینہ منورہ سے آئے۔ اور بیعت کی ان کی درخواست پر حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو بحیثیت معلم ساتھ بھیج دیا گیا۔ مصعب ابن عمیر کی تبلیغی جدوجہد بہت کامیاب ہوئی۔ اگلے سال بہتر اشخاص نے حج کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ گویا مدینہ منورہ نے توسیع ملی کے لئے اسلام کا ہتمم بالشان استقبال کیا۔ پس حضور صلی اللہ وسلّم نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی۔ رفتہ رفتہ بالتدریج اکثر صحابہ چلے گئے۔ اور انجام کار رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلّم اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ بھی تشریف لے گئے۔ البتہ جو لوگ مفلسی سے مجبور تھے وہ مدت تک جا نہ سکے۔ اور یہ سب کچھ حکم ربانی کی تعمیل میں تھا۔ ہجرت کی یہ پر اثر صورت واقعہ مختصراً اس طرح ہے۔ کہ قریش نے صحابہ کی ہجرت پر روک ٹوک کی۔ لیکن اکثر چلے گئے اور مدینہ منورہ میں اسلام کی طاقت بڑھتی گئی۔ انجام کار قریش نے دار الندوہ میں اجلاس عام طلب کیا۔ مختلف رائیں پیش ہوئیں۔ آخر کار ابوجہل کی رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص منتخب کر لیا جائے۔ اور سب یکدم مل کر حملہ کر کے خاتمہ کر دیں۔ پس اُن سب نے جھٹ پٹے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ عرب زنانہ مکان میں گھسنا معیوب سمجھتے تھے۔ اس لئے باہر رہے کہ آنحضرت کے مکان سے باہر نکلتے پر کام انجام دیں۔ قریش کو باوجودیکہ آنحضرت سے سخت عداوت تھی لیکن آپ سے زیادہ اُن کے نزدیک کوئی اور قابل اعتماد بھی نہ تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بہت سی امانتیں محفوظ تھیں۔ پس آپ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو اپنے بستر مبارک پر اپنی ردائے مبارک اوڑھ کر سونے کا حکم دیا۔ اللہ عزوجل نے قریش پر نیند غالب فرمادی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سوتا چھوڑ کر وہاں سے باہر تشریف لے آئے۔ اس سے دو تین روز قبل صدیق اکبرؓ سے اس بارہ میں گفتگو ہو چکی تھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ ہجرت کے مقدس مقصد کے ساتھ مکہ معظمہ سے باہر نکلے اور مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ تفصیل کتب سیر اور احادیث میں مرقوم ہے یہاں مختصراً چند واقعات کا مزید ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہجرت سے قبل صدیق اکبرؓ سے اس بارہ میں جو گفتگو ہوئی۔ اس میں حضور صلی اللہ وسلّم نے دو اونٹنیوں سے ایک اونٹنی کی قیمت جو آپ کے لئے تھی صدیق اکبرؓ کے ساتھ یہ اصرار طے فرمائی اور سامان سفر حضرت اسماء نے درست کیا۔ کھانے کے برتن کا منہ اپنے نطاق مبارک سے باندھا۔ زاں بعد غار جبل ثور

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز قیام فرمایا۔ اور اس اثنا میں حضرت ابوبکرؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا۔ آپ اور حضرت ابوبکرؓ ان کا دودھ پی لیتے۔ عبد اللہ ابن ابی بکر رات کو وہیں لیٹتے۔ اور صبح اندھیرے اندھیرے شہر چلے جاتے اور ضروری خبریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مہیا فرماتے۔ زاں بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار سے نکل کر عبد اللہ ابن اریقط ایک کافر کو اجرت پر رہنمائی کے لئے مقرر کیا۔ اور روانہ ہوئے۔ دوسرے دن اثنائے سفر اور دھوپ کی شدت میں صدیق اکبرؓ کے اہتمام سے ایک چٹان کے سایہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا۔ اور ایک چرواہے کی بکریوں کا دودھ نوش جاں کیا الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منازل طے فرماتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان خیر مقدم کیا۔ اور ملت اسلامیہ کی وسیع اجتماعی زندگی کا دور شروع ہوا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قَالُوٓا۟ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ ٱللَّهِ وَٰسِعَةً فَتُهَاجِرُوا۟ فِيهَا (النساء) تو وہ کہیں گے (فرشتے) کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔

وسعت ارضی توسیع ملی کا محل ہے۔ گویا اسلام تمام وسعت ارضی کو محیط ہے۔ اور کسی ایک خطہ یا ایک مرز و بوم سے ہرگز خصوصیت نہیں رکھتا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا (بخاری و مسلم) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی۔

ملت اسلامیہ کی اسی وسعت بے پایاں کی شرح ہے۔ کہ مشرق و مغرب جنوب و شمال تمام روئے عالم کو ملت اس کی وسعت ملی احاطہ کر لینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ اور صرف ملت اسلامیہ ہی تمام روئے زمین کی جائز وارث ہے۔

اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہجرت۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر تدریجی جد و جہد ہے کہ اس کے ذریعے ملت اسلامیہ اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اپنے فطری استحقاق کو اس وقت حاصل کر لیتی ہے۔ جب مستخلف عزوجل کی طرف سے استخلاف فی الارض کا فیصلہ اس کے لئے نافذ ہو جاتا ہے۔ جس کی وہ امین ہے۔ اور وہ اس وقت تدریجی منازل کی سرعت تکمیل کے ذریعہ روئے عالم کو محیط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ استخلاف فی الارض اجتباء ہے۔ اور اجتباء متقاضیٔ سرعت تکمیل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دورۂ قبائل اور سفر طائف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بعض صحابہ کی ہجرت حبش جہد توسیع کی ابتدائی منزلیں تھیں جس سے اس اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی

میں اس وقت ملت اسلامیہ یعنی صحابہ کرام کی استعداد آئندہ ہجرت اور اس کے مہتم بالشان نتائج اور تحمل جدو جہد کے لیے پوری طرح سازگار ہوگئی۔ کیونکہ فرد موحد اساس ملت ہے۔ اور اجتماع افراد سے جماعت مرتب ہوتی ہے۔ اور وجہ اجتماع اتحاد و فکر و عمل ہے۔ اور وہ نتائج ادراک و تحریک کا نفوس افراد ملت میں سریان مشترک ہے جو واحد مرکزیت یعنی رسالت کے ذریعہ تمام ملت میں متحدہ طور پر متحقق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فطرت اتحاد متقاضیٔ وحدت ہے۔ اور وحدت فردیتِ مرکز سے متحقق ہوتی ہے جس پر وحدت اصل شاہد ہے[1]۔ پس اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے تحمل شدائد اور اس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں بعض صحابہ کی ہجرت اول کے لیے تکلیف بری کا اپنے نتائج کے لحاظ سے تمام صحابہ کی استعداد پر مجموعی طور سے موثر ہونا تقاضائے نفس جماعت ہے۔ گویا یہ سب کچھ اس عظیم الشان ہجرت کا افتتاح یا دیباچہ تھا جو توسیع ملی کے لیے فاتحۃ الابواب ہوتی اور دورہ اور سفر کو بہ تقاضائے تدریج اس کے لیے تہیا سے اسباب میں بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت انصار اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ اور دورہ یا سفر کے بعد ہجرت جو موانع سے دوری ہے اور جہاد کہ اسی کی ارتقائی صورت ہے۔ اور دافع موانع ہے۔ اپنی غایات میں کسی ایک حد پر معیّن نہیں۔ یہ وسعت ارض کے ساتھ اپنی وسعت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ حتی کہ اللہ عزوجل کی وسیع زمین کو اپنی غایات وسعت سے احاطہ کرلیں۔

اعزا و اقربا اور اہل شہر کے غیر منکشف اور غیر مستقیم نفوس کسی مقدس شخصیت کے منکشف اشعۂ انوار کو نہیں پا سکتے۔ کیونکہ ان کی چشم شہود وا نہیں ہوتی۔ گو اُن مکارم و محاسن کو وہ دیکھتے ہیں جو نور نفس کی ظاہری علامات ہیں۔ مگر نفس انسانی کی قوتِ نظری جو صور علمیہ کا مبدأ قبول ہے۔ جب وہ کسی مقدس شخصیت کے عنصری حالات کھانے پینے چلتے پھرتے۔ اور دیگر حوائج عنصری کی ایفا کو ایک عرصہ تک بصورت علم قبول کرتی رہتی ہے۔ بحالیکہ نفس غیر منکشف و غیر مستقیم ہو۔ اور انکشاف و استقامت کے اہتمام سے بھی مایہ دار نہ ہو اور اپنی عنصری حوائج میں انہماک سے وہ اپنی علوی حیثیت کی اس فطرت سے مفرط ہو چکا ہو جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ تو ان کیفیات کے ساتھ کہ اس کا شعور صرف عنصریات میں ہی تداول کرتا رہتا ہے۔ اور وہ اس مقدس شخصیت کی عنصریات سے ہی اپنے فکر کو مملو کر لیتا ہے اور اپنی مفرط کیفیت کی وجہ سے اس کی اعتدالی حیثیت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو اس کی غیر منکشف

---

[1] عنوان تشدید ثلی مطالعہ فرمائیں۔

فطرت مکارم و محاسن کی حقیقت اور اس مقدس شخص کی نورانیت کو بہت کم پا سکتی ہے۔ گو مکارم اور حقیقت شعور میں اتحاد اساسی کی وجہ سے دریابی کا امکان موجود رہتا ہے۔ اور اس لیۓ ان کی صلاح و فلاح کے لیۓ جو بنی نوع کے ساتھ عہدِ فطری کی ایفا ہے۔ بنیٔ برحق کو دعوت اِلی الحق میں بہت زیادہ محنت پڑتی ہے۔ اور یہ اللہ عزوجل کی جانب سے ہر گونہ انسانی گروہوں کی طرف غایات دعوت اِلی الحق کی تکمیل ہے۔ اور وہ نفوس جن کی فطرت اپنی کیفیت خلقی یعنی اساس قیام بالقسط پر قائم ہے۔ گو وہ غیر منکشف[1] ہو۔ وہ اس علویت یا شعور کی خلقی حیثیت کے ساتھ جس کی حقیقت نور ہے فطری طور پر اس مقدس شخصیت کے اعتدالِ نفسی یا نورانی عظمت کو ضرور پا لیتے ہیں۔ اور اُن کے لیۓ قرب و بعد کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور یہی لوگ اعتدال فہمی سے نبیٔ برحق کے دعوے کی صداقت پر دلیل ساطعہ اور شہادت مستمرہ ہیں۔ مگر ان کی تعداد قلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ ارضی ماحول عنصریات کی طرف نفوس انسانی کو اکثر جھکا دیتا ہے۔ اور وزن نفس میں دونوں پلڑے اپنی خلقی حیثیت یعنی اساس قیام بالقسط پر قائم نہیں رہتے۔ اور وہ لوگ کہ عنصری انہماک کی شدت مستمرہ نے اس کیفیت کے ساتھ ان کی علوی حیثیت کو ڈھانپ لیا ہے۔ کہ کسی وقت بھی اس کے چھٹنے کا امکان نہ ہو تو قرب و بعد ان نفوس تاریک و مختوم و محجوب کے لیۓ یکساں طور پر بے نتیجہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہیں اس مقدس وجود کا ظاہری قرب حاصل نہیں۔ ان کا شعور اس مقدس شخص کی عنصریات میں متداول نہیں ہوتا۔ اس لیۓ ان کی قوت نظری اس مقدس شخصیت کی عنصریات سے مملو نہیں ہوتی پس اگر ان کا ارضیات میں انہماک ختم و حجاب کی حد تک نہ ہو تو چونکہ وہ شعور علوی پر تو کا نتیجہ ہے۔ اس لیۓ اساسی کیف کے تقاضا سے اس بزرگ شخصیت کے مکارم و محاسن سے اُن لوگوں کی نسبت زیادہ اثر قبول کرتا ہے۔ جو اُس سے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ وہ کیف اساسی حقیقت مکارم اور اصل شعور کی حقیقت متحدہ ہے۔ پس اعلائے کلمۃ الحق یا تو سیلع ملی کے سلسلہ میں سفر اور دورہ کی ضرورت فطرت نفوس کی تشخیص کے مطابق ہے۔ اور ہجرت اسی کی ارتقائی صورت ہے۔ جس میں وہ مقدس شخصیتیں جن کے نفوس مبارک منکشف اور مستقیم ہیں۔ وہ اُن نفوس انسانی پر ناگاہ جلوہ فگن ہوتے ہیں جو ان کے عنصری کوائف سے مملو نہیں۔ اور اُن کے ساتھ انہیں اشتراک نوعی حاصل ہے۔ اور ملت اپنی وسعت میں پھیلتی جاتی ہے۔ اور کلمۃ الحق بنی نوع پر جلوہ ریز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس مرکزیت رسالت کے ساتھ عہد

---

[1] یعنی روح علوی اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ روشن اور روح بخاری متحمل نور نہ ہو۔

بنوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاواسطہ ملحق ہوتے گئے۔ اور زاں بعد الیٰ یوم القیامۃ بواسطہ ہائے مسلسل اہل سے متحد ہوتے جاتے ہیں۔ جو ملت اسلامیہ کا محور ہے۔ اور اسباب توسیع یا ہجرت وغیرہ کا پیدا ہونا اس تدریجی اصول کی بیخ ہے۔ جو اس ماحول حیات اور نظام کائنات میں مستقلاً جاری وساری ہے۔ دعوت الی الحق بہ اخفاء اس کا اعلان عام دورہ وسفر اور پھر ہجرت جہاد امر بالمعروف نہی عن المنکر پہلی صورت کے بعد نئی صورت کے اختیار کے ساتھ ساتھ مساعد اور ضروری موافق اور مخالف اسباب جو دراصل اس صورت جدیدہ کے اختیار کے لئے فضائے ساز گار ہے تدریجی اصول کائنات کے تقاضا سے تدریج تاسیس و توسیع کے ساتھ ساتھ رونما ہوتے جاتے ہیں۔ گویا ان سب منازل کا طے اور ان مسالک کا اختیار اللہ عز و جل کے حکم سے ایفائے مقصد کے لئے واقع ہوتا ہے۔ اور یہ اسباب متعلقہ صرف حالات روندہ کی ارتقائی صورتیں ہیں جنہیں دعوت الی الحق اور ہجرت جہاد اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کی وجوہات قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وجہ یا مقصد صرف توحید یا فردیت الوہیت میں فنائے تامہ یا تسلیم کامل ہے۔ پس توحید پر ایمان فکر صحیح ہے اور اس کی اعتراف اور عمل سے تصدیق ایفائے فطرت ہے۔ کیونکہ ادراک و تحریک اگر باہم مصداق نہ ہوں۔ تو گویا نفس ناطقہ اپنی فطرت میں کاذب ہے۔ اور تصدیق کاملہ یا اعتدال نفس دفع موانع سے متحقق ہوتا ہے اور وہ چونکہ متشکل نتائج تحریک کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ اس لئے وہ دیگر بنی نوع کی ادراک و تحریک پر اثر کرتا ہے۔ گویا فرد انفرادی افعال میں بھی اجتماعی یا ملی قوت کے بغیر دفع موانع پر پوری طرح قادر نہیں ہو سکتا اور منکشف اور مستقیم نفس ناطقہ کا فعالی تصرف اس کا فطری تقاضا ہے۔ جو اجتماع ملی پہ ملتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ اور وہ وسعت سے ہی جو مستلزم سفر اور ہجرت وغیرہ ہے۔ اس ارتقائی صورت کو حاصل کر سکتا ہے۔ جو دافع موانع ہو اور وہ مستلزم تدریج ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے نفس فعال کو موانع سے دور ہو کر توسیع ملی کی جدوجہد وسعت کے ذریعہ جو تشدید ملی یعنی ہیبت شمشیر اور ملت کی حیات اجتماعی کے ساتھ تشکیل پاتی ہے۔ موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا دینا چاہئے۔ اور توسیع ملی اس وقت تک مکمل نہیں ہو گی۔ جب تک تمام سطح ارض پر اپنی شوکت قاہرہ کے ساتھ نہیں چھا جائے گی۔ وسعت ملی کی شوکت میں مکارم و محاسن روح شوکت ہیں۔ کیونکہ نفس ناطقۂ انسانی جس کی فطرت تخلیق قیام بالقسط یا اعتدال کی بنیادوں پر استوار ہے مکارم و محاسن کی عزت عدل کی جانب جو اعتدال نفس کے آثار و شواہد ہیں باوجود مخالفت شدید کے جس کی وجہ فرط نفس ہے فطری طور پر جھک جاتا ہے۔ یا اس سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس منکشف اور مستقیم نے فطری طور پر حالات کی رعایت کے ساتھ ہجرت کے لئے روانگی سے قبل اس حقیقت عدل کو ملحوظ فرمایا کہ

ان کوائف پر تبصرہ منکشف حقیقت ہے۔

عرب زنانہ مکان میں گھس کر حملہ سخت معیوب جانتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر خواب پر حملہ کا امکان نہیں تھا۔

ثار یعنی انتقام خون عرب قبائل کی فطرت میں راسخ ہو چکا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق طریق قتل منظم مشورہ سے طے کیا گیا۔

اس وقت حضرت علیؓ مقصود قتل نہ تھے۔ منظم مشورۂ قتل کا تعلق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ آنحضرتؐ کے متعلق ناکامی کی صورت میں جس کی انہیں امید نہ تھی۔ حضرت علیؓ کا قتل دیئے ہی منظم مشورہ کے بغیر ممکن نہ تھا۔ کیونکہ عربی نقطۂ نگاہ سے آنحضرت یا حضرت علیؓ کا قتل ایک جیسے ہی نتائج پیدا کر سکتا تھا۔ اس لئے انفرادی جرأت ممکن نہ تھی اور ہنگامہ میں بوجہ گھبراہٹ منظم مشورہ مشکل ہوتا ہے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قتل انسداد اسلام کا موجب نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس مقصد کے پیش نظر مشورہ کی ضرورت نہیں تھی۔ ادائے امانات کا اہم فرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا۔ امانات کی ادائیگی کا للہیت کے ساتھ کامل اہتمام جس پر مقصد ہجرت شاہد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتدال نفس پر شہادت دیتا ہے۔ جو مستلزم جملہ فضائل و مکارم ہے۔ مگر ادائیگی امانات کے لئے آپ کے کسی معتمد قائم مقام کا ہونا ضروری تھا۔ اور اس اعتماد اور نیابت کے لئے کسی متحقق علامت کی ضرورت تھی جو جانبین کے کامل وثاق اعتماد کے لئے کفایت کرتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو ان کی سلامتی کے متعلق یقین کامل کے ساتھ اپنی جگہ اپنے بستر پر سلایا۔ اور ادائے امانات کی تلقین فرمائی اور یہ نیابت ان لوگوں کی طرف پیغام اعتماد تھا۔ جن کی امانات آپ کے ذمہ واجب الادا تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دست مبارک سے ادائے امانات افشائے راز کا موجب ہوتا۔ جو کامرانی مقصد کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔ کیونکہ دشمن مداخل و مخارج کے علم سے وسائل دخول و خروج پر غلبہ پانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ الحاصل مجوزہ قتل گاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منہج کامل اطمینان نفس کے ساتھ بتوجہ تام استقصائے جزئیات فرماتے ہوئے قبائلی حیثیات کی رعایت اور جملہ حالات متعلقہ کی ترتیب سے اعتدال کار کے ساتھ اختیار فرمائی۔ علیٰ ہذا روانگی سے قبل صدیق اکبرؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن معاملہ اور اونٹنی کی قیمت کا تعین نفس انسانی کی تشخیص اور جذبات اتحاد کے تجزیہ اور اس میں تحقق استحکام کا آئینہ دار ہے۔ کیونکہ حسن معاملہ علامت عدل ہے۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔

اس لئے اس کی فطرت اتحاد عدل سے استحکام پاتی ہے۔ بالخصوص جب جانبین قائم بالقسط ہوں۔ یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے کہ اگر ملت کے بعض عادل افراد اپنے مجبور حالات کی وجہ سے ہجرت پر قادر نہ ہو سکیں تو ملت کی اجتماعی زندگی اور اس کی توسیع ہی انہیں پریشانی اور ضعف سے نجات دلا سکتی ہے۔ اس لئے جہد توسیع ہی ہر صورت میں فاتحۃ الابواب ہے۔

اور یہ تمام کارگاہ حیات انسانی اسباب کی ہی باہم آمیزش سے مرتب ہے۔ انفرادی حیات نظام منزلی و مدنی کا قیام و انضباط ان اسباب کو حسب مواقع منضبط کرنے سے ترتیب پاتا ہے۔ بقائے حیات انسانی معیشت و معاشرت۔ سیاست مدن اور بین الدول صلح و جنگ مختلف اسباب کی تدوین و ترتیب سے ہی نتیجہ پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے اس عالم اسباب میں اللہ عزّ و جل نے کفر کو بھی اسباب عطا کئے ہیں۔ وہ عز و جل فرماتا ہے۔

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا (البقرہ) — یہ متاع حیوٰۃ دنیا جو قلیل ہے اس سے ان کو بھی متمتع کروں گا۔

چنانچہ الخطاطی دور میں اسے روئے عالم پر غلبہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ جو اقوام عالم کا عنصریات میں شعوری ارتقائے الخطاطہ کا نتیجہ مرتبہ ہے۔ اور وہ شعور ہی محور امتحان و تکلیف ہے۔ اس لئے اجتماع ملی اور اس کی توسیع میں ان اسباب کی طرف رجوع لابدی ہے۔ جو کفر و ایمان ہر دو سے متعلق ہیں گویا وہ اپنی تدریجی کیفیتوں کے ساتھ معاہدات ہیں۔ جو بنی نوع کے درمیان قرار پاتے ہیں۔ کہ مسلم عادل عدل کے ساتھ ان کی ضرور ایفا کرتا ہے۔ اور ان کے اختیار میں فطرتاً اصول اعتدال کو ملحوظ رکھتا ہے کہ وہ عدلِ نفس یا دستور عدل کے ساتھ سازگار ہوں۔ چنانچہ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (الممتحنہ)

نہیں روکتا اللہ عزّ و جل ان لوگوں کے متعلق کہ وہ تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے ملک سے نکالا۔ کہ تم ان سے نیک سلوک کرو۔ اور ان کے ساتھ اعتدال اختیار کرو۔ اللہ عادلین کو محبوب رکھتا ہے۔

چنانچہ مطعم ابن عدی سے غیر مشروط تعاون خواہی اور عبد اللہ ابن ارلقیط کو اجرت پر رہنمائی کے لئے ساتھ لینا اور چرواہے سے دودھ کا حاصل کرنا اسی حقیقت پر شواہد ہیں اور بمطابق فرمان ربانی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ — اے نبی تیرا کافی ہے اللہ اور مومنین سے جنہوں نے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (انفال) تیری پیروی کی ہے۔ کافی ہیں۔

ملت اسلامیہ کا ہر فرد۔ اس کی مقدس مستورات۔ ان کے نطاق۔ مسلم غلام اور اس کی گرد راہ جیسے کہ واقعات مذکورہ سے روشن ہے۔ الحاصل ملت اسلامیہ کے جملہ اسباب اور اس کا بیت الحرم یعنی تمام روئے زمین جو اس کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ بالتدریج اپنے انسانی۔ حیوانی نباتی۔ جمادی متعلقات کے ساتھ کہ وہ ملت اسلامیہ کی اجتماعی حیات کے اسباب اور توسیع ملت یا اعلائے کلمۃ الحق میں اس کے معین و انصار ہیں۔ وہ اُن کی معیت میں روئے عالم پر غالب قاہر عزوجل کے لئے اس دنت غالب و قاہر ہو جاتی ہے۔ جب اس کے لئے مستخلف عزوجل فیصلہ استخلاف فی الارض متحقق اور نافذ فرما دیتا ہے۔ جو مرکز نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جامع ملت اسلامیہ ہے۔

ترتیب عسکری

(تشدید ملی)

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص)

مقدس اور بزرگ ملت اسلامیہ کا اجتماع اپنی استحقاق وسعت میں مشارق اور مغارب ارض کو محیط ہے۔ مستخلف عزوجل قوی و غالب ہے اور بزرگ ملت اسلامیہ استخلاف فی الارض کے شرف عظیم سے مایہ دار ہے اس عزوجل کا غلبہ و قہر اس کے ارادۂ فعّال کے ساتھ تمام ملکوت ارضی و سماوی میں جاری و ساری ہے۔ اور محل استخلاف ارض ہے۔ اور خلائف الارض نوع انسانی کی حیات (جو حامل روح علوی ہے۔ اپنی اساس تخلیق کے سبب اجتماع اسباب کا ذریعہ ہے۔ اور اس کی تعدیل سے استخلاف فی الارض مشروط ہے اجتماع اسباب سے متحقق ہے۔ پس ضروری ہے کہ وہ ملت بزرگ جسے شوکت استخلاف حاصل ہے۔ ان اسباب کے اجتماع سے متحقق ہو۔ جو روان قوت ہیں۔ اور قوت کی حقیقت یہ ہے۔ کہ نفس ناطقہ انسانی کے ادراک و تحریک پر مؤثر ہو۔ اور ادراک و تحریک پر صرف اسی قوت کی حقیقت اثر کر سکتی ہے۔ جسے مقامی حیثیت سے حیات و موت انسانی پر اقتدار حاصل ہو اور وہ تلوار ہے۔ کہ وہ اپنے اسباب معادن

---

۱ اخلاق نبوی اور قرآن حکیم مطالعہ فرمائیں۔ ۲ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ .... الخ (نور)

کے ساتھ نفوس ناطقۂ انسانی کی حیات و موت کے فیصلہ کا بحیثیت اسباب اختیار رکھتی ہے۔ اور اس کی شوکت ادراک و تحریک کو اپنی قوت سے مبہوت کر سکتی ہے۔ اور مفرط ادراک و تحریک کا ضبط اس ہیبت کے اثر سے ہی ممکن ہے۔ جو اس کی وحشت کو اپنی قدرت قاہرہ کے ساتھ روک سکتا ہے۔

اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ... الخ (حدید) ہم نے لوہا نازل کیا جس میں باس شدید ہے۔

اور اس کا استحقاق صرف اس ملت وسط کو پہنچتا ہے۔ جس کے نفوس یا افراد اور ان کا اجتماع اپنی فطرت میں عادل اور سلیم ہے۔ اور قانون عدل ان کی فطرت سلیم کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور چونکہ تدریج انسانی فطرت ہے۔ اس لیے افرادِ ملت کہ ان کے نفوس کی تعدیل و تکمیل ایک وقت اور عمر چاہتی ہے اور اعمال صالحہ پر مداومت کے ساتھ مشروط ہے۔ اس لیے اس کے افراد کا اسلام فکری یا اعترافی کہ جب تک اسے کمال تصدیق عملی حاصل نہ ہو۔ دستور عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ اس کا نورانی اتحاد متحقق نہیں ہوتا۔ اجتماع ملی کے لیے خطرہ ہے اور خطرہ سے حفاظت مستلزم قوت ہے۔ گویا اجتماع ملی بھی اپنے داخلی استحکام میں ہیبت تلوار چاہتا ہے۔

علیٰ ہذا اجتماع ملی اور توسیع ملی میں شمشیر ذو باس شدید ان کے عادل جادۂ اجتماع و وسعت سے موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ اور اپنی ہیبت سے اس اجتماع عدل اور اس کی وسعت کو ہمیشہ قائم رکھ سکتی ہے۔

بنی آدم کا اصل ایک فرد واحد ہے گویا کافۃ الناس ایک آدمی معدن کے جواہر ہیں۔ اس پر تاریخ شاہد ہے اور کیفیت توالد و تناسل اور اس کی تدریجی وسعت اس حقیقت پر شہادت بیّنہ ہے۔ کہ صرف انسان اول کا وجود اپنی زوجۂ مطہرہ کے ساتھ جو اس کی حیثیت فضل اور فردیت میں گم ہے۔ تمام کائنات انسانی کی اصل ہے۔ فطرت تدریج جو تخلیق انسانی اور اس کے ماحول حیات اور تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ تمام کائنات انسانی کا نسلی مرجع انسان اوّل کو قرار دیتی ہے۔ گویا کافۃ الناس کی فطرت متقاضیٔ وحدت اجتماع ہے اور کافۃ الناس میں کثافتی اشتراک جو بالکل واضح اور ظاہر ہے وہ اور ایک علی الکبیر عزّ و جل کی جانب سے جو اس کی کثافت کا خالق ہے ارواح علوی کی ودیعت ان کی وحدت نوعی پر دلائل ہیں اور ان کے اس فطری تقاضا پر شہادت ہے۔ کہ تمام عالم کو جماعت واحد ہو جانا چاہیئے۔ جو تخلیق انسانی یعنی اساس قیام بالقسط کی الفائے عادل سے قائم بالقسط ہو۔ گویا فطرت تخلیق اجتماع ملی کا تقاضا کرتی ہے۔ اور صرف ملت وسط کو جائز جماعت قرار دیتی ہے۔ اور نقطۂ

فرط پر بعض انسانی گروہوں کا اتحاد بھی فطرت انسانی کے تقاضا سے ہے۔ اور سفرط نفوس میں باہم جنسیت فرط ان کے جماعتی اتحاد کو قائم کر دیتی ہے۔ بہرحال وہ جماعتیں ہیں۔ مگر فطرت انسانی اپنے عدل کے ساتھ ان کو معیار قیام بالقسط سے ساقط کرتی ہوئی اُن کے وجود کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور تمام کائنات انسانی کی وحدت اصل اس مرکز رسالت کی فردیت کے لئے فیصل ناطق ہے۔ جو انفرادی اور اجتماعی فطرت انسانی کے تقاضاہائے قیام بالقسط کے کامل دستور ایفا کی حامل ہے۔ اور ملت اسلامیہ یا وسط کا ہر عہد بالواسطہ یا بلا واسطہ اس پر مجتمع ہے اور استخلاف فی الارض اس مرکزیت رسالت پر مکمل اجتماع ملی ہے۔ ایفائے قیام بالقسط رفع موانع سے متحقق ہوتا ہے۔ جیسے عادل قوت غضبی یعنی شجاعت نفس ناطقہ کے جادۂ اعتدال سے موانع کو ہٹاتی ہوئی اس کی تعدیل یا تکمیل کا موجب ہے۔ اسی طرح اجتماع ملی کے جادۂ عدل سے دفع موانع اس مناعی قوت کے ذریعہ ممکن ہے۔ جو حیات و موت انسانی اور اس کی عزت و ذلت پر قادر ہو۔ کہ اس سے موانع کا دفاع متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے اسباب معاون کے ساتھ تلوار ہے۔ گویا اجتماع ملی اور تلوار لازم و ملزوم ہیں۔ اور فطرت انسانی ان کی ربدیت اور استحقاق کا فیصلہ ملت اسلامیہ کے حق میں نافذ کرتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (حدید)	تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات ظاہرہ کے ساتھ اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت جنگ ہے اور انسانوں کے لئے فائدے ہیں اور اس لئے کہ اللہ جان لے کون اس کی اور اس کے مرسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے اللہ قوی اور غالب ہے۔

گویا ملت اسلامیہ شمشیر ذو باس شدید کے ساتھ استحکام و تشدید پاتی ہے مرسلین کی بعثت اور ان کی دعوت الی الحق عہد فطری کی ایفا ہے۔ جو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ان کے اشتراک نوعی کی دلیل سے ان پر اللہ عزوجل نے عائد فرمائی ہے۔ اور وہ ان کے نفس فعّال کا فطری تقاضا ہے۔ علی ہذا حرکت شمشیر بھی اسی عہد فطری کی تکمیل ایفا ہے۔ محمد ن المصطفےٰ احمد ن المجتبیٰ المبعوث الی کافۃ الناس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم بالقسط عزوجل نے انسانی قیام بالقسط کے لئے کتاب مجید قرآن حکیم نازل فرمایا۔ اور قوت تزکیہ و تعلیم جو نفوس امت میں کتاب و حکمت کے انتقال کا ذریعہ ہے۔

گویا وہ میزان العدل ہے ۔ جو وزن نفس میں حقیقت علوی اور کثافت ارضی کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے ان کو کسی طرف جھکنے نہیں دیتی ۔ اور کتاب و حکمت کے تحقق تواتر سے وہ مسلسل ملت وسط میں جاری ہے کیونکہ کتاب و حکمت ہی قوت تزکیہ و تعلم کو متحقق کرتی ہے اور نفس ناطقہ کی فعالی حیثیت کو مسلسل ملت وسط میں جاری کر دیتی ہے ۔ اور یہی اجرائے میزان العدل ہے اور مکارم و محاسن اس کے ظاہری علامات ہیں ۔ جن پر احتساب حقیقت معیاری کی جانب رہنما ہے ۔ اور چونکہ تعدیل وزن کمال انسانی ہے ۔ اور وہ کتاب و حکمت میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے اور وہ مستلزم تزکیہ و تعلم ہے ۔ اس لیئے بلاشبہ میزان العدل قوت تزکیہ و تعلم ہے جیسے میزان میں ہر دو جوانب کے متعلق تنصیف وزن کا عمل استقامت قسطاس ہے ۔ ایسے ہی قوت تزکیہ و تعلم مقتضیات لطافت و کثافت کی صحیح تقسیط و تعدیل کا عمل انجام فرماتی ہے ۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے ۔ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ تاکہ جزا دے ان کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیئے عدل کے ساتھ ۔ یعنی ان کی ادراک و تحریک لطافت و کثافت عادل ہے (یونس) اور تزکیہ و تعلم لازم و ملزوم ہیں ۔ تزکیہ سے علم کتاب و حکمت قلب میں متحقق ہوتی ہے ۔ اور علم کتاب و حکمت تزکیہ قلب کا ذریعہ ہے ۔ یعنی دونوں ایک حقیقت متحدہ ہیں ۔ جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہ کے نفوس کو تزکی اور صاحب کتاب و حکمت فرمایا ۔ علی ہذا الی یوم القیمۃ میزان العدل مستقلاً امت وسط میں نصب کر دی گئی ۔ جو ایفائے تقاضائے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (ہم نے تمہیں تمام ہی انسانوں کی جانب بھیجا ہے) پس جیسے انفرادی حیثیت سے تمام نفوس ناطقۂ انسانی کا اعتدال بعثت مصطفوی کا مدعا ہے ۔ اس لیئے چونکہ تشکیل ملت کائنات انسانی کا فطری تقاضا ہے ۔ بالیقین بعثت مصطفوی کا مدعا تمام کائنات انسانی کا ملت وسط یا عدل کی وسعت میں اجتماع ہے ۔ اور انسانی ماحول حیات میں جاذبہ عنصری چونکہ اکثر نفوس انسانی کی اساس کیفیت کو فرط کی طرف جھکا دیتا ہے ۔ اور کثیر انسانی گروہ نقطۂ فرط پر متحد ہو کر اسباب حیات اور قوت کو اپنے گرد جمع کرتے ہوئے ملت جائز و حق یا امت وسط (عدل) کے جادۂ اجتماع میں رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں ۔ اس لیئے عادل نفس ناطقہ میں جیسے قوت غضبی کا عدل یعنی شجاعت رفع موانع سے تعدیل نفس کو متحقق کرتی ہے ۔ وہی عادل اور جائز اجتماع ملی کے راستہ سے اس خارجی قوت کے ذریعہ موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا دیتی ہے ۔ جسے حیات و موت انسانی پر قدرت حاصل ہے ۔ اور اس میں بأس شدید ہے ۔ اور صرف وہی مفرط اجتماعات کو عادل اجتماع سے تبدیل کر سکتی ہے ۔ کیونکہ جماعت افراد سے متحقق ہوتی

اور فرد مستلزم حیات عنصری ہے۔ گویا حیات عنصری کا وجود و عدم تشکیل جماعت یا انتشار جماعت پر منتج پذیر ہوتا ہے۔ اور اس پر تلوار کو قدرت حاصل ہے جیسے اللہ عزوجل نے ملت وسط کے جادۂ اجتماع سے رفع موانع کے لئے نازل فرمایا ہے۔ جو فطرت انسانی کا اقتضائے صادق ہے۔ اور چونکہ وہ اللہ عزوجل قائم بالقسط ہے۔ لہٰذا تلوار قائم بالقسط جماعت کا راستہ بے روک اور اس کے اجتماع کو متحقق کرتی ہے۔ اس لئے گویا وہ قائم بالقسط عزوجل کی تصدیق اور وہ اس پر شہادت ہے۔ گویا وہ اللہ عزّوجل کی مدد ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ حامل شمشیر ملت اسلامیہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میزان العدل پر احتساب نفس سے حقائق نفس کی صحیح تقسیط و تعدیل سے مقسط ہو۔ اور یہی قبضۂ شمشیر کے تصرف کا جائز استحقاق ہے۔ جو اس ملت وسط یا عادل میں اس وقت متمکن ہو جاتا ہے۔ جب اللہ عزّوجل اول المسلمین حامل کتاب و میزان و شمشیر محمدؐ ن المصطفٰے احمدن المجتبیٰ رسول اللہ و خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نیابت یا خلافت الٰہی و مصطفوی کو سطح ارض پر متمکن فرما دیتا ہے۔ اور اس کی تمکین مبرم پر تواتر میزان العدل شاہد پائندہ ہے۔

قبضۂ شمشیر اس دست غالب کا متقاضی ہے۔ جو شجاعت قاہرہ سے مستحکم ہو اور وہ شجاع ملت اسلامیہ کا دستِ عسکری ہے۔ اور جیسے انفرادی حیاتِ انسانی اللہ عزوجل کے دست مبارک سے ترکیب و ترتیب پاتی ہے۔ ایسے ہی عادل اور جائز اور حق حیات اجتماعی جو تقاضائے فطرت خلافت الارض ہے قائم بالقسط عزوجل کے نازل کردہ قانون عدل یعنی کتاب کی روشنی میں ترتیب افراد اور ان کی تنظیم سے متحقق ہوتی ہے۔ اور چونکہ ملت وسط کی حیات اجتماعی رفع موانع کو مستلزم ہے۔ اس لئے اس کی رافع موانع حیثیت کی ترتیب کو ترتیب عسکری سے معنون کرنا چاہیئے۔ جو مقصود اَنزَلنَا الحَدِيدَ یعنی قبضۂ شمشیر کو سنبھالتی ہوئی ملت کی حیات اجتماعی کو داخلی اور خارجی حیثیت سے شدید کر دیتی ہے۔ یہی مقصود آیۂ ذیل ہے۔ اور شرط استخلاف فی الارض ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَاٰتَيْنٰهُ الحِكْمَةَ وَفَصْلَ الخِطَابِ (ص)

ہم نے اس (داؤد) کے ملک کو شدید (مستحکم) کیا۔ اور اسے حکمت اور قول فیصل عطا کیا۔

ملک میں داخلی شدت اسی ترتیب عسکری اور قبضۂ شمشیر کی ہیبت سے قائم ہوتی ہے۔ جو درونی حیثیت سے اجتماع ملی کو خطرات سے پاک رکھ سکتی ہے۔ شوکت اجرائے حدود و قصاص اور ملک کے مختلف عناصر کا ضبط اور ہر گونہ استحکام نظم اسی ہیبت کا مظہر ہے۔ علیٰ ہذا یہی ہیبت خارجی حیثیت سے موانع کو جادۂ اجتماع عادل سے ہٹا دیتی ہے۔ اور یہی اس آیت ربانی سے مقصود ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (حج)

اجازت دی جاتی ہے انہیں جن سے لڑائی کی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا جاتا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

یعنی وہ ملت وسط موانع مفرط کو جو ظلم ہے عادل جادۂ اجتماع سے الگ کر دے اور اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو وہ موانع مفرط شمشیر کے اس فیصلہ کو قبول کریں جو اس کا فطری عمل ہے یا اس کی ہیبت ان کے ادراک و تحریک کو متاثر کرتی ہوئی ان کے مفرط عمل کو باطل کر دے اور ان کی مانعی حیثیت قائم نہ رہے۔ اور وہ گردن استکبار شمشیر عادل کے روبرو سطح ارض پر جھکا دیں۔ اور پست و صغیر ہو کر رہیں تاکہ ان کا وجود سلوک جادۂ اعتدال میں رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔ کیونکہ پستی ہی صرف مفرط ادراک و تحریک کو متاثر کرتی ہوئی ان کے مفرط فکر و عمل کو معطل کر سکتی ہے۔ الحاصل داخلی اور خارجی حیثیت سے ملت وسط کی تشدید کافۃ الناس پر آیۂ عدل و احسان کی ایفائے عادل ہے۔ اور قبضۂ شمشیر اور دست عسکری سے سطح ارض پر تمکین پاتی ہے۔ اور تمام روئے عالم کو صرف اسی کی وسعت احاطہ کرنے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ یعنی نفس انسانی کا تجزیہ اور اس کی تشخیص تمام کائنات انسانی کے لئے یہ فیصلہ صادر کرتی ہے۔ کہ تمام روئے عالم کو ملت وسط ہو جانا چاہیئے۔ یا تمام مفرط گروہ اس کے فضل اور برتری کا ادراکی و تحریکی اعتراف کرتے ہوئے اس کی عزت عدل میں اپنے وجود کو گم کر دیں۔ اور یہ ملت اسلامیہ کی عالمگیر وسعت میں تشدید و استحکام ہے۔

اس اوّل المسلمین سید و سرور محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم نے تاسیس ملت اسلامیہ اور اس کی عالمگیر توسیع کے اصولوں کو متمکن فرماتے ہوئے، اس میں داخلی اور خارجی حیثیت سے استحکام و تشدید فرمائی۔

ہجرت جو توسیع ملی کا عظیم الشان افتتاح ہے۔ جب واقع ہو جاتی ہے۔ تو حسب اصول تدریج چلیے کہ ملت اسلامیہ کا نفس فعال مقدس نفوس کو متاثر اور مطہر کرتا ہوا تدریجی حالات کی مطابقت کے ساتھ جو آتش عداوت کی شعلہ زنی ہے۔ اپنے وطن کو اپنی پاکیزہ جماعت کی معیت میں چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ شعلہ زن حالات مزید ارتقائی صورت کی طرف رجوع کرتے جاتے ہیں گویا ہجرت کے بعد وہ خطرہ جو وطن میں موجود ہوتے ہوتے تھا۔ اپنی حیثیت میں شدید ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی شدت میں اس جمعیت کی نسبت کے ساتھ جو مقدس مہاجر کے لئے ہجرت کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ پہلی کیفیت سے جو وطن میں موجودگی کی صورت میں لاحق تھا۔ ہرگز کم نہیں

ہوتا۔ یہ حالات کا تدریجی ارتقاء ہے جو ہجرت اور اس کے بعد جہاد کے لئے فضا سازگار کر رہے تھے۔ دعوت اِلی الحق بہ اخفا۔ اس کا اعلان عام۔ ہجرت جہاد یہ سب ایک مقدس مقصد کے لئے ارتقائی منازل ہیں۔ اور ان کا مقصد تمکین عدل اور جادۂ اعتدال سے رفع موانع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اِلی الحق یا ملت کی تاسیسی منازل اور توسیعی اور تشدیدی درجات میں ارتقائی رفتار اور اس کا استقلال اسی حقیقت پر شاہد عادل ہے۔ اور مسلم کے لئے آئین حیات ملّی ہے۔

ہجرت کے بعد دشمن کا اجتماعی حیثیت کے ساتھ ملت کی اجتماعی حیثیت سے مقابلہ تجدید استحکام وشدت یعنی ہجرت و نصرت میں کامل تحقق اتحاد یا مواخاۃ باہمی کو مقدم اور اہم قرار دیتا ہے (عنوان لوازم تشدید مطالعہ فرمائیں) علیٰ ہذا وہ ان دونوں گروہوں میں بے اطمینانی پیدا کر دیتا ہے۔ جن کے ساتھ معیشی اور ملکی حیثیت سے اشتراک ہے۔ اس لئے معاہدات کے ذریعہ اُن کے متعلقہ حالات میں ضبط و وضاحت ضروری ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کو معاہدہ امن سے مطمئن فرمایا

دشمن جب تمام وسائل اور اسباب کو عداوت میں جھونک دیتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ملت اسلامیہ کا دست عسکری قبضۂ شمشیر کو سنبھال لے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کے حکم سے اول المسلمین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ترتیب عسکر اور شمشیر کو متحد فرمایا۔ اور یہ ضروری ہے۔ کہ دشمن اُن گروہوں کو تمام ترغیبی اور ترہیبی وسائل کے ذریعہ ورغلانے کی پوری کوشش کرتا ہے جو معیشت یا تمدن کے لحاظ سے ملت اسلامیہ کے ساتھ براہ راست متعلق ہیں یا قریب تر ہیں جیسے کہ کفار نے یہود مدینہ اور مدینہ منورہ کے اردگرد کے قبائل کو ورغلانے کی پوری کوشش کی پس ہیبت عسکری کے ذریعہ ہی وہ تمام ماحول مرعوب اور پر ہیبت ہو سکتا ہے۔ اور ان کے ساتھ ایسے معاہدات انجام پا سکتے ہیں جو دشمن کے اثر کو اپنے ملک سے کسی حد تک دور کر دیں۔ چنانچہ یہود اور قبائل جہینہ اور مزینہ کے ساتھ معاہدات امن اسی قبیل سے ہیں (تفصیل کیلئے کتب سیر نبوی مطالعہ فرمائیں)

جب تک دشمن کے حالات نقل و حرکت وغیرہ کی اطلاع میسر نہ ہو۔ دشمن کا انسداد مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ متعلقہ حالات کا علم ہی اعتدال ضبط کو متحقق کرتا ہے۔ جو صحت تدبیر ہے۔ اور ملکی حدود کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جو داخلی ضبط کے لئے نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اور نقل و حرکت کی اطلاع عسکری گروہوں کے ذریعہ ہی ممکن ہے جو دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی قوت شدیدہ سے مایہ دار ہوں اور یہ عسکری نظام کا نہایت اہم پہلو ہے۔ چنانچہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دس دس یا بارہ بارہ یا پچاس پچاس افراد پر مشتمل سرایا اطراف و اکناف میں اسی مقصد کے لئے روانہ کئے جاتے تھے۔

جب عداوت متحقق ہو جاتی ہے۔ تو دشمن اُن تمام وسائل کو اپنے نرغہ میں لینے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ جو ملت کے معیشتی اور تمدنی حالات میں معین و مددگار ہوں۔ اور اس کا انسداد عسکری نظام کے استقلال سے ہی ممکن ہے۔ جیسے کرز ابن جابر فہری مدینہ منوّرہ کی چراگاہ پر حملہ آور ہوا اور مویشی لوٹ کر بھاگ گیا۔ پس اس کا تعاقب کیا گیا۔ جو فی الحقیقت دشمن کی مجموعی تگ و تاخت کا انسداد تھا۔ گو وہ نکل گیا۔ لیکن تعاقب ایک مستقل اثر رکھتا ہے۔

ملک چونکہ مختلف انسانی گروہوں کی جائے معیشت و معاشرت ہوتا ہے۔ اور کائنات انسانی میں انفرادی یا اجتماعی اعتدال مسلم عادل یا ملت عادل کے سوا ہرگز کہیں نہیں پایا جا سکتا اس لیے نظم و ضبط اور امن و امان اور داخلی مفرط افراد یا گروہوں کی سیاست عسکری ہیبت چاہتی ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قبائل جن کا پیشہ غارتگری تھا۔ اُن کے خطرات کا انسداد فرمایا۔ اور چونکہ وہ لوٹ مار کر بھاگ جاتے اور حملہ کی صورت میں چھپ جاتے تھے۔ اس لیے ایسے حالات میں راتوں رات ان کے تعاقب میں سفر کیا جاتا۔ اور یہ بھی تنظیم عسکری کے ساتھ لزوم رکھتا ہے۔

دعوت الی الحق بنی نوع انسانی کے ساتھ عہد فطری کی ایفا ہے اور وہ فعال ملت اسلامیہ کا فطری تقاضا ہے۔ مگر تبلیغی گروہ جب تک عسکری قوت کے ساتھ محفوظ نہ ہوں اپنا فرض پوری طرح ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مفرط اور غیر منکشف اور غیر مستقیم انسانی نفوس ان کی مقدس ضیا یا اس کی علامات کو مطلقاً نہیں دیکھ سکتے۔ پس ضروری ہے کہ ان کی وحشت یا ظلم اور فرط سے عسکری قوت کے ذریعہ اُن مقدس داعیین الی الحق کو محفوظ رکھا جائے۔ کیونکہ اس شعور کو جو عنصریات میں متداول رہتا ہے۔ عنصری عادل ہیبت سے مرعوب کرنا چاہیئے۔ خواہ اس کی حسب مواقع کیفیتیں جدا جدا ہوں۔ مگر چونکہ عداوت سے نفس انسانی میں اس کی اضطرابی کیفیت بھڑک اُٹھتی ہے۔ اور انفعالی کیفیت کو متغیر کر دیتی ہے۔ اس لیے حق کو فوج کشی کے ساتھ پیش کرنا تقاضائے نفوس افراد اور نفس جماعت کی مخالفت ہے پس عسکری قوت کا مقصد دفاع اور حفاظت سے متجاوز نہ ہونا چاہیئے۔ جو عین وسط و عدل ہے۔ اور دست عسکری کو اس وقت قبضۂ شمشیر کے ساتھ متحد ہو جانا چاہیئے۔ جب مفرط جماعتیں راہ اعتدال کو روک دیں اور یہ تقدس عدل کی پرجلال شوکت ہے۔ سوانح عہد نبوی ان حقائق پر شاہد ہیں۔

دشمن کے ایسے اسباب کو خطرہ میں مبتلا کر دینا جو اس کی معیشت اور سیاست پر اثر رکھتے ہیں۔

اسی اپنے جائز حق کی بہم رسانی کے لئے ضروری ہے۔ جس پر دشمن ناجائز تصرف سے قبضہ کر چکا ہے۔ یا ملت اسلامیہ کو اس کے حصول سے روک دیا گیا ہے۔ قریش نے اول المسلمین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو حج کعبۃ اللہ الحرام کے حق سے محروم کر دیا تھا۔ جس میں وہ اپنے جائز اور حقیقی استحقاق کے علاوہ قریش اور عرب کے ساتھ ظاہری حقوق کے اعتبار سے بھی یکساں شریک تھے۔ پس ان کے قافلہ ہائے تجارت سے تعرض اسی مقصد کے پیش نظر تھا تا آنکہ جب صلح حدیبیہ کے بعد اس رکاوٹ کو دور کرنے کا مشروط معاہدہ طے پایا گیا۔ جس میں اس تعرض کو کافی اثر حاصل تھا۔ تو ملت اسلامیہ کے عسکری گروہ قریش کے انہی تجارتی قافلوں کی حفاظت کرنے لگے۔ ملت اسلامیہ کا دست عسکری عدل کے لئے حرکت کرتا ہے اور اس کی ہر عسکری تحریک اندفاع ظلم کے لئے واقع ہوتی ہے۔ اور یہ عین تقاضائے عدل ہے۔

ایسے مراسم اور نشانات مفرط کو مٹا دینا ضروری ہے۔ جو انسانی گروہوں میں قبول عدل سے پہلے موجود ہوتے ہیں (گویا وہ اتحاد مفرط کے مراکز ہیں) تاکہ ان کا وجود تجدید فرط کا باعث نہ ہو۔ دیرینہ خیال فطرت قرار پاتا ہے۔ اس لئے اس کو چھوڑ دینے کے بعد بھی نفس ناطقہ کے قوائے ادراک و تحریک اس کے تعلقات کو یک لخت مٹا دینے کی فکری یا عملی جرأت نہیں کر سکتے یہ تقاضائے اصول تدریج ہے۔ اس پر بالتدریج قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے قدیم اور مخلص افراد پر مشتمل عسکر کو ہی یہ کام انجام دینا چاہیئے۔ علیٰ ہذا حسب مواقع انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے حصول حق قصاص اور قیام ہر گونہ امن اور اجرائے حدود داسی عسکری شوکت سے حیات ملی میں استحکام و تمکین کا موجب ہوتا ہے۔

الحاصل اس اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے عادل ملت اسلامیہ میں میزان العدل مستقلاً نصب فرماتے ہوئے جو دلیل عدل سے استحقاق وراثت ارض ہے قبضہ شمشیر اور دست عسکری سے اس کو شدید اور مستحکم فرما دیا ہے۔ پس اس کا ہر گونہ استحکام جو ملت اسلامیہ کے افراد اور گروہوں اور ان کے علاوہ ایسے لوگوں کا نظم و ضبط ہے۔ جو اس کی عزت عدل کے روبرو پست ہیں۔ اور اس کے عادل جادۂ اجتماع سے مفرط موانع کے ہٹ جانے یا ان کے تعطل سے متمکن اور شدید ہے۔ اسی قائم بالقسط دست عسکری اور قبضہ شمشیر کا رہون منت ہے کہ وہ ہر دو قائم بالقسط عز و جل کی تصدیق اور اس پر تحقق شہادت کے لئے متحد ہیں جو نفوس ناطقہ انسانی اور تمام سطح ارض پر اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور اس کی پیروی سنت میں تمکین

لے وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا ... الخ (الحجرات)

قیام بالقسط ہے۔ چنانچہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا استحکام ضبط اور غزوات آیئنہاے صلح و جنگ یا قوانین تشدید کا دستور عدل ہے یعنی شرح قیام بالقسط یا للّٰہیت ہے۔

گفت من تیغ از پئے حق میزنم — بندۂ حقم نہ مامورِ تنم !!!
جز بباد او نہ جنبد میلِ من ! — نیست جز از عشق او در خیلِ من
شیرِ حقم نیستم شیرِ ہوا !! — فعلِ من بر دینِ من باشد گوا (رومی)

غزوۂ بدر

شوکتِ دفاع

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ (انفال)

اسس اول المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کتاب و میزان و شمشیر کے قائم بالقسط دست عسکری نے عادل جادۂ اجتماع ملّی سے موانع کو ہٹانے کے لئے قبضۂ شمشیر کو سنبھالا یہ غزوہ بدر بمطابق لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ اور وَ أُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ سب سے پہلی خلافت الٰہیہ کی دافع موانع عزت غالبہ کا پُر شوکت افتتاح ہے صحیح بخاری میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

عن البراء رضی اللہ عنہ قال کان عدۃ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ممن شہد بدرًا عدۃ اصحٰب الطالوت الذین جاوزو معہ النہر الخ (بخاری)	حضرت براء سے روایت ہے۔ کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد جو حاضر بدر ہوئے۔ ان اصحاب طالوت کے برابر تھی۔ جو اس کے ساتھ نہر سے پار ہوئے
علیٰ ہذا بمطابق فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیکون فی اٰخرِ ہٰذِہِ الامۃ قوم لہم مثل اجر اولہم یامرون بالمعروف	تحقیق اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جن کا اجر ان کے اولین کی مانند ہوگا۔ وہ

۱ انکو زمین میں ضرور ایسے ہی خلیفہ کریگا جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) ۲ اور میں مامور ہوں۔ کہ اوّل المسلمین بنوں (زمر)

وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن۔ (مشکوۃ باب ثواب ھذہ الامت) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرینگے۔ اور اہل فتن سے لڑینگے۔ ؏۱

ملت اسلامیہ کے دور آخرین میں جب مستخلف عزوجل آیت استخلاف کا منشا پورا کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ اس خلافت الٰہیہ کی عزت غالبہ کا افتتاح اپنی شوکت اور عزت اپنی ہو، مبارک مصطفویؐ کی عزت فاضلہ کا وارث ہو۔ میزان العدل کا نصب مستقل جو دور آخرین تک کمالات مصطفوی یعنی کتاب اور حکمت کے انتقال مسلسل کا ذریعہ ہے۔ اس کی تکمیل ہجرت پر شہادت پائندہ ہے۔ ہجرت مبارک مصطفوی میں ہجرت کے ذریعہ جو تدریج ملی فتح باب ہے اور مسلم کی حیات اجتماعی میں افتتاح تشدید و استحکام کا ذریعہ ہے۔ جب مسلمان قریش کے ہاتھوں سے نکل گئے تو اُن کی آتش غضب اور بھڑکی جو ملت اسلامیہ کی ابتدائی ارتقائی میں استحکام تشدید کے لیے فضا سے سازگار تھی۔ وہ جوش غضب سے مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اُن کے ان وقائع غضب مشتعل اور خطرناک عزائم کو وہ خط بے حجاب کر رہا ہے جو انہوں نے عبداللہ ابن ابی سلول رئیس مدینہ کو لکھا کہ تم مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم وہاں پہنچ کر تمہارا اور محمدؐ کا فیصلہ کر دینگے۔ اور تمہاری عورتوں پر تصرف کرینگے۔

اسی مقصد کے پیش نظر کاروان تجارت میں ان کے مردوزن نے اپنا کل سرمایہ لگا دیا تاکہ سامان جنگ زیادہ سے زیادہ مہیا کیا جا سکے۔

یہ اہتمام مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کے سلسلہ میں تھا۔ اس سے ان کی اہتمام پر حریف مقابل کا حملہ ضروری قیاس ہوتا ہے جو اس کے استعمال اور اس کی ابتدا کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے کی تمام اختراعات بھی حریف مقابل کے حملہ کی خبر پر منتج ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ قریش میں اس قسم کی افواہیں پھیلیں کہ مسلمان قافلہ تجارت پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور تجارتی قافلوں سے تعرض ہو، اس خواہش کے مقصد کے لیے ہموار رہتا تھا۔ کہ قریش اپنا معیشت کو خطرہ میں پاکر صلح کے لیے مجبور ہو جائیں ضروری تھا۔ کہ ایسی افواہوں کو مزید وقعت دیتا۔ اور انہی دنوں رجب سنہ ۲ ہجری میں سریۂ عبداللہ بن جحش جو قریش کی نقل و حرکت کے متعلق خبر رسانی کے سلسلہ میں گشت کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں عمرو ابن حضرمی ایک شخص مارا گیا۔ اور انتقام خون کو عرب میں شعلہ زن حیثیت حاصل تھی۔ اس لیے ان حالات کے اجتماع سے قریش جوش غضب سے اٹھے۔ اور مدینہ منورہ کا رخ اور کثیر جمعیت کے ساتھ رخ کیا۔

؏۱ تفصیل عنوان استخلاف فی الارض میں مرقوم ہے۔ ؏۲ تفصیل کے لیے کتب سیر مطالعہ فرمائیں۔

پس اس اول المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ رمضان ۲؁ ہجری کو بمصداق فرمان ربانی

کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْۢ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ (انفال) جیسے کہ تیرے پروردگار نے تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے باہر نکالا۔

حق کے ساتھ جو للّٰہیت ہے اور نفس ناطقۂ انسانی کے ایفائے عادل کا تقاضا ہے اور عادل اجتماع ملّی اسی کی تمکین کے لئے خروج کرتا ہے۔ اور کتاب مجید میں مستغرق نفس ناطقہ کی عادل قوت غضبی یعنی شجاعت کا شمشیر کے ساتھ راہ حق سے دفع موانع کے لئے امر بالعدل ہے۔ مکہ معظمہ کا رخ فرمایا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا رُخ نہیں فرمایا۔ جو کاروان تجارت کا راستہ تھا اور حالات سے ظاہر ہے۔ کہ خروج قریش اور کاروان تجارت کی آمد میں اتحاد زمانہ پایا جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت حال پر شہادت روشن ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد قریش کی مسلح جمعیت سے مقابلہ تھا۔

روانگی سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلایا مہاجرین صحابہ نے جان نثارانہ تقریریں کیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی طرف دیکھتے تھے۔ کیونکہ انصار نے بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا۔ کہ وہ اس وقت لڑینگے جب دشمن مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو۔

اس وقت صورت حال تو مطابق معاہدہ تھی۔ لیکن چونکہ دفاع داخلی مصالح امن وضبط کے ماتحت حدود ملکی سے باہر مناسب رہتا ہے۔ اس لئے مدینہ منورہ سے نکل کر دشمن کو روکنا بھی فی الحقیقت معاہدہ کے مطابق تھا۔ مگر چونکہ معاہدہ کی جزئیات تعقید معاہدہ کے وقت مشرح نہ تھیں اور وہ انسانی استعداد قبول کی تدریجی کیفیت کی مطابقت تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار کی طرف دیکھنا درحقیقت جزئیات معاہدہ کی شرح اور انصار کے طریق کار کی وضاحت کے لئے تھا۔

تشخیص نفسیات سے یہ واضح ہے کہ جزئی تشریح مخلص اصحاب معاہدہ کی زبان سے اُن کے زیادہ استحکام عزم کا موجب ہوتی ہے۔ معاہدہ کی جزئیات میں اُن کے شعور کا تداول فہم معاہدہ کو روشن اور متعلقہ حالات کے تقاضاؤں کی ضرورت ایفا کو واضح کر دیتا ہے۔ چنانچہ انصار کے نفوس اس اثر انگیز نگاہ نبوی سے خلوص اور محبت اور قربانی کے دریائے بیکراں میں مستغرق ہو گئے۔

سعد ابن عبادہ نے اٹھکر کہا۔ کہ حضور کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ واللہ ہم آپ کے حکم سے سمندر میں کودنے کے لئے تیار ہیں۔ اور مقداد نے کہا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہینگے۔ کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں ہم لوگ آپ کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے ہو کر لڑیں گے۔

یہ تمام عظیم الشان اہتمام قریش کی کثیر جمعیت سے مقابلہ کے لئے مدینہ منورہ میں ہوا الغرض آپ ۱۲ رمضان المبارک ۲ ھ کو مدینہ منورہ سے نکلے آپ کی فوج تعداد میں تین سو تیرہ تھی جس میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔

عمیر ابن ابی وقاص ابھی کم سن بچہ تھے۔ انہیں منجملہ دیگر کم عمر بچوں کے واپسی کے لئے کہا گیا۔ تو وہ رونے لگے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں شرکت کی اجازت دیدی۔

یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ مسلم کم سن جو اپنے فکر وعمل کو ملت کی وحدت میں گم کر دیتا ہے اسے روئے عالم پر غالب وقاہر ہونے کا فطری استحقاق ہے۔ ملت اسلامیہ کے دست عسکری کا غلبہ و قہر اس کی افضلیت کو اس سیران مشترک کی دلیل سے فطرت اور جائز قرار دیتا ہے۔ جو افراد ملت کے نفوس میں صادق فکر وعمل کی حیثیت متحدہ کے طور پر جاری وساری ہے۔

آنکہ دوش کوہ بارش بر نتافت　　سطوت او زہرہ گردوں شگافت
بنگر آں سرمایۂ آمال ما　　گنجد اندر سینۂ اطفال ما

آپ نے روانگی کے دوران میں ابولبابہ ابن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ کیونکہ نفس اجتماع تموج ہے۔ اور اپنی فطرت میں کلی اور جزئی حیثیت سے وحدت اور مرکزیت کا تقاضا کرتا ہے۔ اور وحدت سمت یعنی امیر کے بغیر دریائے جماعت اپنے بہاؤ میں مستقیم نہیں رہ سکتا۔ اور صرف استقامت ہی اجتماع کلی کو ہر گونہ داخلی اور خارجی خطرات سے بچا سکتی ہے۔ پس جائے قرار کو چھوڑنے کی صورت میں قائم مقام امیر کا تعین ضروری ہے اور یہ اس وقت ہونا چاہیئے جب روانگی متحقق ہو جائے اور یہ اعتدال ضبط ہے اور مسلم کی اس حیثیت کا تقاضا ہے۔ کہ اس کی ہر جنبش لب دستور عدل کی شرح ہے۔ اور اس کا فیصلہ مبرم ہے۔ اس لئے حالات کی کامل وضاحت فیصلہ سے پہلے ضروری ہے۔ چنانچہ اول المسلمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میل شہر سے باہر نکل کر فوج کا جائزہ لیا۔ اور ابولبابہ ابن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ نیز عاصم ابن عدی کو عالیہ (مدینہ کی بالائی آبادی) سپرد کی اور یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قائم مقام نیابت میں تقسیم ملکی کے ساتھ تعدد ہر گونہ احتیاط کا تقاضا ہے۔ ان اوّل اور مناسب انتظامات کے بعد آپ بدر کی طرف بڑھے۔ اور دو خبر رساں آگے پیچھے مقاتلہ سے قبل ضروری تھا۔ کہ دشمن کے مقام ورود اور متعلقہ حالات سے اطلاع حاصل کی جائے۔ کیونکہ مسلم کا جنگ جو حریف کے مفرط نتائج ادراک وتحریک کی شکست و تعطل سے اس کی حیثیت کو عزت عدل میں کر دیتا ہے۔ اُن سے وقوف کو لازم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وقوف سے ہی وسائل واسباب و مداخل

و مخارج پر غلبہ متحقق ہوتا ہے۔
۱۷۔ رمضان المبارک کو آپ بدر کے قریب پہنچے تو خبر رسانوں نے اطلاع دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک پہنچ گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں نزول اجلال فرمایا۔
قریش کی تعداد ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ چونکہ وہ پہلے پہنچ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حباب ابن منذر کے مشورہ سے آگے بڑھ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ فرمایا۔ مگر دشمن کو بھی اجازت فرماتی۔ کہ وہ پانی سے فائدہ حاصل کریں۔
اور یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ میدان دفاع میں اور ہر موقعہ پر ایک مقدس لشکری کا مشورہ روح عسکری کی تشنگی میں اطمینان اور تازگی کا موجب ہوتا ہے۔ اور مقامات اور وسائل مناسب جو حیات عنصری کے لئے بحیثیت اسباب معین و مددگار ہوں مقابلہ سے قبل ان پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔
اور یہ منجملہ دیگر مصالح دشمن کے نفس میں احتیاجی اور انفعالی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ جو بنی نوع انسانی کے ساتھ عہد فطری کی ایفا کے لئے مددگار ہے۔ جس کے لئے دعوت الی الحق اپنی جملہ منازل کے ساتھ ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا فطری تقاضا ہے اور اسی ایفائے عہد کے لئے اس کی شمشیر حرکت کرتی ہے
احساس احتیاج کے بعد دشمن کو پانی کے حصول سے نہ روکنا اس دلیل کے ساتھ کہ وہ وہب ربانی ہے۔ بحالیکہ اس میں کسب انسانی دخیل نہ ہو۔ اس کے فطری احساسات کو متاثر کرتا ہے۔ گو سطحی نگاہ ان تاثرات کو نہیں پا سکتی۔ لیکن مسلسل اور غیر محسوس طور پر یہ اثر انگیزی اپنا کام نفوس افراد اور نفس جماعت میں کرتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت کے بعد ان تاثرات کے نتائج ظاہری شکل و صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ رات کو صحابہ نے آرام فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ ربانی میں دست بدعا رہے۔
یہ اس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ معرکہ کارزار سے قبل فوج کو آرام کا موقعہ بہم پہنچانا ان کے نفوس کو برداشت مشقت کے لئے زیادہ شدید کر دیتا ہے۔ شجاعت گو منجملہ ہر چہار قوی نفس ناطقہ کی ایک قوت ہے۔ یا وہ استعداد ہے جو موانع کو ہٹاتی ہے۔ اور نفس میں اطمینان کو قائم رکھتی ہے۔ مگر چونکہ نفس کا تعلق جسم سے ہے اور روح بخاری جو روح علوی کا محل ہے ترکیب عناصر سے نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ اور عناصر کی ترکیب شدہ شکل و صورت جسم ہے۔ اس لئے جسم کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل نفس ناطقہ کی تمام قوتوں کے عمل میں تمکین اعتدال کے لئے ضروری ہے۔
چونکہ مقصد فکر و عمل ذات اللہ عزوجل ہے۔ اس لئے فکری و عملی تگ و دو کے ہنگامہ میں دعا اور

توکل نفس ناطقہ میں وضاحت مقصد ہے اور افکار و اعمال کو مقصد کے لیے مخصوص اور خالص ہونا چاہیئے۔ یہ عدل ہے۔ جو تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاست مدن اور بین الدول میں حقیقت تہذیب و تدبیر و سیاست کو متحقق کرتا ہے۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال)

اے مومنین جب تمہیں کسی جماعت سے دوچار ہونے کا موقع ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو۔ کثیر۔ بہت ممکن ہے۔ تم فلاح پاؤ۔

حقیقت مذکورہ کے مطابق ثبات اور ذکر الٰہی بیک وقت لازم و ملزوم ہیں۔ علیٰ ہذا فوج کے آرام شبانہ کے وقت امیر کی پاسبانی مقصد حقیقی کی طرف رجوع کامل کے ساتھ لزوم رکھتی ہے اور اسی حقیقت کی علمبردار ہے۔

صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے جہاد کے لیے فوج کے سامنے تقریر کی۔

فعال نفس ناطقہ جس کی عادل قوت غضبی یا شجاعت اپنی دافع موانع حیثیت میں مستحکم ہے۔ جب وہ اپنے ترشحات سے قوم کو خطاب کرتا ہے۔ تو اس کا نفوذ افراد عسکر کے نفوس میں عادل دافع موانع کیفیت کو مستقل اور شدید کر دیتا ہے۔ اور یہ اس کی عادل فعالی حیثیت کا تقاضا ہے۔ جو متعلقہ نفوس میں اثر کرتی ہے اور نفس فعال اور عسکر کے باہم نفوس میں سریان مشترک تشدید مشترک کو متحقق کر دیتا ہے۔ کہ غلبہ و قہر اس کا تقاضائے لابدی ہے۔ کیونکہ کامیابی اس شدت استقلال کے ساتھ مشروط ہے جو اپنی ذات اور حیثیت میں موانع سے قوی ہو اور عدل قوت ہے۔ اور فرار ضعف ہے۔ گویا شدت گرما۔ شدت تشنگی وغیرہ وغیرہ اور کشت و خون اور ان سب شدائد میں نہ ٹوٹنے والا تسلسل جب قائم ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت کامیابی اس استقلال پایندہ کے ساتھ مشروط ہے۔ جو دشمن کے مقابلہ یا شکست سے بلند موت کے آخری سانس تک متزلزل نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ایک چھپر کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور سعد ابن معاذ تیغ بکف دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ کہ کوئی ادھر بڑھنے نہ پائے۔

یہ اس مصلحت کی آئینہ داری ہے۔ کہ قائد لشکر اور لشکری کے عمل کی الگ الگ حیثیتیں ہیں قائد کی عملی حیثیت یعنی قیادت بہت اہم ہے اس لیئے اسے محفوظ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ تمام فوج کے متعدد اعمال کا مرکز ہے یا محور ہے جس کے گرد تمام فوج اپنے اعمال شجاعت کا مظاہرہ کرتی ہوئی گھومتی ہے۔

حذیفۃ الیمان اور ابو حیل دو صحابی کہیں سے آ رہے تھے۔ کہ راستہ میں کفار نے ان سے جنگ

یں عدم شرکت کا وعدہ لے لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے واقعہ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم ہر حال میں وعدہ کی ایفا کریں گے۔ اور ہم کو صرف اللہ کی مدد درکار ہے۔

ایفائے عہد عدل ہے (عنوان وفا اور ایفائے عہد مطالعہ فرمائیں۔)

ترکیب عناصر سے تخلیق انسانی جو خالق ومرکب عناصر کا فعل ہے۔ انسانی فطرت پر شہادت ہے کہ خلائف الارض کی ہر اجتماعی حیثیت مرکزی وحدت کے ذریعہ ترتیب وتنظیم سے تکمیل پاتی ہے جو تمام جماعت کے فکری وعملی اتحاد کا ذریعہ ہے۔ اور یہ ترتیب واتحاد ہی نتائج فکر وعمل کو متحقق کرتا ہے جیسے نفس انسانی میں دست مختلف سے ترکیب رطافت وکثافت اس کے مجموعی فکر وعمل اور ان کے نتائج کے ظہور کا سبب ہے۔ اسی طرح جماعت ترتیب وضبط جماعت کے متحدہ افکار واعمال کے نتائج کے تحقق کا ذریعہ ہے۔ اور فطرت تخلیق انسانی کی پیروی ہے۔ اور افراد جماعت میں جلسیت ترتیب اصول تدریج کا تقاضا ہے۔ جو خالق حقیقی عزّ وجل نے تمام کائنات انسانی اور اس کے ماحول حیات میں جاری وساری فرمایا ہے پس میدان دفاع میں ترتیب عسکری اور اس کی تنظیم اور صف بندی اور اس میں استحکام ایفائے تقاضا فطرت نفس کی دلیل سے کامیابی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ نفوس افراد سے اجتماع ملت متحقق ہوتا ہے۔ شور وغل سے منع کر دیا گیا۔ کہ کسی کے منہ سے آواز نہ نکلنے پائے۔

لغو سے اعراض تقاضائے عدل ہے۔ تقاضا اور اس کا ایفا وزن کی صحیح تنصیف ہے اور فرط میں تنصیف وزن استقامت سے گر جاتی ہے۔ ادراک وتحریک کا فکر وعمل ہئیت سے کاملاً اعتدال میں متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ جزئیات میں جزئی فکر وعمل جزئی عدل کو متحقق کرتا ہے۔ اور جزئی عدل کامل اعتدال پر منتج ہو جاتا ہے جو تقاضائے تدریج ہے اور جزئیات میں فرط نفس ناطقہ کے مجموعی فعل کو نقطہ عدل سے ساقط کر دیتا ہے اور قوائے نفس کا اعتدال [illegible] مہمات میں کامیابی کو متعذر کر دیتا ہے۔ اور مقصد سے دوری افکار واعمال کی حیثیت کو پراگندہ کر دیتی ہے۔ اس لئے فکر اور قول اور عمل میں جزءً وکاملاً اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

قریش کی فوجیں جب قریب آگئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا۔ اور فرمایا۔ کہ جب دشمن قریب آجائے۔ تو تیروں سے روکو۔

یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مقابلہ سے پہلے اپنے مقام پر بنیان مرصوص کی حیثیت سے ثابت قدم ہو جانا چاہیئے کیونکہ نفس ناطقہ میں ثبات کی کیفیت متشکل استحکام قیام کی ظاہری شکل وصورت سے تمکین پاتی ہے۔ اور تا آخر استمرار ترتیب وتنظیم کے لئے نفس انسانی میں ایک منضبط اور مستقل

اور متشکل لائحہ عمل قائم کر دیتی ہے۔
مگر دشمن کی پیشقدمی کی دلیل کے ساتھ اس پر حملہ میں پیشدستی کرنی چاہیئے۔ جو اس کے ادراک و تحریک کو متاثر اور مجروح کر دے۔ اور اس کا مقابلہ اپنی شدت میں ضعف پذیر ہو جائے۔ کیونکہ ابتدائی ضرب کا اثر آخری مراحل جنگ تک ادراک و تحریک کو متاثر رکھتا ہے۔ اور اسے حریف کی شکست میں کافی دخل حاصل ہے۔ آخری مرحلہ پر دشمن کی مسلسل پیش قدمی تقدیم حملہ کے لئے دلیل قطعی ہے۔ اور اس کی تقدیم کو متحقق کرتی ہے۔ کہ اس دلیل کے ساتھ تقدیم ضرب وطعن دستور عدل کی جزئی ایفا ہے۔ اور نفوس انسانی پر کہ اُن کی تعمیر اساس عدل پر ہے۔ اثر کر جاتی ہے گو سطحی نگاہ اس کو پا نہیں سکتی۔
نیز یہ ثبات کی ظاہری شکل وصورت یعنی فوج کا قیام منظم حملہ کی کیفیت میں استقلال پیدا کر دیتا ہے۔ اور ادراک و تحریک کی تمام تر توجہ اسکی کیفیات میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اور پیشقدمی کی صورت میں نفوس ناطقہ کی قوتیں دو گونہ مطامح فکر و عمل میں منقسم ہو جاتی ہیں اور حملہ کی کیفیت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔
اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی اور اپنی تیزی میں مسلسل بڑھتی گئی۔ اور صاحب کتاب ومیزان و شمشیر اول المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم جہاد۔ توکل۔ دعا میں کاملاً مصروف ہو گیا۔ تا آنکہ مستخلف عزوجل نے ملت اسلامیہ کے گروہ اول کے اس افتتاحیہ شمشیر استخلاف فی الارض کو عزت غالبہ سے نوازا۔ اور سطح ارض پر صرف اسی واحد گروہ کے ذریعہ اپنی فردیت الوہیت کو تمکین دی اور یہ مستخلف واحد عزوجل کی جانب سے استخلاف فی الارض اور اس کی فردیت پر دلیل قاطع ہے۔
اس مقدس گروہ سے چودہ اصحاب نے شہادت پائی اور قریش کے ستر نامور اشخاص مارے گئے۔ اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔
(ایران جنگ کی بحث متعلقہ عنوان میں مطالعہ فرمائیں)
پس جب مستخلف عزوجل بمطابق
سیکون فی اخر ھٰذہ الامۃ قوم لھم مثل اجر اولھم ..... الخ (مشکوٰۃ)
اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہونگے جن کا اجر ان کے اولین کی مانند ہو گا۔
وعدہ استخلاف اس سطح ارض پر ملت اسلامیہ کے دور آخرین کے ساتھ ایفا فرماتے ہوئے بدری امتحان گاہ موت وحیات قائم فرمائے گا۔ بحالیکہ بعض لوگ بیم مرگ کی وجہ سے ناخوش ہونگے جیسے کہ اللہ عزوجل غزوہ بدر کے متعلقہ حالات کے بیان میں فرماتا ہے۔

وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ ٥ یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ (انفال)

اور تحقیق مسلمانوں کا ایک گروہ اس سے ناخوش تھا۔ وہ تجھ سے حق ظاہر ہونے کے بعد بھی جھگڑتا ہے۔ گویا کہ وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہیں اور وہ موت کو دیکھ رہے ہیں۔

تو وہ عادل ملت اسلامیہ جو میزان العدل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کتاب و حکمت سے قائم بالقسط ہے۔ اور صلح و جنگ اور حیات و موت میں وہ آمر بالعدل ہے۔ اس اوّل المسلمین کی جزئی اور کلی تبعیت کے ساتھ ضرور اس عزت غالبہ و شرافت قاہرہ سے کامران ہو گی جو مقصود آیہ ذیل ہے۔

سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (قمر) فوج کو شکست دی جائیگی اور وہ پشت پھیر دینگے

غزوۂ اُحُد

استقلال و دفاع

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

فطرت انسانی کی تشخیص اور تجزیہ سے یہ متحقق ہے۔ کہ سطح ارض پر صرف جائز اجتماع ملت وسط ہے۔ کیونکہ فطرت انسانی اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور وہ اس کے تقاضا کی ایفا سے فرداً فرداً و جمعاً قائم بالقسط ہے۔

اور اصول اجتماع افراد کے افکار و اعمال کا اتحاد ہے اور کائنات انسانی میں مفرط جماعتیں بھی مفرط افکار و اعمال کی یک جہتی سے تشکیل پاتی ہیں۔ اور ان کا یہ فکری و عملی اتحاد ذہنی جماعت کے اجتماعی تاثرات اور ان کے اجتماع اعمال کے ظہور پذیر ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور فطرت انسانی ان کے فرط کی دلیل کے ساتھ ان کو جادۂ عدل سے ہٹا دینا لازم قرار دیتی ہے۔ فرط ان کے فکری و عملی نتائج میں وحشت اور درندگی پیدا کر دیتا ہے۔ پس جب کسی مفرط جماعت کو خونریزی کے ساتھ شکست ہو جاتی ہے۔ بجائیکہ اس کا مرکزی وجود قائم ہو۔ تو وہ اپنے وحشی اور بہیمی فکر و عمل کے ساتھ پھر اٹھتی ہے۔ اور ذہنی جماعت جیسے من حیث القوم اجتماعی ولولہ ہائے عداوت سے چھلکتا ہوا بڑھتا ہے۔ ایسے ہی انفرادی طور پر وہ لوگ جنہیں سابق مقتولین جنگ کے ساتھ قریب کا تعلق ہوتا ہے۔ انتقامی تاثرات کے ہمراہ اس مفرط جماعت

میں شرکت کرتے ہوئے میدان کارزار کی طرف گامزن ہوتے ہیں اور یہ تقاضائے فطرت ہے۔ کیونکہ ان کے افکار و اعمال کا نقطہ منصود راست نہیں ہوتا۔ چنانچہ جنگ بدر کے بعد قریش اجتماعی اور انفرادی جوش و خروش کے ساتھ پھر مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے اٹھے (یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے۔ کہ آئندہ چل کر حملہ آوروں کے ان کوائف کا تقاضا اجتماعی اور انفرادی اور عام اور مخصوص حیثیت کو احتیاط اور مقابلہ میں ضروری قرار دیتا ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے۔ مگر ابھی تک مکہ میں ہی مقیم تھے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے اطلاع دی۔

دشمن کے ملک میں فرد مسلم کی موجودگی وسیع حیثیت اور محتاط حالات کے ساتھ جو اسکی حفاظت کا ضروری تقاضا ہے۔ دشمن کے عزائم سے وقوف کا ضروری اور بہترین ذریعہ ہے۔ کیونکہ دفاع کے لئے وقت کا حاصل ہونا ذرائع اطلاعات کی سرعت اور وسعت اور استقلال چاہتا ہے۔

اطلاع ملنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خبر رساں خبر لانے کے لئے بھیجے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا ہے۔ اور اس کی چراگاہ کو اس کے گھوڑوں نے صاف کر دیا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقیس کو بھیجا کہ وہ اندازہ کرے۔ کہ فوج کی تعداد کس قدر ہے۔

دفاعی انتظامات کے منظر عام پر آنے سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ صحیح حالات معلوم ہو جائیں ایسا دفاع نظم و ضبط یا دفاع کے لئے خروج جو حالات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔ ذرائع اطلاعات کے استقلال اور ملکی نظم و ضبط کے استحکام اور اطمینان نفس کی آئینہ داری ہے۔ یہ انسداد خطرہ ہے۔ اور کسی مزید خطرہ کو دعوت دینے سے احتیاط ہے۔

دشمن کی آمد معلوم ہونے پر شہر کے اطراف و جوانب کو پہروں سے محفوظ کر دیا گیا۔ اور سعد بن عبادہ رئیس خزرج اور سعد ابن معاذ رئیس اوس تمام رات مسجد نبوی کا پہرہ دیتے رہے جسے بیت الخلافت کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ جب دشمن کا حملہ یقینی ہو جائے۔ تو ملکی حدود اور سرحدات کو محفوظ رکھنا داخلی نظم و ضبط کے استحکام کے لئے از بس ضروری ہے۔ کیونکہ داخلی نظم و ضبط سے اجتماعی حیات اور دفاعی انتظامات کی تشکیل ہوتی ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ بیت الخلافت دار العلم کی حفاظت ان وسیع وسائل کے ذریعہ ضروری ہے۔ جنہیں داخلی انتظامات میں بلند پایۂ حاصل ہو اور عسکری حیثیت سے ان کی قوت مستحکم ہو۔

صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ عبد اللہ ابن ابی سلول کو بھی شریک مشورہ کیا گیا۔ اکابر انصار اور عبد اللہ ابن ابی سلول کی یہ رائے تھی کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ اور بعض صحابہ کو اس پر اصرار تھا۔ کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ اور زرہ پہن کر باہر تشریف لاتے۔ تو ان لوگوں کو ندامت سی ہوئی۔ اور عرض کیا۔ کہ ہم اپنی رائے سے باز آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ ہتھیار پہن کر اتار دے۔

ملت اجتماع افراد ہے۔ اور ان کا ایک نقطۂ مقصود پر اتحاد افکار و اعمال روح اجتماع ہے۔ اور اسی قوت کے ذریعہ دفع موانع متحقق ہوتا ہے۔ پس جزئی لائحہ عمل کی ترتیب میں بھی مشورہ اُن کے افکار و اعمال کو اس لائحہ عمل کے ساتھ اتحاد فکری و عملی عطا کرتا ہے۔ جو افکار و اعمال کے نقطۂ مقصود کے حفظ و استحکام کے لئے مرتب کیا جاتا ہے۔

علیٰ ہذا ان مدنی گروہوں کو مشورہ کے ساتھ تعاون کی دعوت بھی ضروری ہے جو ملکی یا معیشی اشتراک سے وابستہ ہیں۔ تاکہ ان کا طریق عمل واضح ہو جائے۔ اور ہمیشہ کے لئے دفاعی زندگی میں دلائل کی وضاحت کے ساتھ ان کے خطرات کا سدباب ہو سکے۔ ان کا فکری حیثیت سے متحد نہ ہونا ان کے اعمال کو خطرناک حیثیت قرار دیتا ہے۔ اور معیشی اشتراک یا اتحاد دلیل طلب مشورہ ہے۔ اور طلب مشورہ اُن کے متعلقہ لائحہ عمل کی ترتیب کے لئے تحقیق حال اور اتمام حجت ہے۔ اور اس وقت ہنگامی طور پر اسباب تدبیر سے سازگاری ہے۔

ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا یہ فطری تقاضا ہے کہ وہ اپنی قوت نفوذ و تصرف کیساتھ نفس ملت اور نفوس افراد پر متصرف ہوتا ہے اور اسکے نفوذ تصرف کی کیفیت فعالی انکی انفعالی حیثیت کو برقرار رکھتی ہے۔ یہ کائنات ملی میں فعالی اور انفعالی نظام ہے جو ارواح و اجسام اور ان کے اجتماع کا ضبط و اعتدال ہے۔ پس جیسے منکشف اور مستقیم فعال نفس ناطقہ کا تصرف نفوس افراد میں استقامت کشف و تحمل کا موجب ہے۔ ایسے ہی تدبیر و سیاست میں اس کا فعال تصرف تحفظ عدل کا ذریعہ ہے۔ پس اگر نفس فعال کی آمری اور فعالی حیثیت متغیر ہو جاتی ہے۔ جو ملت اسلامیہ کے فعال نفس ناطقہ کی فطرت کے خلاف ہے۔ تو نفس ملت کی انفعالی کیفیت بھی متغیر ہو جاتی ہے جو نفس ضبط و اعتدال کو منہدم کر دیتی ہے۔

تمام انفرادی اور اجتماعی حالات کی تشریح میں مضمون تشبہ بہ حکمت کا اصول زیر نظر رہنا چاہیئے نفس انسانی میں حقیقت علوی اور کثافت ارضی کی ودیعت جو انسان کی حیثیت خلائف الارض کا ما...

عزّ و افتخار ہے اور تمام کائنات انسانی میں اسباب حیات شخصی و منزلی و مدنی کے اجتماع کی دلیل ہے۔ مفرط جماعتوں میں بھی اس اتحاد اساسی کی وجہ سے جو تمام کائنات انسانی میں مشترک ہے جا اور اس کے نفس اجتماعی اور امیر اور اس کی اثر انگیزی کو قائم کرتی ہے۔ اور جیسے مفرط جماعت کے امیر کا شعور عنصریات میں تداول کرتا ہوا عنصری اسباب کے اجتماع سے اس جماعت پر غالب ہو جاتا ہے۔ جس کے انفرادی اور اجتماعی شعور کا ماحول صرف کثافت اور ارضیات ہیں۔ جو شعور کا بے جا اور مفرط استعمال ہے۔ اس امیر کی اثر انگیزی بھی نفس جماعت اور نفوس افراد کو متاثر کرتی ہے

یہی اصول تمام دور الخلاط میں قرنہا قرن تک چلتا رہتا ہے تا آنکہ مبارک عہد میں اور آج دور مصطفوی میں وعدۂ استخلاف فی الارض کا تحقق جب ہو تو ملت اسلامیہ کا نفس فعال اجسام و ارواح میں اپنے فعالی تصرف کے ساتھ کشف و تحمل کو متحقق کرتا ہوا نفس ملت میں اجتماعی عدل و انضباط کو متمکن کر دیتا ہے

قریش بدھ کے دن مدینہ منورہ پہنچے اور کوہ احد پر پڑاؤ ڈالا۔ تقریباً تین ہزار مسلح سپاہی قریش کی فوج میں شامل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد ایک ہزار کی جمعیت کیساتھ شہر سے باہر نکلے۔ عبداللہ ابن ابی سلول اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ یہ کہہ کر واپس چلا گیا۔ کہ میری رائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مانی۔ گویا اس مرحلہ پر شہر سے باہر نکل کر دفاع شہر کے تحفظ کے علاوہ وضاحت حالات اور رفع اشتباہ کے لئے ضروری تھا۔ اور موجودہ حالات میں شہر کی حفاظت اس طریق دفاع کے ساتھ زیادہ موزون تھی۔ اس وقت بھی ملت کے کم عمر افراد کی حوصلہ افزا کیفیت فضل دو کم عمر بچوں کی یکے بعد دیگرے شرکت کی منظوری سے پھر تازہ ہوئی جو اس سے قبل جنگ بدر کے موقعہ پر بھی اپنا سماں دکھا چکی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی فرمائی اور اس کو پچاس تیر اندازوں کے ایک دستہ سے عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں محفوظ فرمایا اور ان کو تاکید کی کہ جنگ جیتنے کے باوجود اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ علیٰ ہذا رسالہ اور زرہ پوش دستوں کے الگ الگ کماندار مقرر فرمائے اور قیادت اعلیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔

پس شدت سے جنگ شروع ہو گئی اور ملت اسلامیہ کے دست عسکری کی قوت غالبہ سے کفار ہٹ گئے اور مطلع صاف ہو گیا۔ مگر ساتھ ہی مسلمان مال غنیمت کی طرف لپکے۔ اور تیر انداز باوجود عبداللہ بن جبیر کے روکنے کے اپنی جگہ سے ہٹ آئے تو خالد بن ولید قریش کے ایک سالار نے موقعہ غنیمت جان کر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر نے اپنے چند جان نثاروں کے ساتھ شدید مقابلہ

کیا لیکن سب شہید ہو گئے۔ خالد ابن ولید بڑھا اور نہایت بے دردی سے قتل و غارت شروع ہوئی اس پراگندگی اور انتشار میں بہت نقصان ہوا۔ دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی شہید ہوئے حضرت حذیفہ کے والد یمان نے اسی پراگندگی کے عالم میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے شہادت پائی (بعد جنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خون بہا ملت کی طرف سے ادا کرنا چاہا۔ تو حضرت حذیفہ نے معاف کر دیا۔ یہ ملت بسط کے نفس ملی اور نفس امیر اور نفس فرد میں تمکین عدل کی آئینہ داری ہے)

قائد کی ہدایات کی خلاف ورزی اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ کسی ایک مرحلہ پر خواہ وہ آخری کامیابی کے مراحل سے ہو افرادِ عسکر کی لغزش جمعیت عسکری اور ملت کو بہت نقصان پہنچا سکتی ہے۔ کیونکہ ملت اور جمعیت عسکری افراد سے مرتب ہوتی ہے۔ اور کامرانی اور ظفر اتحاد افکار و اعمال کے نتائج ہیں۔ جو وحدت مرکزیت سے تحقق پاتا ہے اور جب افراد کا فکر و عمل جزئی حیثیت سے چند لمحوں کے لئے بھی محور امارت کے بغیر متحرک ہوتا ہے۔ تو صحت تداول کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ نفس اجتماع تموّج ہے۔ اور وحدتِ سمت کا متقاضی ہے۔ جو قائد لشکر کی ذات گرامی ہے۔ اس لئے صلح و جنگ اور جملہ حالات ہر گونہ حیات میں منکشف اور منتقیم فطرت نفس قائد لشکر یا امیر ملت کی اطاعت کے لئے اپنا روشن فیصلہ صادر کرتی ہے۔ کیونکہ امیر یا قائد کا نفس ناطقہ فعّال ہے اور فعالی حیثیت قوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ پس تمام ملت کو اس انفعالی حیثیت سے اس کا حکم اور تصرف قبول کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہیئے۔ جو شعور اور اعتراف اور عمل کے ذریعہ متحقق ہوتی ہے۔ اور چونکہ قرآن حکیم یعنی دستور عدل میں نفس ناطقہ کا استغراق اس کے فطری تقاضاؤں کے ایفائے عادل کا ذریعہ ہے اور قرآن حکیم کی نورانی معنویت اور نفس انسانی کا نورانی کشف و تحمل متحد الحقیقت ہے۔ اس لئے فطرت نفس کا فیصلہ قانون ربانی کے نفس ناطقہ میں تحقق سے ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النساء)	اے مومنین اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

گویا ملت اسلامیہ کے اولی الامر کی نورانی فطرت اطاعت الٰہی اور سنت نبوی کی پیروی سے دستور عدل یعنی قرآن حکیم کی نورانی معنویت کے ساتھ نورانی اتحاد رکھتی ہے اور وہ توحید و رسالت پر ملت کی اطاعت کو فعالی اور انفعالی تواتر کے ساتھ متحقق کر دیتا ہے۔ جو تسلسل وراثت مصطفوی ہے اور

دلیل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور شرط استخلاف فی الارض ہے۔
اس پریشانی کے بعد جو کچھ ہوا وہ استقلال دفاع کا حیرت انگیز منظر ہے اور ملت کے لئے عین ضرائیں استقلال دفاع کی سنت جاریہ ہے۔ مشہور ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ ابن نضر نے یہ کہا کہ اب ہم زندہ رہ کر کیا کریںگے۔ اور فوج میں گھسے اور لڑکر شہید ہوگئے آپکی لاش پر اسی سے زیادہ زخم تھے۔
کعب ابن مالک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر مسلمانوں کو آواز دی۔ کہ حضور تو یہ ہیں۔ جانثار اس طرف لپکے۔ کفار بھی اس طرف بڑھے۔ صحابہ کی جان نثاری سے کفار کا ہجوم منتشر اور پراگندہ ہو کر رہ جاتا تھا۔
اسی اثنا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون مجھ پر جان دے گا۔ زیاد ابن سکن انصاری پانچ ساتھیوں سمیت بڑھے اور ایک ایک کر کے جان دیدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو زخم پہنچا اور ابو دجانہ نے اپنی پشت مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تیروں کے لئے سپر بنادی اور طلحہ نے تلواروں کے وار ہاتھوں پر روکے اور ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون ہ	اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے تحقیق وہ نہیں جانتے۔

محور افکار و اعمال کی حفاظت جو فعالی اور انفعالی تعلق کا فطری تقاضا ہے۔ ضبط ملی اور عسکری کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔
اس اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس موقعہ پر دعا بنی نوع کے نفوس میں تمکین عدل کی تمنا ہے۔ اور عہد فطری کی ایفا میں استقلال ہے۔ اور وضاحت مقصد ہے۔ جو مدعائے بعثت ہے۔ اور بنی برحق کے نفس فعال کا فطری تقاضا ہے۔ اور اسی مقصد کے لئے خلافت الٰہیہ کی شمشیر حرکت کرتی ہے اور اس تمام شدت بری کا مدعا و مقصود ہے۔ اور اس پر امت وسط اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل وراثت سے مامور ہے۔ اس موقعہ پر خاتونان اسلام نے بھی مسلم زخمیوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی اور یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ دفاع میں تمام ملت کو مکمل عسکر ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ حیات ملی ہی ہرگونہ عادل حیات کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ البتہ ان کے فرائض تشخیص نفسیات اور جنسیت اور کوائف کے ساتھ اس طرح منقسم کر دیئے جائیں کہ وہ ان کو باحسن الوجوہ انجام دے سکیں اور کیفی

یا صنفی مفرطہ اندیشہ لاحق نہ ہو۔
زاں بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلمّ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابو سفیان فوج لے کر پہاڑی کی طرف بڑھا۔ حضرت عمر اور صحابہ نے سنگ باری سے ان کو واپس کر دیا۔ چنانچہ اس نے سامنے کی پہاڑی سے چڑھ کر پکارا یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلمّ ہیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا نام لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلمّ نے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ تو پکار کر بولا۔ سب مارے گئے۔ پھر حضرت عمر نے جواب میں فرمایا۔ او دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں۔ پھر اس نے کہا۔ اعل ھبل (اے ہبل تو اونچا رہ)
صحابہ نے حضورؐ کے حکم سے جواب میں آواز دی۔ اللّٰہ اعلیٰ و اجلّ (اللہ اونچا اور بڑا ہے) پھر ابو سفیان نے کہا۔ لنا العزّٰی ولا عزّٰی لکم (ہمارے پاس عزّٰی ہے تمہارے پاس نہیں) صحابہ نے جواب میں کہا۔ اللّٰہ مولانا و لا مولیٰ لکم۔ اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلمّ کے حکم سے صحابہ کی ابتداً خاموشی اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ دشمن کا علم کے باوجود پکار ناشر انگیزی کے لئے تھا۔ اور جب دشمن ایسا رویہ اختیار کرے تو ایسا خاموش طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے جو اس فساد انگیزی کو ہوا نہ دے سکے۔ مگر جب دشمن مقصد عدل پر کسی حیثیت سے حملہ آور ہو تو اسے خاموش کر دینا چاہیئے۔
معرکہ کارزار کا فیصلہ ان الفاظ پر قرار پاتا ہے جنہیں آخری تمکین حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب دشمن فرط کو ایسے مواقع پر اپنے الفاظ کی قوت سے قائم کرنا چاہے۔ تو مسلم عادل اپنی شوکت عدل کے ساتھ علی الاعلان اس سے انکار کر دے۔ ایسے مواقع پر خاموشی مقصود فکر و عمل (عدل) کی حیثیت متمکنہ کو ضعیف کر دیتی ہے۔ اور مسلم کا آخری اعلان اس کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے استحقاق فضل کی تمکین جاریہ ہے۔
پس جب دونوں فوجیں میدان سے الگ ہوئیں تو باوجودیکہ مسلمان زخموں سے چور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کون دشمن کا تعاقب کریگا۔ فوراً ایک معتدبہ جماعت اس مقصد کے لئے تیار ہو گئی۔ ابو سفیان احد سے روانہ ہو کر جب مقام روحا پر پہنچا تو اسے خیال ہوا کہ کام ناتمام رہ گیا ہے۔ پس وہ لوٹا۔ ادھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلمّ اس کے تعاقب کے لئے روانہ ہو چکے تھے معلوم ہونے پر وہ واپس ہو گیا۔
یہ نفس عداوت کی تشخیص سے استقلال دفاع ہے جو ملّت کی حیات اجتماعی کو انجام کار محفوظ کر لیتا ہے۔ اور دشمن کو اپنے مقاصد میں ناکام کر دیتا ہے۔

الحاصل اول المسلمین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک نے افراد عسکر کی شدید لغزش
سے پیدا شدہ اضطراب انگیز اور ہلاکت آفریں شدائد کو بکمال اطمینان برداشت فرماتے ہوئے
ذہن مبارک میں متعلقات ماحولیہ کو محفوظ فرما کر ان کی ترتیب سے یہ کامل صرف توجہ استقصائے
جزئیات کے ساتھ فیصلہ استقلال دفاع اور اعلان حقیقت سے استحکام فصل کی تمکین جاریہ
میں ہر گونہ اعتدال کو ملحوظ فرما کر ملت اسلامیہ کی عزت عدل کو تمکن فرمایا۔
یہ ملت اسلامیہ کے نازک مراحل پر استقلال دفاع اور اعلان فضل کی سنت قاہرہ ہے۔

غزوۂ احزاب

شدّت دفاع

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (احزاب)

جماعت اتحاد افکار سے متحقق ہوتی ہے۔ جو اتحاد عمل کی بنیاد ہے۔ اور اس کا اتحاد فکری صرف
وہ ہے جسے نفوس افراد جماعت کا شعور اپنے فطری رجوع کا متحدہ نقطۂ مقصود قرار دیتا ہے مرجع
فطرت قائم بالقسط عزّوجل ہے۔ اور نفس انسانی اگر فرط سے متاثر نہ ہو تو اساس عدل کے تقاضاؤں
سے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے وہ بالیقین اپنے مرجع فطری کی طرف بخود رجوع کرے گا۔ مگر ایک
جماعت جب دور عدل کے بعد انحطاط کی طرف جھکتی ہوئی ایک نقطۂ فرط پر جمع ہو جاتی ہے تو اس
کی نسلوں میں بالعموم وہ فرط شعور نفوس کا مرجع فطری قرار پاتا ہے۔ کیونکہ نفس انسانی کی انفعالی کیفیت
ہر گونہ اثر انگیزی کو قبول کر سکتی ہے یہی وہ استعداد ہے۔ جو نور کا مبداء کشف ہے۔ اور انوار الٰہی کو
انفعالی حیثیت کے ساتھ قبول کرتی ہے۔ گویا وہ انفعالی کیفیت مطلق استعداد و قبول ہے اور جو اثر اسے ابتداً حاصل کر لیتا ہے
اسے ایک گونہ فطری حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جس میں تغیر تغیر فطرت ہے فرط اسی قوت سے عدل
کے ساتھ مزاحم ہوتا ہے۔ الحاصل افراد جماعت میں اتحاد فکری سے مقصود مرجع شعور یا مرجع فطرت
کے تعین میں اتحاد افکار ہے۔ ملکی یا معیشی اسباب میں شرکت کو اتحاد افکار قرار نہیں دیا جا سکتا وہ
شرکت ایک گونہ تجارتی معاہدات کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ان تمام گروہوں کا وجود جو
ملکی یا معیشی اسباب میں اور سکونت ارضی میں مشترک ہیں۔ ملت کے ساتھ اختلاف فکری کی وجہ سے

حیات ملّی کے لیئے سخت خطرناک ہے۔ پس ان سے معاہدات کے ذریعہ حالات کی وضاحت کرلینی چاہیئے معاہدہ اختلاف افکار کی ہر ہنج کو واضح کرتا ہوا۔ اگر اس کی توثیق عملی ہو تو خطرات سے بچا سکتا ہے کیونکہ وہ مناہج اعمال کو الگ الگ متعین کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ مفرط گروہ عمل سے ان معاہدات میں اعتماد پیدا نہ کرسکیں۔ اور یہی ان کے فرط فکری سے متوقع ہے۔ اور نقض عہد کے ساتھ ان کی ہنج عمل معاندانہ اور خطرناک صورت اختیار کرلے جو اتمام حجت ہے۔ تو کثافت ارضی اور لطافت علوی سے ممزجہ فطرت نفس ان کے ملت وسط کے ساتھ معیشی اشتراک کو ناجائز قرار دیتی ہے کیونکہ اس کے افراد میں جو اساس ملت میں لطافت و کثافت کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے عدل متحقق ہو چکا ہے۔ اس لئے ملت کی فطرت عادل کا تقاضا ہے۔ کہ فرط اس کی عزت عدل میں اپنی حیثیت کو گم کر دے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائے مدینہ منوّرہ ہوتے تو انہی دنوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ کہ ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا۔ اور ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہو گی اور اعدا کے مقابلہ میں دونوں فریق باہم متحد ہونگے۔ مگر انہوں نے بدعہدی کی (تفصیل کتب سیر میں ملاحظہ فرمائیں) چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاندانہ رویہ اور نقض عہد کی وجہ سے قبل احزاب ۲ھ ہجری میں یہود بنو قینقاع اور ۴ھ میں بنو نضیر کے قلعوں کا محاصرہ فرمایا۔ پندرہ دن محاصرہ کے بعد بنو قینقاع اس امر پر راضی ہوگئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ کریں۔ انہیں منظور ہو گا۔ چنانچہ ان کے حلیف عبداللہ ابن ابی سلول کی درخواست پر کہ وہ جلاوطن کر دیئے جائیں انہیں مدینہ منوّرہ سے خارج کر دیا گیا۔ بنو نضیر کے سامنے بھی یہ مثال موجود تھی۔ وہ بھی اس حیثیت کے ساتھ شہر بدر کر دیئے گئے۔ کہ جس قدر مال و اسباب اونٹوں پر لے جاسکیں اٹھالیں اور مدینہ سے نکل جائیں۔ بنو نضیر کے رؤسا سلام ابن ابی الحقیق اور کنانہ ابن ربیع اور حیّ ابن اخطب وغیرہ خیبر میں چلے گئے اور وہاں کے لوگوں نے انہیں اپنا رئیس تسلیم کر لیا۔ یہاں یہ ذہین نشین رہنا چاہیئے کہ یہود سے بنو قریظہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر معاہدہ کی تجدید کر لی۔ چنانچہ ان سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا۔

ان لوگوں نے خیبر پہنچ کر بہت بڑی سازش شروع کی مکہ معظمہ گئے قریش کو ابھارا کہ ہم مل کر اسلام کو مٹادیں۔ اور وہ ہمیشہ سے اس کے لیئے تیار تھے غطفان کے ساتھ معاہدہ کیا کہ خیبر کا نصف حاصل وہ ہمیشہ ان کو دیا کرینگے وہ بھی ساتھ ہو گئے اور وہ پہلے سے بھی اس کے لیئے تیار تھے۔ ان تینوں کے حلفا قبائل نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ چنانچہ کم و بیش چوبیس ہزار کا لشکر جرار پانچ ہجری میں مدینہ منوّرہ کی جانب

یہ حالات کا تدریجی ارتقا تھا۔ قریش جانتے تھے کہ احد میں جو کچھ ہوا وہ افراد عسکر کی ایک لغزش کا نتیجہ تھا۔ ورنہ قوت کے لحاظ سے وہ ملت اسلامیہ کے دست عسکری کی طاقت بدر میں اور اس ہنگامی انتشار کے علاوہ احد میں بھی دیکھ چکے تھے۔ اس لئے ان کا اسلام کے مقابلہ میں وسیع پھیلاؤ کے ساتھ حملہ آور ہونا نفس عداوت کی ارتقائی شکل و صورت تھی اور یہود بنی نضیر و بنی قینقاع کا فساد ہر حال میں ضرور بڑھتا۔ ان کے نقض عہد اور عداوت کے اعلان نمایاں کے بعد ان کا مدینہ منورّہ میں موجود رہنا ان حالات کی نسبت زیادہ خطرناک ہوتا جو غزوۂ احزاب کی صورت میں ان کے اتحاد قریش سے پیش آتے۔ وہ خطرناک گروہ جنہیں ملت کے ساتھ ملکی یا معیشی اشتراک ہوتا ہے جب ان کا نقض عہد اور ان کی دشمنی علی الاعلان متحقق ہو جاتی ہے۔ تو اس ملک میں ان کے موجود رہنے سے بنیادی خطرہ کے ساتھ جس کا تعلق اجتماع ملی کی مرکزیت سے ہے۔ ان اسباب معیشت میں ان کا اشتراک جن کی بنیادوں پر اسباب دفاع کا اجتماع متوقع ہوتا ہے۔ اور دستور دفاع تشکیل پاتا ہے۔ اور داخلی نظم و ضبط میں استمرار شدت قائم رہتا ہے۔ نفس دفاع میں رخنہ اور خلل پیدا کر دیتا ہے۔ اور بیرونی اعدا کے ساتھ ملت اسلامیہ کی عداوت میں ان کے اتحاد فکری کے سبب جو دلیل قرط کے ساتھ ان میں باہم متحقق ہو جاتا ہے۔ گویا اپنے ملک میں ان کا وجود حملہ آور اعدا کے مستقلاً وجود کا مترادف ہے اور یہ زیادہ خطرناک صورت حال ہے۔

پس جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو اس لشکر عظیم کا حال معلوم ہوا۔ تو صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی نے رائے دی کہ کھلے میدان میں جنگ مناسب نہیں ایک محفوظ مقام میں لشکر جمع کر لیا جائے۔ اور گرد خندق کھود لی جائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ مدینہ منورّہ کے تین جانب نخلستان اور مکانات فصیل کا کام دیتے تھے۔ صرف ایک طرف کھلی تھی۔ چنانچہ اس طرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلمؐ تین ہزار صحابہ کی معیت میں شہر سے باہر تشریف لائے۔ اور خندق کی کھدائی شروع کر دی گئی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلمؐ صحابہ کے ہمراہ مٹی کے پھینکنے میں شریک تھے۔

افراد ملت کا باہم شخصی اور معیشی ماحول چونکہ مختلف ہوتا ہے اور وسعت ملی تمام روئے ارض کو محیط ہے۔ اس لئے ان کا شعور امور اور معاملات میں مختلف کوائف کے ساتھ تداول کرتا ہے۔ اور عنصریات میں اس کے مناہج تداول کی مختلف کیفیتیں ان کے شعور کے لئے اپنی اپنی نوعیتوں کے ساتھ استقلال کا موجب ہوتی ہیں۔ اور ملت کو مجموعی طور پر پیش آنے والی مہمات میں چونکہ اقوام عالم کے نفوس افراد اور نفوس اقوام کے ہر گونہ شعور سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس لئے افراد ملت کا مجموعی شعوری اتحاد نتیج اور

کامرانی کے مناہج کو واضح کر دیتا ہے۔ اس لئے ایسے دفاعی حالات میں جب کہ دول کثیر نقطہ فرط پر متحد ہو کر نبرد آزما ہوں۔ تو ان افراد ملت کے شعور کو شوریٰ سے نقطۂ دفاع پر متحد ہو جانا چاہیئے۔ جو اپنے اپنے معیشی اور منزلی اور ملکی ماحول کی مختلف مناہج میں تداول سے سرعت اور استقلال حاصل کر چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی کا مشورہ دفاعِ ملی کے لئے بنیادی حیثیت سے سود مند ہوا۔

قائد اور لشکری کے درمیان سے عنصری امتیازات کا اُٹھ جانا ان اشتباہات کو مٹا دیتا ہے۔ جو کثافتی رجحانات اور فساد کے آئینہ دار ہیں۔ سطح ارض پر ملت وسط کو دلیل امر بالعدل سے فضل اور برتری کے جائز استحقاق کی یہی حقیقت ہے کہ وہ سراپا عدل ہے اور کثافتی رجحانات یعنی اوزان نفوس میں ایک جانب کے جھکاؤ سے پاک ہے۔ اور اس کا نفس ملت اور نفوس افراد استکبار فی الارض سے مطہر اور پاکیزہ ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (قصص)	یہ دار آخرہ ہم ان لوگوں کے لئے کریں گے جو زمین میں علو نہیں چاہتے اور نہ فساد اور انجام متقین کے لئے ہے

نفس ناطقہ میں خواہش علو اور فساد اسی فرط کا نتیجہ ہے۔ جس میں شعور علوی عنصریات کے لئے اپنا عمل مخصوص کرتے ہوئے اس کے استعمال مفرط سے اپنی علوی حیثیت کو گم کر دیتا ہے۔ گویا وہ عنصری حوائج کی ایفا میں روح علوی کا بہاؤ ہے اور ارضیات میں اس علو کی تمکین ہے۔ جس کا مرجع فطری ذات اللہ عزوجل قائم بالقسط ہے۔ گویا وہ فرط اور فساد ہے۔ اور قوت نظری کی ناراستی اور قوت عملی کا غیر فطری استعمال ہے کہ افعال و اعمال میں فرط اور وحشت اس کا لابدی نتیجہ ہے۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کے ساتھ ایسا عمل جو عنصری امتیازات سے پاک اور مطہر تھا۔ امیر کی حیثیت عدل کی وضاحت ہے۔ جو قائم بالقسط ملت اسلامیہ کے عدل فطری کے تقاضاؤں کی مطابقت سے استحکام ملی کا موجب ہے۔ نیز نوع انسان کا قصر تخلیق عدل کی بنیادوں پر استوار ہے۔ اس لئے اس کی فطری استعداد کے سبب جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ خواہ اس کی ایک حیثیت محجوب ہو۔ مگر اس کا وجود موجود ضرور رہتا ہے۔ اس لئے عادل قول و فعل اُن کے نفوس میں اثر کرتا ہے۔ اور عدل کی جانب غیر محسوس طور پر جھکا دیتا ہے۔ اور یہ بنی نوع کے ساتھ عہد فطری کی ایفا ہے۔ جو نفوس فعال کے لئے اُن کے فطری تقاضا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ملتِ اسلامیہ کا نفس فعال قوت عدل سے شرور کثافتی رجحانات کے آثار و شواہد کو مٹا دیتا ہے۔ جو تمکین عدل کے جادۂ مستقیم میں پر خطر موانع کی

حیثیت سے موجود رہتے ہیں۔

خندق تیار ہوگئی سلع کی پہاڑی پشت پر رکھ کر صف آرائی کی گئی۔ مستورات شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دی گئیں۔ اور یہود قریظہ کے خطرہ کے پیش نظر دو سو آدمیوں پر مشتمل ایک عسکری دستہ اسطرف مقرر کر دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہود قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ تو آپ نے سعد ابن عبادہ رئیس خزرج اور سعد ابن معاذ رئیس اوس کو تحقیق حال کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ اگر واقعی ایسا ہو تو مبہم الفاظ میں اس خبر کو بیان کیا جائے۔

قدرتی حصار سے فائدہ اٹھانا اس جانب کو دشمن کی تگ و تاخت کے اندیشہ سے حسب کوائف محفوظ کر دیتا ہے۔

مستورات کی حفاظت کا خاص طور پر اہتمام اور داخلی پر خطر گروہوں کی حرکات و سکنات کی دیکھ بھال اور اُن کے خطرات کا علاج حفظ آبرو اور نظم و نسق کی ایک مستقل شق ہے۔ اور افراد عسکر کے قلوب کی جمعیت کا موجب ہے۔ جسے میدان دفاع میں اساسی حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہ عزت عادل کا تحفظ ہے۔ اور امیر چونکہ خطرات کا سدِّباب کر سکتا ہے۔ اس لئے خطرات کے بحیثیت خبر منتشر ہونے کی نسبت اُن کا دفعیہ اور عسکر اور ملک کا محفوظ کر لینا افراد عسکر کی جمعیت قلوب کے تسلسل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اور عسکر کی توجہ صرف ایک طرف دفاع اور مقاتلہ کی جانب مبذول رہتی ہے۔ اور جنگ چونکہ افراد ملت کی حیات کے لئے فیصل حیثیت رکھتا ہے اس لئے فیصلۂ حیات میں ادراک و تحریک یعنی حیات کے اجزائے ترکیب کی توجہ منقسم نہیں ہونی چاہیئے۔ اسی مصلحت کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدین کو اطلاع رسانی میں ابہام خبر کا حکم فرمایا نیز مفسد داخلی گروہوں کے خطرات حملہ کی جوانب کو اس عسکر دفاع کے علاوہ جو خارجی دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ ایک الگ مستقل عسکری حیثیت کے ساتھ محفوظ کر لینا چاہیئے۔ تاکہ بیرونی دشمن سے مقاتلہ کی اثنا میں وہ اگر انتشار پیدا کرنا چاہیں تو اس عسکر دفاع کی مستقل حیثیت پر کچھ پریشان کن اثر مرتب نہ ہو۔ نیز خطرناک حالات کی اطلاع یابی کے ذرائع میں ایسی قوت موجود ہونی چاہیئے۔ کہ دشمن بد عہد ان پر حملہ کی جرأت نہ کر سکے۔ چنانچہ سعدین کا اس مقصد کے لئے تعین اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔

تقریباً ایک ماہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ اس سختی سے قائم رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر تین تین فاقے گذر گئے۔ محاصرہ کی سختی کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد ابن عبادہ رئیس

خزرج اور سعد ابن معاذ رئیس اوس کو بلا کر مشورہ فرمایا۔ کہ غطفان سے اس شرط پر معاہدہ کر لیا جائے کہ انہیں مدینہ کی آمدنی کا ایک ثلث دیدیا جائے گا۔ دونوں نے عرض کی کہ اگر وحی الٰہی ہے۔ تو ہم انکار نہیں کر سکتے اور اگر حضورؐ کی رائے ہے تو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کفر کی حالت میں کسی شخص کو ہم سے خراج مانگنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور آج تو ہمارا پایہ اسلام نے بلند کر دیا ہے۔

ایسے نازک مواقع پر معاون گردہ کے متعلق کچھ ایسا گمان ممکن ہو کہ ان کے افکار ان حالات شدیدہ میں کسی ایسے مخرج کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ جو اس شدت تکلیف میں کچھ موجب کشائش ہے۔ تو شدت استقلال میں ثبات کے لئے نقطۂ نگاہ کی راستی اور دفاع میں ان کے اتحاد فکری کی وضاحت ان کے ایسے ذی اثر نمائندوں کے ذریعہ کر لینی چاہیئے۔ جو اس تمام گردہ کے ترجمان کی حیثیت رکھتے ہوں اور دفاع میں ان کے افکار پر انہیں اقتدار حاصل ہو۔

پس تشخیص نفس اور تجزیۂ حالات کے ساتھ امیر ملت یا قائد لشکر کی ایسی معلومہ نہج گفتگو کے ذریعہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدین سے فرمائی۔ جب ان کا شعور اور اعتراف شدت استقلال کا خود از سر نو فیصلہ دے گا۔ تو گویا انفعالی تعلق تجدید نو کے ساتھ امیر کے نفس فعال سے غایات قبول کے ہمراہ الحاق میں مزید استحکام کے ساتھ ضعف کے امکان کو مطلقاً ختم کر دے گا۔

محاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں متعین فرمائیں جو ان کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں۔ اور ایک حصہ آپ کے اہتمام میں تھا۔ بالآخر محاصرین نے حملہ عام کا فیصلہ کیا۔ ایک جگہ سے خندق کا عرض کچھ کم تھا۔ چند سرداران قریش نے گھوڑوں کو تھیز کیا اور خندق عبور کر گئے۔ عمر ابن عبدود جو ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ اس نے عرب کے دستور کے مطابق آواز دی کہ کون مجھ سے لڑے گا۔ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر کہا کہ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کا اور فرمایا کہ یہ عمر ابن عبدود ہے۔ حضرت علیؓ بیٹھ گئے۔ دوسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا تیسری مرتبہ پھر اس نے پکارا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُٹھ کر جواب دیا کہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمر ابن عبدود ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی کہ ہاں میں جانتا ہوں یہ عمر ابن عبدود ہے۔ چنانچہ آپ نے اجازت دی خود اپنے دست مبارک سے تلوار عنایت فرمائی۔ اور عمامہ سر پر باندھا۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست غالب سے وہ مارا گیا۔

دشمن کی تعداد چوبیس ہزار سے زیادہ تھی اور صحابہ کرام کی تعداد مقابلۃً تین ہزار تھی۔ جب دشمن کی تعداد

اور اسلحۂ جنگ میں بہت زیادہ کثرت و وسعت ہو تو دفاع میں ایسا محفوظ طریق اختیار کرنا چاہیئے جس میں دشمن کی بیشتر قوتِ حملہ ان اسباب حائلہ میں مصرف ہو جاتے کہ انہیں جارح اور دافع کے درمیان دفاعی حیثیت حاصل ہے اور ایسے حالات میں قائد اعلیٰ کو قیادت کے فرائض کلّی اور جزئی حیثیت کے ساتھ انجام دینے چاہیئں تاکہ تو اد لشکر کے لئے اس کا جزئی لائحہ عمل اسوۂ استقلال ہو اور کلّی طور پر اس کا تصرف اپنی مستقلہ اور نفاذ حیثیت کے ساتھ موجب شدت دفاع ہو نیز جن افراد عسکر کی قوی دشمن سے مقابلہ کی شدت مخصوص طور پر براہ راست قائم ہو جاتے۔ قائد اعلیٰ کے لئے ضروری ہے کہ ان کے نفوس میں عزم کو استقلال انگیز محرکات سے راسخ کر دے۔

اور وہ ایسا لائحہ عمل ہے۔ جس سے اُن کا شعور استقلال دفاع میں شدت کا خود فیصلہ کرے۔ اور ان کا اعتراف اس کا مصدّق ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے گفتگو معلومہ میں یہی مقصد پنہاں تھا۔

غزوہ احزاب شدت دفاع کا ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے شکمہائے مبارک پر شدت فاقہ سے پتھر بندھے تھے۔ نزاکت پر نزاکت بڑھتی جاتی تھی۔ یہ اس حقیقت علیہ کی طرف اشارہ ہے کہ بمطابق فرمان ربانی

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْوَالَهُمْ وَأَنفُسَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ) — اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے مال اور جان جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔

مومن کو جہد عظیم اور مقاتلہ اور سرما اور گرما اور ان میں شدت فاقہ اور پیاس اور اس میں ہلاکت سے قریب کر دینے والی زیادتی کو قبول کرتے ہوئے اور برداشت کرتے ہوئے اس عہد کے ایفا کی معیار امتحان پر اپنی صداقت یا عدل کے ثبوت کو مستحکم کر دینا چاہیئے۔ جو اس نے مستخلف عزوجل کے ساتھ استوار کیا ہے جس نے اس ملت اسلامیہ کیساتھ استخلاف فی الارض کا وعدہ فرما کر تمام روئے عالم پر اُسے فضل اور برتری اور امامت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس وعدۂ بزرگ کی ایفا کے لئے مومن کے اس عہد کی ایفا کا امتحان فطرت وعدہ کا لابدی تقاضا ہے جو اس کے لئے امامت عالم کے تحقق پر شہادت اور دلیل ہو۔

وہ اول المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلا مصداق آیۂ استخلاف تھا۔ جس نے إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً کے مضمون بزرگ کو جو حیثیت خلائف الارض اور استخلاف فی الارض کا جامع ہے۔ زمین میں تمکین دی اور یہی مدعا تے كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ کی پہلی تکمیل ایفا ہے۔

لہ قائد اعلیٰ جب اپنے زیر قیادت تو اد لشکر کو جہات عظیمہ سپرد کرے تو یہی لائحہ عمل اس کے لئے دلیل راہ ہے۔

یہ غزوہ شدت دفاع سے معیار امتحان پر صداقت و اعتماد کے تحقق رسوخ کا نتیجہ ہے۔ پس اللہ عزوجل نے افواج غیب سے اس اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور کفار محاصرہ اٹھا کر ناکام رخصت ہو گئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ — اے مومنین اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب کہ

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا — تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور فوجیں

وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (احزاب) — بھیجیں جو تم کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔

اور یہ ملت اسلامیہ کی طرف نصرت الٰہی کا پیغام جاریہ ہے کہ اس اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں سطح ارض پر جب وعدۂ استخلاف کا تحقق ہو۔ تو روئے عالم کی متحدہ اہل فتن اور مفرط جماعتوں کے مقابلہ اور مقاتلہ میں ملت اسلامیہ شدت دفاع کے استقلال انگیز مظاہرہ سے امداد ربانی کے ہمراہ موانع مفرط کو جادۂ تمکین عدل سے ہٹاتی ہوئی دین حق یا عدل کو سطح ارض پر ضرور متمکن کر دے گی۔

غزوہ بنو قریظہ

تحکیم بین الدول

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (مائدہ)

غزوہ احزاب میں یہود قریظہ نے بدعہدی کی اور عین اس وقت جب کہ قریش اور قبائل عرب اور یہود بنو نضیر وغیرہ کا متحدہ لشکر جرار مدینہ منورہ کی جانب بڑھا تو انہوں نے حیی ابن اخطب نضیری کی تحریک سے اس معاہدہ کو توڑ دیا جس کی وہ متصل قریب میں پھر سے تجدید کر چکے تھے اور دشمن کے لشکر میں شامل ہو گئے اور اس ہنگامہ میں قلعۂ مستورات پر حملہ کرنا چاہا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب سے فارغ ہو کر حکم دیا کہ عسکر اسلامیہ ابھی ہتھیار نہ کھولے اور قریظہ کی جانب بڑھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے اعلانیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ غرض ان کا محاصرہ کیا گیا۔ اور ایک ماہ تک ان کا محاصرہ قائم رہا۔ بالآخر انہوں نے درخواست پیش کی کہ انکے حلیف سعد ابن معاذ جو فیصلہ کرینگے وہ انہیں منظور ہے۔

سعد نے فیصلہ دیا۔ کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور بچے اور عورتیں قید کر لی جائیں

اور مال و اسباب کو غنیمت قرار دیا جائے اور یہ تورات کے مطابق تھا۔ چنانچہ بمطابق صحاح قریظہ کے چار صد نفوس قتل کر دئیے گئے۔ یہاں مزید یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ حیّ ابن اخطب جسے غزوۂ احزاب کی تحریک میں بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ اس نے جلا وطنی کے وقت خدا کی شہادت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت پر کسی کو مدد نہ دیگا۔ پھر اس نے کیا جو کچھ کیا اور وہ ظاہر ہے۔ پھر اس نے غزوۂ احزاب میں بنو قریظہ سے یہ عہد کیا کہ اگر قریش چلے گئے۔ تو وہ خیبر کو چھوڑ کر تمہارے پاس آ رہے گا۔ چنانچہ اس عہد کے مطابق بنو قریظہ احزاب کے اس سبب محرک کو جس نے عرب میں فساد کا طوفان بپا کر دیا تھا۔ مدینہ منوّرہ میں اپنے ساتھ لائے۔ وہ بھی اس فیصلہ کے مطابق یہود قریظہ کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ مقتل میں اس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم مجھے اس کا افسوس نہیں ہے۔ کہ میں نے کیوں تیری عداوت کی لیکن بات یہ ہے۔ کہ جو شخص اللہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ لوگو خدا کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ ایک حکم الہٰی تھا۔ نوشتہ تھا۔ سزا تھی۔ جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھی تھی۔

امور اور مہمات میں عدل کے معنی یہ ہیں کہ ہر دو جوانب میں قسطاس فیصلہ مستقیم ہو۔

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ (تمہارے لئے اس میں زندگی ہے) میں یہی استقامت وزن مقصود ہے۔ ظلم اور انظلام ہر دو افراط و تفریط ہیں اور عدل کی اضداد ہیں جو کارگاہ حیات میں عزتِ عدل ۔۔۔ کی موت ہے۔ جس کی اساس پر قصرِ نفس انسانی تعمیر کیا گیا ہے۔ اور چونکہ اجتماع نفوس سے جماعت ترتیب پاتی ہے۔ اس لئے عزت عدل کی موت فرد اور جماعت دونوں کی موت ہے۔ پس قتل حق۔ اجرائے حدود وغیرہ وغیرہ کائنات انسانی کی حیات ہے۔ کیونکہ یہ اساس حیات یعنی عزت عدل کی زندگی ہے کہ وہ ظلم یا فساد کا سدّ باب ہے۔ جو اوزان نفوس کی ناراستی یا فرط کا نتیجہ منتشرہ ہے۔

مگر عدل کا فطری استحقاق صرف اس فیصل عادل کو پہنچتا ہے۔ جس کے وزن نفس میں اس کے ہر دو جوانب یعنی لطافت و کثافت اپنے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے منکشف اور مستقیم ہو کر قسطاس تنصیف و تقسیط پر معتمد اور راست ہوں۔ اسی کا دستِ عدل امور اور مہمات میں قسطاس فیصلہ کو مستقیم رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ قوتِ استقامت صرف اسے ہی حاصل ہے۔ اور وہ صرف ملت اسلامیہ کا فرد عادل ہے۔ جو دستور عدل کا حامل ہے۔ اور نفس ناطقہ کے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل کے اسرار یعنی دستور عدل میں اصول استغراق سے واقف ہے۔ اور اس میں مستغرق ہو کر عدل اس کے نفس ناطقہ میں متحقق ہے۔ اور

اس کے پائندہ استحقاق پر دستور عدل کا ملت اسلامیہ میں اجرائے مسلسل اور میزان العدل کا نصب مستقل شہادت جاریہ ہے۔ جو ان حقائق پر قدرت کا استحقاق ہے جن سے وہ مرکب ہے۔ کیونکہ دوگانہ حقائق کی ترکیب اساس عدل ہے۔ اور وہ اس کے تقاضا کی ایفا یعنی تحقق عدل سے اپنے لئے استحقاق قدرت کی دلیل روشن قائم کر لیتا ہے۔ گویا من جملہ حقائق ارضیہ اُن تمام اسباب پر جو درج اجتماع اور روان قوت ہیں جن سے اجتماع متحقق ہوتا ہے۔ اسے ہی قدرت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ یعنی شمشیر کا جائز وارث صرف ملت اسلامیہ کا فرد عادل ہے۔ جو سطح ارض پر صرف ایک جائز اور حق اجتماع ملی کے جادۂ عدل سے موانع کو ہٹاتا ہوا اور عزت عدل کے روبرو دول کو جھکاتا ہوا اور اجتماع ملی کو مشارق و مغارب ارض تک وسیع کرتا ہوا سطح ارض پر غالب و قاہر ہو جاتا ہے۔ جو تحکیم بین الدول کے اس فطری استحقاق کے حصول پر دلیل قاطع ہے۔ جو صرف مسلم عادل کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ کہ وہ وارث کتاب یعنی دستور عادل ہے اور صاحب میزان العدل ہے۔ اور اسی لئے اس کی شمشیر تمکین عدل کے لئے متحرک ہوتی ہے۔ اور اس کے نفس ناطقہ میں دستور عدل کی نورانی معنویت متحقق ہو چکی ہے اور اس کی فطرت عدل کا نور آیات تعدیل کی نورانیت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ جو آیۂ ذیل میں کُونُوا سے مقصود ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ لِلّٰہِ	اے مومنین اللہ کے لئے شاہد ہو جاؤ۔ قائم بالعدل
شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ	ہو کر اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر پر آمادہ نہ کر دے
عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی	کہ تم عدل نہ کرو عدل کرو یہ تقوے سے زیادہ
(مائدہ)	قریب ہے۔

چنانچہ سعد ابن معاذ کے فیصلہ قریظہ کے متعلق مندرجہ ذیل حدیث نبوی اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے۔ کہ بنی قریظہ نے سعد ابن معاذ کے حکم فیصلہ پر رضامندی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو سعد کے پاس بھیجا۔ سعد اپنے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر آپ نے سعد سے فرمایا۔ یہ لوگ (قریظہ) تیرے حکم پر رضامند ہیں۔ سعد نے جواب دیا ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد قید کر لی جائے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قَضَیْتَ بِحُکْمِ اللّٰہِ عزوجل وربما قال	تو نے اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق حکم دیا ہے
بِحُکْمِ الْمَلِکِ (مسلم)	یا یہ فرمایا کہ ملک کے حکم کے مطابق

سعد ابن معاذ کا فیصلہ اس نور ربانی کے ترشحات تھے جو اس کے نفس ناطقہ کے نورانی کشف و تحکیم

سے اس میں متحقق تھا ۔ تورات کے حکم کے مطابق آپ کا فیصلہ اسی حقیقت کی شرح ہے ۔ اور وہ شمشیر کے عمل فطری کی ایفا ہے ۔ جو اس شوکت پر حجت ساطع ہے ۔ کہ مسلم عادل دلیل امر بالعدل کے ساتھ کائنات انسانی پر غالب و قاہر ہوتا ہے ۔ اور اس کی ایک جنبش لب فصل الخطاب ہے ۔ مختلف گروہوں کا متحدہ احزاب کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کے مقابلہ میں جمع ہونا اور پھر یہود کے متعلق ملت وسط کے ایک فرد عادل کا فیصلہ عدل تحکیم بین الدول[۱] کی حیثیت کا قیام ہے۔

ملت وسط کے سوا تمام تر اجتماعات مفرط ہیں ۔ اُن کے نفس فرد میں شعور علوی اپنی حقیقت کے ساتھ منکشف نہیں ہے ۔ وہ عنصریات مفرط میں تداول مفرط سے جو اس کا بے جا استعمال ہے ۔ اپنی فطری حیثیت کو کھو چکا ہے ۔ اور لذات حوائج عنصری میں اس کا شعور انہماک مدام سے اپنی علوی حیثیت کو مصروف کرتا ہوا اپنی شعوری قوت کو عنصریات یا ارضیات میں گم کر چکا ہے ۔ تو گویا اس کے وزن نفس میں اس کے تخلیقی جوانب قسطاس عدل پر مستقیم نہیں ہیں ۔ پس اس کے ہر گونہ ترشحات کو فطرت انسانی معیار اعتماد سے ساقط قرار دیتی ہے ۔ سطح ارض پر اس مفرط اجتماع کا غلبہ جس کے افراد کا مرجع فطری فرط ہے زمین کو فساد اور ظلم سے پُر کر دیتا ہے ۔ پس اس کے فرد مفرط کا فیصلہ بالیقین اس کے رجحان کثافت کا ترشح ہے ۔ جس میں ان عنصری حوائج کے ایفا میں اس کا تداول شعوری اپنا مفرط عمل انجام دیتا ہے ۔ جس کا تعلق اس کے شخصی یا اس گروہ مفرط کے رجحانات کثافت کے ساتھ ہے ۔ گویا سطح ارض پر صرف ملت وسط کے فرد عادل کو ہر گونہ تحکیم و فیصلہ کا جائز حق پہنچتا ہے ، کیونکہ صرف ایک ملت وسط کا دست قائم بالقسط ہی وزن نفس کی استقامت اور راستی کا قسطاس مستقیم جو جوانب میزانیہ کی تعدیل صحیح ہے تواتر کے ساتھ الیٰ یوم القیمۃ سنبھالے ہے ۔ کہ اس سے امور اور جہات میں اس کے فرد عادل کے ترشحات تنصیف جوانب میں قسطاس عدل ہیں ۔

چنانچہ تعمیر مرکز مسجد ارضی (کعبۃ اللہ الحرام) کے دوران میں جو کافۃ الناس کا سجدہ گاہ ہے ۔ جس پر تقاضائے وحدت مرکزیت ارضی شاہد ہے ۔ جو نوع انسانی کی فطرت نفس کی مطابقت ہے ۔ نصب حجر اسود کے لئے اس اول المسلمین کی تحکیم بین القبائل بہ ایفائے تقاضائے فطرت ملت اسلامیہ کے لئے تحکیم بین الدول کے فطری استحقاق پر اس دلیل سے شہادت ربانی ہے کہ اس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اولیت تمام ملت میں حقیقت اسلامیہ کے (جو فطرت نفس کی تکمیل ہے) سیران پائندہ

---

۱ بعنوان تمکین استخلاف فی الارض مطالعہ فرمائیں ۲ عنوان تحکیم بین الدول کیلئے ملت اسلامیہ کا فطری استحقاق مطالعہ فرمائیں ۔

اور وحدت کیفیت کو متحقق کرتی ہے۔ چنانچہ فیصلہ سعد ملت کے اسی حقیقت استحقاق کی شرح ہے

معاہدۂ حدیبیہ
وَاَلزَمَہُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی (فتح)

معاہدہ بین الدول

نوع انسانی کی وحدت اصل اس حقیقت عظمیٰ پر شہادت ہے۔ کہ تمام عالم کو جماعت واحد ہو جانا چاہیئے۔ جو اساس تخلیق انسانی پر مکمل قصرِ انسانیت ہو۔ یعنی تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن اور بین الدول میں قائم بالقسط ہو اور وہ ملتِ اسلامیہ ہے۔ اور یہی وحدت اصل وحدت امارت پر دلیل قاطع ہے۔ اور امیر واحد اولو الامر اول ملتِ اسلامیہ کا نفس فعال اول المسلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جسے تمام عالم پر فضل اور برتری کے لئے مستخلف عز وجل نے منتخب کر لیا ہے۔ [اور اس کی پیروی میں فرضیت استخلاف فی الارض اسی حقیقت وحدت وفعالیہ کی شرح تابندہ ہے پس یہی وحدت اصل وحدت ملی اور وحدت امارت کی شہادت کیساتھ جملہ عالم] کے لئے[1] وحدتِ مسجد کا تقاضا کرتی ہے۔ اور وہ تمام سطح ارض ہے جو ملت اسلامیہ کے نفس فعال صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ اور فعالی او انفعالی تعلق چونکہ ملت کو نفس فعال کیساتھ متحد قرار دیتا ہے۔ اس لئے تمام تر سطح ارض اس ملت اسلامیہ متحدہ کی مسجد مقدس ہے۔ اور وحدت اصل مذکورہ مستحکم شہادات کے ساتھ اس سجدہ گاہ ارضی کی وحدتِ مرکزیت کا تقاضا کرتی ہے۔ جو جائے سجود کی شکل وصورت کا تعین ہے۔ اور وہ سب سے پہلی مسجد ہے۔ جو کعبۃ اللہ المبارک میں اللہ عز وجل کے حکم سے امام الناس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔ پس تمام بنی نوع انسان کے لئے اس کی وحدت نوعی اپنے تقاضاؤں (وحدت اجتماعی اور وحدت امارت) کے ساتھ یہ فیصلہ صادر کرتی ہے۔ کہ اس مرکز ارضی سجدہ گاہ اول کے ساتھ واحد اور جائز اجتماع یعنی ملت اسلامیہ کا سجدہ جو اس عز وجل کے لئے خالص ہے۔ امیر واحد و فعال صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے تخصیص ظرفیت میں کامل خصوصیت رکھتا ہو۔ اور یہ اتحاد خصوصی اس وقت تحقق پاتا ہے۔ جب نفس ملت کا فکر یا ارادہ جو مبدأ اعمال ہے۔ اور عمل اس نقطۂ تخصیص پر متحد ہو جاتا ہے۔ اور وہ حین سجود اس مسجد اول کی جانب توجہ ملی کے لئے وحدت سمت ہے۔ جو نفس جماعت کے اس تقاضا کی ایفا ہے۔ جو وحدت

---

[1] ایک مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے

جماعت اور وحدت امارت کے لئے فیصل بالحق ہے۔

پس ملت اسلامیہ کے نفس فعال اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلم نے تمام وسعت ارضی کے مرکز اور اس کو احاطہ کرلینے والی واحد ملت وسط اور اس کے نفس فعال (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرکز توجہ کعبۃ اللہ الحرام کی حیثیت کے کشف واستقلال کا ارادہ فرمایا جو اس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعالی تصرف کے ذریعہ کائنات انسانی اور اس کے ماحول کے فطری تقاضاؤں کی ایفائتھی۔ جو نفس فعال کی فطرت نفاذ کا فطری فعل ہے۔ اور وحدت مرکزیت کے کشف واستقلال سے وحدت جماعت کی حقیقت وعظمت کی وضاحت ہے۔

کعبۃ اللہ الحرام تمام عرب کا مرجع عقیدت تھا۔ اور یہ اس حقیقت پر شہادت ہے۔ کہ عہد ابراہیمی میں جب اس امام حنیف کے فعال تصرف نے اوّل المسلمین صاحب ملت حنیفہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد وطہور یعنی روئے ارض کے فطری تقاضا کی ایفا فرماتے ہوئے مرکز معین فرمادیا جو امت وسط کی وسعت سجود وطہر کی وحدت جمعی کو وحدت سمت سے محقق کرتا ہے۔ تو تدریجی تقاضا سے جوار تقائی وانحطاطی کو آئف کے ساتھ تمام نظام کائنات میں جاری وساری ہے۔ اس کے ماحول قریب نے عہد مصطفوی تک اذہان ونفوس میں اس عظمت کے اثر کو قائم رکھا۔ یہی اثر پذیری کعبۃ اللہ الحرام کے ساتھ تمام قبائل عرب کے تعلق میں استحقاق یکسانیت اور شرکت کا موجب ہوئی۔ پس تمام عرب کی اس مسلمہ حقیقت کے پیش نظر بین الدول آئین محکم ملت اسلامیہ کے لئے ناطق بالحق ہے۔ کہ اس کے نفس فعال صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مقصد بعثت یعنی فطری حقوق کے ساتھ اور بین القبائل آئین استحقاق کی دلیل سے کعبۃ اللہ الحرام کے مقصد تعمیر کو اس میں ان تمام مراسم عبودیت الٰہی کے بجالانے سے مکمل کردینا چاہیئے تھا۔ جو اللہ عزوجل نے اپنے گھر میں ادا کرنے کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ چنانچہ ابتداءً اس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سجدہ گاہ اوّل سے اعلان بالجہر کے ساتھ حق کی وضاحت فرمائی جسے تاسیس ملت میں اہم مقام حاصل ہے۔ پھر توسیع ملی اور اس میں تشدید کے لئے تدریجی منازل طے فرماتے ہوئے چھ ہجری میں چودہ سو صحابہ کے ہمراہ حج کعبۃ اللہ کا قصد فرمایا۔ اور حکم دیا۔ کہ ہتھیار نہ باندھے جائیں۔ یہ مرکز سجود وطہر کی تدریجی کشف وتمکین کا معاہدہ صلح وامن کے ساتھ ایک تدریجی مرحلہ تھا۔ جو فطرت نفس کی تدریجی صلاحیت کے ساتھ مطابقت ہے۔ کہ وہ فرد وملت میں رفتار اعتدال تہذیب وتدبیر وسیاست ہے۔ کائنات انسانی کی تشخیص اور تجزیہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ جب تک جماعت عادل کی اس ہیبت اور قوت کے اثر

۱؎ ملت کا اس کی طرف رخ کرنا۔

سے جو تدریجی مراحل دفاع سے متحقق ہوتی ہے۔ مفرط افراد اور جماعتوں کے نفوس کسی حد تک ملونہ ہو جائیں صلح ممکن نہیں ہوتی۔ کیونکہ فرط عدل کے ساتھ اختلاف جنسیت کے سبب قدرت عدل کی شوکت وہیبت سے ہی متاثر ہو کر معاہدۂ صلح وامن کو قبول کرتا ہے۔

جب اس مرحلہ پر حالات پہنچ جائیں کہ مصالحت ممکن ہو تو چونکہ ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا مقصد کائنات انسانی میں تمکین عدل ہے۔ اور وہ اس عادل نفس کا فطری تقاضا ہے۔ تو عداوت کو فہم حقائق کے راستہ سے ہٹا دینا چاہیئے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیام میں بند تلوار ساتھ رکھنے کی اجازت فرمائی۔ گو یہ عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی تھی مگر اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ علامت صلح وامن کی تشکیل و وضاحت میں بھی قوت کی موجودگی اور اس کا سلیم مظاہرہ ضروری ہے۔ کیونکہ صلح و جنگ میں ہر ایک کا اختتام دوسری کا افتتاح ہے۔

حق اور اس کا ایفا عدل ہے اور فرط ضد عدل ہے۔ اس لیئے جائز حقوق کا مطالبہ مفرط نفس فرد یا نفس جماعت کی فطرت غیر عادل کے ساتھ بالخصوص ان حالات میں ہرگز سازگار نہیں ہو سکتا۔ جب وہ ان کے ظنون اور ہوائے نفس پر اثر انداز ہو۔ پس یہ ضروری ہے۔ کہ اعلان صلح وامن کے باوجود دشمن کے حالات کا صحیح اندازہ کر لیا جائے۔ کہ وہ حق امن کو صلح و جنگ کی کس حیثیت کیساتھ قبول کرتا ہے۔ بحالیکہ اختلاف عدل و فرط اور ہیبت عدل اور نفس عداوت عادل اور مفرط جماعت کے درمیان معرکہ آرا ہو پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا۔ کہ وہ قریش کے ارادوں کی خبر لائے۔ اس نے آکر خبر دی۔ کہ قریش نے تمام قبائل متحدہ کو بلا کر کہہ دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں نہیں آسکتے چنانچہ قریش نے افواج کی جمعیت عظیم مکہ سے باہر جمع کی اور خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے روانہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا۔ کہ خالد سے کترا کر داہنی طرف چلیں۔ کیونکہ جادۂ ایفائے مقصد میں تدریجی مراحل ہیں۔ جن میں صلح وامن کے مرحلہ پر ہر اس اندیشہ سے اجتماع ملی کو محفوظ کر لینا چاہیئے۔ جو اس کی حیثیت امینہ کی ضد ہو۔ اور اسے جنگ میں جھونک دے۔ تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام حدیبیہ قیام فرمایا۔ قبیلہ خزاعہ نے گو ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ مگر مسلمانوں کا حلیف اور رازدار تھا۔ رئیس قبیلہ بدیل ابن ورقاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے انہیں قریش کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا کہ قریش سے کہہ دو کہ ہم عمرہ کی غرض سے آئے ہیں جنگ مقصود نہیں

ہے۔ جنگ نے قریش کی حالت نقصان زدہ اور خراب کر دی ہے۔ ان کے لئے بہتر ہے کہ ایک مدت معین کے لئے معاہدہ صلح کر لیں اور مجھ کو عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اس پر بھی اگر وہ راضی نہیں۔ تو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں یہاں تک لڑوں گا۔ کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ اور خدا کو جو فیصلہ منظور ہو وہ کر دے۔

سلسلۂ سرایا اور ترتیب عسکری کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ قریش حج کعبۃ اللہ الحرام کے لئے مسلمانوں کی مزاحمت چھوڑ دیں جو النسانی وحدت اصل کی دلیل سے وحدت جماعت اور وحدت امارت کی شہادت کے ساتھ سطح ارض کی وحدت مرکزیت کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ تاکہ جب جائز واحد جماعت یعنی ملت اسلامیہ کا امیر فعال صلی اللہ علیہ وسلم تدریجی منازل طے کرتا ہوا صلح و امن کے ساتھ ملت اسلامیہ کے ہمراہ کعبۃ اللہ الحرام کا رخ کرے تو ترتیب عسکری اور تشدید ملی کے نتائج دا اثر سے دشمن کی قوائے ادراک و تحریک جو بالتدریج ہیبت کا اثر قبول کر چکی ہوں۔ ملت کے ایفائے مقصد میں کلیۃً اور مستمراً مزاحمت کو قائم نہ رکھ سکیں۔

جب دشمن کی قوائے ادراک و تحریک قوت کی اثر انگیزی سے بالتدریج متاثر ہو چکی ہیں تو پیغام صلح کے ساتھ بصورت عدم قبول صلح تہدید جنگ تعقید معاہدہ تک کے تدریجی منازل طے کرنے میں سود مند واقع ہوتی ہے۔

گویا ہیبت دفاع سے اثر انگیزی کے تحقق پر ہی تہدید مؤثر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب عسکری اور قصد کعبۃ اللہ الحرام اور پیغام صلح کے ساتھ بصورت عدم قبول صلح تہدید جنگ اسی حقیقت عظمیٰ کے شواہد ہیں۔

ابتدائی حالات میں ابتدائی گفتگو کے لئے اختلاف عدل و فرط کی دلیل سے دشمن کی طرف ترسیل سفارت میں یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ کہ سفیر جہاں ملت اسلامیہ کے لئے قابل اعتماد حیثیت رکھتا ہو۔ وہاں اسے دشمن کے نزدیک بھی پایۂ اعتبار حاصل ہو اور اس کے لئے حلیف قوم کا فرد موزوں تر ہے۔ اور تحلیف اس کے عدل کی طرف فکری انعطاف کی شہادت سے دلیل اعتماد ہے۔ جو مسلم کی قوت نفاذ کے پرتو سے متحقق ہوتی ہے۔

قبیلہ خزاعہ کی تحلیف اور بدیل ابن ورقاء خزاعی کی سفارت اسی حقیقت عظمیٰ کی آئینہ داری ہے۔ بدیل نے اپنا فرض ادا کیا۔ زاں بعد عروہ ابن مسعود ثقفی سفیر قریش کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی وہی گفتگو فرمائی جو بدیل کے

ذریعہ آپ کی طرف سے قریش کو پہنچ چکی تھی۔ مگر معاملہ ناتمام رہا۔ اور کسی فیصلہ کن مرحلہ تک نہ پہنچ سکا۔ عروہ نے دیکھا۔ کہ جب آپ تھوکتے ہیں۔ تو صحابہ سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پہ پڑتا ہے۔ اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ اور جب آپ کسی امر کا حکم دیتے ہیں۔ تو اصحاب بہت جلد اس کی تعمیل کر دیتے ہیں۔ اور آپ کے وضو کے پانی پر وہ مرمٹتے ہیں۔ اور جب آپ گفتگو کرتے ہیں۔ تو وہ اپنی آوازیں پست کر دیتے ہیں۔ اور بلحاظ تعظیم آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ بہت متاثر ہوئے۔ اور اپنی قوم سے سفارشات کیں۔ مگر چونکہ گفتگو ناتمام رہی۔ اس لیے اپنی طرف سے مزید گفتگو کا اہتمام ضروری تھا۔ تاکہ آتش جنگ ہوا پذیر نہ ہو۔

پس جب گفتگو کی بنیاد ایک مرتبہ قائم ہو جائے تو شرح مقصد یا وضاحت حالات کے لیے جو گفتگو ہے معاہدہ کا تدریجی مرحلہ ہے۔ اپنی قوم کے فرد عادل کی سفارت ہی قابل اعتماد اور موزوں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ صرف وہی فہم عدل اور شرح عدل پہ قدرت رکھتا ہے اور جزئیات عدل کی تشخیص کر سکتا ہے۔ کیونکہ عدل اس کے نفس میں متحقق ہے۔ جو ملت اسلامیہ کا محور تہذیب و تدبر و سیاست ہے۔ چنانچہ بدیل کے بعد خراش ابن امیہ کو گفتگو کرنے کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب فرمایا۔ مگر آپ کے اونٹ کو قریش نے مار ڈالا۔ اور ان پر بھی حملہ کرنا چاہا۔ لیکن قبائل متحدہ کے لوگوں نے بچا لیا۔

انہی حالات کے درمیان میں قریش نے ایک فوجی دستہ بھیجا۔ کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ لیکن یہ لوگ گرفتار کر لیے گئے۔ اور پھر سب کو چھوڑ دیا گیا۔ اختلاف عدل و فرط کی دلیل سے مطابقہ حق و عدل اور معاہدۂ صلح دامن نفس جماعت مفرط کیساتھ سازگار نہیں پڑتا۔ اور نہ وہ حقائق کی صحیح تنصیف و تعدیل کر سکتا ہے۔ کیونکہ فرط معیار عدل نہیں ہو سکتا۔ پس وہ صلح دامن کی پیش کش سے غلط فہمی اور غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کی ایسی حرکات جاہلیہ کو اطمینان نفس کی شوکت سے دبا دینا چاہیئے۔ اور وہ ضرور دب جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کا متاثر ادراک و تحریک بھی غیر محسوس طور پر خود بخود دبائی محسوس کرتا رہتا ہے۔ اور یہ اختلاف و تاثر کی کشمکش ہے۔ کہ اس میں مسلم کے سکون قلب کے اثر سے شعلۂ جنگ نہیں بھڑک سکتا۔ جو اس تدریجی مرحلہ کے تقاضا کی ایفا ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پہ عفو نبوی[1] اسی حقیقت پہ شہادت ہے۔

بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بحیثیت سفیر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی طرف بھیجا۔ آپ اپنے ایک عزیز ابان ابن سعید کی حمایت میں مکہ معظمہ گئے۔ قریش نے آپ کو نظر بند کر لیا

[1] تفصیل کے لیے صحیح البخاری (کتاب الشروط) اور کتب سیر مطالعہ فرمالیں۔

اور یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ آپ قتل کر دئیے گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عثمان کے خون کا قصاص فرض ہے۔ یہ فرما کر آپ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جاں نثاری کی بیعت لی یہ تاریخ اسلامیہ کا مہتم بالشان واقعہ ہے۔ جسے بیعت الرضوان کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔

ملت اسلامیہ کا سفیر گویا تمام ملت اسلامیہ ہے۔ جس کی وہ نمائندگی کرتا ہے۔ اس لئے دشمن اگر اس کے ساتھ نامناسب سلوک روا رکھتا ہے۔ تو قانون عدل قصاص کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو حیات ملی کے لئے دلیل بین ہے۔ کیونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اور اس کا قصر تخلیق اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اس لئے عدل و قسط ہی انفرادی اور اجتماعی حیات کو قائم رکھ سکتا ہے۔ اور قصاص اصول عدل کی ایک نوع ہے۔ جس کی پیروی عدل کی اثر انگیزی کو نفوس انسانی میں متمکن کر دیتی ہے۔ کیونکہ نفس ناطقہ انسانی میں ہر دو حقائق لطافت و کثافت کی ترکیب اساس عدل ہے۔ اس لئے معتدل ترشحات اس میں ایک گونہ بیداری پیدا کرتے ہوئے اسے اپنے اصل کی طرف دعوت رجوعی ہیں۔ جو اس سے غافل کیفیت فرط کے لئے تنبیہہ یا ہیبت کی پر جلال اثر انگیزی ہے۔ جو ہر گونہ حیات کی متزلزل بنیادوں کو اساس عدل پر اعتدال اساس تخلیق کی دلیل سے مستحکم کر دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے عدل نفس ہی سطح ارض پر تمکین عدل کا ذریعہ ہے۔ اس لئے ادراک و تحریک کو جو اپنی کیفیت میں معتدل ہو چکی ہوں کائنات انسانی میں تمکین عدل کے لئے خارجی جد و جہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو ارادہ و عمل کی تجدید اور اس کا تدریجی ارتقا ہے اور وہ ترشحات فکری و عملی کے تداول و تداوم سے متحقق ہوتا ہے۔ یہی توثیق عہد اور اس کی ایفا ہے۔ گویا ہنگامہ جد و جہد سے قبل وثاق عہد لزوم ایفا کے ساتھ سر تمکین عدل ہے۔ اور یہی بیعت الرضوان کی حقیقت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ابان کی حمایت حاصل کرنا اس مصلحت عظیمہ کیطرف اشارہ ہے کہ ضرورت محسوس ہونے پر ملت اسلامیہ کے سفیر کو ایسی بین الفریقین سپر اختیار کرنی چاہیئے۔ جو عدو مفرط کے تاثرات عداوت کے روبرو حجاب کی حیثیت رکھتی ہو۔

بعد میں معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط تھی چنانچہ اب جنگی اقدام حصول مقصد کے منافی تھا۔ کیونکہ اس وقت اصول تدریج جو فطرت کائنات میں جاری و ساری ہے۔ معاہدہ صلح کے حق میں فیصل ناطق تھا۔ بجائیکہ ضرورت قصاص ساقط ہو چکی تھی۔ اور ان کی حرکات جاہلیہ نے حضرت عثمان کی نظر بندی کے اثر کو اطمینان نفس کی شوکت سے دبا دینا ضروری تھا۔

دھر عروہ ابن مسعود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپسی کے بعد ان حالات عظیمہ اور آداب کا ذکر کرتے ہوئے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ اور قریش سے یہ کہا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے ایک عمدہ بات پیش کی ہے۔ لہذا تم اس کو مان لو۔ اس پر بنی کنانہ کے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے قریش سے اجازت چاہی۔ چنانچہ وہ بحیثیت سفیر قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ اس قوم سے ہے۔ جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ لہذا تم قربانی کا جانور اس کے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایسا کیا گیا۔ اور لوگوں نے تکبیر سے اس کا استقبال کیا۔ وہ کافی متاثر ہوا۔ اور واپس جاکر قریش سے سفارش کی اور کہا کہ میں مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ یہ لوگ کعبہ سے روکے جائیں۔

دشمن کا سفیر وہ تمام قوم ہے۔ جس کا وہ نمائندہ ہے۔ اس لئے سفیر کے تاثرات فرستندہ قوم میں اثر انگیزی کے مترادف ہیں۔ پس اس کے حق میں فریضہ حفظ و امن ادا کرتے ہوئے وجہ تقاضا عدل یا ایفائے عہد فطری ہے۔ اگر اس کی حیثیات ذہنی اپنے مقصود سے کچھ مشابہت رکھتی ہوں تو حق و عدل سے اس کی کیفیت نفس کی مطابقت کے ساتھ اس کا استقبال کرنا چاہیئے۔ نیز حفظ و ادا جو ملت اسلامیہ کے نفس فعال اور ملت کے نفوس منفعل کے فعالی اور انفعالی تعلق کا فطری تقاضا ہے۔ بجود سفیر کو امیر فعال کی شوکت تقدس و عدل سے متاثر کر دیتا ہے۔ جو اس حقیقت پر دلیل ہے۔ کہ انسانی فطرت جو اساس عدل پر مخلوق ہے۔ ترشحات عدل کو پاتی ہوئی اثر انگیزی اور اثر پذیری کی دلیل سے اس حقیقت پر شہادت دیتی ہے۔ کہ فعالی اور انفعالی حیثیت کا استحقاق جو تقاضائے نفس امارت و ملت ہے۔ صرف ملت اسلامیہ کے نفس فعال اور ملت اسلامیہ کو پہنچتا ہے۔ اس اثر انگیزی اور اتحاد و اعتدال کا نتیجہ تھا۔ کہ قریش نے سہیل ابن عمرو کو بحیثیت سفیر تعقید معاہدہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ بحالیکہ حالات سخت پراگندہ تھے۔ اور خود قریش کے پیدا کردہ تھے۔ پس ان جملہ تدریجی منازل کو طے کرتے ہوئے جن کا تعلق بدیل اور اس کے بعد ان مسلم سفرا کی حیثیت سفارت سے ہے۔ جس نے جنگ کے شعلوں کو روکے رکھا۔ گو انہیں گفتگو اور شرح مقصد کا موقعہ دستیاب نہیں ہوسکا اور سفرائے قریش کے ساتھ ملت اسلامیہ کے حسن سلوک سے ہے۔ اور اس کے نفس فعال کی اثر انگیزی اور ہیبت و اعتماد سے ہے۔ یہی قول فیصل کے لئے آخری ہنج تھی۔ جس کا ملت اسلامیہ کے

نفس فعال کے ساتھ براہ راست تعلق ضروری تھا۔کیونکہ صرف وہی اپنی فعالی حیثیت سے تمام ملت کو کلمۃ التقویٰ پر متحد کرسکتا ہے۔کیونکہ صرف اسے ہی تاثراتِ نفوسِ ملت پر ہر حیثیت سے قدرت حاصل ہو سکتی ہے اور کلمۃ التقوٰی کو تاثرات کے ساتھ معنوی اتحاد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ عدل کے ساتھ متحد الحقیقت ہے اور ملت منفعل کا اس پر اتحاد امیر فعال کے تصرّف سے متحقق ہوتا ہے۔کیونکہ فعالی حیثیت تکمیل عدل سے ہے۔اور انفعالی حیثیت قبول عدل ہے۔

سہیل ابن عمرو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔بالآخر چند شرطوں پر اتفاق ہو گیا۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو بلا کر حکم دیا۔کہ معاہدہ لکھ دیا جائے۔حضرت علیؓ نے عنوان بر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو سہیل ابن عمرو نے کہا۔کہ اس کی بجائے وہی قدیم الفاظ باسمک اللھم لکھے جائیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔جب یہ فقرہ لکھا گیا۔ھذا ما قضیٰ علیہ محمّدٌ رّسول اللہ (یہ ہے وہ جسے محمّدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کیا ہے)۔تو سہیل نے کہا۔کہ اگر ہم آپ کی پیغمبری کو تسلیم کر لیتے۔تو پھر جھگڑا کیا تھا۔آپ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔کہ گو تم مجھے جھٹلاتے ہو۔لیکن خدا کی قسم میں خدا کا پیغمبر ہوں۔یہ فرما کر ابن عبد اللہ لکھ دیا۔

تعقید معاہدہ فریقین کے درمیان یعنی ہر دو جوانب میزان میں قسطاس مستقیم ہے۔اس لئے اوزان شرائط کی صحیح تنصیف وتقسیط فطرت معاہدہ کے تقاضا کی ایفا ہے۔پس تحریر معاہدہ میں صرف ان حقائق کو بنیاد تحریر تسلیم کر لینے میں اتفاق ضروری ہے۔جو جانبین کے نزدیک مسلّم ہوں اور منافی حقیقت عدل نہ ہوں۔کیونکہ عدل دلیل بالا سے اساس عہد ہے۔اور چونکہ اساس تخلیق انسانی ہے۔اس لئے ایسی مراعات بالتدریج کثیر نفوس انسانی میں جن کی حیثیت تخلیق بالکل مسخ نہیں ہے۔اثر کرتی رہتی ہیں۔تاآنکہ انجام کار وہ عدل کو کاملاً قبول کر لیتی ہیں۔اور یہ حق اور جائز ملت وسط کے تقاضائے فطری وسعتِ محیطۂ عالم کی ایفا ہے مگر ملبع عدل کا کشف بیان روشن کے ساتھ ہو جانا ضروری ہے۔جو اخذ عدل کے لئے وضاحت مسلک ہے۔اور رفع اشتباہ ہے۔

ز اں بعد شرائط صلح لکھی گئیں کہ (۱) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں (۲) اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلوار ساتھ لائیں جو نیام میں بند ہو اور نیام جلبان (تھیلے) میں ہو (۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں۔ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔اور مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے۔تو اس کو نہ روکیں۔(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے

کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہ جائے۔ تو وہ واپس نہیں کیا جائیگا۔ (۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا۔ کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں۔ معاہدہ صلح میں شریک ہو جائیں۔

جس طرح کظم غیض قوت غضبی کے عدل پر شاہد ہے۔ یعنی ثوران غضب پر قدرت عادل کو متحقق کرتا ہے۔ اور اسی ملکہ راسخ کے ذریعے عفو و درگذر دشمن شدید کی عداوت کو محبت و قرب سے بدل دیتا ہے۔ ایسے ہی شرائط صلح میں ایسی مراعات جو دشمن کی حمیت جاہلیہ کے ثوران کو دبا دیں اور ایفائے عدل کا ذریعہ ہوں۔ اور مصالح ملی کے معیار پر معتمد ہوں حالات میں سکون پیدا کر دیتی ہیں اور وہ رعایت وہی اس سکینۂ قلب یا اعتدال نفس کے ترشحات اور آثار و شواہد ہیں۔ جسے تموج جذبات پر قدرت عادل حاصل ہے۔ اور وہی کلمۃ التقویٰ کی اصل ہے۔ جو ان حالات میں شعلہ ہائے جنگ سے اس امن اور صلح کے تدریجی مرحلہ کو بچا سکتا ہے۔

چنانچہ اس معاہدہ صلح میں حج کعبۃ اللہ کا حق تسلیم کر لیا گیا۔ جو ایفائے مقصد ملی ہے۔ اور تسلیم صلح نے حجاب عداوت کو درمیان سے اٹھا دیا۔ جو فہم عدل اور حقائق کے لئے تشخیص نفس کی شہادت کے ساتھ ضروری ہے۔ کیونکہ عداوت جذبات کا تموج ہے۔ جو شعور کو مختل کر دیتا ہے۔ جس کی کیفیت اس طرح ہے۔ کہ روح بخاری یعنی محل میں اضطراب اور جوش اپنے حال یعنی روح علوی یا شعور کے عمل کی حیثیت کو قائم نہیں رہنے دیتا۔ پس اس رفع حجاب سے مسلمانوں اور کفار میں باہم خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہو گئی۔ صحبت اور میل جول سے یا عدل کی اثر انگیزی سے فتح مکہ تک اس قدر کثیر لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جس کی مثال اس سے قبل تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

حق حج کی تسلیم کے ساتھ اس سال واپسی اور آئندہ سال کے لئے التوا اور دیگر مناسب شرائط نے کفار کی حمیت جاہلیہ کے ثوران کو دبا دیا۔ جو ایفائے مقصد فطری یعنی حج کعبۃ اللہ اور افہام عدل کے لئے رفع عداوت کی غرض سے ضروری تھا۔

اس کے علاوہ ان دیگر شرائط میں کفار کے اس اشتباہ اور اندیشہ کو رفع کیا گیا ہے۔ جو ملت اسلامیہ کے مکۃ اللہ المبارکہ میں داخلہ یا حصول مقصد سے پیدا شدہ حالات جدیدہ کی بنا پر انہیں لاحق تھا۔ اس لئے یہ جملہ شرائط بلاشبہ معیار عدل و احسان پر معتمد اور ملت اسلامیہ کے لئے دلیل راہ ہیں۔

اسی اثنا میں جب کہ یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا۔ ابوجندل ابن سہیل پا بجولاں اسی حالت میں جسطرح کہ وہ کفار کی قید میں محبوس تھے۔ کسی طرح بھاگ کر وہاں پہنچ گئے۔ اور مسلمانوں کے سامنے گر پڑے

سہیل نے کہا محمدؐ یہ معاہدۂ صلح کی تعمیل کا پہلا موقعہ ہے۔سب کے دل اضطراب سے بے چین تھے۔مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت اسلامیہ کے لئے ایفائے عہد کی سنت جلیلہ قائم فرمائی۔ اور حضرت ابو جندل کو واپس ہونا پڑا (تفصیل اسی جزء کے عنوان ایفائے عہد میں مطالعہ فرمائیں) عمر ابن خطابؓ شرط صلح اور ابو جندل کی کیفیت سے سخت متاثر ہوتے۔چنانچہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بے چینی کے ساتھ حاضر ہوکر چند استفسارات کئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے کمال حلم سے جوابات عطا فرمائے (تفصیل کے لئے بخاری کتاب الشروط مطالعہ فرمائیں) یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔کہ فرد اساس ملت ہے۔اس لئے ضروری ہے۔کہ اس کی کیفیت نفس اور اس کی اثر پذیری کو جو ہنگامی حالات سے واقعہ ہو جاتی ہے۔امیر فعال کی شوکت عدل یا قوت نفوذ مطمئن کرتی ہوئی اساس ملی میں موجب استحکام ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے حکم دیا۔کہ سب لوگ یہیں قربانی کریں۔لیکن دل شکستگی اس قدر عام تھی۔کہ کوئی شخص نہ اٹھا۔جب تین بار ایسا ہو چکا۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے مشورہ کے مطابق اپنی قربانی کا جانور ذبح فرمایا۔اور بال منڈوائے۔چنانچہ تمام اصحاب نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں نہایت تیزی سے قربانیاں کیں۔اور بال منڈوا دیئے۔

یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔کہ ملت اسلامیہ کی مقدس خاتون کا مشورہ بھی فعالی اور انفعالی سیران مشترک کی دلیل سے امیر فعال کے لئے وہی پایہ رکھتا ہے۔جو اس آیت ذیل سے مقصود ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ (سورہ آل عمران)	اور کام میں ان سے مشورہ لے۔پس جب ارادہ کرے تو اللہ پر توکل کر۔

کیونکہ حیوۃ طیبہ سے ذکور و اناث ہر دو موعود ہیں۔اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ (سورہ نحل)	جو نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو۔یا عورت بحالیکہ وہ مومن ہو ہم اسے پاکیزہ زندگی سے زندہ کر دیتے ہیں۔

نیز یہ اس حقیقت کی آئینہ داری ہے کہ نفوس ملت میں اعتدال امیر فعال کے تصرف سے بالتدریج متحقق ہوتا ہے۔پس ہنگامی واقعات سے کثیر یا بعض افراد ملت کی اثر پذیری تدریجی نظام ارتقا کی وجہ سے ہے۔اس لئے ہنگامی واقعات سے متاثر نفوس ملت میں امیر فعال کا اسوۂ حسنہ متشکل قوت نفوذ و تصرف کی حیثیت سے اپنی فعالی حیثیت کو نافذ کرتا ہوا ملت کے انفعالی خاصہ کو نمایاں کرتا ہے۔

معاہدۂ صلح میں ایک یہ شرط تھی جو مسلمان مکہ سے چلا آئیگا۔وہ پھر واپس کر دیا جائے گا۔اس

میں صرف مرد داخل تھے ۔عورتیں نہ تھیں ۔چنانچہ چند مومن مہاجر عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ۔تو اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا ۔

اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهٰجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ .... الخ	جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں ۔تو ان کو جانچ لو ۔خدا ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے ۔اگر تم سمجھ لو کہ وہ مومنات ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت لوٹاؤ ۔

انسانی وحدت اصل جو وحدت جماعت کے لئے فیصل ناطق ہے ۔اس کے نسلی اہتمام کو جو ملت وسط کی حفظ و بقا کے کثافتی تعلقات کا تسلسل ہے ۔اس جائز اور حق ملت اسلامیہ کے ساتھ مخصوص قرار دیتی ہے ۔شعور انسانی جو بفحوائے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ۔اللہ عزوجل کی حکمت غالبہ کا پر تو ہے ملت اسلامیہ میں اپنی حقیقت کے اہتمام انکشاف یا تحقق کشف یعنی فردیت الوہیت کے تجلی کی دلیل سے اس کی اعتدال پا لینے والی یا اعتدال سے متحقق کثافت کی قوی کو ملی اجتماع میں محدود کرتی ہوئی شرکت غیری کو شدت کے ساتھ ناجائز قرار دیتی ہے ۔یہی حقیقت غیرت ہے ۔جو ملت اسلامیہ کی معزز خاتون کو ملت کا پردۂ ناموس قرار دیتی ہے ۔

اے ردایت پردۂ ناموس ما   تاب تو سرمایۂ فانوس ما !
اے امین نعمت آئین حق !   در نفس ہائے تو سوز دین حق
طینت پاک تو ما را رحمت است   قوت دین و اساس ملت است   (اقبال)

ملت کے پردۂ ناموس کو اغیار ملت سے محفوظ رکھنا چاہیئے ۔ملت اسلامیہ کے نفس فرد اور نفس جماعت کی تشخیص اور تجزیہ اسے اس فطرت انسانی کا جائز اور غیور تقاضا قرار دیتا ہے ۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے ۔اور اس کی ایفا سے وہ معتدل اور مکمل ہے ۔

غزوۂ خیبر

تصغیر الدول

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (توبہ)

تدریج فطرت انسانی اور اس کے ماحول تمام نظام کائنات میں جاری وساری ہے۔ اس لئے جائز واحد ملت اسلامیہ کی تاسیس اور اس میں توسیع وتشدید یہ تمام اس کی فطری اور ارتقائی منازل ہیں گویا حالات کے تدریجی ارتقا کے ساتھ ساتھ حیات اجتماعی کی حیثیت ارتقائیہ بھی بڑھتی جاتی ہے۔ پس جب ملت اسلامیہ کا نفس فعّال (صاحب کتاب وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم یا اس صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں وارث کتاب وحکمت اور مصداق آیۂ استخلاف) اپنے تصرف فعالیہ سے نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اجتماع ملی کو متحقق کرتا ہوا مفرط موانع کو جادۂ اجتماع سے ہٹا دیتا ہے۔ تو عدل کے فعالی تصرف سے جو رجحان کثافت سے پاک اور منزّہ ہے۔ اور بنی نوع کے اُن نفوس پر جن کی حیثیت تخلیق مسخ نہیں ہے۔ اس دلیل سے اثر کرتا ہے۔ کہ نفس ناطقہ انسانی کی اساس تخلیق عدل پر رکھی گئی ہے۔ فرط اپنی غیر فطری حیثیت کو اندیشہ میں پاتا ہوا عدل کے خلاف اس ارتقائی عداوت کی حیثیت سے اٹھتا ہے۔ جو جماعت وسط یا عدل کی موجودہ تشدیدی اجتماع کی ارتقائی صورت کا تقاضا ہے۔ اور وہ جماعتیں جو نقطہ ہائے فرط پر اتحاد فکری وعملی سے متشکل ہیں۔ اجتماعی حیثیت کے ساتھ عدل سے نبرد آزما ہونے کے لئے گامزن ہوتی ہیں۔ اور وہ مفرط اجزا جو جائز اجتماع ملی کے جادۂ اجتماع سے عدل کی ہیبت عسکری کے ذریعہ ہٹا دیے گئے ہیں۔ وہ مفرط جماعتوں میں ہنگامہ آفریں اور شعلہ زا تاثرات کے ساتھ روانِ تموج جماعت کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ یہی اصول ہے۔ جس نے غزوۂ احزاب میں قبائل عرب کو اسلام کے خلاف نقطۂ فرط پر جمع کیا۔ مگر قدرت عدل نے جو قائم بالقسط عزوجل کی شوکت عدل کے تجلی وجلال سے مایہ دار ہے۔ ان کو منتشر کر دیا۔

وہ مفرط اجزا یعنی رؤسائے یہود جو غزوۂ احزاب میں تموج فرطیہ کے روح رواں تھے خیبر میں جو مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ اور یہود نے وہاں بہت مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ اس کے بعد بھی ملت اسلامیہ کے متعلق تخریبی کوششوں میں پوری جدوجہد سے مصروف تھے۔

حیّ ابن اخطب کے بعد وہاں سلام ابورافع ابن ابی الحقیق اس کا جانشین ہُوا۔ چھ ہجری میں اس نے اردگرد کے قبائل کا دورہ کرکے اسلام کے مقابلہ میں انہیں پھر سے تیار کیا اس کے قتل پر اسیر ابن رزام اس کا جانشین ہوا۔ اس نے قبائل یہود کو جمع کرکے تقریر کی۔ کہ محمدؐ کی دارالریاست پر حملہ کرنا چاہیئے۔ یہود نے غطفان وغیرہ کو بھی اپنے ساتھ متحد کر لیا۔ اور منافقین مدینہ بھی اُن کو بہت حوصلہ دلاتے رہے۔

بلاشبہ معاہدہ حدیبیہ یعنی مسجد ثانی یا وسعت ارضی کے مرکز کے کشف واستقلال کا تدریجی مرحلہ جو وحدت جماعت اسلامیہ اور وحدت امارت یا فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا حقی بین الدول ایفائی استحقاق اور حالات کی ارتقائی رفتار کے ساتھ حق فطری کی ایفا کرتے ہوئے معاہدہ صلح وامن کے ذریعہ مناسب تھا۔ تاکہ حجاب عداوت درمیان سے اُٹھ جائے۔ اور فہم عدل کے لئے ضروری ہے۔ کہ نفس انسانی سے جو اساس عدل پر استوار ہے۔ عداوت کے حجاب تاثرات کو رفع کر دیا جائے۔ بحالیکہ نفس کی داخلی اثر انگیزیوں کے شور و غوغائے عداوت کو حالات نے کسی حد تک خاموش کر دیا ہو علیٰ ہذا جنگ سے قبل یہود کو دعوت معاہدہٴ صلح وامن بھی اسی حقیقت کے پیش نظر ضروری تھی کہ حجاب عداوت فہم عدل اور حقائق کے درمیان سے رفع ہو جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو اس مقصد کے لئے یہود کی طرف بھیجا۔ مگر ان کے حالات کی وجہ سے اُن کے کوائف نفوس اور ان کی شور انگیزیاں قبول دعوت کے لئے سازگار نہ تھیں۔ اس لئے اگرچہ کامیابی نہ ہوئی۔ مگر اتمام حجت جزئیات عدل اور شواہد عدل سے ہے۔ اور غیر مسخ نفوس انسانی پر اثر کرتا ہے۔ کیونکہ فطرت نفس کے تقاضاؤں کی مطابقت ہے۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ قریش سے معاہدہ کی تکمیل اور یہود سے معاہدہ کا نہ ہو سکنا۔ ان حقائق کی طرف مشیر ہے۔ کہ تکمیل تعقید معاہدہ میں متقابل گروہوں کی اقتصادی خرابی اور ملکی اور جماعتی حالات کو کافی دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ متواتر جنگی کاہشیں ان کے نفوس افراد اور نفس جماعت کو متاثر کر دیتی ہیں۔ اس لئے اُن سے معاہدہ صلح وامن ممکن ہو جاتا ہے۔

عداوت عدل پر اُن مختلف مفرط گروہوں کے اجتماع میں جن کے اتحاد وافکار واعمال کے نقاط فرط باہم مختلف ہیں۔ ان میں سے بعضوں کے ساتھ معاہدات صلح وامن کے ذریعہ تفریق ممکن ہو جاتی ہے۔

مفرط گروہوں کا ماحول بھی ان کے ناپاک افکار واعمال پر اثر رکھتا ہے۔ اس لئے معاہدات صلح وامن کے قبول ورد میں ان کے ماحول کو بھی کافی دخل حاصل ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو فزارہ کو جو غطفان کا ایک طاقتور قبیلہ تھا۔ لکھا۔ کہ تم خیبر والوں کی مدد سے باز آجاؤ۔ خیبر فتح ہونے پر تمہیں بھی حصہ دیا جائیگا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا

دشمن کے ماحول کو معاہدات کے ذریعہ کمزور کر دینے سے اس کی مناعی حیثیت کمزور ہو جاتی ہے اور اگر دشمن کے ماحول کے ساتھ تعقید معاہدات میں کامیابی نہ ہو۔ تو غیر محسوس طور پر ان ممالک کے نفوس اجتماعی کی حدت عداوت میں ایک گونہ فترت رد نما ہو جاتی ہے۔ جو شدائد حالات میں ان کو اس قوم کی مدد میں پڑنے سے اس دلیل اور اس تاثر کے ساتھ روک دیتی ہے۔ کہ اس فاتحہ العدل دفاعی جنگ اور اس کے اثر کا ان کے ساتھ براہ راست تعلق نہیں ہوتا۔

محرم سات ہجری میں یہود کے حلیف غطفانیوں کے چند آدمیوں نے ذی قرد پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ چھاپہ مارا۔ دو سو اونٹنیاں پکڑ کر لے گئے۔ اور حضرت ابو ذر کے صاحبزادہ کو جو حفاظت پر مقرر تھے۔ قتل کر دیا۔ اور ان کی بیوی کو گرفتار کر لیا۔ سلمہ ابن اکوع مشہور قدر انداز صحابی تھے۔ انہوں نے حملہ آوروں کو جا لیا۔ اور تیر برسانے شروع کئے۔ حملہ آور بھاگ نکلے۔ انہوں نے تعاقب کیا۔ اور لڑ بھڑ کر اونٹنیاں چھڑا لائے۔ اور دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ اگر سو آدمی مل جائیں۔ تو ایک ایک کو گرفتار کر کے لا سکتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا ملکت فاسجح۔ جب قابو پاؤ۔ تو درگذر کرو۔

سیاست فاتحہ اور شوکت ضابطہ کا تقاضا ہے۔ کہ دشمن کی ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کے دفعیہ میں جسے اس کے جماعتی حملہ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اعتدال عمل کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تاکہ اس کے جذبات میں اضطراب پیدا نہ ہو۔ اور نہ وہ اجتماعی حملہ کے لئے کوئی دلیل قائم کر سکے۔ یعنی دشمن کے معاندانہ رویہ کے جواب میں ایسا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ جس سے اس کے جذبات عداوت میں شدت اور استقلال مستمر ہو جائے۔

نیز حصول قدرت کے ساتھ جو عزت غالبہ کا ضروری تقاضا ہے۔ عفو سلیم کظم غیض کی شہادت کے ساتھ عدل نفس کا ترشح ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کو عدل کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ غطفانیوں سے متعلقہ عفو بندی میں یہی حقائق عظمیٰ پنہاں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا قصد فرمایا۔ تو اعلان عام کر دیا۔ کہ ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ شریک ہوں جن کا مقصد محض جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

مسلم کے نفس ناطقہ کے افکار و اعمال کا مرجع فطری اللہ عزوجل ہے۔ اس لئے ہر ایسے موقع پر

فکر و عمل کے لئے اس رجوع یعنی للٰہیت کی وضاحت لازم ہے۔ جبکہ ماسوی المقصود فکر و عمل کو مقصد حقیقی و جل سے کسی حد تک غافل کر سکتا ہو۔ کیونکہ نفس انسانی اپنے تدریجی تقاضاؤں سے اعتدال کامل تک وقت اور طئ منازل کے ساتھ پہنچتا ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے افراد منازل جادۂ اعتدال کے سلوک میں تدریجی رفتار کے ساتھ بڑھتے ہیں اور فرد مسلم اپنی ہر کیفیت کے ساتھ ملت اسلامیہ کی اساس ہے۔ اس لئے ملت وسط کے نفوس افراد میں ہر ایسے موقعہ پر وضاحت مقصد ضروری ہے۔ اور چونکہ یہ پہلا غزوہ تھا۔ جو دفاعی مقصد کے ساتھ فاتحۃ العدل ہے۔ اور جس کے نتیجہ میں ایک غیر مسلم قوم کو مفتوح کی حیثیت سے اسلامی عادل اقتدار کے تحت آنا ضروری تھا۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے نفس فعّال صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فکر و عمل کو اپنی فطرت فعّالیہ کے ہر گونہ تصرف سے وضاحت حق یا مقصد کے ساتھ پاک اور مطہر فرمایا۔ اس غزوہ کی حیثیت فاتحہ الفعالی اور فعالی تسلسل و تواتر کی حامل فعال ملت اسلامیہ کے لئے سنّت جاریہ ہے۔ کہ اگر دل مفرط جائز اور عادل ملت وسط کی تخریب اور شکست کے درپے ہوں۔ تو فرط یعنی وحشت اور بہیمیت کو للّٰہیت یا حق کے ساتھ دبا دینا بنی آدم پر مقصود آیہ عدل و احسان یا اُن کے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے عدل فطرت نفس کا تقاضا ہے اور احسان عادل نفس کی حیثیت فعّالیہ کی وضاحت اور شرح ہے۔

الغرض حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے محرم ۷ھ ہجری میں سباع ابن عرطفہ غفاری کو مدینہ میں اپنا قائم مقام فرمایا اور خیبر کی جانب روانہ ہوئے۔ فوج کی تعداد سولہ سو تھی۔ جس میں دو سو سوار اور باقی پیدل تھے قیادت اعلیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ اس موقعہ پر آپ نے تین علم تیار کرائے۔ خاص علم نبوی حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو اور ایک علم حباب ابن منذر کو اور ایک سعد ابن عبادہ کو عطا ہوا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ نیز چند خاتونانِ اسلام نے بھی شرکت کی عامر ابن اکوع مشہور شاعر راجز کی حیثیت سے آگے آگے تھے۔

تا آنکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے بمقام رجیع نزول اجلال فرمایا جو غطفان اور خیبر کے درمیان میں ہے۔ (غطفان خیبریوں کی مدد کے لئے نکلے۔ لیکن آگے بڑھ کر جب اُن کو معلوم ہوا۔ کہ اُن کا گھر خود خطرہ میں ہے تو واپس چلے گئے) مستورات اور اسباب کو پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ اور فوجیں خیبر کی طرف بڑھیں

یہ فاتحۃ العدل غزوہ توسیع ملی اور اس میں تشدید کے آئین الفا کی شرح متشکل ہے۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ملت اسلامیہ کا نفس فعّال جو دستور عدل (کتاب مجید) کی نورانی معنویت کے ساتھ منبع الحقیقت اس کی قیادت اعلیٰ کا فرض انجام دیتا جو منفعل اور فعّال ملت اسلامیہ کیلئے تصد

کا دستورِ غالب ہے۔

نیز اس میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ اگر نتیجہ کارزار حالات کے اعتبار سے حیات ملی اور اس میں توسیع و تشدید کے لئے بنیادی حیثیت سے فیصل ہو۔ تو اس میں ملت اسلامیہ کے نفس فعال یا اولوالامر کو بذات خود قیادت اعلیٰ کے فرائض انجام دینے چاہئیں۔ حیات اجتماعی اور اس کے حقوق کی حیثیت تامہ فردیت امارت یا امیر اعلیٰ کی قیادت کو مستلزم ہے۔ چنانچہ غزوۂ بدر و احد و احزاب میں جو شوکت و استقلال و شدت دفاع کے مظاہر عظیمہ ہیں قیادت اعلیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے تعلق اسی حقیقت عظمیٰ کا مظہر ہے۔ کہ ان غزوات کو حیات ملی میں بنیادی اور فیصل حیثیت حاصل تھی۔ علیٰ ہذا غزوۂ خیبر بھی دفاعی حیثیت کیساتھ توسیع ملی کے لئے فیصل اساسی تھا۔

اور ترسیل سرایا حفظ و توسیع فرعی کی آئینہ داری ہے۔ جس میں قیادت اعلیٰ کے زیر تحت قائم مقام قواد لشکر کی حیثیت قیادت اور اس کی مناسبت محیطۂ عالم فرعی وسعتوں کی جامع اور دستور متشکل ہے۔ مفرط نفس جماعت کا خاصہ ہے۔ کہ جب وہ اپنے کاہیدہ تاثرات کے ساتھ جو تعقید معاہدہ میں اساسی حیثیت رکھتے ہوں۔ صلح و امن کی پیشکش قبول کر لیتی ہے۔ تو عداوت کے رفع ہو جانے پر جو اس کے اضطراب نفس کی وجہ جاریہ ہے۔ انہیں کاہشوں کے اثر سے اس کے حالات میں ایک گونہ سکون رونما ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان تاثرات عداوت کو جو اس کے فرطیہ افکار یا ہوائے نفس کے ساتھ اختلاف کی وجہ محرک سے اس کے نفس پر طاری ہو جاتے ہیں جسے اضطراب فرط یا رجحان عنصری میں بہاؤ سے معنون کرنا چاہیئے۔ عنصری اور متاعی قوتِ غالبہ یعنی شمشیر سے رد کا جا سکتا ہے۔ جو اس کی جماعتی حیثیت اسباب کو نقصان پہنچاتی ہوئی اس کی جماعتی کمزوری کے ساتھ اس کی عنصری حیثیت کے خارجی پہلو کو کمزور کر دیتی ہے پس اس کے داخلی تموجات نفس میں رکاؤ یا ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی نفس جماعت مفرط کی دلیل تشخیص سے اس کے ساتھ تعقید معاہدات میں کامیابی کی وجہ ہے۔

پس ایک عرصہ تک تا آنکہ اس کے شکستہ اسباب کسی حد تک از سر نو تعمیر پائیں۔ اور بوجوہات شکستگی کے تاثرات سے اس کی کیفیت نفس کسی حد تک فارغ ہو جائے۔ اس معاہد جماعت میں کسی نئے تموج کا زیادہ اندیشہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ قریش مکہ سے معاہدہ کے بعد اس قدر متصل قریب میں ان کی طرف سے کوئی خاص اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے رسول پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکز کو چھوڑتے ہوئے غزوہ خیبر کی قیادتِ اعلیٰ کا فرض کبیر انجام فرمایا۔ اور مدینہ منورہ میں قائم مقام نیابت کے تقرر سے تقاضائے نفس جماعت کی ایفا فرمائی۔ جو دریائے جماعت کی وحدت سمت ہے۔ اور اُسکے بہاؤ میں درجہ استقامت ہے۔ بحالیکہ اس وقت بیشتر عسکری طاقت آپ کی ذات مبارک پر بحیثیت قائد جمع تھی۔ تشخیص نفسیات کو الف افراد و قبائل اور امیر قائم مقام اور جملہ داخلی و خارجی حالات کے وزن سے قائم مقام نیابت میں تقسیم ملکی کے ساتھ تعدد جیسے ہر گونہ احتیاط کا تقاضا ہے۔ ایسے ہی اس میں وحدت حقائق بالا کی مطابقت کیلئے سیاست داخلہ کی اہم شق ہے۔ میدان کارزار میں علامت اجتماعی یعنی قیام علم نفس عسکری کے اتحاد فکری و عملی میں اس دلیل کے ساتھ کہ گویا وہ متشکل عزت ملی ہے استقلال اور شدت کا اہتمام مستمرہ ہے۔ اور اس میں تعدد سہ گانہ عسکر کے کلی استقلال کے ساتھ اس جزوی استقلال عمل کا موجب ہے۔ جو میدان کارزار میں مناہج جنگ کی مطابقت کے ساتھ فوج کے تینوں پہلوؤں پر دشمن کے حالات مقاتلہ کی رو سے اُن پر عائد ہوتا ہے۔

ملت اسلامیہ کا امیر فعّال اپنی شجاعت فطری سے جو اس کی عادل قوت غضبی کا عدل و استقامت ہے۔ بأساء اور ضرّاء میں اطمینان نفس کے ساتھ صبر کرتا ہے۔ یعنی شدائد و مکارہ کی برداشت کو اس کے اطمینان فطری کے ساتھ بالکل اختلاف نہیں ہوتا۔ اور نہ حیات و موت کے تاثرات راحت و غم سے اس کے صدر مطمئن میں کچھ بطرد ضیق پیدا ہوتا ہے۔ پس سلوک جادۂ جدوجہد میں اس سے مطلقاً ضعف و استکانت رونما نہیں ہوتی۔ اس لئے ملّی علامات کے لئے اس کا دافع موانع اور مضبوط لا ٹھ اپنی فعّال اور مجموعی ملّی قوت کے ساتھ موت کے آخری سانس تک استقلال نصب و قیام کا فرض ضرور ادا کرتا ہے اور ان کے متعلق تفویض میں کامل الاعتدال افراد کی خصوصیت اس کی سیاست نافذہ کا ایک اہم اور درخشاں پہلو ہے۔ جو افراد جماعت اور ان کے متعلق مناصب مناسبہ کی تشخیص کا آئینہ دار ہے۔

پس علم جو اجتماع ملی اور اس کی عزت غالبہ کی علامت متشکل ہے۔ ضرور اس کے صاحب قوت ہاتھوں کے ذریعہ سربلند رہتا ہے۔ اور یہ علامتِ عزتِ اجتماعی (علم) سے رفع اندیشہ کے لئے دلیل قاہرہ ہے۔

ملتِ اسلامیہ میں قائد عسکر کو فعّالی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اور عسکر منفعل حیثیت سے اس کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ گویا قائد قوت عمل ہے اور عسکر عمل متشکل ہے۔ اس لئے ضروری

ہے کہ نفس فعال شعوری وعنصری تقاضاؤں کی ایفا میں بحیثیت قوت اور بحیثیت عمل کامل الاعتدال ہو۔ جو اس کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں استقامت قسطاس ہے۔ چنانچہ اس فاتحۃ العدل غزوہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معیت اسی حقیقت عظمیٰ کی آئینہ داری ہے۔

خطاب اور اس میں طرز مجدد مقر یا راجز کے شعور اور فطری لگاؤ کے ممزجہ عمل سے واقع ہوتی ہے۔ اس لئے وہ نفوس ناطقہ میں ان حقائق عظمیٰ کی تجدید کر دیتی ہے۔ جو مسلم کے فکر و عمل اور میدانِ کارزار میں مقصودِ نگاہ ہے۔

دشمن ملک پر حملہ آور ہونے کی صورت میں جو درحقیقت دفاعی پیشقدمی ہے۔ جس پر اس کی عداوت مشتعلہ اور مستمرہ شاہد ہے۔ نزول افواج کے لئے ایسا مقام منتخب کرنا چاہیئے۔ جو حریف مقابل اور اس کے حلفا کے درمیان تفریق ارضی و متاعی کا موجب ہو تاکہ اس کے حلفا اپنے حالات کو اندیشہ میں پاتے ہوئے اس کے ساتھ اتحاد عسکری اور یکجائی پر قادر نہ ہو سکیں۔ ایسے حالات دشمن کے حلفا کے لئے ان کی تحلیفی یا توسطی احساسات کے ساتھ جو ایک گونہ بیگانگت ہے۔ اپنی نوعیت میں بلاشبہ شدید ہیں۔ پس ہو سکتا ہے۔ کہ اس صورت میں حلیف دوسری جماعت سے متعلقہ خطرے کو اپنے لئے دعوت دینے کے لئے تیار نہ ہو۔ بلکہ اس کے ذہنی تاثراتِ عداوت میں عفوسیلم اور معاہدات کی پیش کش سے گونہ فترت پیدا ہو گئی ہو۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بمقام رجیع نزول اجلال فرمانے سے غطفانیوں اور یہودیوں میں ارضی و متاعی تفریق رونما ہو گئی۔ اور غطفانیوں کو جب معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تو گو وہ مسلح ہو کر نکلے۔ لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفوسیلم اور پیش کش معاہدات سے ان کے جذبات عداوت غیر محسوس طریق سے کمزور ہو چکے تھے۔ اسلئے اپنے گھروں کو خطرہ میں پاتے ہوئے انہوں نے جلد واپسی کا فیصلہ کر لیا اور لوٹ گئے۔

میدان جنگ میں مقاتلہ صرف اسباب مقاتلہ کی تجدید کو مستلزم ہے۔ یہ نقطۂ عدل ہے۔ ورنہ عادل نفس ناطقہ اپنے ماحول کے جو دراصل نفس ناطقہ کا خارجی پہلو ہے بحیثیت عدل ساز گار نہ ہونے سے اپنا فرض ادا کرنے پر بوجہ موانع کماحقہ قادر نہ ہو سکیگا۔ کیونکہ اجتماع اسباب میں تقصیر و تجاوز متاعی نقطۂ اعتدال سے فرط ہے۔ جو بحیثیت اسباب رفتار قتال پر ناساز گار اثر مرتب کرتا ہے اور صرف عدل ہی فطرت الثانی کے تقاضاؤں سے نفس ناطقہ اور اس کے ماحول یا صلح و

جنگ میں مایۂ نظم و ضبط ہے۔ اس لئے شمشیر اور ایسے اسباب سے جو بلا واسطہ معاون شمشیر ہیں یعنی شمشیر کی حیثیت ان کے اجتماع سے تکمیل پاتی ہے۔ اور انہیں حیات و موت انسانی پر براہ راست اقتدار حاصل ہے۔ رزمگاہ کو مخصوص کر دینا چاہیئے۔

ایسے ہی افراد عسکر کے علاوہ جماعت کے دوسرے عناصر کو جو اجتماعی نقطۂ نگاہ سے بالواسطہ مدد گار ہیں۔ میدان جنگ میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔ ان کی شرکت تقاضائے جنگ اور اس کی ایفا یعنی اعتدال سیاست قتال سے تقصیر و تجاوز ہے۔ قتال کے ساتھ ان کی حیثیت توسیلہ انہیں میدان جنگ سے ایک پہلو پر الگ کرنے کیلئے فیصل ناطق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسباب اور مستورات کو پیچھے چھوڑ دینا انہیں حقائق عظمٰی کی آئینہ داری ہے۔ تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قریب پہنچے اور عمارتیں نظر آنے لگیں۔ تو آپ نے یہ دعا مانگی۔

انا نسئلک خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا وخیر ما فیھا ونعوذ بک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا۔ (ابن ہشام)	(اے الٰہ العالمین) ہم تجھ سے اس گاؤں کی اور گاؤں والوں کی اور گاؤں کی چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور ان سب کی برائی سے پناہ مانگتے ہیں۔

کلام لفظی شکل و صورت میں متکلم کا متشکل مافی النفس ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا وضاحت مقصد فطری کے ساتھ حضور کے نفس فعال کے فطری تقاضا کی لفظی شکل و صورت ہے جو بنی نوع انسان کے نفوس میں بجائیکہ وہ انفعالی تعلق سے وابستہ ہوں فعالی حیثیت کیساتھ متصرف ہوتا ہے۔ یعنی ملت اسلامیہ کا نفس فعال اس خیر و فلاح کو بنی نوع کے لئے فطرتاً چاہتا ہے۔ جس سے وہ خود مشرف ہے۔ یعنی وہ خود مرجع فطری کی طرف رجوع کی ایفا اور اس پر شعوری قدرت کے تحقق کی تکمیل سے مکمل مقصد فطری ہے۔ اور بنی نوع کے لئے اسی نقطۂ مقصود پر طلب اتحاد اس کا تقاضائے فطرت نفس فعال ہے۔ اس کی قوت تزکیہ اور تعلم اور اس کی شمشیر اسی حقیقت پر شہادت تابندہ ہے۔

رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نواح خیبر میں بسر کی اور صبح کو خیبر میں داخلہ ہوا۔ دن جولانگہ افکار و اعمال ہے۔ اور رات کا کچھ حصہ قوائے نفس کے آرام کا وقت ہے۔ گویا قوائے نفس کی جد و جہد اور استراحت اس کے افکار و اعمال کی صحیح تعدیل و تقسیط ہے جو شب و روز میں تقسیم جد و جہد و سکون سے متحقق ہوتی ہے۔ اس لئے رات کے وقت حملہ کی ابتدا گویا فطرت انسانی کے فکری و عملی تقاضاؤں کی ضد ہے۔ اور فرط ہے۔ پس صلح و جنگ میں حقائق اوقات کی مطابقت کے ساتھ تقسیم کار سے

بنی نوع کے نفوس نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی مطابقت کی دلیل مؤثرہ سے تعالی عادل اثر کو بالتدریج قبول کرتے جاتے ہیں۔ جو نفس فعال کے مقصد فطری کی ایفا ہے۔ البتہ ایسے مفرط گروہ جو ناشائستہ مظاہروں کے بعد نامعلوم مقامات میں اپنے مفرط افراد اور مفسد اجتماع کو جو فساد فرط متشکل ہیں محفوظ اور غیر معلوم کر لیتے ہیں۔ ان کے لیے راتوں رات سفر اور ہجری میں اُن کو جا لینا جزائے عمل کی حقیقت اعتدالیہ کی بنیاد پر دفع فرط اور تمکین عدل کی شہادت کے ساتھ فرط کی کیفیت قوت وعمل کے تقاضا کی مطابقت سے جو راہ دفاع کا اعتدال ہے آئین عدل کی ایفا ہے۔ چنانچہ بعض سرایائے عہد نبوی اسی حقیقت کی آئینہ دار ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا۔ کہ یہود ضرور لڑینگے۔ تو آپ نے فوج کے سامنے جہاد پر تقریر فرمائی۔

نفس فعال کا فطری تقاضا نفوس انسانی کے لئے انفعالاً قبول خیر یا عدل کو انفعالاً مقدم قرار دیتا ہے۔ اور یہ فرض فطری کی ایفائے کامل ہے۔ ورنہ بصورت دیگر تصغیر فرط سے عدل کو سطح ارض پر فضل اور کبریائی کے ساتھ متمکن کر دیتا ہے۔ پس جب جنگ یقینی ہو جائے۔ تو اس سے قبل یہ ضروری ہے کہ ارادہ کو جو مبدأ اعمال ہے۔ اعمال پر قدرت عادلہ سے اور قوت تحریک کو جو وجہ اعمال ہے استقلال اور اس میں شدت عادلہ سے موانع مفرط پر بالقوہ غلبہ اور شدت متحقق ہو جائے۔ کیونکہ صرف ایسا ارادہ اور عمل ہی اپنی قوت شدیدہ کے ذریعہ موانع کو جادہ عدل سے ہٹا سکتا ہے۔ جو اپنی حیثیت فطری میں مستحکم یعنی یعنی عادل کامل ہو۔ اور فرط پر فیصلہ فطرت کی دلیل سے بالقوہ اور بالفعل غالب وقاہر ہو اور وہ قوت شدیدہ نفس فعال کے ترشحات فعالیہ من جملہ تقریر سے عسکر منفعل کے ارادہ وعمل میں انفرادی اور اجتماعی اور عسکری طور پر بالتجدید متحقق ہو جاتی ہے اس لئے افتتاح جنگ سے قبل خطبہ جہاد لازمہ استقلال وشدت جہاد ہے۔

سب سے پہلے فوجیں قلعہ ناعم پر بڑھیں محمود ابن مسلمہ نے نہایت دلیری سے حملہ کیا۔ اور بہت لڑے۔ اس اثنا میں تھوڑی دیر ستانے کے لئے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ اوپر سے کنانہ ابن ربیع نے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا دیا۔ جس کے صدمہ سے وہ شہید ہو گئے۔ لیکن قلعہ جلد فتح ہو گیا۔ اختتام جنگ پر کنانہ کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے کہ اس سے قبل مدینہ منورہ سے جلاوطنی[1] کے وقت کنانہ نے عہد کیا تھا۔ کہ وہ کسی قسم کی بدعہدی اور خلاف بیانی نہ کرے گا۔ ورنہ قتل کا سزاوار ہو گا۔

---

[1] سیرۃ النبی علامہ شبلی میں عنوان یہودیوں کیساتھ معاہدہ اور جنگ اور عنوان بنو قریظہ کا خاتمہ اور عنوان خیبر مطالعہ فرمائیں۔

نفس فعال بحیثیت امیر جو جزو و کل پر بالعلم و الحکم حکمران اور قاہر ہے۔ خصوصی وقوف رکھتا ہے اور وہی تشخیص نفسیات کے ساتھ تمام عناصر ملی کی ترتیب صحیح سے وحدت جماعت میں استحکام و استقلال قائم رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے ملت کے تمام تر نفوس افراد انفعالاً وابستہ ہیں۔ فرمان ربانی فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔۔۔۔۔۔ الخ[1]
اسی حقیقت کی توضیح و بیان ہے۔
گویا خمس مقاصد ملی کی ایفا میں ملت کے نفس فعال کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی سے مقصود ہے۔

ولا یحل لی من غنائمکم مثل ھذا	نہیں حلال تمہارے غنائم سے میرے لئے کچھ لیکن
الا الخمس والخمس مردود فیکم (مشکوٰۃ)	خمس اور وہ خمس بھی تمہاری حاجات کے لئے خرچ کیا جاتا ہے

مسلم کا نفس ناطقہ معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اس میں روح الٰہی منکشف ہو جاتا ہے۔ جس کا وہ حامل ہے۔ اور اس کا روح بخاری اس نورانی کشف کا متحمل ہے۔ جو نور علیٰ نور عزوجل کا نور درخشاں ہے۔ اس لئے ایک مسلم صحیح الاعتدال حرمت و عظمت میں تمام روئے عالم سے بہتر ہے۔ گو شہور حرام کی عزت افتتاح قتال کے لئے مفصل بالجواز نہیں ہے۔ لیکن جب بزرگ ملت اسلامیہ کی عزت و حرمت اور حیات خطرہ میں ہو۔ تو شہر حرام کی حرمت دفاع اور قتال کے لئے ہرگز مانع نہیں ہو سکتی۔ مسلم محترم کا نفس مبارک جلیل اکبر کی جلوہ گاہ ہے۔ اور شہور حرام اسی کی عزت غالبہ کے لئے اہتمام زمانی و جمعی اور وحدت اجتماعی ہے۔[2] اور اسی کی حرمت قاہرہ و واسعہ کی وضاحت مستمرہ ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقصود ہے۔

فان دماءکم واموالکم واعراضکم	تمہارا خون اور تمہارا مال اور تمہاری آبرو اسی
علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شہرکم	طرح محترم ہیں جس طرح یہ دن اس مہینہ
ھذا فی بلدکم ھذا۔	میں اور اس شہر میں محترم ہے۔

بیعت الرضوان۔ فتح خیبر کا شہور احرام میں وقوع اور فتح مکہ اسی حقیقت علیہ پر شواہد نظام ربانیہ ہیں کہ بزرگ ملت اسلامیہ اپنی حرمت واسعہ کے روبرو ذلیل امر بالعدل سے تمام روئے

---

[1] پس تحقیق اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور ذی القربیٰ اور مساکین اور مسافر کیلئے (انفال)
[2] مرکزیت وسعت ارضی کعبۃ اللہ الحرام میں ہے جس پر حرمت مرکزیت وسعت ارضی اور حرمت شہور احرام شاہد ہے۔

عالم کو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل اپنی ذات مقدس میں اور اپنی تمام تر مخلوقات میں قائم بالقسط ہے۔ اور فطرت انسانی اساس تعالٰی بالقسط پر استوار ہے۔ اور ملت اسلامیہ قائم بالقسط ہے۔ اور یہی اس کے لئے استحقاق تصغیر الدول ہے۔ اور اسی سے وہ تمام روئے عالم پر غالب و قاہر ہے۔

غزوۂ موتہ

قصاص بین الدول

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (بقرہ)

نفس ناطقہ اساس عدل پر استوار ہے۔ اور قصاص جزائے عمل بمعنی مساوات کی شہادت کیساتھ تعدیل قانون ہے۔ اور وہ فطرت انسانی کے تقاضائے خلقی کی دلیل تطابق سے حفظ فطرت نفس ہے۔ پس وہ اسی ہیبت حفظ عدل کے ساتھ مفرط ادراک و تحریک کو متاثر کرتی ہوئی تمکین حیات انسانی کا موجب ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے) اور چونکہ محرکات قصاص قوائے نفس کے ادراکی و تحریکی فکر و عمل کے ساتھ مشارکت اسباب سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اس لئے قانون قصاص کا نفاذ اس صاحب قوت شدیدہ متاعی ذریعہ یعنی شمشیر کو مستلزم ہے۔ جو ہیبت عدل کو حیات و موت انسانی پر متاعی قدرت کی دلیل سے ادراک و تحریک پر موثر قرار دیتی ہے۔ اور داخلی خطرات سے استحکام ملی کو پاک کرتی ہوئی وسعت اجتماع عدل سے موانع مفرطہ کو ہٹا دیتی ہے اور چونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اور اجتماع اسباب ملی اور بین الدول وسائل سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے ایک فرد کا فعل گویا اُن تمام اسباب کا ناجائز استعمال ہے۔ جس کے مہیا میں تمام کائنات انسانی کی کوشش شریک ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے اور اس کی وحدت اصل تدریجی ارتقا کی شہادت کے ساتھ جو تمام کائنات انسانی کا نسلی مرجع انسان اول کو قرار دیتی ہے۔ تمام کائنات انسانی کے حق میں اس جماعت واحد میں اجتماع کے لئے فیصل ناطق ہے۔ جو تقاضائے فطری کی ایفا سے قائم بالقسط یا وسط و عدل ہے۔ اس لئے عادل آئینی نقطۂ نگاہ قصاص کا مدعی اس جائز واحد جماعت کو قرار دیتا ہے۔ جو حافظ فطرت انسانی ہے۔ اور صرف اسے ہی اجتماع اسباب کا جائز حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ تمام ملکوت ارضی و سماوی نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ اور وہ حافظ فطرت نفس ہے اور اسی حفظ فطرت نفس کی دلیل

سے وہ تمام کائنات انسانی کے افکار و افعال پر احتساب کا جائز حق رکھتی ہے۔ اور تمام عالم کو اس کا استحقاق وسعت محیط ہے۔ اور چونکہ اس کا فرد اس جائز واحد ملت کی اساس ہے۔ اس لئے اس کا نقصان تمام کائنات انسانی کی اس فطرت کا نقصان ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے گویا اس کا قتل تمام کائنات انسانی کا قتل ہے۔ کیونکہ وہ اس حقیقت اعتدال یا عدل کامل سے حافظ و مکمل فطرت نفس ہے جس کی تکمیل و تعدیل طلب اساس ارواح بخاری و علوی کی ودیعت سے کافۃ الناس میں جاری و ساری ہے۔ جس کا نسلی مرجع یا وحدت اصل ایک ہے۔ اور اساس عدل یعنی ترکیب کثافت و لطافت کا مرکب و مستودع ایک عزوجل ہے۔ پس اس کی وحدت اصل اور وحدت مرجع فطری وحدت اساسی پر شاہد صادق ہے۔ اور مسلم عادل اس وحدت اساسی کا حافظ و مکمل ہے۔ اور بالخصوص جب وہ ملی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حفظ فطرت انسانی کا پیامبر ہو کر فطرت انسانی کا حق ادا کر رہا ہو۔ تو جماعتی نقطۂ نگاہ اسے تمام ملت اسلامیہ قرار دیتا ہے۔ جو تقاضائے نفس انسانی کو انہر وحدت جمعی کی علمبردار ہے۔ تو اس کا نقصان اساس مشترک کے نقصان کے ساتھ اس کے تقاضاؤں کی تکمیل کے نقصان کا آئینہ دار ہے۔ اور وہ اس تمام مفرط جماعت کے مجموعی خون سے قیمت فضل میں بیش از قیاس ہے جو اس کے نقصان کی مجرم ہے۔ اور اگر تمام روئے عالم کی مفرط جماعتیں اس مجرم جماعت کے ساتھ اتحاد جنسیت فرط کی وجہ سے متحد العمل ہو جائیں تو ان کی مجموعی بہائی حیثیت بھی اس کے ساتھ کچھ تناسب نہیں رکھتی۔ عدل فرط کے ساتھ وزن میں ہرگز برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فرط اپنے وجود میں ناجائز ہے۔ اور عدل کو اپنے وجود اور اس کی تمکین کا حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ خالق کائنات قائم بالقسط ہے۔ اور تمام کائنات اور جامع جملہ حقائق علویہ و سفلیہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے اس کے نقصان پر ملت اسلامیہ کو قصاص کے لئے مصروف جہد ہو جانا چاہیئے۔ ملت اسلامیہ کے عادل نفس فعال اوّل محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات انسانی میں اس فرض کو ادا کرتے ہوئے جو حق فطرت انسانی ہے۔ اور عادل نفس فعال کا فطری ارتقائیہ فعل ہے۔ من جملہ دیگر روسائے دہر شرجیل ابن عمرو کی طرف جو سرحدات شام سے علاقہ بلقاء کا رئیس تھا الداعی الی العدل نامۂ مبارک حارث ابن عمر کے ہاتھوں ارسال فرمایا۔ شرجیل نے حضرت حارث کو قتل کر دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار فوج تیار کر کے شام کی طرف روانہ فرمائی۔ اور حکم دیا۔ کہ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں۔ تو جنگ کی ضرورت نہیں۔ اسلام فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ یعنی عدل ہے۔ اور اس کا قبول اس مفرط جماعت کو اس سطح پر کھڑا کر دیتا ہے۔ جس مقدس سطح معتدل پر ملت اسلامیہ کا وہ فرد جلوہ گر تھا جس نے تمکین

عدل کے لئے اپنی جان دی اور اس فرط کا تعطل ہے۔ جو نقصان عدل کی ادراکی و تحریکی و متاعی حیثیت کے ساتھ وجہ اساسی تھا اور ایفائے مقصدِ قصاص کا جو حفظ آئینِ عدل سے حیاتِ عدل ہے۔ اپنی معنویت کے ساتھ استقلال ہے۔ اور وہ مفرط جماعت کے نفوس میں اپنے حقائق کے ساتھ تمکین عدل ہے۔ گویا یہ ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا موثر بالعدل فطری فعل ہے۔ جو عدل عضب پر شہادت حلم و عفو کے ساتھ دلیل ساطع ہے۔ اور انفرادی قصاص کے اس عفو کی اجتماعی تصویر ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے۔

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ (بقرہ)

پھر جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دی جائے پس اتباع نیکوئی اور اس کی طرف باحسان ادائیگی .... الخ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مدینہ منوّرہ تشریف فرما ہے اور زید ابن حارثہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ قیادت عسکر عطا فرمائی اور حکم دیا۔ کہ اگر انہیں دولت شہادت نصیب ہو۔ تو جعفر طیار اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو عبد اللہ بن رواحہ سردار لشکر ہوں اور خالد ابن ولید جیسا بہادر اور مدبر سپاہی بھی شامل عسکر تھا۔ اس امر کا چرچا ہوا۔ کہ جعفر طیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور مقرب خاص اور عبد اللہ ابن رواحہ ایک معزز انصاری کے ہوتے زید ابن حارثہ کو کیوں سالارِ عسکر بنایا گیا۔ علیٰ ہذا۔ اس کے بعد دوسرے موقعہ پر مہم اسامہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض وفات کے دوران میں شام کی طرف روانہ فرمائی قیادت اسامہ ابن زید کے متعلق اعتراض اور چرچے ہو سکے۔ تو آپ نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کے باپ کی سیادت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ حالانکہ وہ یقیناً سرداری کے اہل تھے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیادت کے لئے شرط استعدادِ فاضلہ کی وضاحت فرمائی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ اس مقام پر جانا جہاں حارث ابن عمیر نے ادائے فرض کے لئے جان دی تھی یہ جمادی الاول ۸ھ کا واقعہ ہے۔

عدل دلیل ثلثیت سے جو اطمینان کامل ہے حسیات ارضیہ کا ارضی یا مضطرب اثر قبول نہیں کر سکتا۔ مگر فطر رجحان کثافت کی فطری جنسیت کی دلیل سے ارضیات و حسیات سے متاثر ہوتا ہے۔ پس مفرط جماعتوں کے نفوس میں ملت اسلامیہ کے ساتھ تعقید معاہدۂ صلح کے بعد (جیسے کہ صلح حدیبیہ) متاعی اور اقتصادی اور جماعتی نقصانات کے تاثرات سے ایک عرصہ تک کے لئے خاموشی رونما ہو جاتی ہے۔ لیکن کچھ وقت گذرنے پر تشخیص نفس فرد کی شہادت کے ساتھ نقصانات کے اثر کو امتداد زمانہ کم کر دیتا ہے۔ اور افراد سے جماعتیں مرتب ہوتی ہیں۔ نیز امتداد زمانہ کے ساتھ صلح و امن تہیاتے اسباب سے جماعتی حیثیت

کو اسی نقطۂ قوت پر یا اس سے قریب یا اس سے بلند قائم کر دیتا ہے۔ جس پر وہ جنگ سے پہلے تھی۔
ال لِ جماعتوں (گو ان میں بعض کا عدل کی طرف فکری رجحان ہو۔ مگر قبول عدل کے بغیر انہیں دائرہ فرط سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا) کے اتحاد یا باہم تعطل عمل عداوت میں جو مناہج فرطیہ میں الگ الگ ں کے باوجود جنسیت فرط یا نقطۂ عداوتِ عدل پر اتحاد فکری و عملی کی وجہ سے قائم ہو جاتا ہے باہم فرطی اختلاف کے سبب خلل اتحاد یا حرکتِ عمل عداوت کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ ماحول کیساتھ معاہدات تقاضائے سیاست مدن ہیں اس لئے اُن کے اختلاف کا اثر ملتِ اسلامیہ کے اُن حلفا پر بھی مرتب ہو سکتا ہے۔ جو عدل کی طرف رجحان فکری کی وجہ سے ملت کے ساتھ معاہدہ تحلیف استوار کرتے ہیں۔ اور یہ حقائق ملت اسلامیہ کے لئے کسی مزید جدوجہد کا موجب قرار پا سکتے ہیں۔ اس لئے ایسے حالات میں قائد ملت کا مرکز کو چھوڑنا مناسب نہیں ہوتا۔

نیز وہ طاقتور مفرط جماعتیں جو قائم بالقسط ملتِ اسلامیہ کے دست عسکری اور شمشیر ذو بأس شدید کی ہیبت تصغیر الدول کو متصل قریب میں دیکھ چکی ہوں جیسے کہ فتح خیبر اسی شوکت کا عظیم الشان افتتاحیہ تھا۔ تو وہ اسلامی عادل اقتدار کو اپنی حیات کے لئے خطرہ محسوس کرتی ہوئی کیونکہ فرط ضد عدل ہے۔ عدل کے خلاف اپنی جدوجہد کو تیز کر دیتی ہیں۔ اور یہ قائد اعلیٰ کے لئے اپنے وجود کے ساتھ تمکین مرکز کو ضروری قرار دیتا ہے۔ نیز ایسی مہمات ہیں کہ اُن کا انجام تصغیر الدّول کے ساتھ کاملاً متوقع نہ ہو۔ قائد اعلیٰ یا امیر فعال کی بنفس نفیس قیادت ہیبت فردیت امارت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ ملتِ اسلامیہ کی محیطۂ عالم وسعت اور وحدت امارت جو وحدت مرجع اور وحدت اصل کی شہادت کیساتھ لفائے تقاضائے نفس ناطقہ انسانی ہیں ملت اسلامیہ کی قیادت اعلیٰ کے لئے ملّت کی قوت عسکری کی اس اجتماعی حیثیت کو مستلزم ہے جو کارزار کے لئے مخصوص کی جا سکتی ہو۔

پس جب تقاضائے ماحول سے قائد اعلیٰ کے وجود کے ساتھ تمکین مرکز ضروری ہو۔ تو مہمات پیش آئندہ میں قائم مقام قوادِ لشکر کا تعیّن اس دلیل کے ساتھ کہ قوتِ عسکری مرکز اور مہمات میں اشتراک و قسمت چاہتی ہے۔ تقاضائے تقسیم قوت عسکری ہے۔

چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم مقام قیادت عسکری کے ساتھ یہ مہم حیات عدل روانہ فرمائی اور اپنے وجود منفرد و بزرگ کے ساتھ مرکز کو تمکین بخشی۔

قائدِ لشکر محور عمل ہے۔ جس کے گرد تمام عسکر اعمال عسکری کا مظاہرہ کرتا ہے اور صحت تدّ اور استقامت محور کو مستلزم ہے۔ جو قائد لشکر کی اس فاضلہ استقامت نفس سے متحقق ہوتا ہے جسے تمام عسکر پر برتری

حاصل ہو۔ اس لئے فوج میں متعدد اہل سیادت اصحاب کی موجودگی میں عسکری نقطۂ نگاہ سے سب سے زیادہ مناسب شخصیت کی سیادت استقامت محور ہے۔ اور چونکہ صحت تدادر اور استقامت محور صحت نظام ہے اور تنصیف وزن میں صحت و عدل ہے اس لئے افرادِ عسکر کے افکار جو بحیثیت ارادۂ مبادئ اعمال ہیں۔ قائد لشکر کے متعلق مطابق حال اور درست ہونے چاہئیں۔ جیسے ملت اسلامیہ کا نفسِ فعّال فعالی تصرّف کے ساتھ ملت کے انفعالی تعلق کی دلیل سے تصرف ہو کر درست کرتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے افکار عسکر میں خطبۂ مبارک یعنی رشحات فعالیہ کے تصرف سے محور عسکر کے متعلق تدادر افکار میں صحت متحقق فرمائی۔ جو اعمال عسکر میں صحت تدادر کا موجب ہے۔ بحالیکہ پہلے موقعہ پر حضرت زید کی استعداد فاضلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر نافذ پر دلیل راسخ تھی اور امتیازات نسبی کے اٹھا دینے کے لئے بحیثیت آئین صرف آپ کا تعین کافی تھا اور ملت کے نفس فعّال کا حکم اس کی حیثیت فعالیہ کا نفوذ متصرفہ ہے۔ جو ایسی رکاوٹوں سے اپنی قوت اجرائیہ کیساتھ عبور کر جاتا ہے۔ اور دوسرے موقعہ پر حضرت اسامہؓ کے متعلق حضرت زید کے تذکرہ سے استعداد فاضلہ کی وضاحت کے لئے خطبہ ایسا اعتدال امر ہے۔ جو کمزرچہ چلی کے تقاضا کی ایفا سے متحقق ہو سکتا تھا۔

قائم مقام قائد کا انتخاب ملتِ اسلامیہ کے نفس فعال کی حیثیت فعالیہ کا خاصہ ہے۔ جو اپنے ترشحات فکری و قولی و عملی کے ساتھ نفوس عسکر میں متصرف ہوتی ہے۔ اس لئے شدائد حروب میں تین قواد کا انتخاب یا نامزدگی ایک کے بعد دوسرے کی قیادت کو مشروط کرتے ہوئے۔ قائد اعلیٰ کی حیثیت فعالیہ کے استقرار کی دلیل سے افرادِ عسکر میں استقامت محور کا استمرار ہے۔ جسے حوادث کارزار متاثر نہیں کر سکتے۔

اور تین قواد کی یکے بعد دیگرے نامزدگی اعتدال انتخاب کی تکمیل ہے۔ نفس فرد و جماعت کی انفعالی کیفیت کے تین مدارج ہیں۔ افتتاح قبول۔ اس کی تمکین اور اس کا استمرار پس انتخاب قواد میں بہ شرط یکے بعد دیگرے تین تک تحدید اسی تدریجی انفعالی استعداد کی مطابقت ہے۔ اس لئے نامزدگی کی تعداد تین سے متجاوز نہ ہونی چاہیئے۔ البتہ ہر سہ قواد کے بعد ایسی قابل شخصیت کا لشکر میں وجود جو استعداد فاضلہ کی دلیل جاذبہ سے بلا اختلاف رائے اپنی ذات پر عسکر کو متحد کر سکتا ہو استمرار قبول کی استعداد کے ساتھ اس کی ذات پر اتحاد عسکری کو متحقق کر دیتی ہے۔ خالد ابن ولید کی عسکر میں شمولیت اسی مصلحت عظمیٰ پر شہادت ہے۔

نیز اس مقام پر جانا جہاں ملتِ اسلامیہ کا نمائندہ ملّی حیثیت کے ساتھ اپنی جان قربان کرتا ہے۔

قصاص کی حیثیت کاملہ کی تجدید اور اس کا استقرار ہے اور عملی جدوجہد کے لئے مبادیٔ اعمال میں افتتاح انحکام ہے۔ اور ارواح ملت میں تعلق وحدت کے سیران مشترک میں حسن تموّج اور اس کا استقلال ہے۔

شرجیل ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ زید ابن حارثہ جعفر طیار۔ عبداللہ ابن رواحہ یکے بعد دیگرے داد شجاعت دے کر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خالد نے لشکر کی عنان سنبھالی۔ آٹھ تلواریں آپ کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں۔ پھر واپسی ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ بعض مستورات نوحہ کر رہی ہیں تو آپ نے منع فرمایا۔ اور اس میں تاکید فرمائی۔ ترکیب عناصر سے حیات عناصر نفس ناطقہ کی انفعالی کیفیت پر شہادت ہے۔ اس لئے عنصری اشتراک اور صنفی جاذبیت کی دلیل سے جو خالق حقیقی عزوجل نے ذکور و اناث کے مابین عنصری ترکیب کی کیفیت میں عنصری نتیجہ ترکیب کے طور پر متحقق فرمائی ہے۔ جو ترکیب عناصر کے تسلسل کی موجب ہے۔ اور اسی قاعدہ کے مطابق افراد ملت کے ساتھ مستورات کا تعلق یا تو اس حیثیت سے ہے جو تسلسل ترکیب عناصر کا سبب ہے۔ یا اس حیثیت سے ہے۔ کہ وہ تسلسل ترکیب کے نتائج ہیں یا نتائج ترکیب میں انہیں اشتراک حاصل ہے۔ عورتوں کا نوحہ افراد ملت کی تدریجی تکمیل تعدیل کے سبب مراحل قبل تکمیل میں بعض مجاہدین کے نفوس میں اثر کرتا ہے۔ اور یہ حیات ملی کے لئے جہد عظیم میں ضعف دو ہن پیدا کر سکتا ہے۔

الحاصل غزوۂ موتہ اس دلیل کے ساتھ کہ قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ اس فرمان ربانی کی شرح متشکل ہے۔

اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ	کہ جو کوئی بے خون کئے یا زمین میں بے فساد کئے
فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ط	کسی کو ناحق مار ڈالے۔ اس نے گویا سب آدمیوں
وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ہ (مائدہ)	کو مار ڈالا۔ اور جس نے ایک کو زندہ رکھا۔ گویا وہ تمام
	انسانوں کی زندگی کا موجب ہوا۔

فساد فرط ہے جو ضد عدل ہے۔ اور حامل عدل صرف مسلم کامل ہے۔ جس کی فطرت فساد فرط سے پاک ہے۔ گویا ایک مسلم کی موت وحیات تمام کائنات انسانی کی موت وحیات ہے۔ کیونکہ مسلم اس فطرت نفس کا حافظ و مکمل ہے۔ جس پر تمام کائنات انسانی کا قصر تخلیق استوار ہے۔ اور یہ مہم حیات عدل تمام جزئیات کے ساتھ اپنی ملی حیثیت کی دلیل اساسی سے جس کی وسعت تمام روئے عالم کو احاطہ کر لینے کا حق رکھتی ہے۔ مسلم نمائندہ کے خون کو تمام عالم سے مقصد مہم میں قصاصی خصوصیت کے ساتھ وابستہ

کی دلیل بنے غایات ثنار کی شہادت کے ساتھ جس کی قبل عمل فکری آگہی پر انتخاب متعدد قواد اور جملہ کوائف متعلقہ شاہد ہیں فاضل اور برتر قرار دیتی ہے۔ کیونکہ جب فرد مسلم ملی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ملی ترجمان کا فرض انجام دے رہا ہو۔ تو اس کا وجود تمام ملت اسلامیہ ہے۔ پس ملت ایفائے تقاضائے نفس انسانی یعنی وحدت جماعت اور وحدت امارت کے ساتھ اس کے قصاص کی مدعی ہے۔ گویا ملت اسلامیہ کا نفس فعال ملت کی انفعالی طاقت کے ہمراہ قصاص حاصل کرنیکا حق رکھتا ہے۔ اور آئین عدل کی رو سے وہ مفرط جماعت قصاص ادا کرنے کے لئے مجبور ہے۔ جس کا امیر ملت اسلامیہ کے اس نمائندہ کو قتل کر دیتا ہے۔ جس کا وجود گویا ملت وسط ہے۔ بالیکہ وہ مفرط جماعت اس مفرط امیر پر مجتمع ہے۔ گویا مسلم نمائندہ کے خون کا قصاص اس مفرط جماعت یا ان تمام مفرط جماعتوں کے (جو اس مجرم جماعت کے ساتھ اس نقطۂ عمل پر متحد ہیں) خون بہا دینے سے متحقق ہو سکتا ہے۔ اور دلیل عدل سے مسلم کا خون ان سے قیمت فضل میں بیش از قیاس ہے۔

فتح مکہ

تمکین استخلاف فی الارض

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور)

بلیشک نفس ناطقۂ انسانی کی تشخیص اور تجزیہ تمام کائنات انسانی کے لئے فیصل ناطق ہے۔ کہ اسے وہ جماعت واحد ہو جانا چاہیئے۔ جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا سے قائم بالقسط ہے اور وہ ملت وسط یا ملت اسلامیہ ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام روئے ارض اس کی سجدہ گاہ اور ظہور ہے۔ کیونکہ قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات عدل میں استغراق سے نفس انسانی میں عدل متحقق ہوتا ہے۔ جو حقیقت سجود و ظہر ہے۔ اور عنصری و علوی حیثیت خلقی و تودیعی کے ساتھ ایک خالق حقیقی عزوجل کیطرف تمام کائنات انسانی کا رجوع فطری جب اسے پیدا کیا گیا ہے یعنی وحدت مرجع کائنات انسانی کی وحدت اصل اور وحدت نوعی کی شہادت کیساتھ وجوب وحدت اجتماع اور وجوب وحدت امارت کو متحقق کرتی ہوئی وجوب وحدت مسجد کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور وہ کعبۃ اللہ الحرام ہے جو کیفیات رجوعی کی صورت متشکل کا جو مرجع فطری عزوجل کے ترشحات میں استغراق سے رونما ہوتی ہیں بحیثیت ظرفیت مرکز توجہ ہے یعنی اس وسعت ارضی کا مرکز ہے جو بالتمام جائے واحد ملت

معاہدہ بین الدول مطالعہ فرمائیں کے بین عبادت و سجود درج کرنا

وسط کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ پس دافع موانع فعّال شوکت قاہرہ یعنی شجاعت اور شمشیر زد با ضی شدید کے ساتھ اس کی حیثیت عظمیٰ کا کشف اور اس کا استقلال اور اس کشف و استقلال میں اہتمام تواتر تمکین جس پر تسلسل وراثت کتاب و حکمت یعنی لفظی و معنوی حیثیت کے ساتھ اجرائے تکمیل دستور اور تواتر میزان العدل اور انزال حدید شاہد ہے دور مصطفوی میں سب سے پہلی خلافت الٰہیہ کی سطح ارض پر تمکین قاہرہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور)

اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ ان سے جو تم میں سے ایمان لائے اور ان کا عمل صالح ہے۔ انکو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔ جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور ان کا وہ دین جو ان کے لئے اس نے پسند کر لیا ہے انکے واسطے ضرور مستحکم کر دیگا۔ اور ضرور انکے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ وہ عبادت میری اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ جو اس کے بعد کفر کریگا (انکی خلافت سے انکار کریگا) وہ فاسقین ہیں۔

اور چونکہ اصول تدریج نفس انسانی اور احوال حیات انسانی یعنی تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے جو انسانی تدریجی استعداد کی مطابقت ہے۔ اس لئے اس مرکز وسعت ارضی کی حیثیت کا کشف و استقلال یا مرکز توجہ سجود و طہر کی کشف و تمکین کے لئے تدریجی مراحل کی مطابقت تقاضائے فطرت تخلیق ہے۔
پس ملّت اسلامیہ کے نفس فعال اوّل المسلمین محمد رسول اور خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد طفولیت میں تعمیر کعبۃ اللہ الحرام کے مقدس موقعہ پر منجانب اللہ نصب حجر اسود سے نبوت فاضلہ اور خلافت الٰہیہ پر دلیل ساطعہ قائم فرمائی اور یہ اس دست مصطفوی سے بوضاحت وحدت مرکزیت کا افتتاح تھا جو فردیت رسالت و خلافت کے ساتھ کافۃ النّاس پر افضلیت رکھتا ہے۔
پھر کوہ صفا پر تشریف فرما ہو کر جو متصلات کعبۃ اللہ الحرام سے ہے اور جسے بدلیل مضمون آیۃ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ کعبۃ اللہ الحرام سے تعبیر کرنا چاہیئے نفس فعّال کے فطری تقاضا اور مقصد بعثت دعوت اِلَی الحق سے اس کی مرکزیت کو مزید وضاحت بخشی پھر کم و بیش چالیس افراد پر مشتمل ایک مقدس جماعت یعنی ملت اسلامیہ کے گروہ اول کی ہمرہی میں اس مسجد مقدس میں داخل ہو کر مقصد اساسی اعلان حق کیساتھ توضیح مقصد مرکزیت کو بلا حجاب اعلاناً واضح اور روشن فرمایا۔ اور یہ بحیثیت دعوی اعلان حق کی تکمیل تھی۔ پھر

توسیع ملی اور اس میں تشدید کی جدوجہد جاریہ کے ساتھ جو ہجرت اور دفع موانع کو مستلزم ہے شوکت قاہرہ اور علامات صلح و امن کے ہمراہ تصدیح کعبۃ اللہ اور معاہدۂ صلح حدیبیہ اس وسعت ارضی یا مسجد ملی کے مرکز فرد کی حیثیت عظمٰے کے کشف و استقلال کا پہلا تدریجی مرحلہ تھا۔ زاں بعد سال آئندہ بمطابق معاہدہ ادائے عمرہ وغیرہ کو اسی مقدس مقصد کے دوسرے ارتقائی زینہ کی حیثیت حاصل ہے۔ تا آنکہ فتح الفتوح مکہ دلیل تمکین مرکزیت مسجد یا مرکزیت وسعت ارضی سے حیثیت وحدت مسجد کے استقلال کے لئے تیسرا اور آخری ارتقائی مرحلہ تھا۔ جو سطح ارض پر اس اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے استخلاف فی الارض کی تمکین قاہرہ ہے۔ کیونکہ سجود مستخلف قائم بالقسط عزوجل کے تجلّی قسط و عدل سے بدلیل استغراق نفس انسانی کو اعتدال سے متحقق کر دیتا ہے۔ اور زمین نوع انسانی کا جائے قرار ہے اور اعتدال فطرت انسانی کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اول المسلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نفس فعال منبع اجرائے اعتدال ہے۔ جس کے تصرف فعالیہ سے ارواح علوی و بخاری کا کشف و تحمّل اور تواتر حیثیت فعالیہ الٰی یوم القیمۃ ملت وسط میں جاری ہے۔

گویا ملت وسط فعّالی و انفعالی تسلسل و تواتر کے ساتھ نفاذ اعتدال ہے۔ اس لئے فطرت انسانی تمام روئے زمین کو ملت وسط کے نفس فعال کی سجدہ گاہ قرار دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام سطح ارض ملت اسلامیہ کی سجدہ گاہ اور طہور ہے جو لزوم اجتماع اسباب کے ساتھ کہ وہ اس حیات عنصری کا تقاضا ہیں جو محل روح علوی ہے۔ دافع موانع مفرط متاعی قوت شمشیر کو مستلزم ہے۔ جیسے حیات و موت انسانی پر متاعی حیثیت سے قدرت حاصل ہے اور وہ دست عسکری کو لازم قرار دیتی ہے۔ جو اس کا حامل ہے۔ اور نفس جماعت کی فطرت اجتماعیہ کا تقاضا ہے۔

پس دافع موانع اور نفاذ اعتدال قوت فعالیہ اور دست عسکری اور شمشیر کے ساتھ حیثیت عظمٰے بیت الحرام کی تمکین سب سے پہلی خلافت الٰہیہ کے محیطۂ عالم سلطان کا سطح ارض پہ استقلال جاتہ ہے۔ اس لئے کہ بیت الحرام اپنی مرکزیت کی دلیل سے گویا وہ تمام روئے ارض ہے جو جملہ عہود روزگار کی گذرگاہ ہے اور ملت اسلامیہ کی مسجد و طہور ہے۔ کیونکہ جیسے نوع انسانی کی وحدت مرجع۔ وحدت اصل اور وحدت نوعی کی شہادت کے ساتھ وحدت اجتماع کے لئے وحدت امارت کی متقاضی ہے۔ جو حامل خلافت الٰہیہ فردیت رسالت مصطفوی سے جو اجرائے ایفائے مقصد بعثت کے ساتھ الٰی یوم القیمۃ جملہ عہود روزگار کو محیط ہے۔ اور اس عہد میں جب مستخلف عزوجل ملت وسط میں وعدۂ استخلاف فی الارض نافذ فرما دیتا ہے فردیت استخلاف فی الارض سے متحقق ہوتی ہے

کیونکہ واحد مرجع فطری مستخلف عزوجل کی طرف سے اعطائے شرف استخلاف ہی فطرت فردیت کا حامل ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی نوع انسانی کا جائے قرار اور اس کا کثافتی اصل یعنی زمین جو محل اجزائے اعتدال ہے اور نفس انسانی میں اس کی ترکیب معتدل دلیل تودیعۂ روح الٰہی ہے۔ اور وہ اس کا محل ہے اپنے فطری تقاضاؤں کے ساتھ مرکزیت ارضی کا وجود چاہتا ہے۔ اور وہ بیت اللہ الحرام ہے۔ جو ملت حنیفیہ کے پیشرو اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اُن ہاتھوں سے تعمیر ہے۔ جو کشف ارواح الٰہی اور ارواح بخاری کے تحمل کشف کی دلیل سے دست الٰہی ہیں۔ جس پر مضمون بَیِّنٰتٌ شاہد ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ بیت مقدس متحمل جلوہ ہائے نور ہے۔ اور عین سجود اپنی طرف رخ کو یعنی توجہ ملّی کو لازم قرار دیتا ہے جو اس کی سجود کے لئے بحیثیت مسجد ظرفیت ہے اور اسی دلیل سے متقاضئ کشف و استقلال ہے جس کی شرح متشکل عظمت کعبہ کی بحیثیت مرکز وسعت ارضی تمکین جاریہ ہے۔ گویا خالق حقیقی عزوجل کی طرف سے وہ ملت حنیفی کے لئے تعین مرکز ہے اور صرف اس عزوجل کو ہی تعیین کا حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ تمام کائنات کا مرجع فطری ہے۔ پس تمام ملت اسلامیہ صرف اسی میں سجدۂ عبودیت الٰہی کے لئے مکلف ہے اور عین سجود اس کی طرف رخ گویا اس میں بحیثیت مسجد داخلہ اور اس میں سجدہ کا قائم مقام ہے۔ اور تمام ملت اسلامیہ کا اس میں سجدہ اس فطرت نفس کے تقاضا کی ایفا ہے جو متقاضئ وحدت اجتماع اور وحدت امارت ہے۔ اور اس کی فطرت وحدت اور فطرت اجتماعیہ منفرداً تمام وسعت ارضی کو محیط ہے۔ پس وہ قائم بالقسط جائز واحد اجتماع کی مسجد ہے۔ اور کعبۃ اللہ الحرام اس کا مرکز ہے اور یہ نفس انسانی اور اس کے کثافتی اصل اور اس کے جائے قرار کے متحدہ تقاضا کی تعیین مرکزیت کیساتھ ایفا ہے۔ اور دونوں میں تحقق مطابقت ہے اور بیت اللہ الحرام کی عزت مرکزیت یعنی سجدہ کے لئے اس کی تخصیص ظرفیت کی تمکین ہے۔ جو تحقق وحدت مسجد ہے۔ پس چونکہ ملت اسلامیہ کا استغراق وسعت تمام روئے ارض کو محیط ہے اور تمام سطح ارض کو اس کی سجدہ گاہ قرار دیتا ہے۔ اور کعبۃ اللہ الحرام تمام روئے ارض کا مرکز واحد ہے۔ اس لئے سطح ارض پر اس کی شوکت حقیقی کا کتاب اور میزان العدل اور شمشیر کے ذریعہ کشف و استقلال جاریہ جو اس میں الیٰ یوم القیٰمۃ تمام ملت کے اجتماع سے اس کی طرف عین سجود جو قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات اعتدالیہ میں استغراق سے درجۂ اعتدال نفس ہے۔ جو شرط استخلاف فی الارض ہے۔ توجہ ملی کی دلیل سے متحقق ہے۔ بلاشبہ

منبع اعتدال اوّلین خلافت الٰہیہ کی تمکین پر جلال ہے پس آج عہد مصطفویؐ میں ۔فردیت استخلاف فی الارض کا سلطان قاہر بہ دلیل تواتر وراثت کمالات مصطفوی کتاب مجید اور میزان العدل اور شمشیر کے ذریعہ اپنی فردیت پر قائم بالقسط ملت اسلامیہ کے اسی دلیل کے ساتھ اجتماع ہے کہ وہ قوت تزکیہ وتعلم کے نفوذ فعال سے تقدس ملت میں قیام بالقسط کو متحقق کرتا ہے ۔اور شمشیر سے موانع مفرط کو اجتماع ملی کے جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتا ہے ۔اس مرکز مسجد ملی یا مرکزیت وسعت ارضی پر اجتماع ملی کو مستلزم ہے ۔کیونکہ محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم القیٰمۃ کافۃ الناس کی طرف مبعوث ہیں اور تواتر کتاب ومیزان العدل جو اس دلیل سے استحقاق قبضۂ شمشیر ہے ۔کہ وہ موجب حفظ وعدل فطرت نفس ہے ۔اور تمام ملکوت نفس انسانی کے لئے مسخر ہے ۔ہر عہد میں مقصد بعثت مصطفویؐ کا القا ہے اور بیت اللہ الحرام اس تمام سطح ارض کا مرکز فرد ہے ۔جو کافۃ الناس کا جائے قرار ہے

پس عہد خلافت الٰہیہ مصطفویؐ میں اس کی حیثیت عظمیٰ کے کشف و استقلال جاریہ کے لئے جو تمام عہود روزگار کو محیط ہے ۔جو حالات محرک ہوئے وہ اس تدریجی فطرت کا تقاضا ہے ۔جو نفس فرد کہ وہ اساس جماعت ہے ۔اور نفس جماعت اور اس کے ماحول اور تمام کائنات انسانی اور تمام نظام کائنات میں جاری وساری ہے ۔پس وہ محرکات انہی حالات کی تدریجی ارتقائی صورتیں ہیں ۔ جو بحیثیت دعوٰی بیت اللہ الحرام کی تکمیل وضاحت مرکزیت کے لئے ہر مرحلہ پر اساس اعلان تھے پھر اس کے کشف واستقلال کے لئے ارادۂ حج اور معاہدۂ صلح کے لئے شوکت قاہرہ اور علامات صلح وامن کے ساتھ تعقید معاہدۂ صلح اور مطابق معاہدۂ سال آئندہ ادائے عمرہ کے لئے اقدامات کی وجہ اساسی انہی حالات کی ارتقائی صورت تھی ۔تا آنکہ فتح الفتوح مکہ محرکات معاہدۂ صلح وامن کے بعد انہی حالات کی تدریجی ارتقا ہے ۔یعنی جیسے فرد سے اس کی ارتقائی حیثیت یعنی جماعت کی طرف ارتقا جماعتی عداوت کو متحقق کرتا ہے ۔ایسے ہی جماعتی وسعت دشمن مفرط جماعتوں میں اتحاد کی موجب ہو جاتی ہے ۔اور باہم فرطی جنسیت اور عداوت عدل کی دلیل سے ان کا اختلاف باہمی دب جاتا ہے ۔ تا آنکہ معاہدات صلح وامن کی وجہ سے جب مفرط جماعتیں مشترکہ خطرۂ عدل کی طرف سے کچھ بےخوف ہو جاتی ہیں ۔ تو ان کے باہمی اختلافات پھر ابھرتے ہیں ۔اور چونکہ معاہدۂ صلح وامن ماحول سے قیام تحلیف کے لئے فضا سے سازگار ہے ۔اور تعقید معاہدات تحلیف تقاضائے سیاست مدن ہیں ۔کیونکہ اسباب حیات عدل وفرط میں مشترک ہیں ۔اس لئے ملت اسلامیہ کے ساتھ بعض ممالک کی حیثیت تحلیف کا قیام اور بعض ممالک کا دشمن معاہد کے ساتھ معاہدات تحلیف اور ان تمام ممالک ماحولیہ میں مجموعی طور پر سابقہ

عداوتوں کی از سر نو تحریک حالات کی ایسی ارتقائی صورت ہے۔ جو تقاضائے ایفائے عہد کی دلیل سے ملت وسط کے لئے آئین عدل کی پابندی کے ساتھ جو اس کا فطری تقاضا ہے۔ اقدام شدید کو ضروری قرار دیتی ہے۔

نیز یہاں یہ امر زیر نگاہ رہنا چاہیئے۔ کہ بعض قومیں جنہیں ملت کی طرف رجحان فکری ہو جو ان کی ملت سے تحلیف کی وجہ اساسی قرار پاتی ہے۔ جب تک عدل کو بحیثیت دستور تصدیق شعور واعتراف وعمل کے ساتھ اختیار نہ کرلیں۔ انہیں اس دلیل کے ساتھ دائرہ فرط سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا کہ قول وعمل کیفیت حقیقت فکری پر شہادت ہے۔ اور ان کے رجحان کے تقاضاؤں کی ایفا جو تقاضائے اعتدال نفس ملی ہے۔ باہم نفع مندی اور حیثیت تحلیف کے قیام سے متحقق ہو جاتی ہے۔

چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد قبائل عرب سے خزاعہ اپنے رجحان فکری کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہو گئے۔ اور ان کے حریف بنو بکر نے قریش سے معاہدۂ تحلیف استوار کیا۔ ان دونوں قبائل میں پہلے سے لڑائیاں تھیں۔ جو اسلام کے ظہور کے سبب عرب کی اس طرف مجموعی توجہ سے رکی رہیں۔ مگر صلح حدیبیہ کے بعد وہ سابقہ عداوتیں پھر ابھریں۔ اور بنو بکر خزاعہ پر دفعۃً حملہ آور ہوئے اور رؤسائے قریش نے ان کی مدد کی۔ حتیٰ کہ خزاعہ نے حرم میں پناہ لی۔ مگر اس کی پروا نہ کرتے ہوئے اسی مقدس مقام پہ ان کا خون بہایا گیا۔ پس خزاعہ دلیل تحلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فریاد خواہ ہوئے۔ آپ کو سخت رنج ہوا۔ اور قریش کیطرف قاصد بھیجا۔ اور تین شرطیں پیش کیں۔

(۱) مقتولوں کا خوں بہا دیا جائے۔

(۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے۔ کہ معاہدۂ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ ابن عمر نے قریش کی زبان سے کہا۔ کہ صرف تیسری شرط منظور ہے۔ لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو سخت ندامت ہوئی۔ انہوں نے ابوسفیان کو بھیجا۔ کہ معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کر والائیں ابوسفیان نے مدینہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی۔ بارگاہ رسالت سے کچھ جواب نہ ملا۔ علیٰ ہذا۔ اس نے پھر کئی اصحاب کے واسطہ سے کوشش کی۔ مگر کسی نے درمیان میں پڑنا منظور نہ کیا بالآخر اس نے مسجد نبوی میں جا کر خود بخود اعلان کر دیا۔ کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی اور واپس ہو گیا۔ اور مکہ میں جا کر قریش سے صورت حال بیان کی۔ سب نے کہا کہ یہ نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ اور نہ جنگ ہے۔ کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لیے عسکری قوت کے ساتھ روانگی کی خاموش تیاریاں شروع کر دیں اور نہایت احتیاط کی گئی کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے۔ اور اتحادی قبائل کو مطلع کیا گیا۔ کہ وہ تیار ہو کر آئیں۔

معاہدہ حدیبیہ میں ایک یہ شق تھی کہ ہر قبیلہ معاملہ تحلیف میں آزاد ہے۔ نیز تحلیف ترشحات نفس سے ملت کے ساتھ مدنی اتحاد ہے۔ اس لیے وہ دشمن جو معاہدہ صلح استوار کرتا ہے اور پھر ملت کے حلیف پر حملہ آور ملک یا جماعت کی مدد کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ دلیل تعقید معاہدہ سے ملت کے نزدیک مسئول ہے۔ کیونکہ جیسے تحلیف مدنًا ملت کے ساتھ اتحاد بالعہد سے ایسے ہی معاہدۂ صلح بھی ان حیثیتوں سے ملت کے ساتھ مدنی اتحاد ہے۔ جو شرائط معاہدہ ہیں اس لیے اعتدال ملت کے لیے اس کی اتحادی حیثیت کے ساتھ جو ہر دو جانب تعقید معاہدہ سے حلیف اور دشمن معاہد کے ساتھ قائم ہے۔ یہ دلیل معاہدہ اس دشمن معاہد سے حصول قصاص کو لازم قرار دیتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے۔ کہ دشمن معاہد حملہ آور جماعت سے الگ ہو جائے جس سے بدلیل حملۂ جارحانہ ملت اسلامیہ کا حلیف قصاص خواہ ہے۔ پس جب وہ اپنی غیر آئینی حیثیت پر اصرار سے شکست معاہدہ کا اعتراف کرے تو اس کے لیے ملت کا حربی اقدام دلیل نکث عہد کے ساتھ جو درحقیقت دشمن کی طرف سے اعلان جنگ ہے حقیقت دفاع کا حامل ہے۔ اور مقاتلہ میں صحت قسطاس ہے۔ اور دلیل عدل سے موجب تمکین حیات ملی ہے۔ اور آئین عدل کی پابندی کے ساتھ اعتماد بین الدول کا استحکام ہے کیونکہ عدل اساس فطرت نفس اور اساس فطرت نظام ہے۔ اس لیے کائنات انسانی کے عدل کی طرف رجحان فکری کا موجب ہے۔ جو شوکت عدل کا تقاضائے فطری ہے۔

قول و عمل ترشحات نفس ہیں۔ اس لیے ایک مرتبہ شکست عہد مفرط جماعت کی غیر آئینی کیفیت نفس پر شہادت اور دلیل ہے۔ پھر جب وہ اسے غیر آئینی اصرار کے ساتھ مستحکم کر دیتی ہے۔ تو اب فطرت انسانی کے ترشحات اعتماد یہ یا آئین اعتماد اس کے قول و فعل کو معیار اعتماد سے ساقط کرتا ہوا اس کے ساتھ مبادلہ گفتگو کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد اس کیساتھ مقاتلہ اور اس کی تسخیر کے سوا کوئی دوسری صورت باقی نہیں رہتی۔

دشمن نفس جماعت کا یہ خاصہ کہ اس کحقق عداوت کو جانتے ہوئے جو اس کے قول و فعل کا نتیجہ ہے۔ اس میں وہ جوش انگیز کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو خارجی موثرات سے اس میں پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ترشحات نفس کو اپنے منبع کے ساتھ بوقت ترشح ایک ہمواری کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

اور افشائے راز ایک خارجی مؤثر ہے۔ جو دشمن کی ادراک و تحریک پر اثر کرتا ہے۔ اور اس کی جدوجہد کو تیز تر کر دیتا ہے۔ جس سے کامیابی میں زیادہ دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اظہار اصل الامر کے بعد نفس ملت کا معیار اعتماد و ہیبت جو اس کے اتحاد قول و عمل سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اظہار راز اس لزوم اتحاد کا موجب ہے عملی مشکلات کی زیادتی سے خطرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ خاموش تیاری اور روانگی میں یہی مصلحت تھی۔

(واقعہ حاطب ابن ابی بلتعہ اور اس پر بحث لوازم تشدید میں مطالعہ فرمائیں)

غرض دس رمضان المبارک ۸ھ ہجری کو دس ہزار نفوس پر مشتمل عسکر خلافت الٰہیہ مکہ معظمہ کی جانب بڑھا۔ اور مر الظہران پہنچکر پڑاؤ ڈالا۔ جو مکہ معظمہ سے ایک منزل یا اس سے کچھ کم فاصلہ پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی۔ جس سے تمام صحرا روشن ہو گیا۔

قریش نے تحقیق حال کے لیے ابوسفیان اور حکیم ابن خزام اور بدیل ابن ورقاء کو بھیجا۔ حراس نبوی نے ان کو دیکھ لیا۔ اور گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ (تو ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا گو اس وقت ان کا قبول اسلام مذبذب حالت میں تھا۔ مگر انجام کار وہ صادق الاسلام مسلمان ہو گئے)۔

پھر لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو حکم دیا۔ کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو تاکہ وہ شوکت اسلامی کو دیکھے۔ قبائل عرب پر مشتمل اسلامی عسکر گروہ در گروہ اس کے سامنے سے گذرنے لگا۔ ہر بار اس پر نئی ہیبت طاری ہوتی تھی۔ حتی کہ گروہ انصار شوکت محیرہ کے ساتھ اس کے سامنے آیا۔ سردار گروہ اور صاحب علم سعد ابن عبادہ نے ابوسفیان کو دیکھ کر پکارا

یا اباسفیان الیوم یوم الملحمہ تستحل الکعبہ — اے اباسفیان آج گھمسان کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔ (بخاری)

سب سے آخر قائد اعلیٰ خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر اراکین خلافت پر مشتمل سب سے مختصر جماعت اپنی حیثیت قیادت عسکری کے ساتھ نمایاں ہوئی۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے۔ تو اس نے کہا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ سعد ابن عبادہ نے کیا کہا...... آپ نے فرمایا سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے...... الخ

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سعد سے علم ابن سعد کی طرف منتقل کر دیا گیا۔
نفس ناطقہ انفعالی کیفیت کے ساتھ کشف نور کو قبول کرتا ہوا بدلیل عدل جب قوت فعالیہ سے متحقق ہو جاتا ہے۔ تو ارتیبات سے منسلاً متاثر نہیں ہوتا۔ اور کشف نور کے اہتمام سے جو اعتدال نفس ہے سرف ملت وسط مایہ دار ہے۔ اس لئے دوسری قویں بدلیل فرط جو اس انفعالی کیفیت سے محروم ہیں جو نفس میں کشف رسالت کو متحقق کرتی ہے۔ ارضیات کو انفعالاً قبول کرتی رہتی ہیں۔ جس سے اُن کی قوت غضبی اپنے عمل میں افراط و تفریط کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اس لئے اسلامی طاقت کا مظاہرہ اُن کے ادراک و تحریک کو مرعوب یا حالات کے تدریجی ارتقا کے ساتھ معطل کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس مونتسر پر وسعت کے ساتھ عسکری روشنی اسی مصلحت کی آئینہ دار ہے۔
اور مکہ کے نو مسلم رئیس کے تذبذب ایمان فکری کا انفعالی استحکام چونکہ ہیبت انگیزی عدل کا منتقاضی تھا۔ اس لئے اسے نظارۂ ہیبت کا موقعہ دیا گیا۔ کیونکہ تذبذب کیفیات سابقہ کے مابقا کی علامت ہے۔
نیز رئیس مکہ ابو سفیان کو امان بخشی اور اس کا اسلام قبول کرنا اس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ جب مفرط ادراک و تحریک کا تعطل واقع ہو جاتا ہے۔ تو عفو چونکہ عدل کی فعال اثر انگیزی ہے۔ اس لئے اس تعطل فرط کی دلیل سے فطرت نفس اساس عدل کی طرف جس پر وہ استوار ہے۔ نفس فعال کی حیثیت فعالیہ کی اثر انگیزی سے جو ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا فطری تقاضا ہے۔ اور اس کی عادل ادراکی و تحریکی جد و جہد کا مقصد ہے اور بدلیل تمکین عدل قائم بالقسط عزوجل کی مدد اور نصرت ہے رجوع کرتی ہے۔
نیز دشمن کو موت کا یقین اور غایت مایوسی اس کے تعطل ادراک و تحریک کو ہر دو میں کیفیت و جنسیت کی دلیل سے ارادی حیثیت کے ساتھ موت کے لئے تیار کر سکتی ہے۔ اور یہ تمکین عدل اور الغائے مقصد میں مشکلات کا مزید اضافہ ہے۔ اس لئے دشمن کے معطل قوای پر فعالی تاثر انجاح مقصد سے قریب تر ہے اور دشمن نفس جماعت میں تصغیر کی حقیقت کو قائم کر دیتا ہے۔
نفس فعال و منفعل میں تعلق باہمی کا سیران پائیندہ معیار اعتماد پر دلائل اعتمادیہ کے ساتھ ہی صادق و راسخ قرار پا سکتا ہے۔ جو مانی النفوس کے ترشحات ہیں یا ان حقائق فعالیہ و انفعالیہ پر علامات ہیں جو نفوس فعال و منفعل میں متحقق ہیں اور ان دلائل اعتمادیہ کی وضاحت کے لئے ایک عرصہ درکار ہے۔ گویا قابل اعتماد نفس منفعل جو نظام ملی میں اساس مستحکم ہے۔ اور امیر کی حیثیت فعالیہ

کے قبول کو شعوری تداول کے ساتھ تصدیق شعوری و اعترافی و عملی سے اپنے اندرون میں متحقق کر چکا ہے۔ مشکل الحصول اور گراں قدر ہے۔ اور امتزاج لطافت و کثافت سے فہم حقائق میں شعوری تداول ترشحات کی اساسی حیثیت امتزاجیہ کی دلیل سے منابع شعوریہ میں موجب تعدد ہے۔ اور باہم وجہ تشابہ ہے۔ کیونکہ کثافت کی حیثیت ہر نفس میں اتحاد جنسی کے باوجود دوسرے نفس کی کثافتی حیثیت سے کسی حد تک تفاوت رکھتی ہے۔ جس پر طبقات ارضی کی گوناگوں کیفیتیں شواہد ہیں۔ چنانچہ اسی لئے مشورہ مستلزم صحت فہم ہے۔ کیونکہ متعدد نفوس ممزج کے اجتماع سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل سے انفرادی طور پر لغزش بھی ممکن ہے۔ کیونکہ انفرادی فکر و فعل صرف ایک نفس ممزج کا ترشح ہے۔ پس قابل اعتماد نفس منفعل کی لغزش پر اس کے خلوص انفعالی کا جزائے لغزش کے فیصلہ میں ملحوظ رکھنا تعدیل قصاص ہے۔ جو اساس صحت نظام ہے۔ سعد سے ابن سعد کیطرف انتقال علم اسی حقیقت پر شہادت ہے جزائے لغزش ایک خارجی موثر ہے جو اس ادراکی و تحریکی ترشح نفس کے ساتھ دلیل معارضہ سے ان ہر دو قویٰ کو فکر و عمل کے لئے متنبہ کر دیتی ہے۔ تو اس وقت اظہار حقیقت نفس منفعل کے متشابہات کو اس کی کیفیت انفعالیہ کی دلیل سے کوائف اعتمادیہ کے ساتھ بدل دیتا ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اظہار عظمت کعبہ سے مقصود یہی حقیقت عظمیٰ تھی اور عظمت کعبہ سے مقصود اس کا کشف و استقلال ہے۔ جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال نے کتاب مجید اور قوت فعالیہ کے ساتھ شمشیر کو حرکت دی اور موانع کو راہ کشف و استمرار کشف کے جادۂ مستقیم سے ہٹا دیا۔

اعلان کر دیا گیا۔ کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا۔ یا ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے گا یا دروازہ بند کر لے گا۔ اس کو امن ہے۔

ہتھیار ڈال دینا تعطل ادراک و تحریک یا تغیر فکر و عمل کی ظاہری علامت ہے (یعنی ترشح ما فی النفس المفرط ہے) جس سے فرط کی مانعی حیثیت قائم نہیں رہتی۔ چونکہ ملت اسلامیہ کا دست عسکری شمشیر کے ساتھ جادۂ عدل سے اندفاع موانع کے لئے متحد ہوتا ہے۔ جو اختیار آئین عدل ہے۔ اور تمکین عدل ہے۔ اس لئے مقصد دفاع کے تحقق پر دولت صاغر کو ماموں کر دینا چاہیئے۔

رئیس قوم چونکہ نفوس افراد جماعت کے قوائے ادراک و تحریک کی اساس اتحاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے سابق اساسی اثر کی دلیل سے اس کی صاغر اور ماموں حیثیت اور اس کا اعلان کثیر افراد جماعت کے ادراکیات و تحریکات کے تعطل کو اس کے ساتھ متحد کرتا ہوا اُن کی

تسخیر کو متحقق کر دیتا ہے۔ مگر چونکہ اس کی اساسی حیثیت کی شکست انتشار جماعت پر نتیجہ پذیر ہوتی ہے۔
اس لئے بعض گروہوں سے اشتعال انگیز حرکات ممکن ہیں۔ کیونکہ امزجہ نفوس افراد کی کیفیتیں طبقات ارضی کے
اختلاف کی شہادت کے ساتھ اس دلیل سے کہ نفس انسانی میں ترکیب کثافت محل شعور ہے۔ اور درجہ تحریک
ہے۔ گوناگوں کو الف کی مظہر ہیں۔

پس آئین اعتدال نظم کو ہاتھ میں لیتے ہوئے مقصد امن کا قرار صرف اُن کے متعلق تجدید عہد الیٰ
فساد سے متعلق ہوتا ہے۔ جیسے قریش کے ایک گروہ نے حضرت خالد کی فوج پر تیر برسائے۔ جس کے نتیجہ
میں کرز ابن جابر فہری اور حبیش ابن اشعر نے شہادت پائی۔ پس حضرت خالد نے اُن پر حملہ کیا اور وہ تیرہ
لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بازپرس پر حالات معلوم ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قضائے
الٰہی یہی تھی گویا ماتحت قائد پر کفار کی تقدیم حملہ سے اس کا جوابی یا دفاعی حملہ تقاضائے عدل آئین ہے۔
اور اس عہد ملی کی ایفا ہے۔ جسے فطرت تعلق فرد ملت استوار کرتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس
سے اتفاق صحت عمل پر شہادت نبوی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بازپرس قائد کی حیثیت تخیص
و تجزیہ کا تحقق ہے۔ جو اس کی قوت فعالیہ کا فطری تقاضا ہے۔ اور مفرط نفوس جماعت اور ان کے امیر
میں اس حیثیت کا تشابہ اس اتحاد اساسی کی وجہ سے ہے جو فطرت انسانی کی کیفیت امزجہ کا تقاضا ہے۔
اور نفوس منکشف و متحمل کشف اور غیر منکشف اور غیر متحمل کشف نفوس میں مشترک ہے۔

گھر کا دروازہ بند کرنے کو علامتِ امن قرار دینا ملت اسلامیہ کی صداقت[2] فطری کی شہادت کیساتھ اس
حقیقت عظمٰے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس کا اعلان امن اور نظام منزل و مدن حفظ و پناہ امن ہے۔ کیونکہ
اس کی فطرت نفس دستور عدل کی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا۔ الخ (نور)	اے مومنین اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں مت داخل ہو۔ یہاں تک کہ ان کے رہنے والوں سے اجازت حاصل کر لو۔ اور سلام کہہ لو۔

پس اس کے روبرو اس دلیل سے کہ وہ حافظ فطرتِ نفس ہے اور ایفائے جملہ تقاضائے نفس ناطقہ
سے مکمل فطرت نفس ہے۔ جو ایفائے عہد فطری ہے۔ اور حقیقت عدل ہے۔ اور تحمل نور سے کثافت
کے تقاضاؤں میں تحقق امن ہے دولت صاغر کے جان و مال و آبرو کو اس طرح محفوظ سمجھنا چاہیئے۔ جیسے

---

[1] ب ص۴۹ ۳۴۲-۳۴۳ مطالعہ فرمائیں ۱۲ [2] لاعنوان صدق مطالعہ فرمائیں ۱۲

ملت اسلامیہ کا دامن حفظ اپنی اعراض اور نفوس اور اموال کو محیط ہے۔
کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی چھڑی اُن پر مارتے
جاتے اور فرماتے جاتے تھے۔

جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ ۔ حق آیا اور باطل چلا گیا۔
جَآءَ الحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ البَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۔ حق آگیا۔اب باطل نہ نیا ہوگا نہ دوبارہ آئے گا۔

عین کعبہ کے اندر بہت سے بت تھے۔سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نکلوا دیا گیا۔حضرت
عمرؓ نے اندر داخل ہو کر جس قدر تصویریں تھیں وہ بھی مٹا دیں۔پس حرم جب ان آلائشوں سے پاک ہو چکا
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے۔اور نماز ادا کی۔اور ایک روایت کے مطابق صرف تکبیریں کہیں۔
یہ بیت اللہ الحرام اور اس کے ماحول کا طہر ملت اسلامیہ میں سب سے پہلی فردیت خلافت الٰہیہ کے محیط
عہود مسلسل سلطان قاہرہ کا شہادتِ تواتر تزکیہ و تعلم کتاب و حکمت کے ساتھ تسلسل پائندہ ہے۔جس نے اس
واحد مرکز ارض کی حقیقتِ عظمیٰ کو منکشف فرمایا۔اور اس کشف حقیقت کو استقلال و استمرار بخشا جو اس کی
اساس تعمیر ہے۔اور مقصد تعمیر کی ایفا ہے اور بانیٔ اول کے مقاصد بنا کی تکمیل ہے۔جو فطرت استحقاق
ظہور ہے۔

پس جب رسول اللہ اور خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم فردیت رسالت اور فردیت خلافت
کے تقاضائے وحدتِ مسجد کی اس مرکزیت کو متحقق کر چکا جو ملت اسلامیہ میں اہتمام تواتر کتاب و حکمت
کی دلیل سے مضمون وَمَا يُبْدِئُ البَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ سے مایہ دار ہے۔تو اس وحدت مرکزیت کے کشف
استقلال مستمرہ کی سند رفیعہ ہے کہ وہ تختگاہِ استخلاف فی الارض ہے۔جس پر حقیقتِ وحدت جماعت ا
وحدت امارت اور وحدت مرکزیت شہادات ساطعہ ہیں۔جبابرہ قریش کے روبرو خطبہ دیا۔جو کافۃ النا
کی طرف شہادت وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ کے ساتھ فردیت رسالت اور سطوتِ خلافت کا خط
عام تھا۔جس پر وہی تقاضا ہائے فطرت انسانی یعنی وحدت جماعت وسط اور فردیت امارت اور وح
مسجد اور اس کی فردیت مرکزیت دلائل قاہرہ ہیں۔
اس خطاب عام میں ثنائے مستخلف عزوجل اور تذکرۂ شوکت استخلاف کے بعد انتقامات خو
بہائے قدیم اور مفاخر جاہلیہ کو معطل اور باطل قرار فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلا
فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى ۔ اے لوگو ہم نے تمہیں پیدا کیا مرد اور عورت سے۔

جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

اور تمہارے خاندان بنائے۔ کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ۔ لیکن اللہ کے نزدیک بزرگ وہ ہے۔ جو تم میں سے متقی ہو۔

یعنی خاندان اور قبائل صرف ذریعۂ تعارف ہیں۔ کرم عندیت واحد مستخلف عزوجل سے جو تمام ملکوت پر غالب و قاہر ہے متحقق ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل سے شرط فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ اور عندیت مستخلف مستلزم تقویٰ ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ میں کشف روح مستخلف اور تحمل کشف کو متحقق کرتا ہے۔ پس تقویٰ سے لزوم عندیت مستخلف ملت منقی ہیں جو بدلیل عدل ملت وسط ہے۔ حقیقت تقویٰ کا سیران مشترک ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے اور مرجع فطری مستخلف عزوجل واحد ہے۔ اس لئے عندیت مستخلف اور حقیقت تقویٰ کا سیران مشترک اور فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل تمام کائنات کے لئے فیصل بالحق ہے کہ اسے ملت وسط کے اجتماع میں گم ہوجانا چاہئیے اور اسی دلیل سے وہ امانت فردیت استخلاف فی الارض سے مایہ دار ہے۔

پس جب مستخلف عزوجل نفس زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں سے دلیل تواتر مضمون کتاب و حکمت کے ساتھ جو اجرائے حقیقت تقویٰ ہے۔ اور کشف و تحمل نفس سے قوت فعالیہ کا تسلسل ہے۔ اور شرط استخلاف فی الارض ہے۔ فیصلہ استخلاف نافذ فرما دیتا ہے۔ تو منبع عدل و تقویٰ فردیت رسالت مصطفویٰ حامل فردیت خلافت الٰہیہ پر روئے ارض کی حقیقت سجود و طہر متحقق ہوجاتی ہے۔ جو تواتر کشف و استقلال مرکزیت وحدت مسجد یا مرکز ارضی یعنی عظمت کعبۃ اللہ الحرام کی تمکین مستمرہ کو مستلزم ہے۔ مضمون وَمَا یُبْدِیُٔ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ۔ اسی حقیقت عظمےٰ پر شہادت مصطفویٰ ہے۔ پس بمطابق وعدۂ ربانی لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ الخ (فتح) تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے۔ اس فردیت رسالت و خلافت اولیں کا محیطۂ عالم استحقاق وسعت اس کے لئے تمام روئے ارض کی حیثیت سجود و طہر کو عظمت بیت اللہ الحرام کیساتھ ضرور متحقق کردے گا۔ جو تخلیق جملہ کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ کیونکہ اشیاء متقاضیٔ حقائق ہیں۔ اور وجود مقصد سے متحقق ہوتا ہے۔ اور مستخلف عزوجل قائم بالقسط ہے۔ اور نفس انسانی اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور ملت وسط قائم بالقسط ہے۔ اور استخلاف فی الارض سطح ارض پر تمکین قیام بالقسط ہے۔ اور بحیثیت اعتدال فردیت رسالت و خلافت مصطفویٰ کائنات انسانی کی وحدت مرجع اور وحدت اصل کی دلائل سے جو موجب وحدت جماعت اور وحدت امارت ہیں۔ کافۃ الناس کی طرف بعثت کے تقاضا کی ایفا ہے۔ علیٰ ہذا ملت اسلامیہ کے اس عہد مابعد میں جب مستخلف عزوجل

فیصلہ استخلاف صادر فرما دیتا ہے۔ تو اس کی فردیت اس تمام کائنات انسانی کے بالا تقاضا ہائے فطری کی ایفا ہے۔ جو اس دور حاضر میں سطح ارض پر بحیثیت خلائف الارض متمکن ہے۔

پس یہ فردیت عظمیٰ وحدت جماعت اور وحدت امارت اور وحدت مسجد کی شہادات کے ساتھ اُن تمام مفاخر جاہلیہ کو جو زینت ہائے حیواۃ عنصری ہیں۔ اور تقاضائے کثافت ارضی ہیں۔ اور انساب کو جو صرف اشتراک کثافت سے متحقق ہوتے ہیں فطرت انسانی کے تقاضا ہائے خلقی کی مطابقت سے منسوخ قرار دیتی ہے۔ کیونکہ وہ اعتدال نفس سے مایہ دار نہیں ہیں۔ جو اساس قیام بالقسط پر استوار فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ بلکہ صرف تقویٰ بدلیل کشف روح الٰہی اور تحمل کشف للٰہیت کاملہ ہے جو تمام کائنات انسانی پر ایفائے تقاضائے نفس ناطقہ کی دلیل سے وجہ افضلیت ہے۔ اور رحجان کثافت سے نفس کو پاک قرار دیتی ہے۔ اور کشف لطافت اور تنویر کثافت کی آئینہ دار ہے۔ یعنی کائنات انسانی کے تقاضائے فطری وحدت اجتماع عدل میں ایفائے تقاضائے فطرت نفس کی دلیل سے اجتماع کافۃ الناس کے لئے فیصل ناطق ہے۔ اور یہی اس فرمان نبوی ؐ سے مقصود ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ؐ نے تنسیخ مفاخر اور تنسیخ افتخار انساب کے لئے جو وجہ تشکیل اوطان ہے۔ اس خطبہ استخلاف میں ارشاد فرمایا۔ اور اس کے بعد آیہ فضل تقویٰ تلاوت فرمائی۔

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نحوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالاٰباء الناس من آدم و آدم من تراب ۔	اے قوم قریش اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے تم سے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم ؑ کی نسل سے ہیں۔ اور آدم مٹی سے تھے۔

یعنی کثافت وجہ فضل نہیں قرار پا سکتی۔ بلکہ اس پر روح الٰہی کا کشف جو تقویٰ کی حقیقت کو منکشف کر دیتا ہے۔ وجہ فضل ہے۔ کیونکہ وہ مستخلف قائم بالقسط عزوجل کا تجلی عدل ہے۔ جو ایفائے تقاضا ہائے لطافت و کثافت یعنی کشف و تحمل سے نفس انسانی میں قیام بالقسط کو متحقق کرتا ہے۔ اور کائنات انسانی کی وحدت مرجع اور وحدت اصل کے تقاضاؤں سے قائم بالقسط ملت اسلامیہ میں اجتماع عالم کے استحقاق کے لئے فیصل و شاہد ہے۔ مجمع خطاب میں وہ جبابرۂ قریش موجود تھے۔ جو تاسیس ملی کے ابتدائی مراحل سے اس کی تشدید تک شکست ملت کے لئے اپنی تمام تر جدوجہد کے ساتھ آج تک سرگرم رہے۔ اور ان کی تشنگی کا مقصد صرف ملت اور اس کے بانی کا خون تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ؐ نے اُن کی طرف دیکھ کر شوکت آمیز انداز کے ساتھ پوچھا۔ کہ تم کو کچھ معلوم ہے۔ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔ سب پکار اُٹھے۔

اخ کریم وابن اخ کریم — تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ — تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔
ترشحات نفس یعنی قول و فعل کو نفس کے ساتھ ہموار کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے نتائج کی ترتیب سے حالات پر جو اثر مرتب ہوتا ہے۔ اسے نفس انسانی اس وقت تک اچھی طرح قبول نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کی انفعالی استعداد پر ان کو ایسے خارجی موثرات کے ساتھ پیش نہ کیا جائے جو دلیل حموں مضمون حیات و موت یا امید و بیم سے فطرت نفس کے لئے اثر انگیز ہوں۔ گو ترشحات نفس کے نتائج کو بھی خارجی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور انہیں ان کی حیثیت کے ساتھ کسی حد تک شعور انسانی پا سکتا ہے۔ مگر کما حقہ قبول ایسی وضاحت خطاب سے متحقق ہوتا ہے۔ جس کی فعلی حیثیت نفس ترشح کے وجود اور اس کے حالات و کوائف کے ساتھ اس پر اثر انداز ہو سکتی ہو۔
گویا اس وقت نفس سامع کی استعداد قبول بیدار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر اور جامع وضاحت استفساریہ خطاب جو تقسیط قولی ہے۔ اور نفس سامع پر مؤثر بالقسط ہے۔ اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے اور قریش کے الفاظ اخ کریم وغیرہ اسی حقیقت پر شواہد ہیں۔ پس خطرات جزائیہ کے ایسے امکان پر جو اختصار اور جامعیت خطاب کے ساتھ کیفیت امید سے بھی مایہ دار ہو۔ انفعالی استعداد کی بیداری متحقق ہو جاتی ہے۔ جس پر عفو عدل غضب کی شہادت کے ساتھ شوکت عدل سے متصرف ہوتا ہے گویا عفو کا عادل تصرف فعالیہ اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کے نفوس پر اس وقت سرعت کے ساتھ اثر کرتا ہے جن کی استعداد قبول سے خارجی مؤثرات کے ذریعہ وہ حجابات اُٹھ جاتے ہیں جو نفس اور اس کے ترشحات میں ہمواری کیفیت کی دلیل سے ترشحات نفس اور انکے نتائج کے درمیان حائل ہیں۔ اور اس اثر انگیزی کو احسان استقلال عطا کرتا ہے۔ جو فطرت کی حیثیت فعالیہ کے استمرار و استقلال پر شاہد ناطق ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل) — تحقیق اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔
چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو عام کے اعلان کے ساتھ مہاجرین کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے ان مملوکات سے دستبردار ہو جائیں۔ جن پر اُن کی ہجرت کے بعد قریش نے قبضہ کر لیا تھا۔
پس قریش کا سیلاب عظیم قبول عدل یا اسلام کی طرف بڑھا۔ صفا کے ایک بلند مقام پر آپ تشریف فرما ہوئے۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے آتے۔ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ کثیر

مردوں اور عورتوں نے دست مبارک مصطفوی پر اسلام قبول کیا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال کے ساتھ ملت کے انفعالی تعلق کا تحقق ہے۔ جو تصدیق شعوری سے علوی اور تصدیق تحریکی سے جو اعتراف ودستگیری پر مشتمل ہے۔ عنصری حیثیت کا حامل ہے۔ اور تسلسل کتاب وحکمت کا ذریعہ ہے۔ جو نفوس میں حیثیت فعالیہ کو متحقق کرتی جاتی ہے صفا دہی مقام ہے۔ جس پر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے بعثت میں ندائے حق اعلان عام کے ساتھ بلند کی تھی۔ اور اسے بدلیل واقعات جن پر تاریخ شاہد ہے۔ منفصلات کعبۃ اللہ الحرام سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ گویا وہ اس مرکز واحد کا ایک پہلو ہے۔ پس بیعت الاسلام تمکین فردیت مرکز یا کشف واستقلال کعبہ کے اہتمام مستمرہ پر تواتر کتاب وحکمت کی ایسی شہادت ہے۔ جو استحقاق دافع موانع قبضہ شمشیر ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ میں جس کے لیے تمام اسباب ملکوت مسخر ہیں۔ اہتمام تمکین عدل ہے۔ جس کی اساس پر وہ استوار ہے اور اس کی تکمیل سے اس کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ گویا تواتر کتاب وحکمت جو تواتر عدل ہے اور شرط استخلاف فی الارض ہے۔ حافظ فردیت مرکز ہے۔ اور بدلیل تواتر مرکزیت مسجد وسعت ارضی کی بحیثیت ظرفیت سجود وطہر تمکین جاریہ ہے۔ اور شمشیر اس کے جادۂ تمکین سے دافع موانع ہے۔ الحاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا سے افتتاح اعلان حق کے بعد منازل تاسیسی وتوسیعی وتشدیدی طے کرتے ہوئے بیعت الاسلام سے اہتمام تواتر کتاب وحکمت کو متشکل فرمایا۔ اور یہ تکمیل اعلان حق تھی۔ جو فردیت مرکزیت ارض کی شہادت کے ساتھ تمام روئے ارض کی وسعت کے احاطہ پر فیصل بالحق ہے۔ اور بدلیل تواتر کافۃ الناس کی طرف ہر عہد میں مقصد بعثت مصطفوی کا ایفا ہے۔

تصغیر دولت مفرطہ کے تحقق پر سب سے پہلے نفوس ملت فاتح وجماعت مفتوح کے افکار واعمال کے محور ومرکز کو متعین کردینا تقاضائے استحکام نظم ہے۔ ملت فاتح کے نفس فعال یعنی اس کے محور کے گرد افکار واعمال ملت کا تدادر فعالی وانفعالی دلیل سے امیر کی وضاحت جزئیات سے ہی متحقق ہوسکتا ہے۔ علیٰ ہذا مفتوح قوم کے افکار وافعال تصغیریہ کا اسی محور روشن کے گرد تدادر یہی تعین جزئیات آئین فتح وشکست سے ہی قائم ہوتا ہے۔ اور فطرت تد اور تقسیط وزن کے ساتھ جو صحت تدادر ہے صحت نظام کو مستلزم ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ استخلاف میں وضاحت جزئیات اور عفو عام اسی حقیقت نظم و

لے ملاحظہ ہو بستان کعبۃ اللہ الحرام حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہ السلام کے سوانح مطالعہ فرمائیں۔

ضبط کی آئینہ داری ہے جیسے کہ فتح خیبر میں یہود صاغر کے ساتھ تعقید شرائط تصغیریہ یہود اسی آئین ضبط و سیاست کی شرح ہے۔

نیز عفو عام یا امن کا اعلان عام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول اسلام کے ساتھ مشروط نہیں فرمایا عفو عام عدل کی حیثیت فعالیہ کی جلوہ گری ہے۔ اس لئے قبول عدل کے ساتھ اس کو مشروط کرنا فعالی تصرف کے جادۂ نفوذ میں حسّی مانع کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جائز الاجتماع یعنی ملت اسلامیہ کے ساتھ جملہ دول مفرطہ جماعتی جنسیت کے ساتھ مشابہ ہیں۔ اور جماعتی حیثیت متقاضی اجتماع اسباب عنصری ہے۔ اور یہ عنصری تشابہ گویا انفعالی استعداد قبول عدل کے روبرو حجاب عنصری نفس ہے۔ اور عفو مطلق عادل مطلق ترشح فعالیہ ہے۔ جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے لئے مؤثر ہے۔

مگر اس کا قبول نفوس انسانی کی الگ الگ تدریجیہ حیثیتوں کے مطابق متحقق ہوتا ہے۔ جو اجزائے ترکیب کی کیفیت ترکیبیہ کی حیثیات فطری ہیں۔ جن پر انہیں پیدا کیا گیا ہے یا تدریجی کوائف کے ساتھ متغیر ہو چکی ہیں اور اسی دلیل تدریج سے وہ اپنے درجات متغیر میں باہم متفاوت ہیں اور اسی دلیل سے نفوس انسانی میں قبول عدل تدریجی حیثیات تصرف سے متحقق ہوتا ہے۔

اور اگر لطافت علوی کلیۃً حجاب عنصریات میں محجوب ہو گئی ہو تو عدل کے ساتھ اس کی جنسیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور کشف حقیقت کا امکان بالکل نہیں رہتا۔ کیونکہ لطافت کی حقیقت نور ہے۔ اور عدل کشف لطافت سے تنویر کثافت ہے۔

خزاین حرم کو محفوظ کر دیا گیا۔ کیونکہ سونا اور چاندی وغیرہ مسلمات اقوام کی مطابقت سے اسباب حیات کا اختصار جامع کے ساتھ تبادل ہے۔ اس لئے اس کا محفوظ رکھنا اسباب ہر گونہ حیات کی حفاظت ہے۔

مقیس اور ابن خطل کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یہ دونوں خونی مجرم تھے۔

قصاص حیات عدل ہے۔ کیونکہ موجب تمکین حیات انسانی ہے۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے (عنوان قصاص بین الدول مطالعہ فرمائیں) اور انفرادی جرم کا انفرادی حیثیت کے ساتھ قصاص تعدیل آئین قصاص ہے۔ اور چونکہ فرد اساس مدن ہے۔ اس لئے افراد کے مفرط ترشحات کے نتائج کا بقا جو سند عدل ہیں سیاست مدن میں اختلال پابندہ ہے۔ کیونکہ عدل اس دلیل سے اساس نظام مدن ہے۔ کہ نفس فرد اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے تصغیر دولت مفرطہ کے بعد انفرادی حیثیت کے مجرمین کو تحکیم ملیّ کے روبرو انفرادی حیثیت کیساتھ ضرور پیش کرنا چاہیئے۔

الحاصل فتح مکہ کشف و استقلال مرکزیت مسجد و سعت ارضی کی شہادت کے ساتھ شوکت قاہرہ تمکین

استخلاف فی الارض کی صورت متشکل ہے۔ (جو تحدید جواز وحدت اجتماع اور وحدت امارت کے لیے دلائل وحدتِ اصل کے ساتھ فیصل ناطق ہے) کیونکہ اس کی حامل جائز واحد ملت وسط ہے) اور جزئیات تصغیر الدول کے دستور عادل کی شرح پُر جلال ہے۔ جو لوازم استخلاف فی الارض ہیں۔

غزوۂ حنین

تمکین ہیبت

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ (توبہ)

نفس انسانی میں کثافت ارضی کی ترکیب جو محل رطافت ہے۔ اُن کثافتی احساسات بطرد صنیق کی موجب ہے۔ جو عنصری اسباب کے اجتماع یا تشتت پر عنصری مناسبت کی دلیل سے نفس انسانی کو اس وقت تک سرور لاحق رہتے ہیں۔ جب تک کثافت کی کشف حیثیت کشف رطافت سے نزکی و منور ہو کر اعتدال نہیں پالیتی۔ اور یہ منور نفس ناطقہ کا دیگر بنی نوع کے نفوس سے معیار امتیاز ہے۔ کہ وہ بدلیل نور و عدل عنصری موثرات سے فرحت و خوف میں مبتلا نہیں ہوتا اور ہر گونہ قلت و کثرت راحت و رنج اور حوادث روزگار اس کے عزم مستحکم کو جو مرجع فطری کی طرف رجوع کی ایفا اور کشف شعور سے فطرت نفس کی صحت و استقامت کا نتیجہ ہے ہرگز متاثر نہیں کر سکتے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ط (آل عمران)

اور کتنے پیغمبر ہیں کہ اُن کے ساتھ ہو کر بہت سے ربانی لوگ لڑے تو پھر ان کو خدا کی راہ میں جو کچھ تکلیف ہوئی۔ تو ہمت نہیں ہارے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے۔

ربیون سے مراد وہ مقدس گروہ ہے۔ جن کے نفوس میں کشف شعور سے جو روح الٰہی کا ترشح منکشف ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ نور الٰہی ہے بوجہ تحمل نور ان کی کثافت میں للٰہیت راسخ ہو چکی ہے اس لیے ان کی شجاعت قاہرہ اپنی شوکت فطری کے ساتھ تفریط غضب یعنی دہن اور ضعف اور استکانت سے بے عیب اور پاک ہو جاتی ہے۔ گویا وہ تعدیل غضب ہے جو نفس ناطقہ کی جملہ قویٰ کے اہتمام تعدیل میں بہ دلیل دفع موانع اطمینان اساسی اور روح رواں ہے۔ اور نفس فرد اور نفس جماعت کی اساسی

تیسری نسبت کی دلیل سے ان کے جادۂ تمکین عدل سے بلا ضعف ووہن دفع موانع کا مقدس فرض انجام دیتی ہے۔ بجائیکہ تمکین عدل صرف مضمون نبوت یعنی کتاب استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ کتاب قائم بالقسط عزوجل کا ترشح عدل ہے۔ اور وہ عزوجل خالق نفوس وارواح ہے اور مرجع فطری ہے۔ اور اسی کا دست تصرف کشف وتحمل یا عدل نفس کو متحقق کرسکتا ہے اور اس کا محل نزول نبوت ہے۔ گویا کتاب میں استغراق معیت نبوت کے تحقق سے زمرۂ ربیّون میں شرف دخول کا موجب ہے اور ملت اسلامیہ میں اس کا اجرائے مسلسل فردیت نبوت مصطفویٰ پر ملت اسلامیہ کے ہر عہد کو جمع کرتا ہوا الیٰ یوم القیمۃ اسے گروہ ربیّون قرار دیتا ہے۔ پس وحدت مرجع فطری کی دلیل راسخ سے جو فردیت امارت یا فردیت نبوت کو مستلزم ہے۔ ایک تنہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت وعدالت وشجاعت وعفت یعنی شوکت عدل کی سطوت قاہرہ نے تمام عرب کو بالفعل احاطہ فرمایا۔ اور ملت اسلامیہ میں اس کا اجرائے مسلسل جہانگیر توسیع ملی پر شہادت ہے۔ اور روزگار آخرین میں جملہ مقتضیات دہر اور ان کے ایفا کے تحقق سے تکمیل دستور کی شہادت کے ساتھ فردیت نبوت مصطفویٰ پر حجت قاطع ہے۔

گویا عہد مقدس مصطفویٰ میں سب سے پہلے صرف اس اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس مبارک کشف وتحمل یعنی تعدیل سے قوت فعالیہ کے ساتھ مزکی ومعلم کتاب وحکمت تھا۔ اور کسی قسم کی عنصری مؤثرات اس کی لطافت منکشفہ اور کثافت متحملہ پر اثر انداز نہ تھیں۔ اور اسوقت تمام عالم ان کثیف احساسات کے تاثرات سے مملو تھا۔ چنانچہ اسی دلیل سے اس فعال فرد کی نورانی عظمت غالبہ تمام عرب کو اپنے پرخروش متموج کی شوکت قاہرہ میں بہا کرلے گئی۔ اور اس دریائے نور کے تسلسل جاریہ کی دلیل ساریہ سے جو ارواح ملت کثیران مشترک کے ساتھ فطرت وحدت واتحاد ہے۔ مقصد بعثت کی الیٰ یوم القیمۃ ایفا فرمائی۔ جس میں حق وحدت اجتماع اور لزوم اسباب کی دلیل سے حدید ذو باس شدید اس کی شجاعت قویہ کے ساتھ دفع موانع میں متحد ہے۔

چونکہ تدریج فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔ اس لئے تدریجی حیثیت کے ساتھ عہد مصطفویٰ میں فعال تصرف مصطفویٰ سے انفرادی واجتماعی حیثیت کے ساتھ قبول اسلام تشکیل ملی پر منتیجہ پذیر ہوا اور تمکین استخلاف فی الارض پر قبائل عرب بالعموم قبول عدل کی طرف بڑھے۔ مگر ہوازن وثقیف چونکہ ریاست ودولت میں نہایت ممتاز تھے۔ اس لئے وہ اسلامی اقتدار کی مخالفت کے لئے پوری تیاری کے ساتھ اٹھے۔ گو فتح مکہ سے پہلے ہی وہ سرگرم عمل تھے۔ اور اس کے بعد تو ان کو یقین ہوگیا۔ کہ اگر

جلد تدارک نہ کیا گیا تو اسلام کا مقابلہ ناممکن ہو جائے گا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے وقت ان کو اطلاع پہنچی۔ کہ آپ کے حملہ کا رخ انہی کی طرف ہے۔ پس ان کی تاب انتظار ختم ہوگئی۔ اور بڑے زور و شور سے حملہ کے لئے بڑھے۔

عام طور پر قبائل عرب کا قبول اسلام اس حقیقت پر شہادت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال اور فطرت نفاذ پر انفرادی اور جماعتی فرط ابتدائے دعوت سے تمکین استخلاف فی الارض تک کسی مرحلہ پر ہرگز موثر نہ ہو سکا۔ بلکہ آپ کی متصرف اور فعال شوکت قاہرہ نے جذب افراد کے ساتھ قبائل مفرطہ کی جماعتی حیثیت کو اپنے تصرفِ عدل سے احاطہ فرمایا۔ اور یہ آپ کی عادل اور فعال قوتِ تزکیہ و تعلیم پر عرب کی انفرادی اور جماعتی شہادت کا اتحاد ہے۔ اور ان کا قبول عدل ان کی اس مفرط کیفیتِ نفس کی وضاحت کرتا ہے۔ جو موثر للعدل شوکت اسلامیہ کے غلبہ سے ضیقی تاثر میں مبتلا ہو کر ان کے لئے تجدید استعدادِ انفعال کا موجب ہوئی۔ کیونکہ تشخیص نفس اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ حیات عنصری جو محل شعور ہے۔ مستلزم اسباب عنصری ہے۔ اور اسباب عنصری کا اس کے گرد اجتماع جس قدر وسعت میں بڑھتا جاتا ہے۔ عنصریات میں شعوری تداول کی وسعت شعورِ لطیف کی حقیقت پر حجابی تاریکی کو شدید کرتی جاتی ہے۔ اور امتزاج لطافت و کثافت کی انفعالی استعداد جو اس فطرت نفس کا خاصہ ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ عنصری اسباب کی حیثیتِ وسعت کے قبول سے جس حد تک مملو ہو جاتی ہے۔ حقیقت علوی کے نورانی انکشاف یا دعوتِ حق کے لئے جو تکمیل عدل ہے۔ اس حد تک کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس نکتۂ تنصیف اوزان ترکیبیہ سے فرط ہے۔ جو اس کی اساس تخلیق ہے۔ اور اساس عدل ہے۔ اور اسی لئے وہ تکمیل عدل کے قبول کے لئے انفعالی استعداد سے مایہ دار ہے۔ ثقیف و ہوازن کی اسلام کے مقابلہ کے لئے سرگرمی اور مخالفت میں شدت اسی حقیقت کی آئینہ دار ہے۔

اور اسباب عنصری کے اجتماعِ وسیعہ کی شکست یا قلت اور ملت وسط و عدل کی کثرت اسباب یا غلبہ مفرط نفوس کی عنصریات سے ایک حد تک مملو استعداد میں اس دلیل سے انفعالی تجدید کا موجب ہوتی ہے کہ عنصریات میں شعوری تداول کی افراط سمٹ کر محدود ہو جاتی ہے۔ جو اس کی فطری استعداد قبول سے قریب ہے۔ اور اس کا سمٹنا ضیقی کیفیت ہے۔ جو اس کی فطرتِ مفرط کا نزلہ سے شکست اسباب کے ساتھ رجع القہقری ہے۔ اور وہ موثر للعدل نفس فعال کے تصرف و نفوذ کے لئے محل منفعلہ ہے۔ عام طور پر قبائل عرب کا قبول اسلام اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ اور ثقیف و ہوازن کا شدائد حرب کے بعد انجام کار قبول اسلام انہی نفسیاتی کوائف پر شاہد ہے۔

اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے نفوس افراد و نفس جماعت ان کیفیات میں متحد الحقیقت ہیں۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ بعض ایسے نفوس جن کی اہتمام نور یا کثیف شعور کے لئے انفعالی استعداد کثیف ارضیات میں شعوری تداول کے انہماک یک گونہ سے مسخ ہو جاتی ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی دعوت حق کو جو کثیف شعور سے کثافت کو منوز کر دیتی ہے۔ ہرگز قبول نہیں کرتے اور وہ نفوس جو عنصری مؤثرات کے ہوتے ہوئے کثافت و لطافت میں شعوری تداول کی سمت کو ایک حد تک قائم رکھتے ہیں۔ جس میں درجات ہیں۔ ان کی انفعالی استعداد عنصری اسباب کی وسعت کے باوجود یا شکست اسباب کے ساتھ ساتھ حق کو قبول کرتی ہے۔ چنانچہ نفس جماعت کے تدریجی مراحل قبول اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

الحاصل اسی اصول کے تقاضا سے کہ اسباب عنصری کی وسعت انفعالی استعداد کو کلیتہً یا ایک حد تک معلوم کرتی ہوئی جادۂ قبول عدل میں حائل ہو جاتی ہے۔ انبیاؑ و مرسلین کی سب سے پہلے مخالفت اس قوم کے سرداروں نے کی جس کی طرف وہ مبعوث ہوئے۔ اور اسی اصول کے تقاضا سے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے بعثت میں جو لوگ اس صلی اللہ علیہ وسلم کی داعی الی العدل قوتِ فعالیہ سے معرکہ آرا ہوئے وہ بالعموم صاحب مناصب عالیہ اور صاحب اسباب کثیرہ تھے۔ یہ انفرادی حیثیت کے ساتھ ان کی مخالفت تھی۔ پس جب تاسیسی اور توسیعی اور تشدیدی منازل طے کرتے ہوئے جس نے ان کی جماعتی حیثیت عداوت کو متحقق کیا۔ اس صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فدائیہ اور دافعِ موانع شوکت قاہرہ نے استخلاف فی الارض کو سطح ارض پر متمکن فرمایا۔ تو حالات کے تدریجی ارتقا کا یہ تقاضا تھا۔ کہ دورِ متوسطہ اس اول المسلمین یعنی ملت اسلامیہ کے سب سے پہلے نفس فعال کیساتھ معرکہ آرا ہوتے جو اسباب عنصری کی وسعت حصول سے اس وقت مایہ دار تھے۔ گویا ہوازن و ثقیف کی معرکہ آرائی ہیبت استخلاف کے تقاضا سے تھی، پس ان کی تسخیر ہیبت استخلاف کی تمکین محققہ ہے۔

علیٰ ہذا اصول تدریج جو تمام کائنات انسانی میں فطرت تخلیق ہے۔ فیصل الحق ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کی کلیتہً جہانگیر توسیع کا تحقق اس کے دورِ آخرین میں ہو بجائیکہ اس کا استحقاق تسلسل کتاب و میزان کی دلیل سے ہر عہد میں قائم ہے۔ جو قبضۂ شمشیر کے حق وراثت پر شاہد ناطق ہے۔ اور اس کے دور آخرین جو تمام عالم کا عہد آخرین ہے۔ قرن اولیٰ کی نسبت بڑھی ہوئی اس کی کثرت عددی سے جسے استخلاف فی الارض اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال کے ساتھ اپنے عہد میں متحد قرار

دیتا ہے۔ اور وہ اس کی تعمیر نو ہے۔ ذول مفرطہ کے مقابلہ کی شدت وسیعہ تقاضائے تدریج ارتقاء ہے۔ اور ہیبت استخلاف کی تمکین واسعہ وشدیدہ کو مستلزم[1] ہے۔

جب ایک جماعت اپنے حریف کے خلاف جنگی تیاریوں میں سرگرم ہو جاتی ہے۔ تو چونکہ خیال وعمل اس کثافت ولطافت ممزجہ کے ترشحات یا اثمار ہیں۔ جو تمام بنی نوع انسانی میں سیران جنسی کیساتھ مشترک ہے۔ اس لئے وہ اپنی سرگرمی کے تاثرات کو سیران موثر کی دلیل سے حریف مخالف کی جدوجہد کیساتھ مشترک پاتی ہے۔ پس واقعات کے علاوہ یہ اثر انگیزی ایسی خبروں پر بھی منتج ہو سکتی ہے۔ جو تاثرات اور توقعات کے مطابق ہوں۔ اس لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حملہ کی غلط خبر ثقیف کے سرگرم جماعتی حالات کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ وہ خیالی وعملی جدوجہد اور ان سے مرتبہ اخباری نتائج کے ساتھ جو اور اکی وتحریکی جدوجہد پر خارجی موثر کی حیثیت سے اثر انداز ہوتی ہوتی۔ اس کی جارحانہ ارتقائی صورت کا موجب ہوتی ہے۔ ملت اسلامیہ کی طرف بڑھے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ ابن ابی جدرد کو بھیجا وہ جاسوس بن کر حنین میں آئے اور کئی دن تک فوج میں رہ کر تمام حالات کی تحقیق کی۔

صحت نظم صحتِ خبر کو مستلزم ہے۔ اور صحت نظم لوازم معیار کارزار کے تقاضاؤں کی ایفائے اعتدال تہیائے اسباب جہاد ہے۔ جو فرط پر فطرت نفس اور فطرت[2] کائنات کے تطابق کی دلیل سے غلبہ وقہر حاصل کرتا ہے اور صحتِ خبر وثاق وتفصیل کو مستلزم ہے۔ جو معتمد شخصیت کی خبر رسانی وجاسوسی سے تحقق پاتی ہے۔

حالات معلوم ہونے پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کے لئے تیاری فرمائی۔ رسد اور سامان جنگ کے لئے عبد اللہ ابن ربیعہ سے تیس ہزار درہم اور صفوان ابن امیہ سے سو زرہیں اور انکے لوازم طوعاً قرض لئے اور بعض[3] طلقا بھی شریک جنگ کئے گئے۔

یہ اس مصلحت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اقوام مفتوحہ کی اسباب یا افراد کے لحاظ سے جنگ میں طوعاً شرکت، حربی محور کے گرد ملت اسلامیہ کے ساتھ مفتوحین کے انکار واعمال کو متحقق کرتی ہے۔ جو ملک

---

[1] عنوان استخلاف فی الارض مطالعہ فرمائیں ۱۲ [2] کیونکہ فطرت نفس اساس عدل پر استوار ہے۔ اور تمام کائنات اس کے لئے مسخر ہے۔ اور اس کا ماحول ہے ۱۲ [3] طلقا سے مراد وہ تمام لوگ ہیں۔ جو فتح مکہ پر معاف کر دیئے گئے۔ اور ابھی وہ غیر مسلم تھے ۱۲

کے داخلی صحتِ نظم دنیسط میں وجہ تمکین ہے۔ کہ وہ اساس تمکین عسکر ہے۔ بحالیکہ اسلام جب مفتوح اقوام کی تسخیر کے تحقق پر اُن کے مال و جان و آبرو کا محافظ قرار پاتا ہے۔ تو وسعتِ فرض اُن ذرائع کے شمول کو آئینِ عدل کی رو سے لازم قرار دیتی ہے۔ جو وجہ وسعت فرض یعنی اقوام مفتوحہ کیساتھ وابستہ ہیں۔ بحالیکہ ملت کا نفس فعّال و نفاذ اپنے عادل نفوذ یعنی عدل و احسان کے ساتھ اُن کے افکار و اعمال کو محورِ امارات کے لئے ان کی طوعی رغبت کے ساتھ ممد اور ہو۔ جو اصول صحت تداد رہے۔ مگر اس میں انفرادی استعانت جماعتی استعانت اور معاہدات تسخیریہ سے الگ مشخص اور مخصوص حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ فرض کی صورت میں انفرادی مدد اسی حقیقت کی آئینہ دار ہے۔

پس شوال ۸ھ کو بارہ ہزار اسلامی فوجیں جن میں دو ہزار طلقا بھی تھے۔ اس سرو سامان سے بڑھیں کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔ کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ پس دہلۂ اوّل میں ہی اسلامی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹ گئیں۔

افراد سے عسکر مرتب ہوتا ہے۔ اور ہر نفس فرد کا اعتدال کامل دستور عدل میں استغراقی جدوجہد کی دلیل سے مستلزم انفاس و ساعات و شہور و عوام ہے۔ جو سلوک جادۂ عدل میں کو آلف نفوس افراد کے لئے تحقق درجات و مراحل کا موجب ہیں۔ اور فرد ہر حیثیت کے ساتھ اساس عسکر ہے۔ اس لئے عنصری کثرت یا قلت اسباب کے موثرات کو آلف نفوس کی مطابقت کے ساتھ اُن پر موثر یا غیر موثر یا کسی ایک حد تک موثر قرار پاتے ہیں۔ اس لئے کسی مرحلہ پر نفوس کا صحتِ وزن سے ایک جانب جھکاؤ واقعہ ہو سکتا ہے۔ جو استقامت قسطاس یا شجاعت کے منافی ہے۔ جس سے وحدتِ ملی کے میزانِ مشترک کی دلیل سے ایک ناسازگار اجتماعی نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

گویا ایسی کیفیت کا میزان اس نصرت کے لئے مانعی حیثیت رکھتا ہے۔ جو اعتدالی نسبت کی دلیل کے ساتھ ملت وسط و عدل پر قائم بالقسط عزوجل کی طرف سے معین و ناصر ہو کر نزول فرماتی ہے۔ اور ثبات و استقامت متعذر ہو جاتا ہے۔ جو خاصہ استقامت اور اعتدال نفس یا شجاعت ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل حکم دیتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً	اے مومنین جب تم (دشمن) جماعت سے ملو
فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ	تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کا ذکر کرو کثیر ممکن ہے
تُفْلِحُوْنَ ۚ (انفال)	(امید کرتے ہوئے) کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

یعنی قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزوجل کے ترشح ذاتی (اسم ذات اللہ) میں استغراقی دلیل عدل سے

نفوس میں استقامت وثبات کو متحقق کرتا ہے۔ اور مستر رکھتا ہے۔ اور اعتدال جلنیت کی دلیل سے قائم بالقسط عزوجل کی نصرت کو مستلزم ہے۔ اور جملہ افراد عسکر کو عدل میں استغراق مشترک کی دلیل راسخ سے اُن کے باہم تفاوتِ مراحل تدریجیہ کے باوجود استقامت ساریہ سے اجتماعی تمکین واستقلال عطا کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس وقت استقلال کامل اور ثبات راسخ کے ساتھ اپنے مقام پر جلوہ فرما تھے۔ دائیں اور بائیں سے پکارا یا معشر الانصار۔ (اے گروہ انصار)
اور حضرت عباس کو حکم دیا۔ کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز دی

یا معشر الانصار (اے گروہ انصار)۔ یا اصحاب الشجرۃ (اے اصحاب شجرہ یعنی اصحاب بیعت الرضوان)
پس دفعتہً تمام فوج پلٹ پڑی۔ اور جنگ کا رنگ بدل گیا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ کافی تعداد میں قتل ہوئے ہزاروں کی تعداد میں قید ہو گئے۔ اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا۔

عنصری مؤثرات کی اثر انگیزی پر صرف ملت کا نفس فعال ہی اس عادل حیثیت فعالیہ کی دلیل سے تصرف نافذہ کے ذریعہ فسلہاہائے موازین میں استقامت کو متحقق کر سکتا ہے۔ جو کسی خارجی عنصری موثر سے شہادت فطری کے ساتھ ہرگز متاثر نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ ثبات کیفیت فکر وعمل ہے۔ اس لئے فیصلہ فکر و عمل کیا تھا دستور عدل میں استغراق (اسلام) اور تمکین عدل کے لئے فکر وعمل کی تخصیص (جہاد) کے عہد کی جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کے تقاضا کی ایفا ہے۔ مجاہدین کے اذکار میں تجدید مقصود فکر وعمل (اسلام اور جہاد) کے لئے تجدید فکر وعمل کو متحقق کر دیتی ہے جو نفس فعال کے تصرف کو مستلزم ہے جس کی شرح متشکل اسکا حسنہ ہے جو مظہر شجاعت ہے اور اس کا خطاب فعالیہ ہے۔

چنانچہ اول المسلمین شجاع فعال صلی اللہ علیہ وسلم کی ثبات راسخ کے ساتھ صدائے یا معشر الانصار اور آپ کے حکم فعال سے حضرت عباس کا نعرہ یا معشر الانصار اور یا اصحاب الشجرہ نفس عسکر میں حیثیت عہد عدل کی تجدید تھی۔ جس نے اس کے افکار واعمال میں ایفائے تقاضائے فطری یعنی اسلام کو جو مستلزم ذکر ہے۔ اور قوت جہاد کو جو دافع موانع ہے تمکین وثبات بخشا۔ اور نفس عسکر میں عدل کے سریان مشترک کی دلیل سے قائم بالقسط عزوجل کی نصرت نے نزول فرماتے ہوئے استخلاف فی الارض کی ہیبت قاہرہ کو دول مفرطہ کی تقصیر سے سطح ارض پر متمکن فرمایا۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا	پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمائی۔ اور ایسی فوجیں بھیجیں۔

وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ‎ جو تم نے نہیں دیکھیں ۔ اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کافروں کی یہی سزا ہے (ترجمہ)

یعنی ملت اسلامیہ اور اس کا نفس فعال صلی اللہ علیہ وسلم دلیل عدل سے نصرت اعتدالیہ کے نزول کا محل ہے ۔ اور قائم بالقسط عزوجل کے ساتھ اس کی اعتدالی جنسیت وجہ سکینہ ہے ۔ اور کفر کی جزائے فرط اس کی تصغیر ہے ۔ جو ہیبت اسلامیہ کی تمکین قاہرہ ہے ۔

یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے ۔ کہ مفرط جماعت کا امیر صرف عنصریات میں شعوری تداول کی وسعت کے ساتھ نفس جماعت پر مسلط ہو جاتا ہے ۔ پس اس کی آمری حیثیت کو عنصریات میں تداول وسعت کی دلیل سے مفرط جماعت کے افکار واعمال پر کہ انہیں صرف عنصریات میں تداول کیا خصوصیت ہے ۔ حیثیت نفاذہ کے ساتھ محض ایک گونہ تشبہ حاصل ہوتا ہے ۔

شکست خوردہ فوج کا کچھ حصہ اوطاس میں جمع ہوا ۔ اور کچھ حصہ نے طائف میں جا کر پناہ لی اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اول الذکر کا استیصال کر دیا گیا ۔ اور طائف کو محصور کر لیا گیا ۔ بیس دن تک محاصرہ جاری رہا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن نوفل سے مشورہ طلب کیا ۔ انہوں نے کہا ۔ کہ لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے ۔ اگر کوشش جاری رہی ۔ تو پکڑ لی جائیگی اور اگر چھوڑ دی جائے ۔ تو بھی کچھ اندیشہ نہیں ۔ خیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ۔ کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے اسی اثنا میں ایک معزز سفارت کی درخواست پر اسیران جنگ[1] کو رہا کر دیا گیا ۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ثقیف نے وفد بھیجا اور اسلام قبول کر لیا ۔

مفرط نفس عسکری کا یہ خاصہ ہے ۔ کہ ہزیمت پر اس کے ادراک وتحریک میں گو ایک گونہ تعطل واقع ہو جاتا ہے ۔ مگر اس شکست کی تکلیف خارجی مؤثر کی حیثیت سے اس کی عنصری کیفیت (نفس) اور اس کے شعور مزجیہ پر اثر کرتی ہے ۔ (جس کا حیطہ تداول عنصریات ہیں) پس اگر اسے کسی قدر عنصری اسباب جمعیت حاصل ہوں ۔ تو وہ اپنے تاثرات جدیدہ کے ساتھ پھر بڑھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ اس لئے اس کی جمعیت جدیدہ کو استیصال اور محاصرہ کے ساتھ کچل دینا اس کے کیف تعطل میں قرار مزید کا موجب ہوتا ہے جو تعطل فرط کی دلیل سے قبول عدل کے لئے اس انفعالی استعداد کا فتح باب ہے ۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے ۔ (اور وہ اساس عدل پر اس کی تخلیق ہے ۔) بجائیکہ عادل مؤثرات کا تصرف جاری ہو ۔ اور تعطل فرط کا تحقق یقینی اور غیر مشتبہ ہو ۔

محاصرہ چھوڑ کر آپ جعرانہ تشریف لائے ۔ جہاں مال غنیمت محفوظ کیا گیا تھا ۔ حسب قاعدہ چار حصے فوج میں تقسیم کر دیئے گئے ۔ اور خمس بیت المال اور غربا کے لئے رکھا گیا ۔ مذبذب الاعتقاد نو مسلم رؤسا

[1] عنوان اسیران جنگ مطالعہ فرمائیں ۔

مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بافراط انعامات دیئے۔ انصار کو اس پر اعتراض ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چرمی خیمہ میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور استفسار حال کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ خطاب فرمایا۔

"کیا یہ سچ نہیں کہ پہلے تم گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت کی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا تم مفلس تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولت مند کیا"

آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔ اور ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے۔ کہ خدا اور رسول کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔

آپ نے فرمایا تم یہ جواب دو۔ کہ

"اے محمدؐ تجھ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا۔ تو ہم نے پناہ دی۔ تو مفلس آیا تھا ہم نے ہر طرح کی مدد کی" یہ کہہ کر آپ نے فرمایا۔ کہ تم یہ جواب دیتے جاؤ۔ اور میں یہ کہتا جاؤنگا۔ کہ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں۔ کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں۔ اور تم محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر آؤ۔

انصار بے اختیار چیخ اُٹھے۔ کہ ہم کو صرف محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) درکار ہے۔ اکثروں کا یہ حال ہوا۔ کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں۔ آپ نے انصار کو سمجھایا۔ کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں۔ میں نے اُن کو جو کچھ دیا ہے۔ حق (استحقاق) کی بنا پر نہیں۔ بلکہ تالیف قلب کے لئے دیا ہے۔

قبول عدل کے لئے عادل مؤثرات کے ساتھ فتح باب جو نفس فعال کا فطری تقاضا ہے۔ بنی نوع پر احسان عظیم ہے۔ جو این استخلاف فی الارض ملت اسلامیہ میں دخول کے ساتھ نجات سرمدی سے تشریف کا ذریعہ ہے۔ مگر چونکہ افتتاح قبول کو بالعموم ظنی حیثیت حاصل ہوتی ہے اس لئے اسکی فکر صحیحہ کی حیثیت سے تمکین عادل مؤثرات کے تصرفات پیہم کا تقاضا کرتی ہے۔ تاکہ عنصری کوائف سے اس کا مترتبہ شعور عادل مؤثرات کی منافی شوکت کے ساتھ قبول اسباب کے ذریعہ اثر پذیر ہوکر استمرار کیفیت انفعالیہ کے تحقق سے فکر عادل کی صحت کو متمکن کردے۔ اور وہ فکر عادل اعمال پر قدرت کی دلیل سے متحدہ ادراکی و تحریکی جدوجہد کا موجب ہو۔ جس سے نفس ناطقہ میں حقیقت عدل یا شہود یعنی کشف و تحمل کی تمکین متحقق ہوتی ہے۔ جو ایلائے تقاضائے فطرت نفس ہے۔

پس تغیر الدول کے ساتھ عطایا عادل مؤثرات ہیں۔ جو بنی نوع پہ نفاذ احسان حقیقی کے

اسباب ووسائل ہیں۔ اور حامل کشف وتحمل جائز واحد ملت وسط کی محیطہ عالم توسیع کے لیئے جدوجہد ہے۔ جو کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔

نبی نوع انسان میں ترکیب کثافت مستلزم حوائج حیات عنصری ہے۔ یہ احتیاج کثافتی اصل کے بیران کی دلیل سے اسباب متعلقہ میں فکر وشعور سے ممزوج عنصری رجوع کو فطرت نفس قرار دیتی ہے۔ یہ اصول ہے جو اپنی اس حد تک بنی نوع میں مشترک ہے۔ اور اسی وجہ سے انصار کے اعتراض کا موجب ہوا۔

چنانچہ ملت کے نفس فعال صلی اللہ علیہ وسلم نے تصرف خطابیہ سے محور امارت کے گرد شعوری نداور کی صحت کو متحقق فرمایا۔ جو بدلیل امتزاج کثافت تداور اعمال میں تمکین صحت کو مستلزم ہے۔ اور یہ تحقق صحت تصرف فعالیہ اور استعداد منفعلہ کے حقائق منورہ پر برہان ساطع ہے۔ اور رجحان کثافت یا فرط سے بلند شوکت عدل نفوس کی وضاحت ہے۔

حق عدل ہے۔ کیونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ پس اس میں انفعالی استعداد اُن حقائق کی توضیح سے جو حیثیت فعالیہ اور حیثیت منفعلہ کو اپنے کو آلف کے ساتھ منکشف کردیں۔ خطابی تصرف فعالیہ کے ذریعہ قبول حق کے لیے مستعد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا خطبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انداز خطاب اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔

نیز اس میں وحدت ملی کے اس بیران مشترک کا تحقق ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال اور انصار (اور تمام قائم بالقسط اسلامیہ) کے نفوس منفعل میں متحد اًجاری وساری ہے۔

اور تا ابد معیت نبوت کا تحقق ہے۔ جو مدعائے آیات ذیل ہے۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۔ (زخرف)	آج سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائینگے لیکن متقین ۔
وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا (النساء)	اور یہ (انبیا صدیقین ۔ شہدا ۔ صالحین) بہترین ساتھی ہیں ۔

اور سطح ارض پر معنویت عہد معیت ورفاقت (بیعت) کی شرح متشکل ہے۔ اور ان مقدس ترشحات کی وضاحت ہے۔ جو ہجرت سے قبل ابوالھیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے استفسار کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرماتے تھے۔

ابوالھیثم:۔ یا رسول اللہ یہود سے ہمارے تعلقات ہیں۔ بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائینگے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے۔ تو آپ ہم کو چھوڑ کر وطن

؎ کیونکہ قائم بالقسط ملت اسلامیہ اسی انفعالی تعلق کے ذریعے حضور کے نفس فعال سے وابستہ ہے۔

چلے جائیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ (مسکرا کر) نہیں تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے ہو۔ اور میں تمہارا ہوں۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس سیران مشترک کی حقیقت ساریہ کو ارواح علوی و بخاری کے ترشحات و اثمار کا فیصلہ متحقق کرتا ہے۔ اور اس کی پائندگی پر روح علوی و بخاری کا امتزاج اس دلیل سے شاہد ہے کہ روح الٰہی کو فنا نہیں ہو سکتی۔ اور روح بخاری اس کا محل ہے اس لئے حال و محل دونوں کا بقا لازم و ملزوم ہے لہٰذا ارواح کا سیران مشترک تا ابد پائندہ ہے۔ اور ملت اسلامیہ میں اس تعلق کا اجرائے مسلسل الیٰ یوم القیامۃ نبوت کے ساتھ ابدی معیت و رفاقت کے تحقق کا اہتمام متواتر ہے۔

الحاصل غزوہ حنین تمام غیر اسلامی عالم انسانی کے فرط اور ملت اسلامیہ کے نفس فعال صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت فعالیہ (جو بدلیل تصرف اجرائے تواتر اور سیران مشترک سے تمام ملت کی فعال اور انفعالی حیثیت جاریہ کو متحقق کرتی ہے۔ اور وہ اس میں الیٰ یوم القیامۃ معیت نبوت کا استمرار ہے) اور ہیبت استخلاف فی الارض کی تمکین قاہرہ کی شرح متشکل ہے۔

غزوۂ تبوک

تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ..... (انفال)

اجرائے ہیبت

اوّل[1] المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ[2] فی الارض کے نفس فعال سے ذریعہ امت وسط میں کشف

---

[1] عنوان تعلم اور تزکیہ مطالعہ فرمائیں ۲ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (زمر رکوع ۲) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ...... الخ (نور)

ارواحِ الٰہی اور ان کے تحمل کا تواتر مسلسل اس حقیقت پر شاہد پائندہ ہے۔ کہ کمالاتِ مصطفویؐ جو استعداد فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے ہر عہد میں مسلسل الیٰ یوم القیٰمۃ جاری و ساری ہے۔ پس فردیت نبوت مصطفویؐ اور خلافت[1] اوّل المسلمین کے ذریعہ دستورِ مکمل کی تمکین کے ساتھ اتمام حجت جو قیامت تک کافۃ الناس کے لئے تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاست مدن کی وضاحت کاملہ ہے۔ اور جائز واحد اجتماع یعنی ملت وسط میں تمام عالم کی وسعت کو احاطہ کا استحقاق جاریہ ہے۔ نفس زمانہ کے انحطاطی کوائف کی دلیل سے انحطاطی دور کے انجام میں مستخلف عز وجل کی جانب استخلاف فی الارض کی تمکین کا متقاضی ہے۔ جو دورِ انحطاط کو ختم کر دیتا ہے۔

اور اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ علیہؐ کی وراثت کاملہ کی دلیل سے اپنے عہد میں ملت کی تاسیسی اور توسیعی اور تشدیدی منازل میں جادۂ مصطفویؐ کی تبعیت کے ساتھ لزوم رکھتا ہے۔ اور فعالی و انفعالی تسلسل کی حجت روشن سے اس کا اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال سے اتحاد اس کے عہد کو عہد مصطفویؐ قرار دیتا ہے۔ اور اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقصود ہے۔ (جو انجام کار بالتدریج دور آخر میں محیط عالم توسیع ملی کی تکمیل ہے۔

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدًا (بخاری مسلم) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی۔

پس دورِ استخلاف میں تاسیس ملی کے بعد توسیعی اور تشدیدی منازل ارتقائیہ سے جب ہیبت عدل سطح ارض پر متمکن ہو جاتی ہے۔ تو خارجی حالات کی تدریجی رفتار جو ملت کا ماحول ہے۔ اس ہیبت متمکنہ کے لئے اجرائے قاہرہ کی متقاضی ہے۔ جو بین الدول مفرط شورشوں کو ملت اسلامیہ کی شمشیر قاہرہ کی سطوت شدیدہ سے دبا سکتی ہو۔ اور اسی دلیل سے وہ شوکت استخلاف کی ہیبت متمکنہ کا محیط عالم غلبہ قاہرہ ہے۔ اور وہ بتقاضائے اندیشہ تمام استطاعی سامان حرب کے ساتھ عسکر جرار کا جہاد کے لئے استقلال اجتماع اور اس کا خروج ہے۔ جو تمام مفرط قوتوں کے ادراک و تحریک کی شورش انگیزیوں کو معطل کر دے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ (انفال)

اور ان کے لئے تم سے جو ہو سکے زور و قوت سے اور گھوڑے باندھنا تیار رکھو۔ کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور دوسروں کو جنہیں تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے۔ مرعوب کرو

[1] لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ ... الخ (نور) [2] عنوان ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں [3] [illegible]

چنانچہ اول المسلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے متوقع اندیشہ کی بنا پر جو غزوۂ موتہ سے اور ملت کے ارتقائی حالات کی وجہ سے پیدا ہو چکا تھا۔ مدافعانہ خروج کے لئے لشکر جرار کی تیاری کا حکم دیا۔ اور تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی مدد طلب فرمائی۔ حضرت عثمانؓ اور صاحب استطاعت صحابہ نے گراں قدر ہدایا اور رقوم پیش کیں۔ الحاصل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار لشکر جرار کے ساتھ جس میں دس ہزار گھوڑے تھے رجب ۹ھ ہجری مدینہ منورہ سے نکلے۔ اور شام کا رخ فرمایا۔

فرد اساس ملت ہے۔ اور قبائل یا دول جو ایک مرکز وحدت کے تحت اجتماع پاتے ہیں۔ جنگ کے لئے اُن کے افکار و اعمال کا اتحاد محوری تقاضائے نظم عسکر ہے۔ اور وہ اُن کے نفوس کی اور ان کی دوڑ دھوپ کی جدوجہد کے نتائج و ثمرات یعنی اسباب کی شمولیت سے کاملاً تحقق پاتا ہے۔ جو تقاضائے شعوری اور فطری لگاؤ کے ساتھ محور جنگ کے گرد جملہ دول کے افکار و اعمال کی صحت تدارک کی موجب ہے۔ اور ان ارتقائی خارجی حالات کی مطابقت ہے۔ جو مقاتلہ میں وسعت جہد اور وسعت اجتماع اسباب کے متقاضی ہیں۔ اور نفس ناطقہ اور نفس ملت وسط کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ کیونکہ سطح ارض پر تمکین عدل ہے۔ اور نفس ناطقہ اساس عدل پر استوار ہے۔ اور تکمیل عدل چاہتا ہے۔ اور اسی دلیل سے ایثار نفوس و اسباب نفوس عادل کا ترشح فطری ہے۔ نیز یہ اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ کہ ان دنوں عرب میں گو قحط اور گرانی شدید تھی۔ مگر اس عادل اجتماع پر وہ کچھ اثر نہ کر سکی۔ کیونکہ نفس ناطقہ میں روح الٰہی کا کشف جو قوت فعالیہ کا تحقق ہے اور کثافت نفس اس کی متحمل ہوتی ہے۔ ان تمام موانع پر اپنی شوکت فطرت سے غالب آجاتا ہے۔ جو جادہ پیمائی للّٰہیت میں حائل ہوں۔ جو فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت سے تکمیل نفس فرد کے ساتھ تکمیل نفس ملت ہے۔ کیونکہ وہ اجزائے نفس کے حقائق کی فطرت نفس میں تمکین ہے۔ جو اس کا عدل ہے۔ اور اس کی فطرت قرار پاتا ہے۔

پس عادل فطری تقاضاؤں کی ایفا میں وہ موانع کو گوارا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بہت سے مسلمان جو اس بنا پر شریک سفر نہ ہو سکے۔ کہ اسباب جہاد ان کے لئے مہیا نہ تھے ان کو سخت رنج ہوا۔ اور بہت درد سے روتے۔

نفس ناطقہ میں روح الٰہی کا کشف و تحمل کشف چونکہ اسی دلیل کشف سے تمکین للّٰہیت یا عدل ہے اس لئے اللہ عزوجل کے راستہ میں جدوجہد نفس منکشف و متحمل کا فطری تقاضا قرار پاتی ہے۔ اور فطری تقاضا کی ایفا پر قدرت نہ پا سکنا۔ اس کی فطرت نفس کے اجزائے ترکیبیہ کی کیفیات پر اثر انداز ہوتا ہے اور چونکہ روح بخاری روح الٰہی کا محمل ہے۔ اور روح بخاری کو اجزائے جسم میں بطور نتیجہ ترکیب عناصر

یہ ان مدار یہ حاصل ہے جسے حیات جسمی کہنا چاہیئے۔ اور وہ اسباب عنصری کے ساتھ لزوم رکھتی ہے۔
یئے ہلیت کے لئے جد وجہد اسباب عنصری کے حصول داجتماع کو مستلزم ہے۔ جو اجزائے جسم کی تحریکی جد وجہد کو محقق کرتا ہے۔ جو کشف و تحمل کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ بعض صحابہ کرام کا بے سر و سامانی کی وجہ سے درد و رنج اسی حقیقت علیہ کا مظہر ہے۔ اللہ عزو جل فرماتا ہے۔

......وَاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ — اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس غم
حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (توبہ) — سے کہ ان کے پاس خرچ نہیں ہے۔

پس فرمان ربانی وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ .... الخ فطرت نفس فرد اور فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے نفس ملت کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور چونکہ فطرت نفس انسانی اس وحدت اجتماع کے لئے فیصل بالحق ہے جو نفس ناطقہ کے عدل اساسی کی تکمیل ہے۔ اس لئے تعدیل نفس فرد و جماعت کے جادۂ جد وجہد کے لئے جو دفع موانع کو مستلزم ہے۔ تہیۂ قوت اور اجرائے ہیبت نوع انسانی پر آیۂ عدل[۲] و احسان کی ایفائے عادل ہے۔
نیز خطرہ کے تحقق پر جو حالات کے ارتقائی تقاضاؤں کا نتیجہ ہے۔ ہنگامی موانع موسمی شدت یا قحط وغیرہ کی وجہ سے تہیائے قوت اور مدافعت کے لئے خروج میں تاخیر یا التوا نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دشمن ایسے حالات کو مدعائے حملہ کے ساتھ حالات زمانہ کی مطابقت سمجھتا ہے۔
اور دشمن کو اپنے ملک کی حدود سے باہر روک دینا چاہیئے۔ جو صرف مدافعانہ خروج سے ہی ممکن ہے۔ ورنہ نظام ملکی خلل پذیر ہو جاتا ہے۔ جو اساس نظام عسکر ہے۔ امکانی صورت میں دفاعی احتیاط تقاضائے حقیقت دفاع ہے۔ کیونکہ احتیاط جو اجرائے ہیبت ہے۔ دشمن کی ادراک و تحریک کو متاثر کر دیتی ہے۔ اور ترک احتیاط اس کے مفرط فکر و عمل میں شورِ فرط کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس کے ضیق و بطر کا تقاضا ہے جو فرط نفس کی خاصیتیں ہیں۔
رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے قیادت عسکری کا فرض بنفس نفیس انجام دیا۔ اور مرکز میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قائم مقام امیر کی حیثیت سے مقرر فرمایا۔ بین الدول اجرائے ہیبت کے لئے شوکت عسکری کو واحد امیر فعال کی قیادت کے ساتھ مخصوص ہونا چاہیئے کیونکہ اجرائے ہیبت مکمل عسکری طاقت کے اجتماع اور حرکت کو مستلزم ہے۔ اور عسکر مکمل خارجاً و داخلاً ملت کی دافع موانع قوت قاہرہ ہے۔

---

[۱] ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں [۲] اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل)

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ فوجی قیادت کا امیر فعال سے مخصوص ہونا ایک مستقل حیثیت ہے۔
اور اس کے لئے ترک مرکز یا اختیار مرکز ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔
جب ہیبت متمکن ہو جاتی ہے۔ اور وسائل ملک اجرائے ہیبت کے لئے خصوصیت پا لیتے ہیں۔
تو اس وقت امیر فعال مکمل عسکری طاقت کی حرکت کے لئے قیادت کا فرض انجام دیتے ہوئے اگر دارالسلطنت
یا مرکز ملکی کو چھوڑتا ہے۔ تو وہاں اس کا قائم مقام امیر صرف وہ ہونا چاہیئے جو اس کے اوصاف فعالیہ
یعنی کشف و تحمل سے مایہ دار ہو۔ کیونکہ وہ قائم مقام امارت اس ہیبت خلافت الہیہ کی نیابت ہے۔
جو ملت کے افکار و اعمال کا محور ہے۔ اور اس کی استقامت صحت تدارک کا موجب ہے۔ جو صحت
وزن ہے یا عدل نظام ملی ہے۔ تاکہ وہ امیر فعال کی غیر موجودگی میں عدل نفس کی دلیل سے ملت کی آبرو۔
جان و مال کا فطری رغبت کے ساتھ اسی کی مانند حافظ ہو۔ جو نفوس عادل یا ان کے ترشحات عدل کی
ہر گونہ حفاظت ہے اور تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں تمکین عدل ہے جو استحکام
تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ اور اس نظام عسکر کی اساس ہے۔ جو امیر فعال کی قیادت پر متحد ہے۔
اس سفر میں مستورات شریک سفر نہ کی گئیں۔
اجرائے ہیبت چونکہ تمکین ہیبت پر ختم فیصل ہے۔ گویا وہ عدل و فرط کے مابین آخری اور
فیصلہ کن کارزار ہے۔ اس لئے اس میدان جہاد میں مستورات کو ہمراہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ
آبروئے ملت ہیں اور حیات ملی اپنے کوائف و احساسات حیاتیہ کے ساتھ جان کی نسبت ان کی
حفاظت کو زیادہ اہم قرار دیتی ہے۔ کیونکہ وجود حیات وجہ احساس ہے۔ اور بقائے حیات استقلال
احساس ہے جو اس اہمیت فاضلہ کا موجب ہے۔ پس چونکہ وہ حامل کشف و تحمل ملت اسلامیہ کے
نسلی تسلسل کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے تقاضائے فطری کے ساتھ جو آبرو اور غیرت کی حقیقت ہے۔
ملت اسلامیہ ان کی حافظ ہے۔
راستہ میں قوم ثمود کے وہ مکانات سامنے آئے۔ جن پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ کوئی شخص وہاں نہ قیام کرے اور نہ پانی پیئے۔
یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ مقامات جو عذاب الٰہی کا جائے نزول تھے۔ جہنم کی مانند
سطح ارض پر غضب الٰہیہ کے مظاہر ہیں۔
پس وجوہات عذاب کو اس سطح ارض سے مٹا دینا چاہیئے۔ جو نوع انسانی کی کثافتی اصل ہے اور
اس کا جائے قرار ہے۔ اور نفس انسانی میں تحمل کشف اس کا فطری تقاضا ہے۔ جو خالق حقیقی کی عندیت

اور معیت یا اس کی رضا ہے۔ گویا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا کتاب و میزان اور دافع موانع شوکت شمشیر نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا کے ساتھ سطح ارض کی فطرت تخلیق کی تکمیل ہے۔

تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبوک پہنچ کر بیس روز قیام فرمایا۔ جو مدینہ منورہ اور دمشق کے وسط میں نصف راہ پر مدینہ منورہ سے چودہ منزل ہے۔ وہاں ایلہ کے سردار یوحنا نے حاضر خدمت ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ اور اردگرد کے عیسائی اسی حیثیت کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ فرمایا جہاں ایک عرب سردار اکیدر حکمران تھا۔ اور قیصر کے زیر اثر تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس کو گرفتار کر کے اس شرط پر رہا کر دیا۔ کہ وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ (چنانچہ وہ اپنے بھائی کی معیت میں مدینہ منورہ حاضر خدمت ہوا۔) مگر غستانیوں اور رومیوں سے مقابلہ کی نوبت نہ آئی۔

یہ ہیبت استخلاف کی شوکتِ اجرائیہ کا تحقق تھا۔ کہ فرط کو ہیبت عدل کے اثر سے مزاحمت کی جرأت نہ ہوئی۔ مدینہ منورہ سے نواحِ شام کی جانب یہ پُر شوکت سفر اس حقیقت علیہ کی طرف اشارہ ہے کہ اجرائے ہیبتِ استخلاف پر وہ مبارک سرزمین اپنی برکتِ[1] مخصوصہ کے ساتھ شاہد ہو۔

اس کے بعد اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ منورہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے۔ یہ اس شجاعت عظمیٰ کی وضاحت ہے کہ ملت اسلامیہ کا دست عسکری نشۂ شمشیر کے ساتھ دافع موانع حیثیت سے مفسد قرار پاتا ہے۔ جو عدل نفس فرد اور عدل نفس جماعت کا ترشح فطری ہے۔ اور تکمیل مضمون آیات ذیل سے ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۔ حج	جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمانوں سے) ان کو بھی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ انکی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔

قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ (بقرہ) خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو۔ جو تم سے لڑتے ہو۔

اور حاکم ایلہ اور سردار دومۃ الجندل اور دیگر نصرانی گردہوں سے متعلقہ کوائف اس حقیقت کیطرف مشیر ہیں۔ کہ وہ افراد اور قبائل یا دول جو اجتماع ملی کے تدریجی منازل ارتقائیہ میں کسی ایک منزل پر مانعی

---

[1] اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا۔ (و گردانیدیم میان سبا و میان آن دیہا. کہ بکرم خود برکت دادیم دراں از ولایت شام چون فلسطین و اردن واریحا و ایلیا ...... الخ سبا تفسیر حسینی.

حیثیت کے ساتھ ظاہر ہوں ۔ ان کی اس اندیشہ ناک حیثیت کا تعطل ہی ۔ یعنی ان کی تصغیر جادۂ عدل کو سفر کے لئے بے روک کر سکتی ہے ۔ اور امیر فعال سے ان کا اجتناب بھی ان کے اس پرخطر بانی النفوس پر شہادت ہے ۔ جس کا انجام ان کی مانعی حیثیت کا استقرار ہے ۔ اس لئے یہ ضروری تھا ۔ کہ جولانگاہ ہیبت کا ماحول حضور خدمت مصطفویؐ سے مشرف ہوتا جو آمر بالعدل عزوجل اور آمر بالعدل ملت اسلامیہ کے دشمنوں یعنی نفس فرط میں اجرائے شوکت ہیبت سے تمکین رہتے ہے ۔ جو فطرت انسانی کے عدل اساسی کی طرف اس کے لئے دعوت رجوع ہے ۔

پس ملت کا نفس فعال سطح ارض پر تمکین عدل کے لئے جو نوع انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے ۔ اور اس کے ہر گونہ امر بالعدل سے ہے ۔ اور اس کا تقاضائے فطری ہے ۔ جس پر اس کے نفس میں کشف روح الٰہی اور اس کا تحمل شاہد ہے ۔ کیونکہ اللہ عزوجل فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے افطرتاً اپنا عادل عمل انجام دیتا ہے ۔ اور موانع راہِ عدل مفرط قوتوں کو شمشیر قاہرہ کی معیت میں جسے نفس انسانی کے لئے تسخیر اسباب کی حقیقت شجاعت نفس فرد و جماعت کے ساتھ متحد قرار دیتی ہے جادۂ عدل سے اس وقت ہٹا دیتا ہے ۔ جب فرط کی مانعی حیثیت اس کے تاریک فکری و عملی شواہد کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہے ۔

الحاصل ملت اسلامیہ کے نفس فعال اول یعنی اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بالعدل اور ملت اسلامیہ میں اس کا تواتر (جو امر بالعدل الٰہی کی نفس انسانی میں جلوہ گری ہے ۔ اور تکمیل فطرت نفس ہے ۔ اور اس میں تمکین حکمت ہے ۔ جو نور کتاب ہے اور اسی دلیل سے تواتر استعداد قول فیصل ہے) دلیل تعدیل نفس سے تقاضائے نفس نوع انسانی منزل و مدن میں مایۂ تدبیر و سیاست ہے ۔ اور بدلیل تکمیل نفس اس میں تمکین میزان ہے ۔ اور استحقاق مسخرات نفس یعنی قبضۂ شمشیر ہے ۔ اور کائنات انسانی میں اس دلیل سے کہ عدل اساس نفس ہے اور اسی لئے عدل مسلمہ کائنات انسانی ہے ۔ وہ تحکیم بین الدول اور تصغیر الدول اور کائنات انسانی پر فضل کا استحقاق جائز و مخصوص ہے جس پر یہ تمام حقائق سیاست فاتحہ و ضابطہ شاہد ہیں ۔ جنکی تفصیل اوراق گزشتہ میں مرقوم ہے یا اوراق آئندہ میں عنوان بنیاد مستحکم کے تحت سپرد قلم ہوگی ۔

---

۱ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل) ، ۲ وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحل)
۳ ...... تُرْهِبُوْنَ بِهٖ .... الآخ (انفال) اس عنوان کے ابتدا میں مطالعہ فرمائیں ۔ ۴ کیونکہ فرد و جماعت میں اساسی و تعمیری نسبت متحقق ہوتی ہے ۔ ۵ وہ جوانب میزانیہ نفس یا اساس عدل کا تحفظ ہے اور ثقل موازین سے تقاضائے جوانب کی ایفا ہے ۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝

اور ہم نے اس (داؤد) کے ملک کو مستحکم کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل بخشا۔ (سورہ ص)

لوازم تشدید

(بنیاد مستحکم)

(خلیفہ محمد سعید دار التصنیف والنشر)

جامع صدیقیہ آلو مہار شریف

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ (صف)

(اللہ عزوجل) محبوب رکھتا ہے جو اس کے راستہ میں جنگ کرتے ہیں صف بستہ (متحداً) گویا کہ وہ بنیاد مستحکم ہیں۔

نفوس ملت میں حقیقت سجود یا اخوت ملّی کے سیران مشترک اور وحدت ملّی کے تحقق متشکلہ کے ساتھ محور فردیت امارت کے گرد ملت وسط کے جمعاً تداور صحیح سے یعنی فردیت امارت کی شجاعت متصرفہ کے ساتھ (جو بدفع موانع وجہ سیران مشترک ہے۔ اور جمعیت مستلزم شمشیر ہے)۔ اتحاد شمشیر کے ذریعہ عدل تہذیب و تدبیر و سیاست سے دفع موانع فرطیہ داخلہ و خارجیہ قصر استخلاف فی الارض کی بنیاد مستحکم ہے۔ جو حفظ فطر یا دین قیّم کی تمکین قاہرہ ہے۔

محمد سعید

لوازمِ تشدید

بنیادِ مستحکم

یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (صف)

افرادِ ملت کے نفوس میں کشف و تحمل نور یعنی حقیقت اسلامیہ یا فضائلِ اخلاق کا تحقق جو ملت کے نفس فعال اوّل صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فعالیہ کے ذریعہ ملتِ اسلامیہ میں سیران مشترک کے ساتھ اس عزوجل کی طرف سے جاری کر دیا گیا۔ شوکت شمشیر[1] کی معیت میں (جو نفس انسانی کے لئے تسخیر اسباب کی دلیل سے متابعی حیثیت کے ساتھ دافع موانع ہے) سطوت تشدید کی بنیاد ہے۔ اور وحدت اسلامیہ کا تحقق ہے۔ اور افرادِ ملت کے باہم رحم[2] کی اصل و اساس ہے اور حبل الٰہی سے ملت کا اعتصام[3] جمعی ہے۔

پس فعّالی و انفعالی تواتر کی دلیل سے دور استخلاف میں ملت کا نفس فعّال قوتِ فعّالیہ اور دافع موانع قوتِ متابعیہ شمشیر کے ساتھ جادۂ کشف و تحمّل یعنی عدل نفس فرد اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت سے جادۂ عدل نفس جماعت[4] سے موانع کو ہٹاتا ہوا[5] کشف و تحمل کے سیران مشترک کے ساتھ وحدتِ ملی کی جمعیت کو تفریق و فشل[6] سے پاک کرتا ہوا اُسے بنیادِ مستحکم پر شدید کر دیتا ہے۔ جو بدلیل استقلال دفع موانع استقلال عدل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصف)	تحقیق اللہ محبت کرتا ہے۔ ان سے جو اس کے راستہ میں جنگ کرتے ہیں۔ صف بستہ اس کیفیت کیساتھ کہ گویا وہ بنیادِ مستحکم ہیں۔

---

[1] نفس فرد و ملت میں اساسی و تعمیری نسبت اور وحدت مرج فطری و نسلی کی دلیل سے اجتماع ملی اور اسکی وحدت قوت متابعیہ یعنی شمشیر کو فرد و ملت کیساتھ خصوصیت عطا کرتی ہے۔ [2] رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (فتح) [3] وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا (آل عمران) [4] عنوان تزکیہ و تعلم مطالعہ فرمائیں۔ [5] وَلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران) [6] وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ (انفال)

فشل (سستی یا ضعف) ۲

اللہ عزوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ پس اس عزوجل کی ملتِ متحدہ یا بنیاد مستحکم سے مجمعت استقلالِ عدل ملت پر شہادت[1] ہے۔ جو بہ ایفائے تقاضائے فطرت نفس یعنی لزوم وحدت اجتماع لفس جماعت کی تکمیل اور حقیقت عدل کی تمکین ہے۔

اور تقاضائے فطرتِ نفس یعنی فردیت[2] امارت جو اس بنیان مرصوص میں شوکت اتحاد وصل افراد ہے (کیونکہ امیر فعال کشف وتحمل کے سیران مشترک کو تمام ملت میں اپنی قوت فعالیہ کے تصرف سے متحقق کرتا ہوا اسے متحد واحد قرار دیتا ہے۔) اُسے فردیت استخلاف فی الارض کا خاصہ قرار دیتی ہے۔ جو فردیت بنوت مصطفویؐ پر اپنے عہد میں جامع ملتِ اسلامیہ ہے۔

پس سیاست مدن اسلامیہ میں جو لزوم وحدتِ اجتماع کی دلیل سے تمام عالم کو احاطہ کا استحقاق رکھتی ہے۔ کشف وتحمل افراد کا اہتمام جو نفس ملت میں حقیقت اسلامیہ یا شوکت عدل کے سیران مشترک کی جدوجہد ہے اور اسی الٰہی دلیل سے موجب استحکام جمعیت ملی ہے۔ اور نفس ملت وملک کا کوائف فرطیہ سے تقدس وطہر (جو نظام مدن کی سیاست داخلہ اور خارجہ میں شجاعت اور اس کے ترشحات فعالیہ اور ہیبت شمشیر کو مستلزم ہے۔ کیونکہ نفوس افراد ملت کے تدریجی مراحل تعدیلیہ کے ابتدائی یا تکمیل سے پہلے کے کوائف اور فرط ماغز کہ ہر دو استقلال عدل کے لئے خطرہ ہیں اور ہیبت شجاعت وشمشیر سے مستقیم رہ سکتے ہیں) اور نفس فرد وملت کے لئے لزوم اسباب کی دلیل سے تحصیل محاصل اور حوائج اجتماعی میں ان کا نفع معتدل جو بدلیل عدل سیاست کہ وہ دفع فرط کو مستلزم ہے۔ تصرف شجاعت وہیبت شمشیر چاہتا ہے۔

الحاصل سیاست مدن کی تمام جزئیات میں خلیفۂ شجاع کے ترشح شجاعت کے ذریعہ استقلال عدل سے جو وحدت ملی کی تمکین کا موجب ہے داخلی وخارجی موانع مفرط کا ملت اسلامیہ کے استحکام جمعی کے ساتھ محور فردیت امارت کے گرد اس کے تدارک صحیح سے متاع قاہرہ شمشیر کی معیت میں جادۂ عدل نفس فرد وجماعت سے مستقلاً اندفاع قصر استخلاف فی الارض کی بنیاد مستحکم پر تشدید ہے۔ جو حفظ فطرت اور دین قیم کی تمکین قاہرہ ہے۔

---

[1] ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں [2] یعنی نوع انسانی کا وحدت مرجع فطری ونسلی تقاضائے فردیت امارت ہے۔
[3] کہ ھُمۡ صَاغِرُوۡنَ ذلیل ہوں اور وہ پست ہو کر رہیں۔

تعمیرِ مسجد

تسلیم متشکّل کیلئے الفائے لازمۂ ظرفیّت

اور شرح مقصود جعلت لی الارض مسجدًا وطہورًا

نفس فعّال اوّل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جو توسیع ملّی کا عظیم و بزرگ اہتمام ہے اور نورانی دریائے کشف و تحمل کی ایسی قوی سیرانی شوکت ہے۔ جو کائنات انسانی کو اپنی وسیع موجوں میں بہاتی ہوئی لئے جاتی ہے۔ سب سے پہلے تعمیر مسجد کا حکم دیا۔ جو حقائق نفوس کی شروح متشکّل یعنی قیام و سجود یا فردیت الوہیت میں استغراق کے لئے اُس کے لازمۂ ظرفیت کی الفا ہے۔ یعنی سجود کے لئے جو تسلیم متشکل ہے۔ اور اس کی حقیقت نورٌ علیٰ نورٌ عز وجل کے انوار کی جانب ابدالتے نفس ہے جو اجزائے نفس کی شوکتِ تکمیل ہے اور ان کا کشف و تحمل ہے اور نفس انسانی کا قیام بالقسط ہے۔ جو مقصد بعثت انبیاء اور نزول کتب اور نزول شمشیر ہے اس دلیل سے کہ جسم انسانی میں روح بخاری کو جو حامل کشف روح الٰہی ہے۔ سرایت حاصل ہے (بجائیکہ یہی حقیقت ساطعہ سجدہ کو تشکیل تسلیم قرار دینے پر فیصل ناطق ہے) اور جسم مستلزم مکانیت ہے۔ مسجد کو لازمۂ سجود قرار دیتی ہے جو از روئے الفائے ظرفیت تمام روئے ارض ہے اور وہ مستلزم مرکزیت ہے۔ (جسے کعبۃ اللہ الحرام کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے) کیونکہ وہ اس نوع انسانی کا جائے قرار ہے جس کی وحدت مرجع فطری و نسلی وحدت اجتماع اور فردیت امارت کے لئے فیصل ناطق ہے گویا یہ مرکزیت ارضی نوع انسانی کے فطری تقاضاؤں کے ساتھ بحیثیت محل و قرار مطابقت ہے۔ پس یہ مرکزیت بحیثیت مسجد اس کی طرف عین سجود رخ سے متحقق ہوتی ہے۔ اور اس دلیل سے کہ سجدہ تسلیم متشکل ہے۔ افکار و اعمال کی مرجع فطری عز وجل کے لئے تخصیص سطح ارض پر جو جولانگاہِ افکار و اعمال ہے۔ حقیقت سجود کی تمکین ہے جو سطح ارض پر تمکین تزکیۂ افکار و اعمال کی دلیل سے شوکت طہور[1] یا حقیقت اسلامیہ ہے جس کا حق توسیع تمام وسعت ارض کو محیط ہے[2] -
(مندرجہ ذیل حدیث ان حقائق بالا کی وضاحت کرتی ہے۔)

---

[1] یہ تزکیہ نفوس ہے۔ [2] جیسے کہ ثابت ہو چکا ہے

۔۔۔۔۔۔جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا۔۔۔۔الخ (مشکوٰۃ) روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور طہور بنادی گئی۔

مگر وہ تسلیم متشکّل یعنی سجود جو اسی دلیل تشکیلیہ سے اسلام اور کفر (ضد اسلام) کے درمیان معیار امتیاز ہے اپنی جسمی کیفیات مخصوصہ کے ساتھ متقاضی[1] مکانیت مخصوص سے ہے۔ جو مسجد واحد کعبۃ اللہ الحرام کی تبعیت میں سب سے پہلے وہ مسجد مقدس ہے۔ جو توسیع ملّی کی عظمت فائقہ کے ساتھ سب سے پہلے تعمیر ہوئی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

۔۔۔۔۔۔لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔ (توبہ) وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں نماز پڑھے۔۔۔۔۔۔الخ

علیٰ ہذا اس کی تبعیت میں توسیع ملّی کی وسعت محیطہ کے ساتھ وہ تمام مساجد ارضیہ میں جو اس تقویٰ پر اسی مقدس مقصد کے لئے تعمیر کی گئی ہیں۔ اور پھر وہ ہر سجدہ گاہ ہے جہاں نماز ادا کی جاتی ہے۔ اور کعبۃ اللہ الحرام کی طرف رخ تمام ملت کے ایک نقطہ مرکزیت پر اتحاد فکر وعمل کی دلیل سے انہیں اس بیت مقدس کے ساتھ ملحق کرتا ہوا اس کے اجزا قرار دیتا ہے۔ گویا بوقت سجدہ تمام ملت کا سمتی اتحاد وحدتِ ملّی یعنی اس کی جمعیت اور اتحاد کا تحقق متشکلہ ہے اور سطح ارض پر حقیقت سجود کی تکمیلی جدوجہد میں اسی متشکل وحدت ملّی کے لئے فیصل بالحق ہے جو مقصود آیہ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ہے اور فردیت توحید میں استغراق کے سیران مشترک پر جو ملتِ اسلامیہ میں حقیقت اخوت کی تمکین ہے شہادت متشکل ہے۔ اور حبل الٰہی سے اعتصام جمعی اور امارت میں فردیت کے لئے فیصل ناطق ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال پر متحقق ہے اور استخلاف فی الارض پر تحقق پاتی ہے۔ جو اپنے عہد میں تمام ملت کو نفس فعال اوّل صلے اللہ علیہ وسلم پر جمع کردیتا ہے۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ سطح ارض پر اپنے روزگار مقدس میں فردیت رسالت مصطفوی کی شرح متشکل ہے۔ اور بدلیل وراثت کمالات جاریہ مصطفویہ اختتام نبوت پر حجت قاطع ہے۔

---

[1] تشریح مزید کے لئے اخلاق نبوی اور قرآن حکیم مطالعہ فرمائیں۔

مؤاخات

حقیقت اسلامیہ کا سیران مرشد

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (حجرات)

پس جب مسجد قریب الاختتام ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر مہاجرین اور انصار کو جمع فرما کر انصار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یہ (مہاجرین) تمہارے بھائی ہیں۔ پھر مہاجرین اور انصار سے ایک ایک شخص کو بلا کر فرماتے گئے۔ کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو اسے مواخاۃ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حقیقت اخوت افراد ملت میں فردیت توحید اور رسالت مصطفویؐ کی تصدیق متحدہ سے متحقق ہو جاتی ہے۔ مگر حقیقت فکر پر عملی شہادت اس سجود یا التسلیم متشکل سے تحقق پاتی ہے۔ جو فکر و عمل میں تمکین للہیت کا آئینہ دار ہے۔ اور سجود مکانیت مسجود کا متقاضی ہے۔ گویا مسجد حقیقت اخوت پر افکار و اعمال کی جمعی شہادت ہے یا مواخاۃ متشکل کی بنیاد و اساس ہے۔

نفس انسانی میں جیسے کہ ثابت ہو چکا ہے۔ کثافت ارضی اور حقیقت علوی ودیعت ہے۔ پس جیسے کثافتی اشتراک سے کثافتی اخوت متحقق ہوتی ہے۔ اور تو دیعہ شعور محلہائے شعور کے اشتراک باہمی سے اس کا مصدق ہے۔ اسی طرح نفس فعال اوّل صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فعالیہ کے ذریعہ ملت کے نفوس منفعل کے ساتھ اس نفس فعال کے باہم فعالی و انفعالی تعلق کا تحقق جو تواتر کے ساتھ ہر عہد میں جاری ہے۔ ملت متحدہ کی تصدیق شعوری و عنصری کی دلیل سے اخوت ملی کا سیران مشترک ہے۔ جو آیہ کریمہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مومنین بھائی بھائی ہیں) سے مقصود ہے۔ اور اس کی ظاہری شکل و صورت اس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انصار و مہاجرین کے درمیان تشکیل مواخاۃ سے قائم ہوتی ہے۔ جو ملت اسلامیہ کے نفوس میں حقیقت اخوت کی تمکین جاریہ ہے۔ کیونکہ متشکل سیران فکری جو عمل سے متحقق ہوتا ہے۔ افکار و اعمال میں فکری و عملی جبلیت کی دلیل سے اپنی حقیقت کے ساتھ متمکن ہو جاتا ہے۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب) (البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ میں اقتدائے پسندیدہ ہے۔) اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ جو حامل تواتر میزان العدل

ہے۔ اور فعالی و انفعالی تسلسل کو متحقق کرتی ہے۔ اور اسی سے نفس فعال کے ذریعہ عہد فرویت استخلاف فی الارض میں کشف و تحمل کا سیران مشترک ملت متحدہ میں متحقق ہوتا ہے۔ جو حقیقت اخوت اسلامیہ ہے۔
اور نفس انسانی لزوم اسباب کی دلیل سے جماعتی تعاون کا متقاضی ہے جو وحدت ملی یا جاذبیت اخوت سے کماحقہٗ متحقق ہو سکتا ہے۔ اور وہ نفوس افراد میں تمکین حقیقت اخوت کو مستلزم ہے۔
اور چونکہ انفرادی ضروریات کا ایفا مخصوص تعاون چاہتا ہے۔ اور مخصوص اخوت ہی مخصوص تعاون کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر دو افراد یعنی مہاجر و انصار میں مخصوص اخوت قائم کی گئی۔ جو غیر نسبی اخوت کی دلیل سے عام اخوت اسلامی کی آئینہ داری ہے۔ جو تمام ملت متحدہ میں مشترک ہے۔ اور عدل معاشرہ کے لئے فیصل بالحق ہے۔
اور چونکہ کوائف ماحولیہ میں ہر فرد اپنی اپنی مخصوص نوعیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس مخصوص اخوت میں اس نفسیاتی کیفیتوں کے اتحاد کی رعایت فرمائی گئی۔ جو ماحول افراد سے ان کے نفوس میں متحقق ہوتی ہیں۔ تاکہ تشکیل مواخاۃ کا مقصد باحسن الوجوہ انجام پذیر ہو۔
الحاصل رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت و نصرت کی اضطرابی کیفیتوں کے درمیان اطمینان نفس اور توجہ کامل کے ساتھ ترتیب حقائق علوی و سفلی سے نتائج عظیمہ کو زیر نظر فرماتے ہوئے اعتدال تشکیل مواخاۃ اور استقصائے جزئیات کے ساتھ حقیقت اخوت کو ملت اسلامیہ میں ہمیشہ تک کے لئے متمکن فرمایا۔ جو بنیاد مستحکم میں رواں استحکام ہے۔

چوں گل صد برگ ما را بو یکے است
اوست جان این نظام وا دیکے است
(اقبال)

اہتمام کشف و تحمّل اور دفع موانع فطریہ

(سیاستِ مدن (گورنمنٹ

وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (حج)

حقائق نفس کی تکمیل و تعدیل جو نفس انسانی میں مکارمِ اخلاق حکمت و عدالت اور محاسن افعال شجاعت و عفت کا تحقق ہے۔ اور وہ اس دلیل سے کہ نفسِ انسانی کی بنیاد تعمیر پر قصر انسانی کی تعمیر و تکمیل ہے۔ اور نفس کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور کشف روح الٰہی اور تحمل کشف سے نفس انسانی میں قوت فعالیہ کا تحقق ہے۔ جو اپنے عادل فعّالی نفوذ کے ساتھ نوع انسانی کے نفوس میں تصرف کرتی ہے۔ اور ان کے نفوس کے کوائف حالیہ کے مطابق ان کو قبول عدل کی طرف جھکاتی جاتی ہے۔ جو نفس انسانی کی اساس تخلیق ہے۔ اور اسی دلیل سے قبول عدل تکمیلِ[1] انسانی کا ذریعہ ہے۔ اشاعت اسلام (اعتدال) کا راز ہے جو وسعت اسلامی کے لئے آفاق کو احاطہ کرنے کی استعداد اور اسکا استحقاق ہے۔

پس ملت اسلامیہ کے نفس فعال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوت فعالیہ اور اس کے تصرف نافذہ کے ساتھ تمام ملت اسلامیہ کا محور ہے۔ اور اپنے گرد افکار و اعمال کے تدادر میں تمکین صحت کو جو نفس انسانی کے تقاضاؤں کی وحدت مرجع فطری و نسلی کی شہادت کے ساتھ ایفا ہے۔ تلاوت آیات کتاب (دستور عدل) اور تزکیہ نفس اور تعلیم اسرار کتاب و حکمت سے نفوس ملت میں سیران مشترک کے تموج کے ساتھ اخوت اسلامی یا وحدت ملی سے متحقق فرمایا۔ اور اس دعوت عدل کو صاحب کشف و تحمل دعاۃ اور معلمین اور ولاۃ کے تقرر سے (جو اس کی ذات مبارک پر بالتوسل اجتماع ملت کا ذریعہ ہیں) کاہنات انسانی میں وسیع فرما دیا۔ جو اس کے فعال تقاضائے فطری اور بنی نوع کے حقوق جنسی کی ایفا ہے یہ اہتمام کشف و تحمل ہے۔ اور فردیت رسالت و خلافت الٰہیہ[2] مصطفوی پر اجتماع ملی سے جائز واحد عظمت سیاست مدن کا تحقق ہے۔

---

[1] مفہوم عدل جو تنصیف بار سے تحقق پاتا ہے جانب میزانیہ کو مستلزم ہے اور کثافت ارضی و حقیقت علوی بجانب میزانیہ نفس میں گویا عدل اساس تخلیق نفس ہے

[2] تعقل موازین نفس

علیٰ ہذا الیٰ یوم القیمۃ توسل سلسلہ کے ساتھ ملت اسلامیہ میں کشف و تحمل کا اہتمام تواتر جو نفس زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے مستخلف عزوجل کی طرف سے سطح ارض پر ملت اسلامیہ میں فردیت استخلاف فی الارض کی تمکین پر شہادت جاریہ ہے۔ اہتمام کشف و تحمل کی تکمیل ہے جو عہد فردیت استخلاف فی الارض میں نفس فعال کے تصرف سے نفس مبارک مصطفوی پر ملت اسلامیہ کو جمع کر دیتا ہے اور بدلیل وراثت مصطفوی اہتمام کشف و تحمل کے استحقاق سے مایہ دار ہے اور قوت فعالیہ کے تصرف سے نفس ملت میں اخوت اسلامی یا حبل الٰہی نے اہتمام جمعی کو کشف و تحمل کے سیر اشترک کے ساتھ متحقق کر دیتا ہے جو شوکت سیاست مدن اسلامیہ کی تمکین قاہرہ ہے۔

اور نفس فردیں جو اساس ملت ہے قبول عدل کے بعد تکمیل عدل تک تدریجی منازل ہیں اور تکمیل انسانیت یا عدل سے قبل ہر مرحلہ اور نفس کی ہر کیفیت اس دلیل سے نظام ملی کے لئے خطرہ ہے۔ کہ وہ کامل اطمینان کی حامل نہیں ہوتی اور اضطراب نفس کثافت ماحولیہ کی طرف رجحان کے ساتھ نامناسب فکری وعملی لغزش کا موجب ہوسکتا ہے۔

علیٰ ہذا غیر عادل مفتوحہ اقوام کا فرط نفس اپنی مفرط کیفیات کے ساتھ رجوان کی تصغیر کے لئے دلائل ناطق ہیں کیونکہ نفس کا فرط انسانی بنیاد تخلیق کی شکست و تخریب ہے، نظام ملکی کے لئے موجب اندیشہ ہے۔ اس لئے سیاست مدن ان اندیشہائے مفرط کے اندفاع سے ہی داخلاً استحکام و تمکین پا سکتی ہے۔ اور وہ حیات و موت انسانی کے لئے لزوم اسباب کی دلیل سے اس متاع قاہرہ شمشیر کی ہیبت کے ذریعہ اجرائے حدود و قصاص ہے جس کا قبضہ جلال صاحب کشف و تحمل اولوالامر شجاع فعال کو اس دلیل سے پہنچتا ہے کہ وہ مکمل فطرت نفس ہے۔ اور اسباب نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ پس توسیع ملی کی دلیل سے ان صاحب کشف و تحمل ولاۃ کے ذریعہ (جو اس کے ساتھ انفعالاً وابستہ ہو کر عادل قوت فعالیہ کے ساتھ آمر اور نفاذ ہیں اور اسی دلیل سے دستور عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ ان کی نورانیت نفس متحد الحقیقت ہے۔ جو حق اجتہاد اور نفاذ امر ہے۔ اور کشف روح الٰہی اور تحمل کشف کی دلیل سے نفس ناطقہ میں تمکین للٰہیت ہے اور تاریک کثافتی رجحانات سے تقدس وطہر ہے۔ اور بدلیل للٰہیت یا عدل احکم الحاکمین عزوجل کے حکم کی وراثت کے لئے استعداد ہے) وہ ضابطۂ[1] اقتصاد و میراث اور تدبیر منزل میں شریعت حقہ یا دستور عدل کے مطابق آئین عدل کو جاری کرتا ہوا ملک کو نفسیاتی خطرات سے پاک کر دیتا ہے۔

---

[1] جملہ جزئیات معاشری منجملہ کسب طیبات وغیرہ

علیٰ ہذا اجرائے حدود[1] وقصاص سے (جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی اس دلیل سے ایفا ہے۔ کہ وہ نظم ونسق انسانی میں افراط وتفریط کو مٹاتا ہوا اسے نقطۂ اعتدال پر قائم کر دیتا ہے جو حالات وواقعات کے جوانب میزانیہ میں صحت اور ازان ہے) سیاست مدن کو داخلی فرطے سے پاک فرماکر اس دلیل سے مستحکم کر دیتا ہے۔ کہ عدل فطرت نفس انسانی کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اس لئے صرف عدل سیاست ہی استحکام نظام تمدّن کا موجب ہو سکتا ہے۔ جو صاحب سیاست کے عدل نفس کو مستلزم ہے۔ اور وہ اولوالامر فعال کی قوت فعالیہ عادلہ اور اس کے تصرف سے اُن ولاۃ اور حکام کا کشف وتحمل نفس ہے۔ جو اس کی طرف سے اس کے لئے نافذ الامر ہیں اور اس کے نفس مبارک پر جامع ملت اسلامیہ ہیں کیونکہ اس کی فردیت امارت وحدت مرجع فطری وتسلی کی دلیل سے فطرت انسانی کے تقاضا کی ایفا ہے اور تعین ولاۃ کو توسیع ملّی لازم قرار دیتی ہے۔ اور تقرر ولاۃ کے لئے اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معیار انتخاب کہ ولاۃ کے تعین میں ان کی خواہش دخیل نہ ہو اُن کے نفوس میں تمکین للّٰہیت یا تحقیق کشف وتحمل کی ان کے تقرر کے ساتھ شرط اور ضرورت خاصہ پر شہادت مصطفوی ہے۔ اور ملت اسلامیہ کے آمرین فعال کیلئے سنت جاریہ ہے جو نفس فعال کے ساتھ انفعالاً وابستہ ہو کر اس کی پیروی اور متابعت کے لئے از رُوئے فطرت راغب ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ دو اشعری آدمی اور بھی تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو کہیں عامل بنا دیجئے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ عامل بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لن او لانستعمل علیٰ عملنا من اراد؛	میں اس شخص کو ہرگز اپنے کام میں عامل نہیں بناؤنگا جو عامل بننے کی خواہش رکھتا ہو۔

کیونکہ خواہش اور تمنا نفس کی اس مفرط کیفیت کا ترشح ہے۔ جو ارضی راحات کے الحاق یا تصور الحاق سے

---

[1] زخم یا خون کا قصاص اور خون بہا وغیرہ اور قتل عمد میں تمیز کیساتھ تعین قصاص یا خون بہا یا کفارہ۔ اور زنا کی سزا سو درّے۔ اور ڈاکہ وغیرہ کی سزا حسب درجات جرمیہ قتل یا پھانسی یا خلاف کیساتھ ہاتھ یا پاؤں کاٹنا یا قید۔ بہتان کی سزا اسّی درّے۔ شراب کی سزا چالیس درّے یا قید۔ چوری کی سزا بدلیل فساد تحت آیۂ سعی بالفساد و آیۂ سرقہ حسب درجات جرمیہ قید وغیرہ منجملہ حدود متعلقہ سعی بالفساد وسرقہ کا اجرا علیٰ ہذا تمام رذائل اخلاق کا انسداد یعنی نہی المنکر اور فضائل اخلاق یا اوامر کی عدم تعمیل کا انسداد اجرائے حدود میں داخل ہے۔

نفس پر طاری ہو جاتی ہے۔ اور عدل نفس یا اطمینان کامل کی رجو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے ، ضد ہے اور ارضی ماحول میں کثافت کی طرف رجحانات کثیف کی آئینہ داری ہے پس فطرت نفس اس کو معیار امارت یا نمائندگی[2] انسانیت کے حق سے ساقط قرار دیتی ہے۔

گویا ولایت ملک کے لئے صرف وہی حکیم اور عادل اور شجاع و عفیف مسلم اپنی فطرت عادلہ کے لحاظ سے استحقاق رکھتا ہے۔ جو ہر گونہ ارضی مؤثرات کی اثر پذیری سے پاک اور منزہ ہو۔ یعنی جبلیات ارضی کی زینت اسے اپنی جانب نہ جھکا سکتی ہو۔ کیونکہ ارضیات کی طرف مفرط جھکاؤ نفس کی اس ارضی کثافت مفرطہ کی آئینہ داری کرتا ہے۔ جو کشف شعور سے منور نہ ہو۔ بحالیکہ کشف شعور اور اس کا تحمل عدل نفس ہے جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے شرط تفویض ولایت ہے جو نوع انسانی میں اولوالامر کی طرف سے نافذ تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاۃ کی معیار زندگی میں ضرورت اور اس کی ایفا کو جو حقیقت عدل ہے۔ حوائج حیات عنصری کی ایفا کا نقطۂ اعتدال مقرر فرمایا ہے۔ اور اس پر کمال رغبت کے ساتھ عمل نفس کی کیفیت عادلہ پر شاہد ہے۔ جو کشف لطافت اور تنویر کثافت سے دستور عدل کے ساتھ اتحاد حقیقت نفس ہے اور اساس عدل پر استوار کائنات انسانی میں تکمیل فطرت کی دلیل سے حق اجتہاد اور حق نفاذ امر ہے۔ ارشاد مصطفوی ہے۔

من کان لنا عاملاً فلیکتب زوجۃ فان لم	جو شخص ہمارا عامل ہو۔ اس کو بی بی کا خرچ لینا چاہیئے
یکن لہ خادم خادماً ان لم یکن	اور اگر اس کے پاس خادم نہ ہو۔ تو خادم کا۔ اور اگر
لہ مسکن فلیکتب مسکناً ومن اتخذ	مکان نہ ہو۔ تو مکان کا۔ لیکن اگر کوئی اس سے
غیر ذلک فھو غال (ابوداؤد)	زیادہ چاہے تو وہ خائن ہو گا۔

الحاصل وُلاۃ اور حکام فردیت امارت کی قوت فعالیہ سے انفعالاً وابستہ ہو کر اخذ کتاب و حکمت اور اس میں استغراق سے فلز تہائے نفوس کو مکمل کرتے ہوئے اپنی قوتہائے فعالیہ کے ذریعہ جن کا محل تصرف توسیع ملی یا اس کا جائے قرار وسعت ارضی ہے نفوس متعلقہ کو ان کے تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت سے فردیت امارت پر جمع کر دیتے ہیں۔ اور مفرطات حسیہ سے افراد اور شعبہ ہائے سیاست مدن یا نظام ملکی کو ہیبت فعالیہ شجاعت اور شمشیر کے ذریعہ بچا کر تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں سیران

---

[1] تفصیل کیلئے مقدمہ کتاب فاتحۃ العدل میں عنوان اجتہاد اور نفاذ امر مطالعہ فرمائیں۔ [2] جو نوع انسانی کی وحدت مرجع فطری و نسلی کے تقاضا کی ایفا ہے۔"

عدل کے ساتھ موجب استحکام ہیں۔ کیونکہ عدل اساس تخلیق نفس ہے اور تکمیل عدل یعنی نفس کے عادل تقاضاؤں کی ایفا جو ثقل موازین ہے تکمیل فطرت نفس ہے۔ اور فرد اساس ملت و منزل و مدن ہے۔

شعبۂ تاسیس توسیع و تشدید ملی

پس تعلیم کتاب و حکمت کے لئے نفس فعال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریجی منازل کیساتھ دعوت الی الحق دورۂ قبائل اور سفر ہیبت فردیت امارت کی اور دعاۃ اور معلمین کا انتظام شوکت و لایت کی عظمت افتتاح ہے یا توسیع و تشدید ملی کی تاسیس ہے

نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم کی محیطۂ عالم قوت فعالیہ کے ذریعہ صدیق اکبرؓ اور عرفائے صحابہ کا تزکیۂ نفس اور انہیں تعلیم کتاب و حکمت اور درسگاہ صفہ کا اہتمام تعلیم اور وہاں کے تعلیم یافتہ علمائے ربانی کی اطراف عرب میں ترسیل اور قبائل عرب کے گروہوں کا صحبت نبوی سے حصول علم و فیض اور اپنے اپنے قبائل میں واپس پہنچ کر عہد تمکین عدل اسی حقیقت علیہ کے مظاہر ہیں اور فعال ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بالتوسل اجتماع ملی کے ذرائع ہیں۔ جو عہد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ملت اسلامیہ کو اور الی یوم القیمۃ اس کے ہر عہد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال پر اور عہد استخلاف فی الارض میں اس کی فردیت امارت پر جو فردیت نبوت مصطفوی سے بالتوسل و تواتر وابستہ ہے۔ جمع کر دینے کی سنن سینہ اور حجہائے ساطعہ ہیں۔

کیونکہ تعلیم کتاب و حکمت ملکہ تعلم کی ودیعت کو جو مقصد بعثت مصطفوی کی ایفا کا ذریعہ ہے۔ مستلزم ہے اس لئے کہ کتاب و حکمت سے نفس انسانی میں ملکہ تعلم تحقق پاتا ہے۔ اور منبع کتاب و حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس مبارک ہے۔ اور یہی نفس انسانی کے فطری تقاضا یعنی فردیت رسالت اور وحدت اجتماع کی ایفا بالقسط ہے۔ جو تمام عالم کو ملت وسط کی وسعت میں احاطہ کے لئے فیصل بالحق ہے۔

اور توسیع ملی کے ساتھ ساتھ مساجد کی تعمیر و جو اذکار و اعمال کی ہیئت متشکلہ یعنی سجدہ کے مقامات ہیں، لازمۂ وسعت ہے اور ان میں ائمہ و موذنین کا تقرر ادائیگی فرائض موقوت کے لئے جو وحدت ملی کے مظاہر ہیں نظم متحدہ کا ضروری تقاضا ہے۔ جو تمام ملت کے اتحاد سمت سے وحدت مرکزیت[1] کے ساتھ وحدت ملی کو اجتماعی شکل و صورت عطا کرتا ہے۔ اور حقیقت سجدہ یعنی نفس ملت کے فکر و عمل میں تمکین ہلّیت کا

---

[1] نوع انسانی کی وحدت مرجع فطری و نسلی اس حقیقت فردیت و وحدت پہ شہادت ہے۔

کعبۃ اللہ الحرام ص سے جلد دوم میں عنوان اہتمام

تصرف مدنیہ کے تحت اس نظام وسیعہ کی شرح کی گئی ہے جو احاطۂ مدن میں ہر شہر اور اس کے ہر محلہ اور ہر قریہ کو تعلیم و احتساب شخصی و منزلی و عدل کے ساتھ احاطہ کر لیتا ہے گویا وہ مدن میں نظام داخلی کے ساتھ ذریعہ تمکین عدل ہے۔ اور تمام شعبہائے مدن کے ساتھ مربوط بالعدل ہے۔

اہتمام جو دفع موانع کو مستلزم ہے۔ نفس انسانی کے لیے لزوم اسباب کی دلیل سے شجاعت نفس اور اس کی حیثیت ارتقائیہ ہیبت شمشیر کے اُن لوازم کو مستلزم ہے جو اجتماع افراد و اسباب کی تمکین و استقلال کے دافع موانع کے ساتھ ذرائع ہیں۔ اور وہ سیاست مدن میں مقتضیات مدن کے مطابق ہر گونہ شعبہ ہائے ملکی ہیں جن کی اصولی بنیاد مستحکم اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض خاتم النبیین مکمل دین اور متمم نعمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں استوار کر دی گئی۔ اور وہ بحیثیت رسول و امیر فرد آپ کے وہ اقوال و افعال ہیں۔ جو ایفائے مقاصد شعبہائے ملکی کے ضامن و کفیل ہیں۔ اور قیامت تک ان کی توسیع کے حق پر ملت اسلامیہ کا اجتہاد اور نفاذ امر شاہد ہے۔ جو اکمال دین اور اتمام نعمت پر شہادت قاہرہ ہے۔ پس بیان تعین ولاۃ اور بیان شعبہ تاسیس ملی (جو شوکت ولایت کا افتتاحیہ ہے) کے بعد سنت مصطفوی کی پیروی میں تمام شعبہ ہائے ملکی کی تفصیل جن کا تعلق امر فعال سے ہے اور ان ولاۃ سے ہے جو وسعت ارضی میں اس کی نیابت کا فرض انجام دیتے ہیں۔ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

شعبہ اجتہاد اور نفاذ امر نفس انسانی میں جو اتب میزانیہ نفس (حقیقت علوی و کثافت ارضی) اساس عدل ہیں۔ پس تکمیل نفس اس کی تعدیل سے متحقق ہوتی ہے۔ جو ثقل موازین ہے۔ اور وہ دستور عدل یعنی خالق نفس کے ترشحات میں استغراق کو مستلزم ہے۔ جو اس کے الفاظ اور اس کی نورانی معنویت کا نفس ناطقہ میں تحقق ہے۔ یہی حق اجتہاد اور اساس اجتہاد پر استحقاق نفاذ امر ہے۔ (تفصیل کے لیے فاتحۃ العدل مقدمہ کتاب میں عنوان اجتہاد اور نفاذ امر مطالعہ فرمائیں) جس سے اولوالامر فعال کشف روح الٰہی اور تحمل کشف کی دلیل سے سطح ارض پہ آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہے جو نیابت امر بالارادہ مستخلف اور احکم الحاکمین عزوجل ہے۔ پس وہ اہتمام کشف و تحمل اور دفع موانع فرطیہ یا تمام شعبہائے ملکی میں اور ملت کے لیے تادیب آداب ہر گونہ خورد و نوش و رفتار و گفتار و نشست و برخاست و راحت و رنج و لباس ساتر و طاہر و معتدل وغیرہ وغیرہ میں کتاب (دستور عدل) اور سنت نبوی (دستور عدل کی شرح متشکل یا معیار استغراق اور میزان العدل) کی روشنی میں نفاذ قانون اور مقتضیات دہر کے مطابق فرض توسیع قانون کو انجام دیتا ہے۔ کیونکہ دستور عدل میں جامع فردیت امارت رسالت مصطفوی سے خطاب فردیت امارت یا نظام اجتماعی کو ان کی تعمیل کے لیے مکلف فرمایا ہے۔ آیۃ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا..... الخ آیت ۱۴۳ بقرہ اسی حقیقت اجتماعی اور فردیت رسالت اور اس کی پیروی میں فردیت امارت کی حقیقت پر شاہد ہے۔ جو اپنے عہد میں نیابت رسالت ہے۔

علیٰ ہذا اس اولوالامر فعال کے لیے تقاضائے فردیت امارت کی ایفا کے ساتھ کہ وہ اپنے عہد میں

فردیت رسالت مصطفوی پر جامع ملت اسلامیہ ہے۔ تمام دلاۃ مدن توسیع ملی کے محل وسعتِ ارضی میں نفاذ و توسیع قانون کا فرض انجام دیتے ہیں۔ الحاصل حق اجتہاد اور نفاذ امر حق وسعتِ قانون اور اس کا اجرا، اولوالامر فعال کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اور اراکین قصر فردیت امارت بدلیل کشف وتحمل اور اپنے اپنے شعبہ ہائے متعلقہ میں اور بہ تقاضائے نمائندگی ملت عدل حالات و کوائف مدن میں تداول شوریٰ کی دلیل سے جو جزئیات اجتہاد کی ایفا ہے۔ اراکین شعبۂ اجتہاد اور نفاذ امر ہیں۔ ان کی حیثیت شوریٰ اسی حقیقت رکینہ پر شہادت ہے جو اساس اجتہاد اور نفاد امر ہے۔ اور اولوالامر جو فردیت رسالت مصطفوی کا فردیت امارت کے ساتھ اپنے عہد میں قائم مقام ہے۔ تمام ملت اور ملک اور شعبہائے ملکی میں حق اجتہاد کے ساتھ نافذ الامر ہے اور دلاۃ کے لئے اس کی پیروی اور نیابت متحقق ہے۔ حدیث بنوی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لمعاذ ابن جبل...... الخ جو مقدمۂ کتاب (فاتحۃ العدل) کے صفحہ ۴۷ پر مرقوم ہے انہی حقائق اجتہادیہ پر شہادت مصطفوی ہے

شعبہ ہا شوریٰ امیر فعال نفس ملت کا محور ہے اور تمام اراکین امارت کا فکر وعمل شعبہ ہائے ملکی کی کلیات میں احصائے جزئیات کے ساتھ محور فردیت امارت کے گرد صحت کے ساتھ گھومتا ہوا نظام امارت میں موجب اعتدال و استحکام ہے۔ اور چونکہ ان کا شعور اپنے اپنے متعلقہ شعبہ ہائے ملکی اور حالات وکوائف مدن میں متداول ہوتا ہے اور امیر کی قوت فعالیہ کے ذریعہ ان میں سیران کشف وتحمل یا عدل کی دلیل سے فردیت امارت کے لئے کلیات وجزئیات کوائف میں تداول کے ساتھ صحت وسرعت پالیتا ہے۔ نیز ان تمام شعبہ ہائے ملکی کا اجتماع نظام مدن کی صورت متشکل ہے۔ اس لئے ان اراکین امارت کا شعوری اجتماع سیاست مدن میں مناہج افکار واعمال کو واضح کر دیتا ہے جو تاسیس توسیع وتشدید ملی میں موجب صحت نظام ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل حکم دیتا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران)

معاملہ میں ان سے مشورہ کر پھر جب تو عزم کرے۔ تو اللہ پر بھروسہ کر۔

عہد نبوی میں صحابہ کرام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ جس پر سوانح عہد نبوی بداہت کے ساتھ شاہد ہیں اسی حقیقت کی وضاحت ہے اور حکم شاورہم ہُ... الخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فردیت عزم اراکین امارت کے مشورہ کو اپنی شوکت فردیت میں گم کرتی ہوئی اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ محور فردیت امارت کے گرد اراکین امارت کے فکر وعمل کی صحت تداور جو بدلیل مرجح فطری ونسلی کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے

ے اسوۂ فعال مصطفوی پر محققانہ نظر سے تشکیل مجلس شوریٰ اور اس کی رکنیت اور آئین انتخاب اور ربط عدلیہ شوریٰ و امارت جلد دوم میں بحث کی گئی ہے

فطرت صحت فکر و عمل ہے کیونکہ تد او مستقیم حقیقت صحت ہے اور وہ فردیت یا محوریت امارت سے متحقق ہوتا ہے چنانچہ حکم شاورھم تفسیر محوریت امارت پر دلیل قاطع ہے اور مندرجہ ذیل فرمان ربانی بھی جس پر عمل وجہ تکمیل شوریٰ ہے اسی حقیقت کیطرف مشیر ہے۔

وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا — جب وہ اس کی خدمت میں امر جامع کیلئے حاضر ہوں۔
حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ (النور) — تو ہرگز نہ جائیں جب تک کہ اس سے اجازت حاصل نہ کریں۔

متخلف عزوجل اور رسول فرد صلے اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کے لیئے اطاعت کا حکم متحدہ ان آداب کو فردیت رسالت و خلافت مصطفوی کے بعد اولوالامر فعال و فرد کے لیے ملت وسط میں نافذ قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے عہد میں بہ دلیل کشف روح الٰہی اور تحمل کشف استعداد استخلاف فی الارض سے مایہ دار ہو کر صاحب فردیت استخلاف ہے۔ اور کشف و تحمل مصطفوی کی وراثت سے کامران ہے۔ اور سطح ارض پر نافذ الامر ہے۔

شعبۂ احتساب استعداد ولاۃ وغیرہ — ولایت چونکہ صاحب کشف و تحمل اولوالامر فعال اور نائبین اولی الامر کی نیابت ہے۔ اس لیئے ولاۃ کے عدل نفوس کا معیار عدل پر احتساب تقاضائے فطرت نفس امارت فعالیہ ہے اور امارت جو سیاست نوع انسانیت ہے۔ تکمیل نفس یا اس میں تمکین کمال عدل یا ثقل وزن سے اس لیئے بداہت کے ساتھ مشروط ہے کہ نفس انسانی کی اساس تخلیق عدل ہے۔ اور تہذیب و تدبیر و سیاست (امارت) کا مقصد تکمیل انسانیت ہے اسی لیئے وہ امیر فعال و فرد اور اس کے نائبین کی تکمیل نفوس کو مستلزم ہے۔ پس معیار احتساب پر ولاۃ کے عدل نفوس کا امتحان تقاضائے منصب ولایت ہے۔ چنانچہ اس احتساب پر سنت نبوی شاہد ہے۔ اور وہ اہتمام احتساب کے لیئے آئین جاریہ ہے۔ کیونکہ سنت اور اس کی تمام جزئیات قوانین جاریہ ہیں (فاتحۃ العدل میں عنوان اجتہاد اور نفاذ امر صحت[1] پر حامل مضمون احتساب حدیث مرقومہ مطالعہ فرمائیں) نیز اصولی احتساب کے ساتھ اس کے لوازم فرعیہ میں تفویض خدمات کے لیئے تدریجی احتساب دلیل لزوم فروع سے تقاضائے سیاست مدن ہے بحالیکہ قوت فعالیہ کی آمریت میزان عدل کو مجموعی حیثیت کے ساتھ نفوس افراد میں جاری رکھتی ہے۔ اور وہ افراد ملت کی تبعیت عدل ہے۔

شعبۂ احتساب عام — افراد ملت اور ملک کے اعمال کی (جو نتائج افکار و عزائم ہیں) معیار عدل پر جانچ احتساب عام ہے۔ کیونکہ حقیقت آمریت افراد ملت کے لیئے ان کے افکار و اعمال میں اہتمام صحت سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ مستلزم احتساب ہے۔ جو کیفیات فرطیہ سے وقوف کی بنا پر ان کے انسداد کا موجب ہو سکتا ہے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود بازار میں تشریف لیجاتے اور اشیائے تجارت کا احتساب فرماتے۔ علیٰ ہذا اعمال کا محاسبہ فرماتے۔ کہ کسی نے ناجائز ذریعہ سے کچھ حاصل نہ کیا ہو۔

[1] یہ حقائق علیٰ اہتمام تصرف عدلیہ کیساتھ شعبۂ احتساب کے ربط عدلیہ پر شواہد ہیں۔ اہتمام تصرف عدلیہ کی بحث جلد دوم میں مفصل کی گئی ہے۔

گویا یہ اس عہد مقدس میں محکمۂ احتساب عام کا افتتاح تھا۔ احتساب سے متعلقہ واقعات کیلئے احادیث صحیحہ اور سیرت النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرمائیں۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ استقلال عمل استغراق استقلال عدل نفس کا موجب ہے۔ اور عمل میں فرد گذاشت ممکن ہے۔ اور تقاضائے شعور یہ کی بنا پر لغزشات بھی ممکن ہیں۔ اور افراد ملت میں نقطۂ تعدیل تک تدریجی مراحل ہیں۔ یہ حقائق تمام ملت کے اعمال پر احتساب کو لازم قرار دیتے ہیں۔

شعبہ حرس (پولیس) اولوالامر فعال یا ولاۃ اور ملک کے درمیان داخلی فرط ملکی کو دبا دینے کیلئے جو اجتماع عادل میں استحکام ضبط معتدل کو متحقق کرتا ہے۔ ایک قوت متوسلہ کی ضرورت ہے۔ جسے حرس یا پولیس کے نام سے معنون کیا جاتا ہے اور داخلی نظام مدن میں اسے ایک گونہ عسکری حیثیت حاصل ہے۔ گویا وہ نظام ملی کے لئے شوکت عدل کی صورت متشکل ہے عہد نبوی میں قیس ابن سعد اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔ گویا یہ اس شعبہ کا اس عہد مقدس میں افتتاح تھا۔

شعبہ فصل قضایا افراد ملت کے تدریجی مراحل تعدیلیہ کے سبب یا فرط صاغر کے کثافتی ترشحات کی وجہ سے پیدا شدہ نزاعات جو داخلی سیاست ملی یا ملکی میں انفرادی اضطرابات کی دلیل سے موجب اندیشہ ہیں۔ کیونکہ فرد اساس ملت و ملک ہے۔ اس لئے ان کا آئین عدل کی رو سے اختتام تقاضائے سیاست مدن ہے۔ جو نفوس افراد کو اُن فیصلوں کے قبول کرنے کے لئے اور اُن کی تصدیق کے لئے اس دلیل سے مجبور کر دیتا ہے۔ کہ فطرت نفس کی اساس تخلیق عدل ہے۔ اور یہ داخلی سیاست میں استحکام کا موجب ہے۔ پس اس کے لئے محکمہ فصل قضایا کی الگ تشکیل ملک کے داخلی انتظام کو خصوصی اہتمام کے ساتھ جو وجہ توجہ کلی اور حصر کلیات وجزئیات سے مستحکم کرنے کے لئے لازمۂ سیاست مدن ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرات ابو بکر و عمر۔ عثمان علی۔ عبدالرحمن ابن عوف۔ ابی ابن کعب۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نے اس خدمت کو انجام دیا۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ یہ تمام حضرات معیار عدل پر صادق تھے۔ گویا عہد مصطفوی میں مقتضیات حالات کے مطابق یہ اس شعبہ کا اہتمام خصوصی تھا۔

شعبہ اجرائے ہیبت انسداد فساد اور اجرائے حدود وقصاص اور فیصلہائے قضایا کو عملی طور پر تشکیل دینے کا شعبۂ اہتمام وہ ہیبت شجاعت جو قوت تابعیہ یعنی شمشیر کی معیت میں نفس ملت و ملک پر غالب و قاہر ہو جاتی ہے۔ اس کی قوت متشکلہ ہی داخلی مفرط اندیشوں کو رفع کر سکتی ہے۔ یعنی اُسے ہی فیصلہ یا تے قضایا کی عملی تشکیل پر من جملہ اجرائے حدود و قصاص پر اور انسداد فساد داخلی پر قدرت حاصل ہوتی

ؔ۱ اسی جز کا صفحہ ۳۷۵ و ۳۷۶ مطالعہ فرمائیں

ہے۔ اسی کی ایک حیثیت حرس عادل ہے۔ اور اسی کی ایک حیثیت ملک میں عسکری طاقت کا استعمال ہے۔ جو نفس فعال کے تصرف فعالیہ سے منفعلاً سیران عدل میں مستغرق ہو۔ جیسے سرایاتے عہد نبوی کی متعدد عسکری حیثیتیں عسکری طاقت کے استعمال پر شاہد ہیں۔ جو تمکین عدل اور انسداد فساد وغیرہ کے لئے قائم ہوئیں (عنوان ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں) اور اسی کی ایک حیثیت عادلہ جلادی وغیرہ ہے جو گردن زنی وغیرہ تمام حدود کے عملی اجرا کا کام انجام دیتی ہے۔ جیسے عہد نبوی میں حضرت زبیر اور حضرت علیؓ۔ مقداد بن الاسودؓ۔ محمد ابن مسلمؓ وغیرہ صحابہ کرام کے سپرد جلادی کی خدمت تھی اور ان سب کی قوت فردیت امارت کی ہیبت شجاعت کے ساتھ اتحاد شمشیر سے متحقق ہوتی ہے۔

شعبۂ اصلاح بین الناس افراد ملت کے درمیان اعتدال سیاست سے استحکام نظم و ضبط سے (جو اولوالامر فعال کے تصرف فعالیہ سے نفوس افراد میں تہذیب سے اور افکار و اعمال افراد میں ہیبت شجاعت اور اس کے لازمۂ متاعی شمشیر کے تاثرات سے یعنی نظام ملکی کے ہر شعبہ میں سیران استحکام عدل سے نیز افراد ملک کے درمیان نزاعات کے پیدا ہونے پر امارت کی زیر نگرانی ان کو مٹادینے سے جو تمکین اتحاد افراد سے وحدت ملی اور اس کی جمعیت کا استحکام ہے) اصلاح بین الناس تحقق پاتی ہے۔ جو حبل الٰہی سے اعتصام جمعی کا اندیشہ انتشار سے تحفظ ہے (احادیث صحیحہ اس اہتمام خاص پر شاہد ہیں۔ سیرت النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرمائیں)۔

شعبۂ تحصیل محاصل زکوٰۃ و جزیہ خراج وغیرہ اصناف محاصل نفس انسانی کے لئے لزوم اسباب کی دلیل سے انفرادی منزلی مدنی حوائج کی ایفا کے لئے اسباب حیات انفرادی و جمعی کا اجتماع تقاضائے ہر گونہ حیات ہے۔ اور یہی اس شعبہ کے لئے اہتمام خاص اور اس کی مستقل تشکیل کا تقاضا کرتا ہے۔ جو نظام ملکی و عسکری کی اساس متاعی ہے۔ چنانچہ عہد نبوی میں محصلین صدقات کا تعین اسی حقیقت کے تقاضاؤں کی ایفا تھی۔ بندوبست اراضی۔ کہ اس سے محاصل اراضی۔ حکومت و امارت کی طرف انتقال پاتا ہے۔ اسی اہتمام خاص کا ایک شعبہ ہے۔ عہد نبوی میں زمین عشری و خراجی کے محاصل یعنی عشر و خراج کی تحصیل کا اہتمام اسی محکمہ کی تشکیل کی بنیاد تھی۔ علیٰ ہذا اہتمام اصناف محاصل کی تحصیل و تحفظ اسی قبیل سے ہے۔

شعبۂ عیادت مرضیٰ فرد اساس ملت ہے اور اس کا فکر و عمل انفرادی اور ملی حیثیت سے جد و جہد ملیت

ے عادل فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام خاص اہتمام تصرف عدلیہ کیساتھ اس شعبہ کے ربط عدلیہ پر شاہد ہے۔

کے لئے جو اس کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ صحت جسم کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جو محل ادراک و تحریک ہے اس لئے امیر فعال کے لئے جو نفس ملت و ملک کا محور ہے۔ ضروری ہے۔ کہ فکر و عمل کی جد و جہد تداوری کو اہتمام صحت اجسام کے ساتھ خلل ضعف جسمی سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کرے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام عیادت[1] مرضیٰ اور اس کی تاکید اسی شعبہ کا افتتاح تھا۔ جو شفا خانوں کی توسیع کا بنیادی حیثیت سے احاطہ کئے ہے۔ اور عہد نبوی میں حضرت رفیدہ اور دیگر کئی مستورا کا جنگ کے زخمیوں کی مرہم پٹی کا اہتمام اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

شعبہ رحم حیوانات تمام حیوانات کو کثافت ارضی میں چونکہ نوع انسانی کے ساتھ اشتراک حاصل ہے اس لئے ان پر رحم اس عہد فطری کی ایفا ہے جو فطرت عنصری ان کے ساتھ استوار کرتی ہے۔ چنانچہ حیوانات کا انسان کے لئے بلحاظ خوراک اور سواری اور دیگر منافع و مشارب از روئے عدل اس دلیل سے مفید ہونا کہ وہ ان کی تخلیقی اور ترکیبی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی کثافتی اشتراک پر شہادت ہے۔ احادیث صحیحہ میں جانوروں پر رحم کی تاکید اور اُن کے متعلق احتساب نبوی اسی تقاضائے فطری کی وضاحت ہے (ابو داؤد کتاب الجہاد اور دیگر صحاح مطالعہ فرمائیں) پس منجملہ جانوروں کی خوراک صحت وغیرہ کی نگہداشت اور اس بارہ میں احتساب عام اور ان کے لئے شفا خانہ جات کا اہتمام اسی فطری تقاضا کی ایفا کے فروغ اور جزئیات ہیں۔

شعبہ اہتمام صحت صحت اجسام کے لئے صفائی کا انتظام تقاضائے اعتدال ترکیب جسمی ہے۔ کیونکہ بودار اور غلیظ عناصر اپنی اس حیثیت میں قائم نہیں رہتے۔ جس صحیح کیفیت کی ارتقائی صورت کے ساتھ وہ جسم حیوانی انسان میں ترکیب دیئے گئے ہیں۔ اور چونکہ روح بخاری نتیجہ ترکیب عناصر ہے۔ اس لئے وہ اُن کے تاثرات سے اپنی اعتدالی حیثیت صحت کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور چونکہ وہ روح علوی کا محل ہے۔ اس لئے شعوری حیثیت بھی متاثر ہو جاتی ہے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا راستوں کو غلاظت سے صاف رکھنے کا حکم اور ہر گونہ صفائی کا اہتمام اسی حقیقت کے شواہد ہیں اور یہ محکمہ صحت کا افتتاح تھا۔

شعبہ زراعت[2] انسانی حیات عنصری کی قیام و بقا جو محل شعور یا روح علوی ہے۔ خورد و نوش کیساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور خوراک کے لئے مخصوص نباتات اور مخصوص حیوانات درکار

---

[1] تفصیل کیلئے بخاری و مسلم وغیرہ کتب احادیث مطالعہ فرمائیں (نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقین اور یہود کی بھی عیادت فرماتے بخاری کتاب الجنائز)

[2] غلات اور خوراک کا اہتمام اسی کا ایک شعبہ ہے۔

میں اس لئے ایسی نباتات کی پیداوار کا اہتمام جو انسانی اور حیوانی خوراک وغیرہ اور اس کے لوازم کا کام دیتی ہیں۔ نفس انسانی کے شعوری و عنصری تقاضاؤں کی ایفا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افتادہ زمینوں کی آبادی کے لئے کوشش اسی حقیقت کی مظہر ہے۔ اور شعبۂ زراعت کے اہتمام خاص کی شکل و صورت کا افتتاح ہے (تفصیل واقعات متعلقہ کے لئے سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرمائیں)

شعبۂ معدنیات زمین جسم عنصری کا اصل ہے۔ اس لئے تمام حوائج عنصری کا معدن ارض ہے پس وہ تمام ضروریات حیات جو کانوں سے مہیا کئے جاتے ہیں۔ وہ فطرت نفس کے تقاضا کی ایفا ہے۔ کیونکہ نفس انسانی جامع حقائق ہے۔ اور تمام ماحول حیات اس کے لئے مسخر ہے۔ پس اس پر تصرف سے وہ تقاضا ہائے نفس کی ایفا پر تدریجی رفتار کے ساتھ قدرت حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس قدرت میں شدت اور سرعت حاصل کرتا جاتا ہے۔ عہد نبوی میں کانوں کا اہتمام اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ چنانچہ آپ نے بلال ابن حارث مزنی کو کانیں اور اراضی مرحمت فرمائی جو ان ہر دو کیلئے اہتمام وسعت و حفاظت پر دلیل ہے اور شہادت جنسیت سے ہر قسم کی کانوں اور تیل کے چشموں وغیرہ کے اہتمام کو ضروری قرار دیتی ہے۔ (تفصیل واقعات کے لئے سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرمائیں)

شعبہ ہائے آب رسانی و آب پاشی و نشاندہی نباتات چونکہ من جملہ دیگر ذرائع آب پاشی کے ذریعہ پیدائش اور نشو و نما پاتی ہیں۔ اور پانی انسان اور حیوان کی حیات عنصری کے ذرائع سے ہے۔ اس لئے اس کی مطلق حفاظت اور آبپاشی کے نقطۂ نگاہ سے اسکی حفاظت کا اہتمام پانی کے تمام وسیع انتظامات کی شکل و صورت کی ابتدا تھی۔ جو بمطابق ضرورت عہد نبوی میں قائم کر دی گئی۔ محکمۂ انہار اور شہروں میں آبرسانی کا اہتمام اور کنوؤں میں وسعت اس کی تدریجی وارتقائی صورت ہے۔ چنانچہ بحوالہ سیرت النبی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حکم دیا۔ کہ جو شخص ایسے چشمہ پر قبضہ کرے جس پر کسی مسلمان نے قبضہ نہیں کیا ہے تو وہ اس کا ہے۔ تو تمام لوگوں نے دوڑ دوڑ کر اپنے اپنے چشموں کے حدود مقرر کر لئے۔ اس سے پانی کے متعلق حقیقت اہتمامیہ کے ساتھ یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں جیسے ملی خدمات کے حقوق کی ایفا کے لئے اراضی تقسیم کر دی جاتی تھی۔ ایسے ہی یہ پانی کے حقوق کا انتقال بھی اسی قبیل سے تھا اور ملی و ملکی ضروریات نشاندہی دسرد ے ا کی بنیادی ایفا بھی اس سے ظاہر ہے۔

شعبۂ رفاہ عامہ ملک و ملت کے لئے اُن معتدل عنصری آسانیوں کا مہیا کرنا جن کے ذریعہ وہ فکری و عملی ترشحات کو اپنے قواتے تحریک سے محور آمریت کے گرد صحت تدادر کے ساتھ

عملی جامہ پہنا سکیں ملی و انسانی اخوت کا تقاضا ہے۔ نیز وہ نظامِ مدن میں سرعت استحکام کا ذریعہ ہے۔ پل سڑکیں مہمان خانے وغیرہ وغیرہ اور مسلم اور غیر مسلم غربا و مساکین اور ماسبب احتیاج و حرمان افراد کی مدد کا انتظام جس کے سبب وہ احتیاج سے محفوظ ہو جائیں اسی کی اہم شقیں ہیں۔ افرادِ ملت کے حقوق کی ایفا تقاضائے وحدتِ ملی ہے۔ جو حقیقت اسلامیہ کا سیر ان مشترک ہے۔ اور بنی نوع کے حقوق کی ایفا تقاضائے وحدتِ نوعی ہے[1]۔ ان ہر دو حقائق پر قرآن و سنت شاہد ہے[2]۔ اور چونکہ ملت اسلامیہ کے مال و جان کا محور فرد و امارت ہے۔ اس لیے آیۂ[3] فی اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ سے ملی حیثیت کے ساتھ مدنی ان حوائج کی ایفا ہے۔ جو افرادِ ملت و ملک نظامِ مدن کے روبرو سائل کی حیثیت سے پیش کریں۔ یا مصائب کی وجہ سے اسبابِ معیشت و حیات کا انقطاع (جیسے موسمی حادثات وغیرہ سے[4] کھیتوں کی تباہی یا آگ لگنے سے دوکانات و مکانات کی بربادی وغیرہ وغیرہ) اُن احتیاجات کا موجب ہو وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ[5] بھی اسی ایفائے مقصد کے لیے حکم ناطق ہے اور اس میں حاملِ استخلاف فی الارض فردیت رسالت سے خطاب گویا فردیت، رسالت و امارت سے خطاب ربانی ہے۔ اور چونکہ وحدتِ ملی۔ نظامِ ملی اور فردیت رسالت اور اس کے تتبع میں فردیت امارت جو اپنے عہد میں فردیت رسالت کا مدعا اس کی نیابت سے انجام دیتی ہے۔ تقاضائے مقصودِ آیت[6] اُمَّةً وَّسَطًا ہے۔ اِس لیے ملتِ اسلامیہ نظامِ اجتماعی کے ساتھ ان احکام کی ادائیگی پر مکلف ہے۔ اور اولوالامر فعال یا فردیت امارت کے نفاذِ امر کو مستلزم ہے۔ اور وہ اس مقصد کی ایفا کے لیے من جملہ شعبۂ رفاہِ عامہ کی تشکیل ہے۔ جو ہر گونہ امراضِ غربت سوال و حرمان انفرادی اور جملہ مشکلات اجتماعی کا علاج ہے۔

شعبۂ جاسوسی جاسوسی کا ذکر بحث غزوات میں جا بجا گذر چکا ہے۔ علیٰ ہذا سیاست ملکی چونکہ داخلی حیثیت سے دفع موانع فرطیہ کو مستلزم ہے۔ اس لئے اس محکمہ کی ضرورت کو وہ ویسے ہی اہم قرار دیتی ہے۔ جیسے خارجی موانع مفرطہ کے اندفاع کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ وقوف ہی

---

[1] زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات غیر مسلم محتاجوں کی مدد پر سنت نبوی شاہد ہے۔ [2] شعبۂ رفاہ عامہ کے ساتھ اہتمام تصرف عدلیہ کا ربط عدلیہ تمام ملت کے اقتصادی حالات سے وقوف متحقق کرتا ہے جو محور ابوت امارت کے گرد افرادِ ملت کے تمداد صحیحہ کے ساتھ اخوت ملی و نوعی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے اور ذریعۂ ایفائے حقوق ملی و نوعی ہے [3] من جملہ سورۂ فتح آیت ۲۹ سورۂ بقرہ آیت ۲۷۳ و من احادیث لا یؤمن احدکم حتیٰ لا یحب للناس ما یحب لنفسہ (مسند احمد) [4] ان کے مال میں سائل اور محروم کیلئے حق ہے۔ (ذاریات) [5] سائل کو مت جھڑک (والضحیٰ)، [6] وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ)

انسداد کا موجب ہو سکتا ہے۔ اور فرطیات سے وقوف ان کی بے اعتدالی کی دلیل سے اس اہتمام کو ضروری قرار دیتا ہے۔

شعبہ ہائے صنعت و حرفت تجارت مواصلات

اہتمام صنعت و حرفت ارسل و رسائل یا مواصلات اور تجارت کی مبادیات کے قیام پر دو تمام حوائج ہر گونہ حیات اور ان کا ایفائے عادل شاہد ہے۔ جو اس عہد مقدس مصطفوی میں موجود تھے۔ اور آج ان کی فروعی وسعت اپنے تدریجی ارتقا کے ساتھ ہمارے سامنے ہے۔ جو تقاضائے فطرت کائنات ہے۔ اور ملت اسلامیہ کا حق اجتہاد اور نفاذ امر اس تدریجی ارتقا کو قیامت تک کے لیے احاطہ کرتا جاتا ہے۔ اور تمام فرعی وسعتوں کے اہتمام کے لیے فیصل بالحق ہے۔

دار الضرب

اجناس ارضی جو ایفائے حوائج عنصریہ اور بقائے حیات اور تکمیل حوائج ہر گونہ حیات کے متاعی ذرائع ہیں۔ ان کے باہم انتقال و تبادلہ کے لیے جو تکمیل ایفائے حوائج کا ذریعہ ہے۔ ایک جامع مختصر کی ضرورت ہے جسے سکہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عہد نبوی میں سکہ کا[1] استعمال اسی اجتماعی ضرورت پر شہادت ہے۔ اور یہ محکمہ دار الضرب کی تشکیل کا تقاضا کرتا ہے۔

شعبہ دول مفتوحہ و سرحدات

ملک کی حفاظت پر اس کے حدود کی حفاظت شہادت دیتی ہے۔ جو افراد ملک کی فکری جمعیت کے ساتھ ان کی عملی جمعیت اور اجتماع اسباب اور وسائل اجتماع میں تحقق استحکام کا موجب ہے۔ چنانچہ عہد مصطفوی میں تمام دفاعی غزوات اسی حقیقت پر شواہد ہیں۔ علیٰ ہذا نجران کے عیسائیوں کے ساتھ شرائط معاہدہ میں یمنیوں کی شورش پر ان سے اسلحہ کی امداد کا حصول حفظ سرحدات کی ایک متعین شق تھی اور ان سے اور ایلہ کے نصرانی سردار اور اس طرف کے عیسائیوں اور یہود خیبر وغیرہ سے معاہدات تصغیر یہ جن کی رو سے وہ ملت عدل اسلامیہ کے زیر دست قرار دیئے گئے اور ان کے متعلقہ اہتمام کی تمام شقیں گویا دول ماتحت کے لیے شعبۂ اہتمام تھا۔ جو ملت وسط کی وسعت فطری کے تقاضائے جاریہ کی ایفا کے لئے سنتِ قاہرہ ہے۔

شعبۂ نصرت ہجرت اور انسداد بے روزگاری

فرط و عدل کی کشمکش کی دلیل سے اور ملت اسلامیہ کی جہد توسیع کے نتائج سے ملتِ اسلامیہ کے بعض افراد جب اپنا وطن اور اس سے متعلقہ اسباب حیات کو چھوڑ دیتے ہیں تو ان کی آبادی ملت اسلامیہ کی وحدت اور اخوتِ اسلامی

---

[1] سیرت النبی علامہ شبلی جلد دوم عنوان اصناف محاصل و مخارج مطالعہ فرمائیں۔

کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ سلسلہ مواخاۃ کے منصب میں ایک شق اس اہم اہتمام کی شامل تھی۔ ہر موقعہ پر مہاجرین کی آبادی و آسانی کے انتظامات اسی حقیقت پر شواہد عہد مصطفویہ میں جو ہمیشہ تک توسیع ملی کے جادۂ جدوجہد میں مشعل راہ ہیں۔ یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انصار کا مہاجرین کے ساتھ ہر شعبۂ حیات میں تعاون ان کی بے روزگاری کو دور کرنے کے لیے گویا ہمیشہ تک ملت اسلامیہ میں افراد ملت کے اس تعاون باہمی کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو بے روزگاری کو مٹا دے اس حیثیت سے کہ وہ ہر گونہ معاونت محور فردیت[1] امارت کے گرد رداں ہو جو وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے ایفائے تقاضائے فطرت نفس ہے۔ عہد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہاجرین سے بیعت کہ وہ کسی سے سوال نہ کرینگے۔ اُن کے لئے کسب طیبات کی جدوجہد میں تمکین استقلال کے لئے تھی۔ اور اُسے انسداد بے روزگاری کے شعبہ کا اہتمام کہنا چاہیئے۔

شعبۂ تعلیم علم متدرباتِ عنصری و علوی سے صحت شعوری اور اس کا کشف متحقق ہوتا ہے۔ جو مایۂ تہذیب افراد اور تدبیر منزل اور سیاستِ مدن ہے۔ اور اس دلیل سے کہ فرد اساس ملت ہے۔ اور علم نفسِ فرد میں صحت اور کشفِ شعور کو متحقق کرتا ہے۔ اور کمال علم۔ علیم و حکیم عزوجل کے کلمات علمیہ میں استغراق کو مستلزم ہے جو عمل سے متحقق ہوتا ہے اور علوی و عنصری حقائق کو منکشف کر دیتا ہے۔ اور عمل مستلزم علم الفاظ ہے۔ اور وہ تعلیم کے اہتمام خاص کا متقاضی ہے۔ عہد نبوی میں تعلیم کتاب و حکمت اور اسی کی قوت علمیہ کے ذریعہ علم کتاب و حکمت کے (جو استعداد فردیت استخلاف فی الارض ہے)، تواتر کی تاسیس کا اہتمام اور درس گاہ صفہ میں تعلیم کا اہتمام خصوصی اسی حقیقت علمیہ پر شواہد ہیں۔ اور اسی درس گاہ میں انشاء کی تعلیم جملہ متعلقات علمیہ (جو علوی و عنصری تقاضاؤں کے ایفا کے ذرائع ہیں۔ اور انشا کیساتھ اوراق میں حفظ و استقلال پاتے ہیں) کے علمی حصول پر شہادت مصطفوی ہے۔

اہتمام کتابت و انشا کتاب یعنی اللہ عزوجل کے کلمات علمیہ یا دستور عدل اور سنت نبوی یعنی اس میں استغراق کی شرح متشکل علی ہذا فردیت رسالت مصطفوی پر جامع ملت اسلامیہ فردیت استخلاف کے ترشحات استغراقیہ اور ملت اسلامیہ کے اجتہاد منور کی انشا انکے استقلال

---

[1] فردیت امارت کے تحت اس شعبہ کا اہتمام تصرف عدلیہ کیساتھ ربط عدلیہ تمام اجزائے مدن کے اقتصادی اور منزلی کوائف کے اقتضاب عدلیہ کی بنیادوں پر (جو تمام اجزائے مدن میں میزان علم متحقق کرتا ہے) استقلال عدل اقتصاد کا موجب ہوتا ہے جو بے کاری اور بے روزگاری کے امکانات کو نفس ملت سے خارج قرار دیتا ہے (جلد دوم میں اہتمام تصرف عدلیہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

حفاظت کی ایک اہم شق ہے اور درستت نظم وضبط یا جملہ شعبہ ہائے ملکی کے متعلقات کا دفتری حیثیت سے تحفظ کتابت و انشاء سے ہی متحقق ہوتا ہے۔ جو صحت آمریت کے لئے لزوم تربیت مقدمات کی دلیل سے اس جائز حکم کے لوازم سے ہے۔ جو مقدمات حکم کے علم کی اساس پر اس قوت فعالیہ کے ذریعہ نفاذ پاتا ہے۔ جو کتاب میں استغراق سے تحقق پاتی ہے۔ پس محررین کا تعین تقاضائے تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اسی حقیقت پر شہادت ربانی ہے۔ اور عہد نبوی میں اس کا اہتمام اسی حقیقت پر شہادت مصطفوی ہے۔ تفصیل کے لئے کتب احادیث اور سیرت النبی مطالعہ فرمائیں۔

تعدیل معاشرت یا تدبیر منزل اور شعبہ اہتمام بیت[1]

فرد اساس ملت ہے۔ اور افراد کی تعمیر حیات عنصری اور ان کے نفوس میں صحت افکار کا تحقق اور کردار صحیحہ کے مبادیات کی تمکین نظام منزلی سے بہت کچھ وابستہ ہے۔ اس لئے معاشری نظام کی اصلاح اور اس میں تعدیل جو تعدیل نفوس افراد کو ضروری قرار دیتی ہے۔ افراد کے تدریجی مراحل تعدیلیہ اور تدبیر معاشرہ کی تشکیل کے تقاضا سے مستلزم تصرف دستورِ عدل ہے۔ جو نفاذ آئین عدل اولوالامر[2] فعال کو جائز استحقاق تدبیر منزل عطا کرتا ہے۔ پس وہ عدل تدبیر سے اور اجرائے ہیبت کے ذریعہ دفع موانع فرطیہ سے عدل کی بنیاد پر اسے مستحکم کر دیتا ہے۔ جو نظام ملکی میں اس کی بنیاد کا اہم جزو ہے۔ کیونکہ وہ تعمیر گاہ افراد ہے۔

پس بدلیل وراثت مصطفوی امیر فعال کی قوت تزکیہ و تعلم کے فعالی تصرف سے جو حقیقت اسلامیہ یا تعلیم کتاب و حکمت کا ذریعہ ہے نفوس افراد میں تقاضا ہائے کثافت یعنی تحمل کشف اور ایفائے حوائج عنصری کی عادل ایفا کا تحقق فطرت نفس سے خواہش کو خارج قرار دیتا ہے۔ جو مقصود آیات ذیل کی ایفا ہے

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ط (نساء) — حفاظت میں لانے والے نہ مستی نکالنے والے

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ ط (نساء) — حفاظت میں آنے والیاں نہ مستی نکالنے والیاں

(نفس فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عادلہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ[3]۔ منجملہ فضائل اخلاق اس عادل ایفائے حوائج عنصری پر اس شخصیت معظمہ

---

[1] اس نے قلم سے لکھنا سکھایا (علق)۔ [2] جلد دوم میں ثابت کیا گیا ہے کہ مدن منزل اول کی صورت دبیعہ ہے اور امیر فرد اولوالامر فعال واحد مرجع نسلی کے مقام پر ابوالانس کی حیثیت سے جلوہ ریز ہوتا ہے اور اسی دلیل سے تدبیر منزل میں اسے تصرف تدبیریہ کا حق پہنچتا ہے۔ [3] آپ کے اخلاق قرآن تھے۔ (ابو داؤد)

کی شہادت ہے۔ جو اس عنصری ایفائے عادل کی محل تھی اور اس کی شاہد تھی۔) علیٰ ہذا اجرائے آئینہائے نکاح وطلاق اور اس کی جزئیات کے استقصا سے امیر فعال سنت مصطفوی کی پیروی میں تدبیر منزل یا معاشرت کے وجود صحیحہ کو ملت مصطفویہ میں متحقق کرتا ہے۔ اور فحشاء اور کاذب بہتان فحشاء پر اجرائے حدود کے ذریعہ تدبیر منزل سے متعلقہ خطرات موثرہ کا انسداد کر دیتا ہے۔

نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم سے طاہرۃ العرب حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت سودہ بنت زمعہ کے یکے بعد دیگرے نکاحات بالخصوص اور دیگر ازدواج مطہرات کے نکاح بالعموم اولاً اس حقیقت پر شواہد ہیں۔ کہ تقاضاہائے کثافت کا ایفائے عادل جہاں تحمل نور سے روشن ہو جاتا ہے۔ وہاں خلائف الارض کی نوعی بقا عنصری حوائج کی ایفا سے متحقق ہوتی ہے۔ اور یہ معاشرت کے وجود صحیحہ کا تحقق ہے۔ جس کی توسیع اس خصوصی ضرورت کے ساتھ دیگر مصالح ملی کی حامل ہے۔ مثلاً:

توسیع ملی اور تشدید ملی کے نتائج میں فاتحین اور مفتوحین سے کثیر التعداد مستورات شوہروں اور اقربا کی سرپرستی سے محروم ہو جاتی ہیں۔ ان صورتوں میں فطری نظم ونسق ہی اخلاق عادلہ کے معیار کو قائم رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ تقاضاہائے فطری کی ایفائے عادل کا ذریعہ ہے۔

اور بیوہ مسلم مستورات اور صاحب عیال مسلم بیوگان کو حیطۂ نکاح میں محفوظ کر دینا تعدیل معاشرت اور تحفظ افراد ملت کی ایک اہم شق ہے۔ چنانچہ نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاحات ام المؤمنین حفصہ اور حضرت زینب ام المساکین وحضرت میمونہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ اسی حقیقت پر شواہد ہیں۔ فرمان ربانی وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ اسی تقاضائے فطری کی ایفا ہے اور مفتوح اقوام کی عورتوں سے اُن کی حسیات کے مطابق معتدل اور خوشگوار سلوک اُن میں اعتماد اور وفا پیدا کر دیتا ہے۔ اور وہ قبول اسلام اور ان کی آزاد حیثیت کے قیام سے ان کے متعلق انتخاب نکاح میں ان کے سابقہ معیار زندگی کی رعایت ہے۔

اعتماد اور وفا افراد منزل کی ایک ضروری خصوصیت ہے جسے استحکام ملکی میں اہم مقام حاصل ہے۔ کیونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اور منزل معاشری حیثیت کے ساتھ اجتماع افراد دودمان کو متحقق کرتی ہے۔ نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاحات ام المومنین حضرت جویریہ سابقہ رئیسۂ بنو المصطلق اور نکاح

---

[1] یعنی اہتمام تصرف عدلیہ کے تحت احتساب کو آلف منازل سے (اہتمام تصرف عدلیہ کے متعلق جلد دوم میں مفصل بحث کی گئی ہے) [2] اپنے میں سے بیوگان کا نکاح کردو۔ (نور)

ام المومنین حضرت صفیہ سابقہ زلیبہ یہودا اپنی مصالح عظمیٰ کے مظاہر ہیں۔
حدود ملکی سے دور مسلمہ مسافرہ حقیقت اسلامیہ کے سیراں مشترک یا نفس فعال کے ساتھ فعالی و انفعالی تعلق کی دلیل سے ناموس ملتِ اسلامیہ ہے۔ اس لئے بُعدِ فصل کے باوجود اس کے متعلق تحفظ اور نظم و نسقِ فطری کا اہتمام کامل وحدتِ ملی کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ اور اس مسلمہ کے معاشری فکر و عزم کو محور حصین مقصود آیۂ مُحۡصَنٰتٍ غَیۡرَ مُسٰفِحٰتٍ کے ساتھ متدادر کر دیتا ہے۔ جو اساس صحتِ عمل ہے۔ چنانچہ نفس فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حبش میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ کیساتھ نجاشی کے ذریعہ تعقید نکاح اسی سنتِ محمود کی بنیاد ہے۔
خالق فطرت ہی جو عادل ہے تقدس کو قائم رکھ سکتا ہے۔ محرّمات صرف وہ ہیں جنہیں خالق فطرت نے حرام قرار دیا ہے۔ متبنّیٰ وغیرہ تعلقات کی ازواج میں چونکہ آئینی اور فطری حرمت متحقق نہیں ہے۔ پس یہ غیر فطری حرمت تدبیر منزل کے تقدس میں ابدالبقیہ خلل ہے۔ اس لئے نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقہ زید ابن[1] حارثہ حضرت زینب سے نکاح فرماکر منزلی تقدس کو ہمیشہ کے لئے ایسے خطرات سے پاک فرما دیا۔
نفس فعال کی منزل کو اخلاق معاشری کی حیثیت خصوصی کے ساتھ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن کی جلوہ گاہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ ہر گونہ حیات میں نافذ الامر ہے۔ اس لئے رسول فرد اور تمام عالم کے لئے نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم کے شخصی اخلاق فاضلہ اور اس کے عدل معاشرت اور اس کی سیاست ملی و ملکی کی تکمیل وضاحت کے لئے ایک ایسی ناشرہ کی ضرورت تھی جو اس کی رفیقہ حیات ہو اور مجتہدہ ہو۔ تاکہ وہ شخصی اور مدنی عدل کی وضاحت کے ساتھ نفس فعال کے عدل معاشری کو مجتہدانہ اور ناشرانہ حیثیت سے واشگاف کر دے۔
بچپن یا شعوری ارتقا کے ابتدا ہی میں منزل عادل کے تعمیری تاثرات سے اگر نفس میں فکر صحیحہ متحقق ہوجاتا ہے اور پھر اسی ابتدائی ارتقائے شعوری میں کشف شعور کی قوت فعالیہ اس پر تزکیہ و تعلّم کے ساتھ جلوہ ریز ہوجاتی ہے۔ تو وہ لطافتِ فاضلہ اور ممیّزہ کی دلیل سے جزئیات کشفی میں سرعت سیر پالیتا ہے جو نفس میں حقیقت اجتہاد کی تکمیل سریعی ہے۔
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے متبنّیٰ بنالیا تھا۔

میں یہی مصلحت عظمیٰ جلوہ گر تھی - آپ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں - اور ۹ برس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں - چنانچہ آپ سے دین کی ایک چوتھائی مروی ہے - حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں آپ فتویٰ دیتی تھیں - اکابر صحابہ پر انہوں نے دقیق اعتراضات کئے ہیں - صحابہ کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آجاتا تھا تو اکثر حضرت عائشہؓ ہی حل کرتی تھیں (دیکھئے سیرۃ النبی)

آپ کی فصاحت و بلاغت جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف فعالیہ کا جلوہ ہے - آپ کے کلمات سے ظاہر ہے -

اس اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی فردیت رسالت چونکہ مصالح ہر گونہ حیات کے لئے حامل اسوۂ حسنہ ہے پس وہ اس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام جزئیات معاشری کی تکمیل و صناحت کی دلیل سے تعدد ازدواج میں تحدید کو ہٹا دینے پر فیصل بالحق ہے - کیونکہ اس دلیل سے کہ نفس انسانی میں کثافت و لطافت ممزجہ کی ابتدائی صورت حقیقت عدل کی رؤیت سے عجز کے ساتھ اپنی تکمیل کے لئے جو اس کا عدل ہے - تہذیب اخلاق - تدبیر منزل اور سیاست مدن میں حامل قوت فعالیہ دستور متشکل یعنی اس رسول فرد کے اسوۂ حسنہ کی محتاج ہے - پس جب تدبیر منزل میں اس تعلق معاشری (جو تمام کثرتی تعلقات کا اصل ہے) کی جزئیاتی شرح متشکل متحقق ہو چکی تو امت کی وسعت تعداد ازدواج میں تحدید اربعہ کے لئے تقاضائے وسعت امت کے ساتھ تطابق ضرورت وسعی کی ایفا کے لئے ضمانت وافیہ ہے - چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے -

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى	نکاح کرو عورتوں سے جو تمہیں پسندیدہ ہوں - دو دو
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا	تین - چار - اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے -
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء)	تو ایک ہی یا وہ جن کے مالک ہوئے تمہارے دائنے ہاتھ -

(منکوحات کے علاوہ کنیزکان اور ان کے ساتھ معروف سلوک معاشری جو فطرت منزل یا معاشرت کا تقاضا ہے فطری نظم و نسق کی اہم جزو ہے - اور نفس کائنات سے غلامی کی رسم کہنہ کے اخراج کا ابتدائی تدریجی مرحلہ ہے اور اس کے اخراج کامل پر اسوۂ فعال مصطفوی (سورہ محمد آیت نمبر ۴ ع ۱) فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً کے حکم ناطق کیساتھ شاہد بالحق ہے -

حوائج ارضی خورد و نوش اور لباس وغیرہ میں اس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایثار کامل (اس دلیل سے کہ عدل نفس

---

[1] جلد دوم میں مفصل بحث کی گئی ہے -

[2] آپ اور آپکے اہل و عیال متصل کئی رات بھوکے رہتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا (ترمذی) اور بروایت عائشہؓ کوئی کپڑا آپ کے لئے تہ کر کے نہیں رکھا جاتا تھا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت نفقی یا ایثار کامل پر متواہد ہیں - شعبہ سیاست خارجہ کی جزئیات مطالعہ فرمائیں نیز جلد دوم میں اسوہ پر مفصل بحث کی گئی ہے -

تمام شہوات میں مجموعًا تعدیل کو مستلزم ہے (اور مقصود آیہ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ[۱] اور نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى[۲]
پر شہادت عائشہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن اس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تعلقات صنفی میں عدل عملی پر شاہد ہے۔ نیز
حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے زمانۂ نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ریعان شباب اور ان کے بڑھاپے کے
باوجود ان کی فردیت جزائے احسان کی دلیل سے عدل نفس مصطفوی پر شہادت ہے۔

اس تعلق معاشری (نکاح) کی (جس سے دو دمانوں میں ثقافتی اشتراک کی بنیاد پڑتی ہے۔) ایفائے
معروف[۵] کے ساتھ والدین کے حقوق کی ایفا جو ہر منزل نو کی وجہ تعمیر ہیں۔ حیثیت فاضلہ کی حامل ہے۔ اور
ان جملہ تعلقات کی ایفائے معروف تقاضائے تدبیر منزل ہے۔ جو ثقافتی اشتراک سے متحقق ہیں۔ مثلاً اولاد
بھائی۔ بہنیں وغیرہ علیٰ ہذا دیگر اقربا اور علاوہ ازیں یتمٰی مساکین اور مسافر جو فطرت جنسیت انسانی اور اپنی
کیفیت مخصوصہ محتاج بہ منزل کے تقاضا سے متعلقات منزل ہیں۔ اور ہمسائیگان۔ ہم نشین۔ مہمان۔ خادم
جو ترشحات فکری و عملی کے ساتھ تعلق منزلی کے مصداق ہیں۔ اور دودھ وغیرہ حوائج منزلی کی ایفا کے
لئے جانور جو اسی دلیل حاجت منزلی سے جزو منزل ہیں کیونکہ ان سب کو شرکت معاشری حاصل ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ ان میں یتمٰی کا بالخصوص یتمٰی اقربا کا فطری حق منزلی نظام کیساتھ
شہادت ربانی[۱] وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ان کے تقاضائے حالات کے مطابق بالاستقلال اسی طرح
وابستہ ہے۔ جس طرح دیگر افراد منزل اس متعلق ہیں۔ کیونکہ وہ ایک منزل کے افراد تھے۔ گویا ان کی
فطرت حالات حقیقت بالا پر ناطق بالحق ہے۔ اور اسی دلیل سے اخوت اسلامی اور وحدت ملی کا ایسا
مشترک فردیت امارت پر ان کے لئے تعین نظام منزل کو یا شعبۂ اہتمام یتمٰی کو، فریضہ ملی قرار دیتا ہے
چنانچہ وہ صاحب استطاعت و کوشش بیوگان جو یتمٰی کی پرورش کے لئے اپنے آپ کو روکتی ہوئی ان
کے لئے اس نظام منزلی کو قائم رکھتی ہیں جس کے وہ افراد تھے۔ انہیں محور ملت اسلامیہ و نظام ملی نفس
فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف قرب[۲] حاصل ہے۔ جو ان کے افکار و اعمال میں اس کے

---

[۱] حفاظت میں لانے والے نہ مستی نکالنے والے (نساء) [۲] اور اس نے اپنے جی کو خواہش سے روکا (نازعات)
[۳] آپ کے اخلاق قرآن تھے (ابوداؤد) [۴] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حقیقت جزائے احسان پر شاہد ہے۔ کہ جب
لوگوں نے میری تکذیب کی۔ تو انہوں نے (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے) تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے وہ ایمان لائیں۔ جب میرا کوئی
معین نہ تھا۔ تو انہوں نے میری مدد کی (سیرۃ النبی) [۵] وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ)
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (نساء) [۶] اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں (بقرہ) [۷] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فضل
من عال یتیمًا۔

گرد صحبت تدادر ہے ۔ اور اسی دلیل سے فردیت امارت کے لئے (جو فردیت رسالت پر جامع ملت اسلامیہ ہے ۔ اور نائب فردیتِ رسالت ہے) اور ملت اسلامیہ کے لئے ان کی نگہداشت محور فکر و عمل کے گرد تدادر فطری کے تقاضا کی ایفا ہے[۱] گویا جیسے صاحب عیال بیوگان کا حیطۂ نکاح میں تحفظ فطری نظم معاشری کی ایک شق ہے ۔ اور یتمیٰ کے لئے جدید نظام منزلی کا قیام ہے جو ان کی تربیت گاہ ہو ۔ ایسے ہی غیفیۂ بیوگان ۔ کا یتمیٰ کی پرورش کے لئے نکاح جدید سے مخصوص مصالح کی دلیل کے ساتھ رکنا یتمیٰ[۲] کی پرورش و تربیت کا دوسرا پہلو ہے ۔ اور ان کے لئے اس نظام منزلی کا استقلال ہے جس کے وہ افراد ہیں الحاصل اہتمام یتمیٰ تدبیر منزل کی اہم شق ہے اور فردیت امارت کی تدبیر و سیاست عادلہ کا تدبیر منزل اور تعدیل معاشرت میں نفاذ چاہتی ہے ۔ جو اپنے عہد میں محور تہذیب و تدبیر و سیاست ہے ۔

علیٰ ہذا ان تمام آداب کی رعایت جو منزلی کوائف تدبیریہ سے متعلق ہیں ۔ اعتدال نظام منزل کی تمکین ہے مثلاً کسی کے گھر[۳] میں داخلہ سے پہلے سلام کرنا اور قول حسن[۴] کے ساتھ اجازت لینا اور مخصوص افراد منزل کا دن میں تین[۵] بار فجر سے پہلے دوپہر کے وقت اور عشا کے بعد اجازت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملنا اور کھانے پینے[۶] اور اس کے لئے نشست و برخاست اور داخلہ میں رعایت آداب و اجازت[۷] وغیرہ اور خطرات فرلیہ سے تحفظات منزلی[۸] (حفظ نظر و زینت و فروج) پر استقلال فکر و عمل تعدیل معاشر ہے ۔ جو عدل نظام منزل یعنی اس کی تدبیر صحیحہ سے سیاست مدن میں موجب استحکام ہے ۔ کیونکہ منزل تعمیر گاہِ افراد ہے اور اجتماعِ افراد جو تقاضائے وحدت مرجع نوع انسانی ہے نظام منزل میں امیر فعال کے تصرف نفاذۂ امارت کے لئے فیصل بالحق ہے ۔ کیونکہ امارت تقاضائے وحدت مرجع ہے ۔ پس تدبیر منزل سیاست مدن کا ایک اہم شعبہ ہے[۹] نیز جلد دوم میں مفصل بحث کی گئی ہے کہ نظام مدن اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ منزلِ اوّل کی صورت وسیعہ ہے اور ہر منزلی نظام نظام مدن کا ایک شعبہ ہے اور امیر فرد واحد مرجع نسلی (انسان اوّل) کے مقام[۱۰] سے ذیل ابوّت کے ساتھ آمر بالعدل ہونے کا فطری استحقاق رکھتا ہے ۔

شعبۂ سیاست بین الدول (خارجہ) فطرت نفس کی اساس تخلیق عدل ہے ۔ اور اسی دلیل سے دستور عدل (اسلام) کائنات انسانی کے نفوس پر کوائف فطرت بانی نفوس

۱۔ بخاری کتاب آداب و مشکوٰۃ باب الشفقت والرحمت علی الخلق ۲۔ وہ نظام منزل نظام مدن کا ایک شعبہ ہے اور اس دلیل سے اہتمام تعرف عادلیہ کے ذریعہ اولناس یا امیر فرد کے اقتساب تدبیریہ و تصرفہ کو مستلزم ہے جلد دوم میں مزید بحث کی گئی ہے ۳۔ سورۂ نور آیات ۲۸-۲۹ ۴۔ وقولوا للناس حسنا بقرہ ۵۔ سورۂ نور آیات ۵۸-۵۹ ۶۔ سورۂ نور آیت ۶۱ ۷۔ سورۂ نور آیات ۳۰-۳۱-۳۲-۶۰ ۸۔ سورہ احزاب ۳۲-۵۳ ۹۔ وغیرہ وغیرہ

کی مطابقت کے ساتھ (جو ارضی ماحول کے اثر سے اپنی فطرت اساسی سے متغیر ہو جاتی ہیں + اور ان کے درجات تغیریہ میں مدارج ہیں۔ کیونکہ موثرات ارضیہ و ماحولیہ متفاوت ہوتی ہیں) اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لئے اُن عادل موثرات کے اہتمام کا شعبہ جو دول خارجیہ کے لئے حالات صلح و جنگ میں موثر للعدل ہے۔ اور نوع انسانی کو اپنی فطرت کی حقیقتِ اساسی کی طرف محسوس اور غیر محسوس طور پر جھکا دیتا ہے اور اس فطری جھکاؤ کا اثر حالاتِ صلح و جنگ کو طے کرتا ہوا انجام کار امن پر منتج ہوتا ہے۔ شعبۂ سیاسیات خارجہ ہے۔ عہد نبوی میں تعقید معاہدات اور ان کا ایفا رعایت قاصدین و وفود اور ان کی مہمانداری اور انہیں عطائے ہدایا و تحائف اور اسیران جنگ سے حسن سلوک وغیرہ وغیرہ (منہاج اوسط عدل) اسی حقیقت پر شواہد ہیں اور فطری اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ یہ شعبہ سیاست بین الدول جائز واحد سیاست مدن اسلامیہ کا ایک تدریجی مرحلہ ہے (جزیات کی تفصیل لاحقہ کے لئے اثر ... تا آخر مطالعہ فرمائیں)۔

شعبۂ دفاع جمعیت عسکری کی تشکیل جو مظہر وحدت ملی ہے۔ داخلی شعبہ ہائے ملکی کی معاونت سے نظام ملکی میں استحکام کے ساتھ جو اجتماع افراد و اسباب میں موجب استقلال ہے۔ اور عسکر اپنے اسباب متعلقہ کے ساتھ اسی ہیبت اجتماعیہ کا پرشوکت خلاصہ ہے۔ وہ اور اس کیلئے اسباب ہر گونہ حیات من جملہ اسباب جنگ یعنی لوازم شمشیر کا اجتماع کہ وہ اسباب تحفظ حیات مدن ہیں۔ محکمہ دفاع کی تشکیل ہے۔ جس کے ذریعہ امیر فعال قصر حیات ملی اور سیاست مدن کو دفع موانع فرطیہ سے بدلیل تحفظ میزان عدل بنیاد مستحکم پر شدید کر دیتا ہے۔ کیونکہ عدل اساس قصرِ نفس انسانی ہے۔ جو اساس منزل و مدن ہے[1]۔

چونکہ وسعت[2] ارضی اور وسعت ملی لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے جمعیت عسکری کی توسیع قائم مقام قائد ان عسکر کو مستلزم ہے۔ گویا محکمۂ دفاع۔ عسکر۔ قائدین عسکر اور سامان جنگ کے اجتماع سے متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ نفس فعالِ ملت یا محور ملک کے دست عسکری کے ساتھ قبضۂ شمشیر کا اتحاد ہے۔ جس کی حرکت فرط داخلی و خارجی کی ادراک و تحریک کو اپنی ہیبت موثرہ میں بہا دیتی ہے۔ اور وہ فعال شوکت عدل میں فرط معطلہ کا استغراق ہے۔ یا ہیبتِ عدل کے روبرو اس کی تصغیر ہے۔ اور یہی ملت وسطیا عدل کے مقصد امارت کی وحدت ملی کے میزان مشترک کے ساتھ بنیاد مستحکم پر دفع موانع فرطیہ کے ساتھ تشدید ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ترسیل سرایا۔ قائم مقام قواد لشکر کا تعین۔ اور سامان حرب کا اجتماع اپنی

---

[1] توسیع ملی کائنات انسانی کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے اور وسعت ارضی اس کا محل ہے۔ کیونکہ وہ قرارگاہ کائنات انسانی ہے۔
[2] قبول عدل۔

حقائقِ علیہ کے مظاہر ہیں۔ جو شعبۂ دفاع کی تشکیل قاہرہ ہے۔

شعبۂ نشر نفس انسانی کی تدریجی خاصیت جو فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت سے خاصۂ نفس متحدہ فرد و جماعت ہے۔ فکری و عملی جدوجہد کے لئے تدریجی حیثیت کے ساتھ افراد اور ملت کو جہد عمل اور دفع موانع کے لئے مستعد کرتی ہے۔ اور فکری حیثیت سے افراد اور ملت کا مستعد ہونا استحکام عزم و عمل کا موجب ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے وسعت ملی کی مطابقت کے ساتھ عادل نشر و اشاعت ہی ہنگامہ ہائے فکری کو بپا کر سکتی ہے۔ جو عملی تغیرات اور انقلابات دفاعی کی بنیاد و اساس ہے۔ اور جملہ شعبہائے ملکی ہیں ان کے افرادِ متعلقہ اور جملہ افرادِ ملت کی معاونت کاملہ اس فکری مستعدی کو لازم قرار دیتی ہے۔ جو مہمات پیش آئند میں ان کی جدت کی دلیل سے فکری مستعدی میں جدّت اور استقلال کو مستلزم ہے۔ اور یہ شعبۂ نشر کے استقلال کو ضروری قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرامین و خطبات نبوی اور ان کی اثر انگیزی اور احکام میں اصول تدریج کا لحاظ اسی اہتمام علیہ کے مظاہر ہیں۔ جو اُمّت مصطفویہ کے لئے تادوام سنتِ سنیّہ ہے۔ علیٰ ہذا احادیث نبوی کی کتابت ہر گونہ نشر و اشاعت کے پائندہ اور مستقل انتظام کی تاسیس تھی۔ چنانچہ بروایت ابوداؤد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر عبداللہ ابن عمر کو اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لکھ لیا کرو۔ اس سے جو کچھ نکلتا ہے۔ حق نکلتا ہے۔

چونکہ فطرت نفس اساس عدل پر استوار ہے۔ اور تکمیل عدل تکمیل فطرت ہے۔ اس لئے ہر ایسی تحریر جو معیار عدل سے ساقط ہو استحقاقِ وجود نہیں رکھتی۔ فرمان نبوی الکاتب السوء کالعامل یہ اسی حقیقت پر شاہد ہے۔ کیونکہ عملِ سوء یا فرط کی تصغیر کے لئے فطرت نفس فیصل بالحق ہے۔ جس پر اجرائے حدود و قصاص اور تصغیر الدول شاہد ہے۔ علیٰ ہذا التعدیل خطاب پر فرمان ذیل ناطق بالحق ہے۔

لا اخبر کم بالغضکم الی وابعدکم منی مجالس یوم القیمۃ الثرثارون المتفیھقون (الکامل)	کیا تم کو میں مطلع کروں۔ ان کے متعلق جنہیں میں ناپسند کرتا ہوں اور قیامت کے دن بلحاظ نشست وہ مجھ سے دور تر ہونگے منہ بھر بھر کر اور متجاوز از حق ہو کر باتیں کرنے والے۔

یہ ترشح فعالیہ مصطفوی غیر عادل خطابات کے وجود کو احاطۂ ملک و ملت میں ناجائز قرار دیتا ہے۔ کیونکہ نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم القیمۃ محور ملت ہے۔ اور اس کے ترشحات عدل ہیں۔ اور عدل اساس تخلیق فرد ہے۔ اور فرد اساس منزل و ملت و ملک ہے۔ پس دستور عدل (کتاب) اور اس کی شرح متشکل (سنت نبوی) اور اس کی پیروی میں اس اولوالامر فعال کا خطاب اور تحریر جو اپنے عہد میں اس

الجامع الصغیر السیوطی

فردیت رسالت مصطفوی پر جامع ملتِ اسلامیہ ہے۔ جو مکمل فطرت نفس نوع انسانی ہے۔ احاطہ ملت و ملک میں سیران و نشر کا جائز حق رکھتی ہے۔ یا وہ خطاب و تحریر نشر کا استحقاق رکھتی ہے۔ جو اس عادل محور امارت کے گرد صحت کے ساتھ متد اور ہو۔ جو اپنے عہد میں نفحوائے اُولی الامرِ منکم مصداق فردیت امارت ہے۔ کیونکہ محور کے گرد تد اور ہی حقیقت عدل ہے۔ اور اس سے تجاوز تفہق یا فرط ہے۔ اور کائنات انسانی کا محور صرف وہی قرار پا سکتا ہے۔ جس کے لئے فطرت نفس فیصل بالحق ہے۔ اور وہ وحدت مرجع فطری و نسلی اور تکمیل فطرتا نوع انسانی کی دلیل سے فردیت رسالت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ جو اپنے عہد میں فردیت نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جامع ملت اسلامیہ ہے۔

شعبہ تعدیل نفق

شعبہائے سیاست مدن میں استحکام نظم اور ان کے مقاصد تشکیل کی تکمیل من جملہ محکمہ دفاع میں اسباب حرب یا لوازم شمشیر کا اجتماع اور ان افراد کے اسباب حیات کا اہتمام جو اپنی خدمات کو یعنی فکری و عملی جدوجہد کو ان شعبہ ہائے ملکی کے مقاصد تکمیل کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں معتدل نفق اسباب (مال) سے متحقق ہوتا ہے۔ جو شعبۂ تعدیل نفق کا عمل ہے۔ نیز وسعت ارضی جو توسیع ملی کا محل ہے بتقاضائے دفع موانع وسعت ہر گونہ اسباب کو مستلزم ہے۔ جو تعدیل مصارف یا عدل نفق کے ساتھ ان جملہ حوائج تشکیلیہ یا تکمیلیہ اور ان کے متعلقات کی ایفا کے بعد شعبۂ تعدیل نفق میں استقلال اجتماع اسباب کو مستلزم ہے جسے مابقا کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس تقاضائے وسعت ارضی اور توسیع ملی کے ساتھ مطابقت ہے۔ جو دفع موانع میں وسعت کو مستلزم ہے۔ اور اَعِدُّوْا لَہُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّۃٍ ...... الخ کے مقصود کی تکمیل ایفا کا ذریعہ ہے۔ عہد نبوی میں اسباب حرب کا اجتماع اور جزئیات امور ملی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت نفق اور محصلین اور عمال کو عطائے وظائف اور مجاہدین میں غنیمت اور اراضی کی تقسیم اور حقیقت تحصیل محاصل انہی حقائق پر شواہد ہیں نیز جنگ بدر میں حضرت عثمانؓ کا ان کی زوجہ محترمہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے شہر میں قیام اور مجاہدین کے برابر تقسیم حصص میں ان کے ایک حصہ کا تعین اس حقیقت پر شہادت مصطفوی ہے۔ کہ جزئیات نظام ملکی کی نگہداشت و جمعیت کو آلف نفوس و اسباب کے ساتھ جو اساس استحکام جمعیت عسکری ہے۔ کیونکہ عسکر اس دلیل سے کہ وہ امیر فعال کی شجاعت فعالیہ اور شمشیر کا مظہر ہے۔ خلاصہ ملک و ملت ہے۔ اور حالات ملکی بوجہ تعلق ساریہ افراد عسکر کے نفوس میں اور

ـــــــــــــــــــــــــــــ

ے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النساء)

حالات عسکر پر اثر رکھتے ہیں اتنی خدمت کو متعین کر دیتی ہے ۔ اور یہ عبادت مرضی کیلئے حق خدمت کی ادائیگی کی ایک شق ہے ۔ اور ایفائے بعضیت سے ایفائے کلیات پر دلیل ہے اور اس حقیقت کی مظہر ہے ۔ کہ شعبوں کے ساتھ تخمینوں کی مناسبت تقاضائے اعتدال سیاست ہے جو غیر عادل خطرات سے سیاست مدن کو محفوظ رکھتی ہے ۔ تعدیل نفوس کی اساس تحصیل محاصل ہے اب اصناف محاصل انحصار کیساتھ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۔

اصناف محاصل

صدقات — اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ (توبہ)

صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں ۔ اور ان کیلئے جو عاملین صدقات ہیں اور ان کیلئے جن کا دل اسلام کی طرف ترجیح یا اس پر استقلال کیلئے تالیف چاہتا ہو اور گردن چھڑانے میں اور قرض ادا کرنے کیلئے اور اللہ کے راستے میں اور مسافر کیلئے یہ حصہ ہے ۔ اللہ کیطرف سے مقرر کردہ اور اللہ علیم وحکیم ہے ۔

فردیت توحید نفس ناطقۂ انسانی کا مرجع فطری ہے ، یہی للّٰہیت ہے ۔ جو کشف روح الہٰی اور تحمل کشف سے اپنی حقیقت کنہ نفس انسانی میں متحقق ہوتی ہے ۔ یہی ایفائے رجوع فطری کی دلیل سے حقیقت اسلامیہ ہے جو داعی توحید صلی اللہ علیہ وسلم کے منکشف روح الہٰی کی قوت فعالیہ کے ذریعہ افراد ملت میں اخوت اسلامی یا وحدت ملی کے پیراں مشترک کے ساتھ جاری وساری ہے اور بنی نوع میں تودیعہ روح الہٰی کی دلیل سے اس قوت فعالیہ کا تسلسل تمام عہود روزگار [illegible] اول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملحوق قرار دیتا ہے ، کیونکہ قوت فعالیہ کا نفوس [illegible] میں تصرف باعث کشف وتحمل ارواح ہے ۔ پس عہد فردیت استخلاف فی الارض میں یہی قوت فعالیہ یا تصرف للّٰہیت ملت کو نفس فعال اول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رجع کر دیتا ہے ۔

گویا للّٰہیت یا فردیت توحید میں قوائے نفس ادراک وتحریک کا داعی للّٰہیت یا محور فکر وعمل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد تداور کے ساتھ استغراق کہ وہ موجب صحت اوزان ہے ۔ فطرت نفس کی تکمیل اور نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے ۔ جو جوانب میزانیہ نفس میں تعقل موازین ہے ۔ اور اسی دلیل سے عدل ہے ۔ چنانچہ ملت محمدیہ کو اسی نسبت للّٰہیت کی محبت قاہرہ سے اللہ عزوجل نے ملت وسط (عدل) سے تعبیر فرمایا ہے ۔ پس متحدہ ملت وسط کا مال وجان بدلیل للّٰہیت تعمیر ملی کی اساس ہے ۔
یہی اس فرمان ربانی سے مقصود ہے ۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمْوَالَهُمْ وَاَنْفُسَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
(توبہ)

تحقیق اللہ نے مومنین سے ان کے مال اور جان جنت کے عوض خرید لئے ہیں ۔

چونکہ اصول تدریج نفس انسانی اور اس کے مسخرات ارضی وسماوی میں بطور فطرت مخلوق ہے اس لئے اللہ عزوجل نے دستور عدل کے نزول اور احکام میں تدریجی مراحل کو ملحوظ فرماتے ہوئے زکوٰۃ کو ہر مسلم مستطیع پر

فرض قرار فرمایا ہے۔ جو ملت اسلامیہ کے انفرادی اور اجتماعی حوائج کی ایفا کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اور غیر مخصوص صدقات نفل کی وسعت ایک حد تک معین نہیں فرمائی۔ وہ افراد ملت کے اموال کی مقدار اعتدال اور رضائے نفوس افراد کے ساتھ محیطہ ہے۔ اور ان کی تحصیل اور نفق کا محور فردیت رسالت مصطفوی ہے۔ اور وہ اولوالامر ہے جو اپنے عہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں روح وجسم کے ساتھ قائم مقام ہے۔ اور اس مقدس فرض کو فردیت امارت کی شوکت کے ساتھ (جو تقاضائے فطرت نفس کی بدلیل وحدت مرجع فطری ونسلی ایفا ہے) ادا کرتا ہوا اپنے عہد میں مقصد بعثت مصطفوی کو پورا کرتا ہے۔ محصلین زکوٰۃ کا عہد نبوی میں تعین اور ان کے ذریعہ تحصیل صدقات اور ان کا نفق مندرجہ ذیل فرمان ربانی کے ساتھ۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ	اطاعت کرو۔ اللہ کی۔ اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور
أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء)	تم میں سے جو اولی الامر ہے۔ اس کی

اسی شوکت علیہ کی وضاحت ہے پس ملت اسلامیہ کا نفس فعال یا اولی الامر شعبۂ تعدیل نفق کے زیر اہتمام ان شعبہائے مدن کے ذریعہ زکوٰۃ کو خرچ کرتا ہوا نظام ملی کو مستحکم کرتا ہے۔ جو نفق زکوٰۃ سے متعلق ہیں اس کی جامع اور مجمل تفسیر اس طرح ہے۔ جو ان شعبہائے مدن کی تفصیل کو محیط ہے۔ یعنی ملت اسلامیہ کے افراد اساس ملت ہیں۔ اس لئے ان کی انفرادی حیات کا تحفظ یعنی مسلم فقراء اور مساکین کے حوائج حیاتیہ کی زکوٰۃ کے ذریعہ ایفا گویا اساس ملت کا استحکام ہے۔ اور محصلین زکوٰۃ کی تحصیل زکوٰۃ کے لئے تفویض خدمت فکری وعملی ان کی حوائج حیاتیہ کی زکوٰۃ کے ذریعہ ایفا کے لئے تاطلق بالحق ہے۔

چونکہ اسلام (عدل) اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضا کی ایفا ہے اس لئے تالیف قلوب سے اسلام کی طرف رجوع کرنے یا اسلام پر ان کے استقلال کے لئے زکوٰۃ کا خرچ کرنا تقاضائے فطرت کی تکمیل یا توسیع ملی کی ایک اہم شق ہے۔ اور یہ اجتماع ملی میں انفرادی واجتماعی تاسیس کے ساتھ استقلال توسیع کا اہتمام ہے۔ علی ہذا ملت کے نظام اجتماعی یا فردیت امارت کے تحت ان فقراء کے حوائج حیاتیہ کی جو اللہ کے راستہ میں حضر سے جو توسیع ملی کا ذریعہ ہے۔ روزی حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں دے سکتے۔ زکوٰۃ کے ذریعہ ایفاء توسیع ملی کی ایک اہم شق ہے۔ علی ہذا اسی ذریعہ سے اس فرد مسلم کی آزاد حیثیت کا قیام جو اساس ملت ہے۔ چونکہ ایک جزو کی انفرادی تکمیل ہے اور اسی ذریعہ یعنی زکوٰۃ سے اس دلیل کے ساتھ ایفائے ضمانت کہ مسلم ضامن وحدت ملی کا مظہر ہے اور فرد چونکہ اساس ملت ہے۔ اس لئے یہ ہر دو استقلال تاسیس وتوسیع ملی کی اہم شقیں ہیں۔

۱ اس حقیقت علیہ پر اس کا کشف وتحمل شاہد ہے۔ جو اسکے تصرف (کرکشف وتحمل) مصطفوی اور اسکے ہاتھ کو دست مصطفوی قرار دیتا ہے۔

جو زکوٰۃ کے ذریعہ انجام پاتی ہیں۔

اور اجتماع تقاضائے فطرتِ نفس ہے۔ جس کی ایفا عدل و فرط میں جاری و ساری ہے۔ اس لئے جائز اجتماع عدل دفع موانع فرطیہ کو مستلزم ہے۔ جو مفرط اجتماعات کا جادۂ عدل سے شجاعت فعالیہ اور شمشیر کے ذریعہ اندفاع ہے۔ جو اجتماعِ عادل کی تمکین ہے اور فرد کی بحیثیت مسلم انفرادی و اجتماعی حیات کے استقلال کا ذریعہ ہے۔ بحالیکہ وحدت حیات اجتماعی اور فردیت[1] امارت مدعائے آیہ اُمَّۃً وَّسَطًا ہے۔ جو بدلیل دفقہ مرتع فطری و نسلی تقاضائے نفس کی ایفا ہے۔ ورنہ بصورت دیگر نفس فرد و ملت اور نظام کائنات انسانی کی وہ فطرت جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں تمکین عدل کے لئے جو اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایذا ہے۔ اس سے داد خواہ ہوگی۔ کیونکہ وہ حامل دستور عدل ہے اور رسول للّٰہیت ہے۔ جیسے کہ ثابت ہو چکا ہے اور وہ عزوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے پس اس عزوجل کا قیام بالقسط اور امر بالعدل، عدل کو للّٰہیت قرار دیتا ہے۔ جو نفس انسانی میں کشف روح الٰہی اور اس کا تحمل ہے۔ جو تقاضائے نفس انسانی منزل و مدن میں اساس نظامِ عدل ہے۔ پس اس فریضۃً من اللّٰہ یا فریضہ الٰہی زکوٰۃ کا فی سبیل اللّٰہ مصرف، خواہ نفس کے حقوق اور نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور وہ اولاً اجتماعِ عادل کے جادۂ عدل سے دفع موانع فرطیہ (جہاد) میں ان کے تدریجی مراحل کے ساتھ جو تدریجی فطرت نفس کی مطابقت ہے اسکا لفوق ہے کیونکہ تمکین اجتماعِ عدل اندفاع فرط کے بغیر ممکن نہیں اسلئے کہ سطح ارض ہر دو کا مرجع قرار ہے۔ اور ماحول نفس کی عنصری جنسیت کثیر نفوسِ انسانی کو رجحانات کثافت یا فرط کی طرف جھکانی ہوئی اجتماعات مفرط کی تشکیل کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور وہ مراحل تدریجیہ پہلے فکری اور بعد عملی تغیرات و انقلابات ہیں جو ملتِ وسط کے جادہ اجتماع عدل سے جس کی وسعت تمام عالم کو احاطہ کر لینے کا استحقاق رکھتی ہے، موانع مفرط کو ہٹاتے ہوئے موجب تشدید ملی ہیں۔ الحاصل ملت وسط و عدل کے تمام اجتماعی حیات کے تقاضاؤں کی ایفا جو تاسیسی و توسیعی و تشدیدی حیثیت سے تعمیر ملی کی شقیں ہیں فی سبیل اللّٰہ میں شامل ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ — ان فقراء کے لئے جو اللّٰہ کی راستے میں حصر کر دیئے گئے ہیں

لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ (بقرہ) — اور وہ روزی کمانے کیلئے سطح ارض پر سعی و کوشش نہیں کر سکتے (بقرہ)

اسی حقیقت پر اس دلیل سے شہادت ربانی ہے۔ کہ تحصیل علم اور ترسیل دعاۃ و معلمین جو توسیع ملی و تشدید کی تاسیس ہے۔ ان کے استحقاق حاجت کی بناء پر کیونکہ وہ کسب کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ ان کے اخراجات کی زکوٰۃ وغیرہ کے ذریعہ کفالت تقاضائے تعمیر ملی ہے۔ علیٰ ہذا مسافر چونکہ اسباب حیات کے جائے اجتماع سے دُور ہونے کی دلیل سے ضرورت کی بنا پر مصرف زکوٰۃ ہے۔ اور افراد ملت کا اسباب معیشت و معاشرت اور اقتصاد و باس کے لئے سفر تشدید ملی کی روح رواں ہے کیونکہ

[1] فردیت رسالت اور اس کی تبعیت میں فردیت امارت

فرد اور اسکا مال وجان اساس ملت ہے۔ اس لئے وسائل سفر میں اسکا تفوق مدنی حیات کے انفعالی ذرائع میں اس آسانی اور استقلال کا موجب ہے جس سے داخلی قوت مدن سرعت کے ساتھ وسعت واستحکام پاتی ہوئی خارجی موانع مشرط کو جادۂ عدل سے ہٹا سکتی ہے اور یہ تشدید ملی کے لئے وسائل مدن کی اہمیت کبیرہ کا تحقق ہے۔

اور زکوٰۃ کی پیداوار سے عشر اور نصف عشر کی بطور زکوٰۃ تحصیل اور اسباب تجارت وغیرہ پر زکوٰۃ اور محصلین زکوٰۃ (عاملین صوبجات واضلاع) کے مصارف کی بعوض تحصیل زکوٰۃ منجملہ زکوٰۃ ادائیگی اس حقیقت کی مظہر ہے۔ کہ وہ اسباب حیات مدن یا اساس محاصل کی اساسی حیثیت سے محیط ہے نیز ملت کی تشدید اساسی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ افراد اور اُن سے معلمین اور انجام کار وہ بحیثیت ولاۃ و عمّال اساس ملت شدیدہ ہیں۔ مندرجہ ذیل حدیث نبوی والی کی حیثیت تعلیم کتاب وحکمت اور قضا اور تحصیل صدقات کی مظہر ہے۔ جو ملت شدیدہ کا ایک رکن ہے۔

وَبَعَثَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قاضیا الی الجند من الیمن یعلم الناس القرآن وشرائع الاسلام ویقضی بینہم وجعل الیہ قبض الصدقات من العمّال الذین بالیمن (سیرت النبی)	اس کو (معاذ بن جبل کو) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کے ایک حصہ جند کا قاضی بنا کر بھیجا کہ لوگوں کو قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم دیں اور اُن کے درمیان فصل مقدمات ومہمات کریں۔ اور جو عمال یمن میں تھے۔ اُن کے صدقات جمع کرنے کی خدمت بھی اُن کے سپرد کی۔

یہ فقرائے محصور فی سبیل اللہ کی تدریجی اور ارتقائی صورت کا تحقق ہے۔

پس زکوٰۃ ملتِ اسلامیہ کا سرمایۂ اساسی ہے۔ اور صدقات نفل اس کے معین ومددگار ہیں اور دیگر تمام اصناف محاصل ان کے توابع ہیں کیونکہ یہی ان کے وجود وحصول کی وجہ اساسی ہیں۔

<u>محاصل متفرقہ</u> ملکی جو صفحات گذشتہ میں سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ اس دلیل سے کہ وہ افراد ملک اور ان کے اسباب ہرگونہ حیات اور اُن کے وسائل حصول مثلاً زراعت۔ صنعت وحرفت اور تجارت کے تحفظ یا ان کی توسیع کی توابع محافظ ہیں۔ اپنے مقاصد تشکیل کی تکمیل اور متعلقہ اراکین نظم وتدبیر کی ایفائے حوائج کے لئے مقتضی اسباب ہیں جن کے لئے ایسے محاصل تقاضائے آئین عدل ہے جو ان کے حقوق عملی کی بناء پر ترتیب پاتے ہیں۔ اور وہ افراد ملت کے منافع تجارت وزراعت وصنعت وغیرہ کا کچھ وہ حصہ ہے جو نظام مدن کی مجموعی جدوجہد کے ایفائے حق کا ضامن ہے اور تقاضائے ضرورت نظام ملی اور اس کی ایفا کے معیار عدل پر مستند ہے۔ علیٰ ہذا اس دلیل سے سیاست مدن اسلامیہ ودول خارجیہ کی اس تجارت وصنعت وغیرہ سے ایفائے حقوق مدنی کا استحقاق رکھتی ہے جس کے تحفظ وتوسیع کے لیے سیاست مدن اپنی قوتوں کو مصروف کرتی ہے[1] حضور ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُجرت پر تجارت فرمانا انہی حقائق علیہ پر شہادت ہے اور ملت اسلامیہ

[1] تجارت بین الدول پر جلد دوم میں بحث کی گئی ہے جو تقاضائے نفس دہر حاضر کی ایفا کا ذریعہ ہے۔

محورِ اولی الامر فعال کا حق اجتہاد اور نفاذ امر جو تمام مقتضیات دہر کو احاطہ کر لیتا ہے۔ شرح جزئیات اور تعین حقوق کے لئے فیصل بالحق ہے۔ نیز اس اراضی کی پیداوار کا عشر بطور زکوٰۃ وصول کرنا جو قدرتی بہتے پانی یا بارش سے بارآور ہو اور اس پیداوار کا نصف عشر جسے صاحب اراضی خود کنواں لگا کر سیراب کرے اس حقیقت پر شہادت ہے۔ کہ نصف عشر کی معافی گویا حق محنت یا آبیانہ ہے۔ جو ان کو شریعت کی طرف سے ادا کیا گیا اس لئے انہار اور دیگر صنعتی اور تجارتی اہتمامات کے متعلق جامع نظام افراد سیاست مدن کے لئے حق محنت و آبیانہ کی تحصیل پر یہ شہادت شرع مصطفوی ہے۔ نیز زکوٰۃ میں نصاب کا تعین جملہ اصناف محاصل میں اصول استثنائی کی رعایت کے لئے مثال ہے۔

غنیمت | شجاعت بدلیل کشف روح الٰہی اور تحمل کشف نفس انسانی میں تمکین للٰہیت ہے۔ اور تکمیل فطرت نفس ہے۔ اور مفرطہ رجحانات یعنی حرص نفس وغیرہ سے پاک ہے۔ اور اسی دلیل سے مسخرات نفس یا اسباب ہر گونہ حیات پر جائز استحقاق تصرف ہے۔ اور استحقاق قبضہ شمشیر ہے۔ جو ان اسباب کی جامع ہے۔ جو شوکت دفع موانع سے مایہ دار ہیں۔ پس اس کیساتھ اتحاد شمشیر سے جب مفرطہ قوموں کے وہ اسباب جو عدل کے ساتھ مزاحمت کے لئے وہ فراہم کرتی ہوئی اس سے نبرد آزما ہوتی ہیں۔ ان کے حالات تسخیریہ کی بنا پر ان شجاع فاتحین کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ جو بدلیل عدل یا للٰہیت ان کے حرص حصول پاک ہیں وہ اسباب غنیمت ہیں۔ ان کی حقیقت فی سبیل اللہ جو جامع تاسیس و توسیع و تشدید ملی ہے[1]۔ ان کے نفق پر اس دلیل سے فیصل بالحق ہے۔ کہ ان کا حصول فی سبیل اللہ سے متحقق ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال)

تجھ سے لوگ مال غنیمت کی نسبت پوچھتے ہیں۔ تو کہدے کہ غنیمت اللہ اور اسکے رسول کیلئے ہے۔

غنیمت اور فی کی اللہ اور اس کے رسول سے تخصیص اس حقیقت پر ناطق ہے۔ کہ اولی الامر جو اپنے عہد میں فردیت رسالت کی نیابت سے حق بعثت مصطفوی کو ادا کرتا ہوا آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہے محورِ للٰہیت نفق ہے۔

اور غنیمت میں خمس کی تخصیص ملت کے اُن مقاصد مخصوصہ کی ایفا کے لئے ہے۔ جیسے اولو الامر فعال فعالی اور انفعالی تعلق کی دلیل سے نفوس اور ان کے کوائف متعلقہ کی تشخیص سے مخصوص و متعین

---

[1] فی مال غنیمت کی وہ قسم جو اثنائے جنگ میں مزاحمت کے بغیر اتفاقیہ قبضہ میں آجاتے اور وہ اسی دلیل سے خمس کے احکام رکھتا ہے۔

کر سکتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (انفال)	پس تحقیق اللہ کے لئے ہے۔ اس کا خمس اور رسول کیلئے اور ذوالقربیٰ اور یتیمی اور مساکین اور مسافر کیلئے۔

اور حدیث نبوی:۔

وَلا یحل لی من غنائمکم مثل ھذا الخمس والخمس مردود فیکم (مشکوۃ)	میرے لئے تمہارے غنائم سے حلال نہیں ہے۔ مگر صرف خمس اور وہ خمس بھی تمہیں میں لوٹا دیا جاتا ہے۔

اسی حقیقت پر شہادت ہیں۔ اور اس کی ایفا کے لئے احکام ناطق ہیں۔

جزیہ و خراج علی ہذا جزیہ و خراج بھی اسی قبیل سے ہے۔ جو غیر عادل اقوام صاغر کی جانب سے ملت عدل کے حق میں اس کے حقوق افضلیت حافظہ کی ایفا ہے۔ کیونکہ اسی دلیل فضل سے وہ ان کے مال و جان و آبرو کی محافظ ہے۔ اور ان تمام وسائل تجارت و زراعت اور صنعت و حرفت سے ان اقوام صاغر کی جلب منفعت جو ان کی جہد فکر و عمل کے ذریعہ انجام پذیر ہوتے ہیں۔ ان اقوام صاغر کے حقوق خدمت کی ایفاء تکمیل ہے جو وہ محور امارت اسلامیہ کے گرد تدادیر فکر و عمل سے انجام دیتے ہیں۔ پس حق خدمت کی بنا پر منفعت اُن کی ملکیت قرار پاسکتی ہے۔ بحالیکہ وسائل مدن یعنی جامع نظام افراد (سیاست مدن) کے اسباب حیات پر حق مالکانہ صرف ملت اسلامیہ کو حاصل ہے (تفصیل کے لئے تصغیر الدول صفحہ ۳۵۸-۳۵۹ مطالعہ فرمائیں)

چنانچہ عہد نبوی میں اہل نجران سے یہ طے پایا کہ وہ[1] دو ہزار کپڑے سالانہ مسلمانوں کو ادا کیا کرینگے۔ اور اگر یمن میں بغاوت یا شورش ہو گی۔ تو وہ عاریتاً تیس زرہیں۔ تیس گھوڑے۔ تیس اونٹ اور تیس تیس ہر قسم کے ہتھیار دینگے۔ اور مسلمان ان کی واپسی کے ضامن ہونگے۔ یہ تعین[2] جزیہ کے بعد ان کے حقوق خدمت پر ان کے حق مخصوصہ کا قیام ہے۔ علی ہذا عہد نبوی میں (۲) کے علاوہ عام طور پہ ہر مرد بالغ مستطیع پہ فی کس ایک دینار جزیہ مقرر کیا گیا تھا۔ یہ ان حقائق پر شواہد ہیں۔ کہ اصول تدریج کی دلیل سے حالات دہر اور ان کے تقاضاؤں میں ارتقا اور انحطاط ممکن ہے۔ اس لئے جزیہ کی مقدار تقاضائے حالات کی مطابقت کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ یہی اس کے لئے معیار عدل ہے۔ اور عہد ادل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم میں یہود خیبر کے ساتھ زمین کی نصف پیداوار پہ معاہدہ طے ہوا جسے خراج کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ وسائل مدن یا اسباب حیات مدن پہ ملت اسلامیہ کے حق فضل کی تمکین ہے۔

---

[1] از روئے جزیہ [2] یعنی تمکین فضل

یہ معاہدہ ۸ھ ہجری میں آیت جزیہ کے نزول سے قبل طے پا چکا تھا۔ مگر آیت جزیہ کے نزول کے بعد بھی بدستور قائم رہا۔ یہ ملت اسلامیہ کے استقلال و تمکین فعل پر شہادت جاریہ ہے۔ اور تعیغر الدول اور اصول جزیہ کیساتھ اس کے اتفاق اصولی کی تصدیق و وضاحت ہے۔

الحاصل ملت اسلامیہ میں حقیقت اسلامیہ کے میراث مشترک کی دلیل سے اس کا متحدہ مال وجان نظام مدن اسلامیہ کی اساس ہے۔ اور تمام توسیعی اور تشدیدی لوازم کی دلیل سے تمام دیگر اصناف مالی عمل حوائج مدن کی ایفا میں ہر گونہ حیات کے ساتھ لزوم اسباب کی دلیل سے لوازم نظام تمدن ہیں جن کے ذریعہ ملت اسلامیہ تمام کلیات و جزئیات توسیعی و تشدیدی کو استقلال و وسعت اسباب کے ساتھ انجام دیتی ہے۔ جو سیاست مدن کا معیار عدل پر اعتماد و رسوخ ہے۔ اور اساس عدل پر مخلوق فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے حق اور راست ہے۔

شجاعت کے ترشحات فعالیہ سے دفع موانع فرطیہ

تصرف عفویہ شجاعت جو عدل غضب ہے۔ قوت غضبی پر قدرت کی دلیل سے محرکات غضبیہ کی تشخیص کرتی ہوئی ان شرائط عدلیہ کے ساتھ کہ اگر ان سے درگذر ملت منفعلہ کے حقوق کی کسی نوعیت پر موثر نہ ہو۔ کیونکہ ایفائے حقوق وحدود تقاضائے عدل ہے۔ امر فعال کے ترشحات فعالیہ کے ساتھ عفو و احسان کا جو عدل غضب یا ترشح شجاعت ہے۔ مظاہرہ کرتی ہے جو اس دلیل سے نفوس انسانی پر موثر قرار پاتی ہے۔ کہ نفس اساس عدل پر استوار ہے۔ اور وہ نفس عادل فی الغضب کے ترشحات ہیں پس شجاعت یا عدل غضب اُن خطرات سے سیاست مدن کو بچا لیتا ہے۔ جو افراد ملت و ملک کی فکری عملی لغزش فرطیہ کے نتائج میں ان پر عتاب غضبیہ سے مرتب ہو سکتے ہیں۔ اور وہ افراد ملت کے خلوص و اعتماد کا معیار استحکام سے سقوط ہے۔ گویا وہ عتابات غضبیہ موانع ہیں۔ جنہیں شجاعت اپنے فعال تصرف عفویہ کے ساتھ جادۂ استحکام ملی سے ہٹا دیتی ہے۔ یعنی وہ شکست اساسی سے قصر ملت کا تحفظ ہے۔ اور افراد ملت و ملک کی حیثیت اساسی میں تمکین استقلال ہے۔

جیسے عہد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت حاطب ابن طتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ دافع موانع

شجاعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر شہادت بینہ ہے ۔ حضرت حاطب ایک معزز صحابی اور اہل بدر سے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی تیاریاں کر رہے تھے ۔ تو انہوں نے قریش کو ایک مخفی خط لکھ بھیجا ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی ۔ تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا ۔ کہ وہ خط چھین لائیں ۔ خط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا ۔ توسب لوگوں کو حاطب کے افشائے راز پر بہت حیرت ہوئی ۔ حضرت عمر رضؓ نے بیتاب ہو کر عرض کی کہ اگر حکم ہو ۔ تو گردن اڑا دوں ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرؓ تم کو کیا معلوم ہے ۔ کہ خدا نے اہل بدر سے کہدیا ہو کہ تم سے مواخذہ نہیں ہے حاطب کے عزیز و اقارب اب تک مکہ میں تھے اور ان کا کوئی حامی نہ تھا اس لیئے انہوں نے قریش کو ممنون کرنا چاہا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہوں نے یہی عذر پیش کیا ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا ۔

جان عزیز اور مال جو حیاتِ عنصری کے اسباب سے ہے ۔ ان ہر دو کی قربانی معیار اعتماد ہے ۔ اور جو فرد مسلم محورِ ملت (امارت) کے گرد اس معیار اعتماد پر راسخ ثابت ہو چکا ہو ۔ اس کی کسی لغزش پر حیثیت لغزش کی تحقیق کے ساتھ کہ وہ عدل غضب کا ترشح ہے ۔ مظہر شجاعت عفو و درگذر اس کے اس خلوص کو مستحکم کر دیتا ہے ۔ جو ایک عرصۂ طویل اور معیار ایثار پر رسوخ و اعتماد کے تحقق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ عفو اولوالامر فعال کا ترشح فعالیہ ہے اور اس فرد مسلم کی استعدادِ منفعلہ عادل ترشحات فعالیہ کے قبول کے لیئے استعداد مستقلہ رکھتی ہے ۔ جو اس کے نفس میں استحکام عدل یا تمکین حقیقت اسلامیہ ہے ۔ جس کا محور فردیت امارت ہے ۔ گویا عفو تمکین سیاست مدن میں استحکام اساسی کا حامل ہے ۔ کیونکہ فرد مسلم اساس ملت ہے ۔

ہر فرد ملت اپنے متعلق لغزش کا امکان پاتا ہے ۔ کیونکہ افرادِ ملت کے تدریجی مراحل تعدیلیہ اور عنصری ماحول خطرات لغزش ہیں ۔ اس لیئے عفو تمام افرادِ ملت میں ۔ اولوالامر فعال پر اعتماد عام پیدا کر دیتا ہے جو قصر ملت میں استحکام اساسی کی تمکین و استقلال ہے ۔ کیونکہ افراد اساس ملت ہیں ۔

علی ہذا اغیار ملت جو مدنی حالات قاہرہ کے تاثراتِ فاضلہ سے مرعوب ہو کر لبادۂ اتحاد ملی اختیار کر لیتے ہیں ۔ ان کی مشتبہ روش سے جو ایک محرک غضبیہ ہے ۔ درگذر اور ان کے ساتھ حسن سلوک مظہر عدلِ غضب یا شجاعت ہے ۔ اور ان گروہوں کے لیئے جو صادق الفکر و العمل ہونے کی حیثیت سے اتحاد ملی و ملکی میں دخول کے لیئے بڑھتے ہیں ۔ ان مشتبہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک ان صادق گروہوں کے فکر و عمل میں اندیشہ اور خطرہ کو پیدا نہیں ہونے دیتا ۔ کیونکہ خارجی

گروہ نظام ملّی میں عدم شمولیت کی دلیل سے ان کے ظاہری لبادۂ اتحاد کے کوائف داخلی کو کم جان سکتا ہے۔ گویا ایسے مشتبہ لوگوں سے حسن سلوک اور درگذر جو تصرف عفویہ کا ایک پہلو ہے اور ترشح شجاعت ہے جادۂ توسیع ملی سے اندفاع موانع ہے۔ عہد نبوی میں منافقین کے ساتھ حسن سلوک اسی حقیقت کا مظہر ہے۔ جیسے غزوۂ مریسیع کے دوران میں وجود دشمن کی تخریبی سرگرمیوں کے تعطل یا دفاع کے لیے ۵ہجری شعبان المعظم میں مدینہ منورہ سے ۹ منزل کے فاصلہ پر واقع ہوا۔ اور اس میں حریف مخالف بنوالمصطلق کو شکست ہوئی) ایک چشمہ کے پانی پر ایک انصاری اور ایک مہاجر میں جھگڑا ہوگیا اور بڑھا۔ دونوں نے الگ الگ انصار اور مہاجرین کو معشر الانصار اور معشر المہاجرین کا نعرہ بلند کرتے ہوتے بلایا۔ تلواریں کھچ گئیں۔ لیکن چند لوگوں نے بیچ بچاؤ کرادیا۔ اس وقت رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تم نے یہ بلا خود مول لی ہے ...... اب بھی ہاتھ اٹھالو۔ تو وہ خود یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو حضرت عمرؓ غصہ سے بے تاب ہوگئے۔ اور عرض کی کہ ارشاد ہو۔ تو اس منافق کی گردن اڑادوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ والوں کو قتل کردیا کرتے ہیں۔

مگر ایسے مشتبہ لوگوں کے عملی نتائج کو معطل کردینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نظام ملّی کے لیے جو قدرت فکری وارادی کے ساتھ نتیجہ تحریک وعمل کے طور پر تنظیم وترتیب پاتا ہے۔ موجب خطرہ ہیں۔ اور خطرہ کی دلیل وجودی اس کے مٹا دینے پر شاہد ناطق ہے۔ جیسے عہد نبوی میں مسجد ضرار کو منہدم کردیا گیا۔ کیونکہ وہ منافقین کے مفسد اعمال کا مرجع مشاورت تھی۔

فہمائش حلمیہ | فرط کے اندیشۂ فساد پر جو مانع اجتماع عدل ہے۔ مظہر عدل غضب یا شجاعت یعنی قوت فعالیۂ حلم کے ساتھ فہمائش حقائق ان نفوس پر ضرور مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ جن سے موجب امکان فساد وہ محرکات خارجیہ ہوں۔ جو ایسے حالات وکوالف متعلقہ سے انہیں غافل کردیں۔ جو فساد انگیزی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اور فہمائش کے راستہ میں کہ وہ مؤثر عادل ہے۔ خارجی تحریک زیادہ شدت کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ فہمائش ترشح ذات فعالیہ ہے۔ اور ذات نفس پر اثر کرتی ہے۔ اور عوارض کو جادۂ تاثر فہمائش سے ہٹا دیتی ہے۔ پس ایسے حالات میں فہمائش کامیاب ہوسکتی ہے۔ اور وہ حالات فرطیہ کی شدت تدریجیہ کے مراحل ابتدائیہ میں دفع موانع کی جدوجہد تدریجیہ کا ایک ابتدائی مرحلہ ہے جو تقاضائے حقیقت عدل ہے۔ اور اس دلیل سے استحکام سیاست مدن کا موجب ہے۔ کہ وہ ان اسباب مدن کا موانع شدیدہ آئندہ کے اندفاع کے لیے تحفظ اور وسعت

اور بقا کا سبب ہے۔ جو اس فساد کے لئے مصروف کرنے سے کم ہو سکتے ہیں۔ جن کا اندفاع فھائش حلیمہ سے ممکن ہے۔ نیز تعمیر حیات ملی کے ابتدائی مراحل میں ان مقتضیات عدل کی مطابقت سے اساس ملی میں اپنی دلائل کے ساتھ بالخصوص دلیل حیثیت ابتدائیہ سے موجب استحکام ہے۔ جیسے ہجرت کے فوراً بعد جب کہ مسلمان قریش کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اور مدینہ منورہ میں اُن کو پناہ حاصل ہوئی۔ اور ملت اسلامیہ کی وسیع اجتماعی زندگی کا دور شروع ہوا۔ تو قریش نے جو غیظ و غضب سے بھڑک رہے تھے۔ عبد اللہ ابن ابی کو لکھا۔ جو واقعۂ ہجرت سے قبل مدینہ میں رئیس الانصار تھا۔ تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے۔ بخدا تم اس کو قتل کر دو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم اپنی جمعیت کے ساتھ تم پر حملہ کریں گے۔ اور تم کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ تو آپ عبد اللہ کے پاس تشریف لے گئے اور اسے سمجھایا کہ کیا تم خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے لڑو گے۔ چونکہ انصار اکثر مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لئے عبد اللہ اس نکتہ کو سمجھا اور قریش کے حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ (بحوالہ سیرۃ النبی علامہ شبلی)

جرأت فعالیہ ذوی القربیٰ وغیرہ کے جائز حقوق کی ایفا میں ایسی جرأت یا کبر نفس جو تفریط غضب سے پاک ہے۔ اور ان اشتباہات سے بلند اور بے نیاز ہے۔ جو ان عامۃ الناس کے نفوس میں گزر سکتے ہیں (جو من حیث الجماعت جادۂ عدل میں مراحل تدریجیہ کے ساتھ راہرو ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کا تحمل اس حد تک جو کیفیت نیم شعوری کا تقاضا اور اس کی مطابقت ہے۔ اس ایفا کو کثافت کا نتیجہ قرار دے سکتا ہے) دافعہ موانع مفرط شجاعت فعالیہ کا عمل ہے۔ اور تقاضائے عدل کی ایفا ہے جو ایفائے تقاضائے فطرت نفس ہے۔ پس وہ اسی دلیل سے متعلقہ نفوس کو اساس تخلیق نفس یعنی عدل کی طرف جھکا دیتا ہے۔ گویا وہ توسیع ملی کے راستہ سے اُن موانع مفرط کا قوت فعالیہ کے ذریعہ اندفاع ہے۔ جو ان کے نفوس میں قبول عدل کے لئے حائل ہیں جیسے واقعہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بھی اسیران جنگ بدر میں سے تھے۔ حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور ان کی زوجہ نے زر فدیہ کے ساتھ وہ ہار بھی بھیج دیا۔ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے انہیں جہیز میں دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔ سب نے تسلیم کی گردن جھکا دی۔ وہ ہار واپس کر دیا گیا۔ ابو العاص رہا ہو کر مکہ آئے۔ تو حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیا۔ (یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے۔ کہ بحوالہ سیرۃ النبی ہار زر فدیہ سے زائد تھا)۔ ابو العاص بہت بڑے تاجر تھے کچھ عرصہ کے بعد وہ سامان تجارت کے ساتھ شام سے

واپس آرہے تھے کہ مسلمان فوجیوں نے اُن کو مع اسباب کے گرفتار کر لیا۔ وہ چھپ کر حضرت زینب کے پاس پہنچے۔ انہوں نے پناہ دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے لوگوں سے فرمایا۔ کہ اگر مناسب سمجھو۔ تو ابوالعاص کا اسباب واپس کردو۔ سب نے تسلیم کی گردن جھکا دی۔ ابوالعاص ازبس متاثر ہوتے۔ مکہ آتے اور شرکا کو حساب سمجھا کر اسلام قبول کر لیا اور فرمایا کہ میں اسلئے یہاں آکر اور حساب سمجھا کر جاتا ہوں کہ یہ نہ کہا جائے کہ ابوالعاص روپیہ کھا کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو گیا۔

پناہ تقاضائے نوعی اور جبلی کی ایفا ہے۔ اس لئے مظہر عدل ہے۔ کیونکہ تقاضا اور اس کی ایفا اصول عدل ہے۔ پس وہ اساس عدل پر استوار نفسِ انسانی پر مؤثر للعدل ہے۔ اور وہ اسلام یا عدل کے تقاضائے توسیع کی ایفا ہے۔ پس اس اصول عدل کی ایفا کے لئے شجاع فعال کی جرأت فعالیہ اپنے عمل فعال کے لئے اشتباہات سے بے نیاز ہو کر جادۂ توسیع عدل سے موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ اسلام عدل ہے اور اساس عدل پر فطرت نفس مخلوق ہے۔ اس لئے کائنات انسانی کی تعدیل نفوس تقاضائے فطرتِ نوعِ انسانی کی ایفا ہے۔ اور یہی اسلام کا تقاضائے توسیعی ہے۔

الحاصل بدلیل تسلسل کشف و تحمل اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی پیروی میں ملت اسلامیہ کا نفس فعال خلیفۂ شجاع ملتِ اسلامیہ میں کشف و تحمل یا حقیقت سجود یا شوکت اسلامیہ کے سیر ان مشترک کے ساتھ اخوت اسلامی یا وحدت ملی کو متحقق کرتا ہوا قوتِ شجاعت سے تصرف عفویہ اور فہمائش حلمیہ اور جرأت فعالیہ اور شجاعت کے ساتھ اتحاد اسباب و شمشیر سے دفع موانع فرطیہ داخلہ و خارجہ سے قصر ملت کو بنیاد مستحکم پر شدید کر دیتا ہے۔

شعبہ سیاسیات خارجہ کی جزئیات

تعقید معاہدات نفس انسانی میں کثافت ارضی اور حقیقت علوی کی ودیعت اساس عدل ہے۔ اور ان ہر دو کے تقاضاؤں کی ایفا ثقل موازین یا حقیقت عدل یا تکمیل عدل ہے۔ اور چونکہ فرد تمام کائنات انسانی کا ایک رکن ہے۔ اور اسباب ارضی و سماوی نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ جو لوازم بقائے حیات شخصی و تنظیم منزل اور سیاست مدن ہیں۔ اس لئے فطرت نفس کی حیثیت اساسی حیات شخصی و منزلی و مدنی اور ان کے لوازم متابعہ میں بین الدول حیثیت سے اجرائے عدل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ گو ارضی ماحول کی طرف رجحانات کثافت کے تاثرات سے نفوس کی حیثیات فرطیہ فہم حقیقت عدل میں تقصیر کے

سبب مختلف نقطہ ہائے فرط پر انسانی گروہوں کے اجتماع کا موجب ہیں کیونکہ فطرت اجتماع تقاضائے وحدت اجتماع کے ساتھ جو وحدت مرجع فطری ونسلی کی دلیل سے نفس انسانی کا خاصہ ہے۔ جس پر احتیاج سیاست مدن شاہد ہے۔ اس اجتماع کے جواز وحدت پر فیصل بالحق ہے جو تقاضائے اساس نفس انسانی کی ایفا سے مکمل حقیقت نفس یا تعدیل وتکمیل نفس ہے۔ اور ان تمام مفرط جماعتوں کی تشکیل کا موجب ہے۔ جو نقاط فرط پر اتحاد فکری وعملی سے اجتماع پاتی ہیں۔ اور وہ اتحاد رجوعی اور فطرت اجتماعی کی ایفا ہے۔ مگر حقیقت تقاضائے اجتماع یعنی استحقاق وحدت جمعی سے صرف ملت وسط یا عدل مایہ دار ہے۔ کیونکہ وہ مکمل اساس نفس یا عدل ہے۔ الغرض عدل اس دلیل سے کہ اساس نفس انسانی ہے۔ نوع انسانی میں بحیثیت مسلمہ فطرت تمام کائنات انسانی کا مرجع افکار ہے۔ اس لئے فطرت نفس تکمیل عدل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ پس شعبۂ سیاسیات خارجہ میں اہتمام تعقید معاہدات تقاضائے عدل ہے۔ کیونکہ ملت وسط (عدل) کے فکر وعمل اور جادۂ اجتماع ملی سے فرط کے عمل مانعیت کو شرائط معاہدہ کی بقا تک روک دیتا ہے۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ فرط نقطۂ اعتدال سے سقوط کے سبب ناقابل اعتماد ہے۔ مگر عدل چونکہ مسلمۂ نوع انسانی ہے۔ اس لئے مفرط قوم کی ناتمام فطرت سے کچھ عرصہ تک شرائط معاہدہ کے بقا کا امکان متوقع ہوسکتا ہے۔ نیز اس دلیل سے تقاضائے عدل ہے۔ کہ بنی نوع کے تعلق جنسی ونوعی کی ایفا ہے۔ کیونکہ حجاب عداوت کا اندفاع ہے۔ جو عدل کی طرف ان نفوس کے رجحان کا موجب ہے جو متموج اضطراب کثافت میں بمادہ کے ساتھ اپنی حیثیت اساسی (عدل اساسی) کو نہ کھو چکے ہوں۔ نیز تعقید معاہدات تعمیر ملت میں تحفظ اسباب کی دلیل سے استحکام ملی کے لئے معین ومددگار ہے۔ چنانچہ عہد نبوی میں ہجرت کے فوراً بعد یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ جس کی رو سے یہود کو مذہبی آزادی دی گئی۔ اور باہم دوستانہ تعاون طے ہوا وغیرہ وغیرہ؛ انہی مصالح کا افتتاح تھا۔ علیٰ ہذا القیاس تمام معاہدات جو عہد نبوی میں کفر کیساتھ طے پائے۔ ان حقائق علیہ کے مظاہر جلیلہ ہیں۔ اور محرکات غضبیہ کے باوجود تواضع اور قول حسن کی دلیل سے جو اساس تعقید معاہدات ہے۔ تعقید عہد آئینہ دار فضیلت شجاعت ہے۔

ایفائے عہد علیٰ ہذا عہد کی کامل ایفا جو تقاضائے حقیقت عدل ہے۔ کیونکہ ترشحات نفس یعنی اقوال کی قوائے نفس یعنی اعمال سے تصدیق کامل ہے۔ اور مسلمۂ بین الدول یعنی معیار عدل پر رسوخ اعتماد سے کائنات انسانی کے لئے حفظ جان ومال وآبرو وغیرہ متعلقات کا پیام ہے (کیونکہ معاہدات

لہ یعنی مہیجات کثیف کی شور انگیزیوں تک جو معاہدہ عدل کے ہنگامی تاثرات کے بعد جلد رونما ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ وہ انکے ترشحات قدامت بقیہ

بااساس انہی کی حفظ قرار پاتی ہے۔ دستور عدل میں استغراق کی دلیل سے خاصہ ملت وسط و عدل ہے۔ چنانچہ سوانح عہد نبوی اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب معاہدہ حدیبیہ میں شرائط صلح طے ہوئیں۔ جن میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ علیٰ ہذا مکہ کے کفار اور مسلمانوں میں سے کوئی شخص مدینہ میں چلا جائے تو واپس کر دیا جائیگا۔

اسی اثنا میں حضرت ابوجندل ابن سہیل جنہیں مکہ میں کفار نے محبوس کر رکھا تھا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے تھے۔ کسی طرح بھاگ کر اسی طرح پابجولاں وہاں پہنچ گئے۔ اور سب کے سامنے گر پڑے۔ سہیل نے کہا محمدؐ صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقعہ ہے۔ اس کو شرائط صلح کے مطابق مجھے واپس کر دو اس وقت ملت اسلامیہ کی خونریز تلوار جو اس کے شجاع دست عسکری کے ساتھ ملحق تھی۔ اخوت اسلامیہ اور وحدت ملی کے تقاضا دل سے بے نیام ہونے کے لئے تڑپ رہی تھی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا (جو محرکات غضبیہ پر قدرت پا لینے کی دلیل سے عدل غضب یا شجاعت راسخہ مصطفوی پر شہادت ہے)

یا ابا جندل اصبرو احتسب فان اللہ جاعل	اے ابوجندل صبر اور ضبط سے کام لے۔ خدا تمہارے
لک ولمن معک من المستضعفین فرجا و	لئے ان کمزور مظلوموں کے لئے کوئی راہ نکالیگا۔ اب
مخرجا انا قد عقدنا صلحا وانا لا نغدر بھم	ہم صلح استوار کر چکے اور ہم ان لوگوں سے اب بدعہدی نہیں کر سکتے۔

الغرض ابوجندل اسی طرح پابزنجیر واپس کر دئے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس غزوۂ بدر کے دوران میں حذیفہ الیمان اور ابوحسیل دو صحابی کہیں سے آ رہے تھے۔ راستہ میں کفار نے روکا۔ کہ تم محمدؐ کی مدد کو جا رہے ہو انہوں نے انکار کیا۔ اور عدم شرکت کا وعدہ کیا۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت حال عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے۔ ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے۔ فرمان نبوی نفس مصطفوی میں متمکنہ للّٰہیت کا ترشح ہے۔ اور فطری عدل غضب یا شجاعت پر شہادت ہے۔ جو ترشحات الٰہیہ میں استغراق سے متحقق ہوتی ہے۔ اور ملت وسط کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اور تسلسل کے ساتھ اس میں جاری ہے۔

سفراء و وفود ملت وسط اور دیگر جماعتوں کے درمیان تنقید عہود و مواثیق یا اتمام حجت یا شوکت عدل کی اثر انگیزی کے مظاہر قبولیہ یا اس کے جلال قاہرہ کے رد بر رد تصغیر فرط تبادلہ اقوال سے متحقق ہوتی ہے اور یہ تمام حقائق جماعتوں اور گروہوں کے نمائندگان یعنی قاصدین و وفود کے ذریعہ انجام پذیر ہوتے ہیں۔ گویا تمام قوم کی نمائندگی کی دلیل سے سفیر قوم یا اس کا وفد وہ تمام قوم ہے۔ جس کا وہ نمائندہ ہے۔ اور

وہ ہر گونہ امارت کا ایک پہلو ہے۔ جو تقاضائے نفس انسانی ہے۔ کیونکہ جس طرح مفرط اجتماعات گوناگوں نقاط فرط پر اتحاد فکری و عملی سے تشکیل پاتے ہیں۔ جو جائز واحد اجتماع وسط کے ساتھ تشابہ ہے۔ ایسے ہی ان کی امارت ان نقطہ ہائے رجوعی پر اتحاد افکار و اعمال فرطیہ کی دلیل سے اُن کا محور قرار پاتی ہے۔ کہ وُہ وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے جو جائز واحد امارت وسط کے حق میں فیصل ناطق ہے۔ تقاضائے نفس نوع انسانی ہے پس سفرا اور وفود کے ساتھ ان کے کوائف نفوس کی تشخیص سے جو ان کے ماحول ملکی کے سبب ان کی فطرت قرار پاتے ہیں۔ ان کی تواضع عادل جو بنفسہٖ مظہر[1] عدل غضب یا شجاعت ہے اور تشخیص کوائف سے ان کے تقاضاؤں کی ایفائے معتدل اُسے معیار عدل پر اسی دلیل ایفائیہ سے راسخ قرار دیتی ہوئی اس کی شوکت عدلیہ پر شاہد ہے۔ تکمیل مہمات۔ تعقید معاہدات اور انمام مجم وغیرہ کے لئے اثر انگیز حیثیت کے ساتھ اپنا فرض انجام دیتی ہے۔ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا سفرا و وفود کے کوائف امزجہ کی تشخیص کے ساتھ ان سے حسن سلوک اسی حقیقت پر شاہد ہے۔ (تفصیل واقعات متعلقہ کے لئے کتب سیر اور احادیث صحیحہ اور سیرت النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرمائیں) نیز فرمان نبوی

اجیزوا الوفود بنحو ماکنت اجیزھم (بخاری) جس طرح میں وفود کو عطیہ دیا کرتا تھا تم بھی اسی طرح دینا

اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ ہدایا قوائے نفس کے نتائج کسبیہ کی حیثیت سے گویا نفس ناطقہ کے جذبات محبت یا شوکت تودد کی صورت متشکل ہیں۔ اس لئے وہ محبت اور عدل کے ساتھ اثر انگیز ہیں۔ گویا سفرا اور وفود کی ہدایا و تحائف کے ساتھ تواضع بین الدول حیثیت سے یہ ان تودّد کی جدوجہد ہے۔ جو اپنے خوشگوار نتائج کے ساتھ موجب صلاح و فلاح نوع انسانی ہے۔ اور اساس تخلیق۔ نفس یعنی عدل کی طرف رجحانات نفوس سے موانع کیفیاتِ نفسیہ کو کمزور کر دیتی ہے اور یہ نفس فعال کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ جو بنی نوع کے حقوق جنسی و نوعی کی رعایت ہے۔ اور بین الدول حیثیت سے قیام صلح و عدل کی جدوجہد ہے۔

اسیران جنگ اور دیگر جزئیات سیاست خارجیہ

ملت وسط کی شمشیر اس کی شجاعت کے ساتھ جادۂ عدل سے دفع موانع کے لئے متحد قرار پاتی ہے۔ پس جب کسی قوم کے افراد بحیثیت مفتوح یا اسیر[2] اپنے وجود کو فاتح عادل و شجاع کے حضور میں پیش کرتے ہوتے اپنے قول و فعل یا اپنی فطرت کوائف کے ساتھ اپنی تصغیر کی تصدیق کر دیتے ہیں۔ تو اس وقت اس عنصری و نوعی اشتراک کا تقاضا

---

[1] فضیلت شجاعت میں عنوان تواضع مطالعہ فرمائیں ۱۲

[2] اور وہ اس کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

جو فاتح و مفتوح یا فاتح و اسیر کے درمیان بطورِ فطرت موجود ہے۔ بجائیکہ مفتوح و اسیر کے واقعات سابقہ محرکات غضبیہ میں انسانی عدل تعاون اور رحم یا عدل غضب کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جس کی جزئیات مؤثرات عدلیہ ہیں۔ فرمان ربانی یُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (فاتحین کے لئے اسیران کے حق میں اسی تقاضائے نوعی کی ایفا کے لئے وجوباً مع جزئیاتِ حیات بقائے حیاتِ عنصری کا ذریعہ ہے۔) حکم ناطق ہے۔ کیونکہ اسیر اس وقت اپنے تمام قوائے نفسی و متاعی کو جو وہ عدل کی مخالفت کے لئے صرف کرتا تھا۔ معطل کرتا ہوا فطرت کو آلف کے ساتھ عدل کے روبرو بیت قرار پاتا ہے۔ اور فاتح اس کے وجود پر قابض ہو جاتا ہے۔ گویا نفسی و متاعی قوئے کا سقوط مؤثرات عدلیہ کے جادۂ تاثرات سے دفع موانع ہے۔ جو نفوس مفرط پر اُن کی اساس تخلیق سے ان کے تدریجی درجات تغیریہ کے مطابق مؤثرات عدلیہ کے درجات تاثرات کو متحقق کرتا ہے۔ کہ وہ فاتح عادل کی طرف سے تقاضائے فطری اور حقوق نوعی کی ایفا ہیں۔ اور بین الدول حیثیت سے ملتِ وسط کا معیارِ اعتمادِ انسانی پر رسوخ کی دلیل سے اس کے صلح و جنگ کو پیامِ امن قرار دیتی ہیں۔ اور چونکہ وہ عدل ہیں۔ جو بین الدول حیثیت سے مسلمۂ انسانی ہے۔ اس لئے حقیقتِ عدل کی طرف انعطاف نفوس کے لئے اثر انگیز ہیں۔ جو ایفائے تقاضائے اساس نفس کی دلیل سے نوعِ انسانی پر احسان ہے۔ اور کائناتِ انسانی میں ملتِ وسط کے وجود کو اعتماد کا پیام برقرار دیتی ہیں۔ جو اس کی تمکین اور وسعت میں مددگار ہے۔

چنانچہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا اسیران جنگ کے ساتھ حسن سلوک امن بین الدول آئین عدل کی عملی وضاحت ہے۔

بدر کے اسیران جنگ فتح کے بعد دو دو چار چار کی تعداد میں صحابہ کو تقسیم کر دیئے گئے اور ارشاد ہوا کہ آرام کے ساتھ رکھے جائیں۔ صحابہؓ نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے اور خود کھجور پر اکتفا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو کپڑے دلوائے اور انجام کار زرِ فدیہ ادا کرنے کے بعد وہ رہا کر دیئے گئے۔

علیٰ ہذا غزوہ مریسیع میں فتح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حضرت جویریہ کے ساتھ نکاح کے سبب تمام اسیران بنو المصطلق کو مسلمانوں نے اس لئے آزاد کر دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رشتہ مصاہرت قائم کر لیا ہے۔ گویا یہ اس مؤثر للعدل سیاست خارجہ کی تدریجی حیثیت کے ساتھ

لہ اور وہ اس کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

نفوسِ ملت میں تمکین تھی۔
علیٰ ہذا حنین کے اسیران جنگ کے متعلق بعد فتح ایک معزز سفارت کی ان کے لئے رہائی کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام میں مہاجرین و انصار کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ مجھ کو صرف اپنے خاندان پر (یعنی ان کے حصص پر) اختیار ہے۔ لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لئے (رہائی کی) سفارش کرتا ہوں۔ چنانچہ سب مہاجرین و انصار جواب میں بول اُٹھے کہ ہمارے حصص بھی حاضر ہیں۔ چنانچہ اس طرح چھ ہزار اسیران جنگ دفعتہً آزاد ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہننے کے لئے چھ ہزار جوڑے عنایت فرمائے۔ یہ تدریجی استعداد انسانی کی مطابقت کے ساتھ تدریجی حیثیت سے اس موثرہ للعدل سیاست خارجیہ کی نفوسِ ملت میں تمکین کے استقلال جاریہ کا اہتمام تھا۔ اسلام یا عدل کا مقصود تمام نوع انسانی میں تمکین عدل ہے جو رسم غلامی کے نفس کائنات سے اخراج کے لئے فیصل بالحق ہے (جلد دوم میں مفصل بحث کی گئی ہے)
بعد جنگ اسیران جنگ کی رہائی اس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ جب تک اسیران جنگ کی قوم بر سرِ پیکار ہے ان کو چھوڑ دینا ان کے قوائے مفرطہ میں تجدید قوت کا موجب ہے۔ کیونکہ وہ اس جماعت مفرطہ کے نقطۂ فرط پر فکر و عمل میں متحد ہیں اور اس کی صلح و جنگ ان کے افکار و اعمال کا مرجع ہے۔ اس لئے ان کی رہائی اختتام جنگ سے پہلے نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ آئین عدل کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ عدل کے روبرو اُن کے فرط فطری کے استقلال تعطل کا اہتمام ہے۔ جو اس تمام عرصہ میں ان کے لئے حسن سلوک کو لازم قرار دیتا ہے۔
علیٰ ہذا دشمن کی عورتیں اور بچے اور اس کے گھر اور اس کے ضعفا اس دلیل سے کہ وہ دشمن کا دست عسکری نہیں ہیں۔ ان کی فطرتِ کو آف اُن پر رحم کے لئے فیصل بالحق ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی بوڑھے اور بچے کو اور کم سن کو اور عورت کو قتل نہ کرو (ابو داؤد)
نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں منادی عام فرمائی کہ جو دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹے اس کا جہاد قبول نہیں ہے۔ یہ رسم کنیز گان کے اجراکے امکانات سے نفس ملت کو پاک اور مطہر قرار دیتا ہے۔ اور بروایت ابو داؤد ایک غزوہ میں مجاہدین نے بکریوں کا ایک ریوڑ لوٹ لیا۔ اور پکایا۔ تو آپ نے نوک کمان سے ہنڈیاں الٹ دیں۔ اور فرمایا۔ کہ لوٹ کا مال مردار ہے۔
علیٰ ہذا قتل بالحق جو تصغیر فرط یا تبطیل باطل کی دلیل سے تقاضائے عدل ہے۔ جو اساس تخلیق نفس ہے۔ پس اس دلیل تحفظ اساس نوع انسانی سے وہ کائنات انسانی پر رحم ہے۔ طریق قتل میں اس کیفیت عدل کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو اس غیر فطری طریق قتل سے پاک ہو۔ جس میں طریق راست

وہ اور مخفی صورت اختیار کی جائے۔ جو بے رحمی ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی سے اس کو روک دیا۔ اور روایت صحیح البخاری کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم پر رات کو پہنچے۔ تو ہرگز جنگ نہ فرماتے۔ اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

اور اس دشمن کا انفرادی حیثیت سے ہر جگہ قتل جو دھوکہ اور فریب سے اور ہر طرح منفرداً اپنے وسائل کے ساتھ فردیت امارت پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اور نظام ملی کو منتشر کرنا چاہتا ہے بدلیل دفع موانع تقاضائے عدل غضب یا شجاعت کی ایفا ہے۔ انہدام قصر ملت کی جدوجہد جو بالقوہ اپنے نتائج کی حامل ہے۔ اس کے قتل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ کعب ابن اشرف اور ابورافع روساے یہود کا قتل اسی حقیقت پر شہادت ہے (تفصیل واقعات کے لئے صحیح البخاری اور سیرۃ النبی علامہ شبلی وغیرہ مطالعہ فرمائیں)

یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے۔ کہ دشمن کی عام آبادی کا وہ حصہ جو اقتصادی طور پر حکومت کے نظم ونسق کے ماتحت فوجوں کی مدد کرتا ہے۔ تو اس کی مناسب روک تھام گویا اس کی قوت عسکری کا اندفاع ہے۔ اور دفع موانع فرطیہ کا ایک پہلو ہے۔ اور عمل شجاعت قاہرہ ہے۔ جیسے قریش کے کاروانہائے تجارت دشمن کے لئے اسباب جنگ کی فراہمی کے غرض سے بہت کچھ مایہ دار تھے اس لئے اُن سے تعرض کیا جاتا۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد ان سے تعرض کو ختم کردیا گیا۔ جو معاہدہ صلح کی ایفا کے لوازم سے تھا۔

علی ہذا ایسی قومیں جو غیر معلوم وقت میں اور غیر معلوم طریق سے حملہ آور ہو کر غیر معلوم مقامات میں چھپ جاتی ہیں۔ ان پر ناگاہ حملہ ان کی توقعات حربیہ کی مطابقت کے ساتھ تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور اندفاع ظلم کے لئے جو موجب تمکین عدل ہے کامیابی کی دلیل سے معیار شجاعت پر راسخ ہے۔ جیسے بعض سرایائے نبوی اس حقیقت پر شاہد ہیں (تفصیل واقعات کے لئے سیرۃ النبی جلد اول مطالعہ فرمائیں)

الحاصل شعبہ سیاست خارجہ دلیل کظم غیض یعنی تواضع اور قول حسن سے جو تعقید معاہدات کی اساس ہے۔ اور محرکات غضبیہ کے باوجود ایفائے عہد سے اور تمام جزئیات خارجہ میں نفاذ عدل غضب یا رحم سے عادل فی الغضب شجاعت قاہرہ کا مظہر ہے۔ پس اگر وہ اس دلیل سے کہ عدل مسلمات بین الدول سے ہے مفرط قوموں کے مفرطہ اور فساد انگیز حربی اقدامات کی بنا پر جنگ کی ضرورت عدل کے ساتھ واضح کردیتا ہے۔ تو امارت عادل کا شعبہ دفاع اپنے تمام لوازم متابعہ کے ساتھ اگر دفع موانع مفرطہ کا فرض انجام دیتا ہے۔ تو یہ کائنات

انسانی کے مسلمات[1] بین الدول کی مطابقت ہے جو ملت اسلامیہ کا معیار اعتماد ہے۔ اور تمام عالم کیلئے پیام امن ہے۔

پس اگر فرط مسلمات عدلیہ سیاست خارجہ کی رعایت اور پابندی کو ترک کر دیتا ہے۔ اور اپنی مفسدانہ سرگرمیوں سے تعقید معاہدات وغیرہ کے بروئے کار آنے کا موقعہ پیدا نہیں ہونے دیتا یا مٹا دیتا ہے۔ یا تعقید معاہدات وغیرہ اور ملت کی طرف سے ان کی ایفا کے باوجود فساد انگیزی سے نہیں رکتا تو جادۂ عدل سے اس کے اندفاع کے لئے شوکت عدل فیصل بالحق ہے۔ جو ملت اور نظام مدن کے تمام شعبوں کی معیت میں محکمۂ دفاع سے تحقق پاتا ہے۔ کہ ان سب کا محور وہ اولوالامر فعال ہے۔ جو نفوس ملت پر اپنی قوت فعالیہ کے ساتھ متصرف بالعدل ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام نظام مدن اس کے گرد ممتد اور ہے۔ نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

جزئیات سیاست خارجہ میں ملت اسلامیہ کے اہتمام عادل کے باوجود درآنحالیکہ عدل مسلمات بین الدول سے ہے۔ فرط اس لئے فطرتاً درغباً فساد انگیزی سے نہیں رک سکتا کہ وہ عدل کی حقیقت سے بیگانہ ہے۔ اور عدل صرف بحیثیت مسلّمہ تمام دول اور اقوام کا مرجع آوکار ہے۔ مگر ملت وسط وجود دستور عدل یا ترشحات عدلیہ الٰہیہ میں استغراق کی دلیل سے متحقق فی العدل ہے، کے سوا جملہ فطرت ہائے اقوام مفرط ہیں۔

اور عدل کی طرف رجوع فکری کی دلیل سے وہ آئینہائے صلح وجنگ اور نظم وضبط میں دستور عدل کی تکذیب کے باوجود جزئیات عدل کو جاری کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر یہ ان کی ناتمام کوشش ہے۔ کیونکہ ان کی فطرت مفرطہ دستور عدل کی مکذّب ہے۔ اور محرکات کثیف کے رونما ہونے پر اپنے رجحانات کثافت کے ساتھ ان کی ناتمام کوشش کو بے حجاب کر دیتی ہے۔ جس پر تاریخ شاہد ہے۔

پس عدل جو اساس تخلیق نفس ہے اور بین الدول حیثیت سے مسلمۂ نوع انسانی ہے۔ اپنے حقائق کے ساتھ صرف اس جماعت کی فطرت قرار پا سکتا ہے۔ جو ناالق نوع انسانی کے ترشحات عدلیہ یعنی کتاب مجید میں جو دستور کامل ہے مستغرق ہے۔ اور معیار استغراق یعنی میزان العدل مصطفوی پر اپنے جوانب موازین میں تمکین عدل یا صحت واستقامت قسطاس سے حکیم اور عادل اور شجاع وعفیف ہے۔

---

[1] یعنی یہ سیاست بین الدول کا دافع موانع ارتقائی مرحلہ ہے۔ سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول جزو ب ان تمام تدریجی مراحل سیاست بین الدول کی وضاحت عدلیہ کی جامع کامل ہے۔

اول المسلمین ومسلم اول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ... عادل اور آج اس زمانہ میں سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر (دستور حیات شخصی ومنزلی ومدنی) یعنی یہ تصنیف لطیف اس حقیقت پر اپنی جامعیت آئین اور اس وضاحت کے ساتھ شاہد ہے۔ کہ ملت اسلامیہ اس صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فعالیہ (تزکیہ تعلیم) کے تصرف سے دستور عدل (کتاب مجید) میں مستغرق ہوکر بہ دلیل تواتر عدل یعنی کشف (مکارم اخلاق حکمت وعدالت) وتحمل (محاسن افعال شجاعت وعفت) جملہ عہود ودہور میں عادل قوت فعالیہ سے مایہ دار ہے اور وہ میزان العدل مصطفوی کا سطح ارض پر الی یوم القیمۃ نصب مستقل ہے۔ جو ہر عہد میں تمام عالم پر جامعیت آئین کتاب اور اس کی شرح متشکل کی شہادت کے ساتھ ملت اسلامیہ کی دلیل فضل ہے۔ اور تواتر استعداد استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ وہ قوت فعالیہ روح مستخلف کے کشف سے متحقق ہوتی ہے۔ اور روح بخاری جس کا اصل یعنی زمین قرارگاہ شوکت استخلاف ہے۔ بحیثیت محل کشف سے شرف پاتا ہے۔ گویا نفس انسانی میں کشف روح الٰہی اور تحمل کشف مستخلف عزوجل کی طرف سے انسان کے لئے مقصد استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے۔ جو تکمیل نفس ہے اس میں حقیقت فعالیہ کی تمکین ہے۔ کیونکہ مستخلف عزوجل فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ [1] ہے۔ پس جب مستخلف عزوجل نفس دہر کے الخطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے فردیت استخلاف کا فیصلہ ناطق فرما دیتا ہے۔ تو وہ سطح ارض پر اپنی فعال شوکت قاہرہ کے ساتھ چھا جاتی ہے۔ جو فردیت الوہیت اور امر بالارادہ مستخلف کی نیابت ہے اور جامع حقائق علویہ سفلیہ نوع انسانی کی حاصل و ثمر ہے اور اس حقیقت فعالیہ کے ساتھ (جو متواتر ملت وسط میں جاری ہے اور استحقاق قبضہ شمشیر ہے) اتحاد شمشیر سے بتصرف عدلیہ اور بدفع موانع فطریہ مکمل نوع انسانی ہے۔ اس لئے تمام کائنات انسانی کو مکمل فطرت ملت وسط (عادل) کے فضل عدل کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے [2] غیر مکمل نفوس کو ان کی تکمیل یا ان میں تمکین حقیقت عدل کے لئے اس کی قوت فعالیہ کیساتھ الفعالاً ملحق کر دینا چاہیئے۔ یہ ملت اسلامیہ کے جواب میزانیہ نفوس میں ثقل موازین کی دلیل سے فطرت نفس کا فیصلہ ہے۔ جسکی ہرگز تردید نہیں کی جاسکتی۔ انشاء اللہ المستخلف عزوجل

پائندہ بالندہ باد اے ملت عادل

(تمت بالخیر)

---

[1] اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا .... الخ (یٰسین) [2] اسباب نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ اور حقیقت فعالیہ نفس مکمل کا ترشح ہے۔ اور صرف نفس مکمل کو ہی اپنے مسخرات کا جائز حق پہنچتا ہے۔

دعوت الی الفطرت

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ الخ (روم)

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ فطرت انسانی میں لطافت و کثافت کی ترکیب اساس عدل ہے کیونکہ عدل کے معنی یہ ہیں کہ وزن کو ایسے دو مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے کہ کسی ایک طرف تقدیر وزن میں فرط نہ ہو اور وہ وجود میزان کو مستلزم ہے۔ اور میزان تعیین جوانب سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ نفس انسانی میں ترکیب کثافت و لطافت ہے۔ یہ وہ فطرت ہے۔ جس پر نفس انسانی مخلوق ہے۔ اور اس کے تقاضاؤں کی ایفا جوانب میزانیہ میں ثقل موازین ہے۔ گویا وہ حفظِ فطرت ہے اور فطرت وزن و میزان تنصیف و تعدیل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور وہ قائم بالقسط عزوجل کے دست متصرف بالعدل سے متحقق ہوتی ہے۔ اس دلیل سے کہ وہ جوانب ارضیہ و سمادیہ میں اپنی علم الوہیت کے ساتھ آمر بالعدل ہے اور نفس انسانی میں مستودع کثافت و لطافت ہے۔ اور وہ تصرف اس عزوجل کے ترشحات اعتدالیہ (کتاب یا عدل الٰہی) میں وجہ استغراق ہے اور دلیل استغراق فی العدل سے استغراق وجہ اعتدال نفس ہے اور تصرف الٰہی سے کشف روح الٰہی اور تحمل کشف سے متحقق نفس فعال صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فعالیہ جاریہ (تزکیہ و تعلم مصطفوی) کے ذریعہ جو نفس اجتماع کی کیفیت نیم شعوری (جس پر تفادِ تہائے شعوریہ شاہد ہیں) اور وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلائل کیساتھ صاحب فردیت ہے نفس انسانی میں متحقق ہوتا ہے۔ جس پر اس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ شہادت دیتا ہے اور وہ اعتدال بدلیل استقامت قسطاس میزان دین قیم ہے جو اسی دلیل استقامت سے نفس انسانی کی اساس عدل پر معمار قصر عدل ہے۔ اور فطرت نفس اپنی شہادت کیساتھ فیصل ناطق ہے کہ کافۃ الناس کے افکار و افعال کا مبداء جائز صرف وہ فطرت قرار پا سکتی ہے جس پر انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اور مبدا ممنع کے افکار و اعمال کو فطرت انسانی معیار انسانیت سے ساقط قرار دیتی ہے اور حفظ انسانیت فرض فطری ہے۔ پس اے کافۃ الناس آپکو حفظ فطرت یا ثقل موازین یا تکمیل عدل کی طرف جھک جانا چاہیئے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (ق) (ہر جھکنے والے حفیظ کے لئے) اور محور اوابیت حافظ فطرت نفس فعال بلت عدل ہے جو بدلیل کشف روح فعال تمائزید اور تحمل کشف معلم حفظ فطرت ہے اور اسی دلیل سے منحرات فطرت انسانی کا وارث جلد ہے

الداعی الی الفطرت **محمد سعید**

---

[1] جو ترشحات لطافت و کثافت یا نتیجہ فطرت ہیں۔

مِلّتِ اسلامیہ کے حضور میں

جانفزا تبریک و تہنیت پیش کی جاتی ہے کہ رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملتِ اسلامیہ

کے ہر عہد کی وابستگی پر دلیل روشن تصنیف لطیف

تذکرہ

شائع ہو چکی ہے۔ یہ تصنیف لطیف سات حصص پر مشتمل ہے

نمبر (۱) مقدمۂ تذکرہ — از تصنیف

(شرح طریق و کیفیت عروج الی اللہ) — (خلیفہ محمد سعید منشی فاضل و

نمبر (۲) علوم نبوت اور ان کی وراثت — مولوی فاضل (پنجاب یونیورسٹی)

الجزء الاول۔ الجزء الثانی۔ الجزء الثالث (تذکرہ اصحاب تواتر رضی اللہ عنہم) — از تصنیف

الجزء الرابع تذکرۂ صدیق زمان حضرت خواجہ محمد صدیق رضی اللہ عنہ — پرنسپل محمد صغیر حسن۔ ایم اے ہسٹری۔

الجزء الخامس تذکرۂ غوث دوران و شہید حضرت خواجہ محمد رفیق رضی اللہ عنہ — ایم۔ اے اکنامکس (علی گڑھ یونیورسٹی)

الجزء الرابع و الجزء الخامس دس اور دو ابواب پر مشتمل ہیں۔ باب اوّل۔ حسن خداداد عـ۲ جذبہ عشق

عـ۳ مے تیراہی عـ۴ خزائن سرہندی عـ۵ شمعہائے آلو مہاری عـ۶ انوار حجازی عـ۷ رشد و ہدایت۔

عـ۸ مزید حالات و واقعات عـ۹ چند کرامات عـ۱۰ وفات + باب اوّل حیات طیبہ عـ۲ چند کرامات

ہدیہ تبادل پانچ روپیہ — علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

دار التصنیف و النشر جامع صدیقیہ۔ آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ

پنجاب۔ پاکستان

سیرت نبوی پر ایک محقّقانہ نظر

(دستور حیات) جلد دوم

از تصنیف خلیفہ محمد سعید۔ منشی فاضل و مولوی فاضل

اس میں کتاب مجید اور اس کی شرح متشکل اسوۂ حسنہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر محققانہ نظر سے جو موضح معرفت نفس ہے۔ فطرت نفس کے فیصلہ کی روشنی میں فرط فطرت کی شرح کرتے ہوئے جائز واحد ملت وسط کی قوت فعالیہ کے روبرو اثبات تصغیر فرط داخلہ وخارجہ اور جزئیات فصل قضایا (ضابطۂ دیوانی) اور جزئیات حدود و قصاص (ضابطۂ فوجداری) کہ ہر دو انسداد اندفاع خطرات ہیں وغیرہ اور ان کے آئینی متعلقات کی شرح کی جائے گی۔ انشاءاللہ

نیز اس میں اس اوّل المسلمین عادل فعال اور صاحب شمشیر دافع فرط محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور آپ سے متعلقہ بشارت اور فضائل پر بھی تبصرہ انشاءاللہ متوقع ہے۔

الناشر

ناظم دار التصنیف والنشر جامع صدیقیہ۔ آلو مہار شریف

ضلع سیالکوٹ۔ پنجاب۔ پاکستان

قرآن مجید کے تراجم پر تحقیقی تبصرہ

از قلم

خلیفہ محمّد سعید

دارالتّصنیف والنّشر

۱۱۲۔سی سمال انڈسٹریز اسٹیٹ سیالکوٹ

انشاءاللہ جلد مطالعہ شریف میں پیش ہو گا۔

کا عربی ایڈیشن بھی

انشاء اللہ جلد مطالعہ شریف میں پیش ہوگا

کتاب ہذا کو نذیر احمد ایم اے ایم او ایل بی ایڈ ناظم نشر و اشاعت نے [باہتمام محمد سرور قریشی پروپرائٹر

نیو عالمگیر پرنٹنگ پریس فون ۳۴۴۵۰ سیالکوٹ] آفسیٹ کاتب پریس سیالکوٹ سے چھپوا کر دار التصنیف

والنشر والبلاغ پریس فون ۲۲۴۹ ـ ۱۱۲ بی سمال انڈسٹریل اسٹیٹ سیالکوٹ ـ ۴ پاکستان سے شائع کیا۔

جلد اوّل　　طبع ثانی　　تعداد ۱۰۰۰

سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر (مصنفہ خلیفہ محمد سعید) کے عربی ایڈیشن کا ایک صفحہ

المصطلحات المخصوصة الاساسیه

الکشف

ان الله عزّوجل نور علی نور فحقیقة الروح ایضاً نور الذی اودعه الله تعالیٰ فی نفس الانسان فحینما ینکشف هذا النور بحقیقة النورانیه فی نفس الانسان بجمیع نوره الذی لیس له حدّ و نهایة یقال له الکشف۔

التحمّل

الروح البخاری الذی یتولّد من امتزاج العناصر فی نفس الانسانی یکون محل الروح الالٰهی فیکون متحملاً الکشف النورانی فعبّر عنه بالتحمّل۔

القوة الفعّالیه

ان الله عزّوجل فعّال لما یرید فبهذا الکشف والتحمل الذی هو کمال عدل الانسان تتجلّی قوة فعّالیه فی نفس الانسان التی ظهرت اولاً فی اول انسان مبین محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم وبتصرفه الفعّال تتجلی فی نفوس صلحاء الامة علی مر الدهور والایام وهذه التی تکمل مقصد البعثة النبویه فی کل عهد و دلیل علی اکمال الدین وحجة باهرة وتوضیح جاریة علی ختم النبوة۔

نذیر احمد ایم اے [illegible] بی ایڈ
ناظم نشر و اشاعت دار التصنیف والنشر ۱۱۲- سی سمال انڈسٹریز اسٹیٹ سیالکوٹ